ماہنامہ
آنچل
کراچی
aanchal.com.pk

ابتدائیہ

عنوان	مصنف	صفحہ
سرگوشیاں	مدیرہ	12
حمد و نعت	حکیم خان حکیم	13
در جواب آں	مدیرہ	14

دانش کدہ

عنوان	مصنف	صفحہ
مالک یوم الدین	مشتاق احمد قریشی	18

ہمارا آنچل

عنوان	مصنف	صفحہ
نگہت شہزادی/صبیحہ فاروق حافظہ سمیرا/عائشہ نور	ملیحہ احمد	23

سلسلہ وار ناول

عنوان	مصنف	صفحہ
بھیگی پلکوں پر	اقراء صغیر احمد	61
ٹوٹا ہوا تارہ	سمیرا شریف طور	119

پبلشر مشتاق احمد قریشی، پرنٹر طاہر قریشی، مطبوعہ نئے افق پرنٹرز گھنڈو گوٹھ بلاک B نارتھ ناظم آباد کراچی
دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: مہوش...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: جنید خان

نئی کونپلیں

عنوان	مصنف	صفحہ
جن کے عشق صادق ہیں	رابعہ بصری ملک	209

مکمل ناول

عنوان	مصنف	صفحہ
اقرار محبت	نادیہ فاطمہ رضوی	27
اندھیروں سے اجالوں تک	عائشہ نور محمد	91
موسم گل	منیرہ عبدالنبی	157

ناولٹ

عنوان	مصنف	صفحہ
مجھے ہے حکم اذاں	ام مریم	183

افسانہ

عنوان	مصنف	صفحہ
بھائی	ہما عامر	85
بے خبری کا سکھ	ام ثمامہ	151
باقی ہیں موہوم حسرتیں ابھی	سمیرا غزل صدیقی	207

مستقل سلسلے

عنوان	مصنف	صفحہ
قرآنی مسائل کا حل	حافظ شبیر احمد	218
بیاض دل	میمونہ رومان	220
ڈش مقابلہ	طلعت آغاز	222
بیوٹی گائیڈ	روبین احمد	226
غزلیں نظمیں	ایمان وقار	228
دوست کا پیغام آئے	ہما احمد	233
یادگار لمحے	جویریہ سالک	238
آئینہ	شہلا عامر	242
ہم سے پوچھیے	شمائلہ کاشف	250
آپ کی صحت	ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا	253
کام کی باتیں	حنا احمد	257

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 نئے افق پبلی کیشنز کی مطبوعات ای میل Info@aanchal.com.pk

فرمانِ الٰہی/نبوی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کا خادم گرمی اور دھواں برداشت کرتے ہوئے کھانا تیار کرکے لائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ خادم کو بھی اپنے ہمراہ بٹھالے اور خادم کو بھی چاہیے کہ (وہ احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہوتے ہوئے) کھانے میں شامل ہوجائے۔ ہاں اگر کھانا تھوڑا ہو تو (کم از کم) اس کے ہاتھ پر ایک دو لقمے ضرور رکھ دے۔"

(مسلم، مشکوٰۃ باب النفقات)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
دسمبر ۲۰۱۳ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

میں اور میری ساتھی آپ کی پسند کے عین مطابق ہر ماہ آپ کے آنچل کو سجانے سنوارنے کی کوشش کرتی ہیں اس میں بڑی حد تک ہمیں کامیابی ملتی ہے کچھ بہنوں کی پسند اپنی ہوتی ہے' میری کوشش ہمیشہ یہی رہی ہے کہ آپ کو معیاری اور عمدہ تحریریں پیش کرسکوں' تمام ہی لکھنے والی بہنیں بھی اپنی سی کوشش کرکے آپ کا دل لبھانے اور بہلانے کے لیے اپنی بہترین صلاحیتوں کو استعمال کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بہنوں کی حوصلہ افزائی اور دل جوئی کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ کا آنچل آپ کی پسندیدگی کی منزلیں سر کررہا ہے' امید ہے کہ بہنیں ہماری رہنمائی حوصلہ افزائی یوں ہی کرتی رہیں گی اور اپنے آنچل کو سجانے سنوارنے میں ہمارا ہاتھ بٹاتی رہیں گی۔ یہ آنچل تو آپ کا اپنا آنچل ہے اسے سجانا سنوارنا تو ہم سب کا مشترکہ کام ہے آئیں ہم سب مل کر اپنے آنچل کو مزید بلندی اور کامیابی کی طرف لے چلیں۔

نیا ہجری سال شروع ہوچکا ہے وطن عزیز میں اس عظیم مہینے کا تقدس واحترام جس طرح سے کیا جاتا ہے اس کی مثال خطے میں کہیں اور نہیں ملتی لیکن افسوس کہ چند شر پسند عناصر اس ماہ مقدس میں بھی اپنے مذموم عزائم سے باز نہیں آتے یوں تو موجودہ حالات کے مطابق تو ہر ماہ ماہِ محرم ہے' خصوصاً کراچی شہر کے بیشتر گھروں میں تو ہر روز کسی نہ کسی کا سوگ منایا جارہا ہوتا ہے۔ مائیں' بہنیں' عزیز رشتہ دار اپنے پیاروں کا ماتم کررہے ہوتے ہیں' شہادت عظمیٰ ایک بڑی اہم اور بامقصد شہادت ہے جبکہ کراچی کے کوچہ وبازار میں قتل کیے جانے والوں کو یہ پتا ہی نہیں ہوتا کہ ان کا قاتل کون ہے اور اسے کیوں قتل کیا جارہا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت عظیمہ کی عظمت اور اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے' ہمارے حال زار پر اپنا کرم اپنی رحمت نازل فرمائے۔

چلتے چلتے آپ کے آنچل کے منتظمین کی جانب سے ایک گزارش یہ بھی کرنی ہے کہ ملک جس اقتصادی ومعاشی بدحالی کا شکار ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں' ڈالر ایک سو نو روپے کا ہوچکا اس میں ہر روز اضافہ ہی ہورہا ہے' کاغذ جو ڈالر میں ہی آتا ہے ڈالر کی قیمت میں اضافے کے ساتھ ساتھ کاغذ کی قیمتیں بھی بڑھتی جارہی ہیں' ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم کاغذ کی قیمتوں کے اضافے کو کسی طرح نہیں روک سکتے' ممکن ہے کہ نئے سال سے آپ کے اس آنچل کی قیمت میں کچھ اضافہ کردیا جائے یہ آپ کی مرضی اور اجازت سے ہی کرسکیں گے آپ کا کیا مشورہ ہے؟

اس ماہ کے ستارے

"اقرارِ محبت" نادیہ فاطمہ رضوی' "اندھیروں اجالوں میں" عائشہ نور محمد اور "موسم گل" منیرہ عبدالنبی کے شاہکار مکمل ناول۔
"بھائی" ہما عامر' "بے خبری کا سکھ" اُم ثمامہ اور "باقی ہیں موہوم حسرتیں ابھی" سمیرا غزل صدیقی کے افسانے۔
"جن کے عشق صادق ہیں" رابعہ بصری ملک کی نئی کوشش۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

ازل سے عزمِ مصمم ہے ہم سفر تجھ سے
نگار خانۂ ہستی ہے معتبر تجھ سے

ترے خیال سے فکرِ رسا ہے تابندہ
نکھر رہا ہے مسلسل مرا ہنر تجھ سے

سہارا دیتی ہے مشکل میں تیری ذات مجھے
یقین قلب کا آباد ہے نگر تجھ سے

ہے کون جو کہ اُگائے گا پھول مٹی سے
ہر ایک پیڑ کی شاخوں پہ ہے ثمر تجھ سے

نہیں ہے تجھ سا کوئی دوسرا رحیم و کریم
سوال کرتا ہے دنیا کا ہر بشر تجھ سے

تُو کافروں کو بھی کرتا نہیں کبھی مایوس
لیقین قلب ہے مانگے کوئی اگر تجھ سے

کہاں یہ حمد و ثنا اور کہاں مری ہستی
مری نوائے سخن میں ہے یہ اثر تجھ سے

نعت

صد شکر تم سے حق کی اطاعت کا در کھلا
صد شکر تم سے ربّ کی عنایت کا در کھلا

صد شکر تم سے ظلم و ستم کی بجھی ہے آگ
صد شکر ہم پر پیار' محبت کا در کھلا

صد شکر تم نے ہم کو سکھائی ہے بندگی
صد شکر ہم پر رنگِ حقیقت کا در کھلا

صد شکر ترے دامنِ رحمت میں آگئے
صد شکر عاصیوں پر ندامت کا در کھلا

صد شکر تم نے موڑ دیا زندگی کا رخ
صد شکر ہم پر خوفِ قیامت کا در کھلا

صد شکر تم سے فکرِ رسا کو ملی ضیا
صد شکر مجھ پہ فہم و فراست کا در کھلا

صد شکر تم سے حشر کا کافور ڈر ہوا
صد شکر مجھ پر تیری شفاعت کا در کھلا

(حکیم خان حکیم)

editor_aa@aanchal.com.pk

مدیرہ

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

اچھی نزہت! سلامت رہو۔ آپ کی ساس کے انتقال کی روح فرساء خبر ہماری پلکیں نم کر گئیں۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے' آمین۔ تمام قاری بہنوں سے دعا کی درخواست ہے' اللہ آپ کو اور مسز نگہت غفار کو صبرِ جمیل عطا فرمائے' آمین۔

ام اقصیٰ...... اوکاڑہ

پیاری گڑیا! سدا سکھی رہو۔ جو پناہ و سکون' ہمیں باپ کی شفقت و آغوش میں میسر ہوتا ہے وہ کہیں اور نہیں' آپ کے والد کے انتقال کی خبر ہمارے لیے شدید دکھ کا باعث ٹھہری۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔

فاخرہ گل...... اٹلی

ڈیئر فاخرہ! حج کی سعادت حاصل ہونے پر ہماری جانب سے مبارکباد قبول ہو۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ ہر مسلمان کو حج مبارک کی سعادت نصیب فرمائے' آمین۔

سُباس گل...... رحیم یار خان

ڈیئر سباس! سلامت رہو' آپ کے بھائی و بھاوج کو حج کی سعادت نصیب ہونے پر ہماری جانب سے مبارکباد قبول ہو' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شگفتہ خان...... پھلوال

پیاری شگفتہ! جگ جگ جیو۔ اتنی طویل غیر حاضری کے بعد آپ کا محبتوں بھرا خط ہماری پلکیں نم کر گیا۔ گڑیا امید پر دنیا قائم ہے' آج ناکامی ہے تو کل کامیابی' اللہ ہمارے لیے ہر فیصلہ بہت ہی بہتر کرتا ہے' ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں اور یہ آپ نے کیسے سوچ لیا کہ ہم آپ کو بھول گئے تھے' گڑیا ہم اپنے چاہنے والے قارئین کو نہیں بھولا کرتے' اب آپ نے قلم سے ناتہ جوڑ ہی لیا ہے تو امید کرتے ہیں کہ اب یہ کبھی نہیں ٹوٹے گا۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

پیاری بہن! آپ ہماری بہن ہی ہیں' آپ جو دل چاہے وہ ہم سے شیئر کر سکتی ہیں یہ آپ نے بالکل ٹھیک کہا کہ فارغ رہنے سے اچھا کچھ نہ کچھ کرتے رہنا ہے' ماشاء اللہ سے اب آپ تھوڑا بہتر لکھنے لگی ہیں اور ہمیں امید ہے کہ ایک نہ ایک دن آپ بہت اچھا لکھیں گی۔ گڑیا ہماری محفل میں شرکت کے لیے آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں۔ "کبھی بھولی نہیں" کے لیے عرض ہے کہ تحریر ابھی پڑھی نہیں گئی' آپ ہمیرا شریف طور کے لیے خط لکھ کر ہمیں بھجوا دیں' دعاؤں کے لیے شکریہ۔

کوثر ناز...... حیدر آباد

اچھی گڑیا! سدا خوش رہو۔ محبتوں بھرا طویل خط ملا' آپ کے امتحانات کے لیے ہم دعا گو ہیں اللہ آپ کو زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب کرے' آمین۔ گڑیا انسان غلطیوں سے ہی سیکھتا ہے' ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ ہماری نصیحت پر عمل پیرا ہیں' کہانیاں موصول ہو گئی ہیں جلد رائے سے آگاہ کر دیں گے۔ باقی کہانیوں کے نام آپ ناقابلِ اشاعت میں تلاش کر لیں۔

علمہ' شہمشاد حسین...... کورنگی' کراچی

پیاری بھانجی! سدا سہاگن رہو' آپ کی ازدواجی زندگی کی خوشیوں کے لیے ہم دل سے دعا گو ہیں' اللہ آپ کو ہمیشہ اپنی رحمتوں کی آغوش میں رکھے' آپ بالکل ہمیں خالہ کہہ سکتی ہیں' کراچی کے حالات کے لیے ہمارا دل بھی بے حد اداس ہے' ہم صرف دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ ہمارے شہر عزیز و ملک کو امن و سلامتی کا گہوارا بنا دے' آمین۔

طیبہ نذیر...... شادیوال' گجرات

ڈیئر طیبہ! خوش و خرم رہو۔ محبتوں بھرا تجویز نامہ موصول ہوا' گڑیا ہم نے آپ کی تجاویز نوٹ کر لی ہیں۔ کام کی باتوں میں آپ کا نام شائع نہ ہونے پر پروف ریڈر حضرات کی کوتاہی ہے' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

زائمہ' ریحانہ یاسمین...... میانوالی

اچھی گڑیا! سکھی رہو۔ اتنی بدگمانی ٹھیک نہیں' ہم آپ کی معیاری نگارشات گاہے بگاہے شامل کرتے رہتے ہیں' اشاعت کے لیے تحریر کا معیاری ہونا لازمی ہوتا ہے۔ ہمارے لیے تمام قارئین برابر ہیں۔

سلمیٰ سہیل...... رحیم یار خان

پیاری سلمیٰ! سلامت رہو۔ اتنی طویل خاموشی کا قفل توڑ کے آپ نے ہمیں خط لکھا اچھا لگا' اب باقاعدگی سے شرکت کرتی رہیے گا' گڑیا کہانیوں کی اشاعت کے لیے تحریر کا معیاری ہونا بہت ضروری ہے' آپ کی کہانی موصول ہو گئی ہے پڑھ کے ہی رائے دے پائیں گے اگر معیاری ہوئی تو ضرور شائع کریں گے ورنہ معذرت۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی

اچھی گڑیا! خوش رہو' آپ کی صحت کے لیے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ آپ کو اچھی صحت والی زندگی عطا فرمائے' کہانیاں موصول ہو گئی ہیں' رائے کے لیے انتظار کریں خط پہنچ جائیں گے ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔

مہوش کنول...... کراچی

اچھی گڑیا! سلامت رہو۔ "چوڑیاں" کے لیے عرض ہے کہ موضوع کے چناؤ میں آپ کو محنت کی ضرورت ہے' آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں' ہمیں امید ہے کہ آپ بہتر لکھ سکتی ہیں۔

رضوانہ کوثر...... ڈیرہ رحمان والا

پیاری رضوانہ! سکھی رہو' "مسافر راستہ بھول جائے" کے لیے عرض ہے کہ ابھی آپ کا اندازِ تحریر بہت کمزور ہے' آپ کو وسیع مطالعہ و محنت کی ضرورت ہے' آپ میں لکھنے کی بخوبی صلاحیت موجود ہے' بس ذرا احتیاط سے کام لیں۔

امبرین کوثر...... ملتان خورد

اچھی گڑیا! شاد رہو۔ آپ کے دکھ میں ہم برابر کے شریک ہیں' اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی نانی اور ماموں کو جنت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔ نازیہ کنول نازی کو آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

سونی علی...... ریشم گلی مورو' سندھ

ڈیئر سونی! سکھی رہو۔ پہلا محبتوں بھرا خط ملا آنچل کی محفل میں خوش آمدید' ہمیں امید ہے کہ آپ آئندہ بھی شرکت کرتی رہیں گی۔

فہمی فردوس احمد...... گوجرانوالہ

اچھی گڑیا! سلامت رہو' پہلی بار آپ کی آمد بھلی لگی' آپ کا افسانہ موصول ہو گیا ہے باری آنے پر پڑھ کے آپ کو رائے سے آگاہ کر دیں گے' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

نیئر رضا ولی...... نامعلوم

اچھے بھائی! خوش رہیں۔ آپ نے جس جانب ہماری توجہ دلائی ہے اس کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں' شاعری کے لیے عرض ہے کہ آپ کی شاعری جو بھی ہمیں موصول ہوئی ہے وہ گاہے بگاہے شامل ہوتی رہتی ہے' باقی ڈاک کے نظام سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

عظمیٰ بٹ...... سمندری

ڈیئر عظمیٰ! سکھی رہو' محبتوں بھرا تعریف نامہ موصول ہوا' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ ہمارے لیے جو شعر آپ نے لکھا ہمیں پسند آیا' ہمیں امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتی رہیں گی۔

حنا عندلیب...... سرگودھا

پیاری حنا! خوش خرم رہو۔ شکوہ نامہ موصول ہوا جواب حاضر ہے۔ گڑیا سب کو ہی کہانی کی اشاعت کے لیے طویل انتظار کرنا پڑتا ہے باری آنے پر ہی کہانی شائع کی جاتی ہے آپ کی کہانی موصول ہو گئی ہے' جلد ہی رائے سے آگاہ کر دیں گے۔

دلکش مریم...... چنیوٹ

اچھی گڑیا! سلامت رہو' آپ ہماری مستقل قاری و تبصرہ نگار بہن ہیں اور گاہے بگاہے ہم آپ کی نگارشات بھی شائع کرتے رہتے ہیں' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ آپ کی شکایات ہم نے نوٹ کر لی ہیں' امید ہے آپ کی تشفی ہو گئی ہو گی۔

صباحت سلیم...... نامعلوم

اچھی صباحت! شاد رہو' آپ کا محبتوں بھرا خط ملا' ہمیں افسوس ہے کہ آپ کی پہلے والی کہانی ہم شائع نہیں کر پائیں گے۔ "یقین اور محبت" کے لیے عرض ہے کہ موصول ہو گئی ہے باری آنے پر پڑھ کے رائے سے آگاہ کر دیں گے۔

ھادیہ بخاری...... لاہور

اچھی ہادیہ! خوش رہو' یہ بالکل صحیح بات ہے کہ وقت کے

ساتھ ساتھ لوگوں کی ضروریات وترجیحات بدل جاتی ہیں لیکن رشتے اور محبت کبھی نہیں بدلتی دراصل خود انسان پر منحصر ہے کہ اس کی زندگی میں کس چیز کو زیادہ اہمیت حاصل ہے' آپ نے افسانہ لکھ لیا ہے تو اجازت کیسی' بھیج دیں اگر معیاری ہوا تو ضرور شائع کریں گے غزل کے لیے بھی یہی جواب ہے۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

ڈیئر فائزہ! خوش وخرم رہو۔ فرحت آپا کے لیے کی گئیں دعائیں اور آپ کے جذبات ہماری پلکیں نم کر گئے۔ جانے والے چلے جاتے ہیں لیکن ایک خلاء سا ان کے جانے سے رہ جاتا ہے' اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ شاعری کے لیے عرض ہے کہ شعبے میں بھیج دی گئی ہے اگر معیاری ہوئی تو چھپ جائے گی' ورنہ معذرت۔

سدرہ گل...... سیال

اچھی گڑیا! سلامت رہو۔ آپ کا محبتوں بھرا پہلا خط ہمیں آپ کا مشکور کر گیا' آنچل کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ' ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں' اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے' آمین۔

ربیعہ خورشید...... جوہر آباد

پیاری ربیعہ! خوش رہو آنچل میں آپ کی آمد بھلی لگی اب باقاعدہ حاضری لگواتی رہیے گا۔ پیغام کے لیے اطلاع ہے کہ کالم اب تکمیلی مراحل میں ہے اس لیے معذرت قبول فرمایئے آئندہ اپنی نگارشات جلدی ارسال کیجیے گا۔

مینہ آرائیں...... ڈی آئی خان

اچھی گڑیا! سدا سلامت رہو' محبتوں بھرا طویل خط ملا' گڑیا آپ فرحت آپا کی زندگی میں خط لکھنا چاہتی تھیں جو کہ ممکن نہ ہوسکا' اب آپ نے ہمت کر کے قلم تھام ہی لیا ہے تو اس سے ناتہ نہ توڑیئے گا' آپ نے بالکل صحیح کہا کہ وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ گڑیا اگر عورت کو کمتر اور بزدل سمجھا جاتا ہے تو اس کا حل یہ ہے کہ عورت خود کو کمزور' بزدل اور اکیلا سمجھنا چھوڑ دے ہمت کر کے حالات کا مقابلہ کرے کیونکہ اللہ کی ذات ہمیشہ اس کے ساتھ ہے۔ آپ ماشاء اللہ پڑھی لکھی ہیں باصلاحیت ہیں آپ اردگرد کی خواتین کی ذہنی اصلاح کریں' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

اُم عائشہ محمد جمال...... نیو کراچی

ڈیئر عائشہ! شاد رہو۔ آپ کو کہانیاں پڑھ پڑھ کے لکھنے کا شوق پیدا ہوا اچھی بات ہے آپ مطالعہ اور وسیع کریں کہانی کے لیے عرض ہے کہ ابھی پڑھی نہیں گئی' جلد ہی پڑھ کر رائے سے آگاہ کر دیں گے۔

عائشہ تبسم...... چکوال

پیاری عائشہ! جگ جگ جیو۔ پہلا خط ملا' خوش آمدید۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' شاعری متعلقہ شعبے کے حوالے کر دی گئی ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوگی ورنہ معذرت۔ نازیہ کنول اور سمیرا شریف کو آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

غزالہ جلیل راؤ...... اوکاڑہ

اچھی بہن! سلامت رہو۔ آپ کی اتنی محبتوں کا شکریہ' افسانہ موصول ہو گیا تھوڑا انتظار کریں' ہمیں امید ہے آپ آئندہ بھی شرکت کرتی رہیں گی۔

اقراء ملک...... راولپنڈی

اچھی گڑیا! سکھی رہو' آپ کی خواہشات کی ہم قدر کرتے ہیں' آپ محنت کریں ضرور ہم آپ کی حوصلہ افزائی کریں گے کہانی کے لیے عرض ہے کہ ابھی پڑھی نہیں گئی' جلد ہی رائے سے آگاہ کر دیں گے۔

اُم گل آرزو......

اچھی گل! سلامت رہو۔ آپ نے جن حالات و واقعات کا ذکر ہم سے کیا ہے ہم صرف دعا ہی کر سکتے ہیں ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں' گڑیا اچھا لکھنے کے لیے محنت کی ضرورت ہوتی ہے' آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں۔

بشریٰ قریشی...... تربیلا ڈیم

ڈیئر بشریٰ! سدا آباد رہو۔ پہلا محبتوں' چاہتوں بھرا تعریف نامہ موصول ہوا۔ گڑیا آنچل کی پسندیدگی کے لیے تہہ دل سے شکریہ۔ گڑیا شاعری ہم متعلقہ شعبے میں بھیج دیتے ہیں' قبول ورد کا مرحلہ وہیں طے پاتا ہے آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں۔

نادیہ عباس دیا...... موسیٰ خیل

اچھی گڑیا! سدا خوش رہو۔ آپ کے ذہن میں کہانیاں

جنم لیتی ہیں لیکن آپ لکھ نہیں پاتیں ایسا اکثر لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے اس کے لیے آپ خود کو پُرسکون رکھیں' زیادہ نہ سوچیں پہلے پلاٹ بنائیں پھر آہستہ آہستہ کر کے کہانی لکھیں۔ آپ کی تجاویز نوٹ کر لی ہیں پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔

محمد مبین میئو......' شجاع آباد ملتان

اچھے بھائی! خوش رہیں۔ آنچل کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ' ہمیں افسوس ہے کہ ہم آنچل میں مرد حضرات کی کہانیاں شائع نہیں کرتے البتہ آپ ہمارے دوسرے جریدے "نئے افق" کے لیے اپنی کہانی ارسال کر سکتے ہیں۔ آپ کی بہن کے لیے آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

شمع ناز شکیل...... کراچی

اچھی گڑیا! جگ جگ جیو۔ گڑیا آپ ایک ہی لفافہ میں تمام نگارشات ارسال کر سکتی ہیں لیکن ہر کالم میں شرکت کے لیے الگ صفحہ کا استعمال ضروری ہے اس کے علاوہ کالم "آپ کی صحت" اور "روحانی مسائل" کے لیے الگ لفافے کا ہونا ضروری ہے۔ امید ہے آپ ہماری بات سمجھ گئی ہوں گی۔

حنا' مریم...... نامعلوم

پیاری گڑیاؤ' خوش رہو۔ ہم بار بار یہ بات لکھ چکے ہیں کہ آپ لکھیں ضرور لکھیں لیکن اسے انا کا مسئلہ نہ بنائیں' تحریر کے شائع ہونے کے لیے اس کا معیاری ہونا شرط ہے۔ یہ صحیح بات نہیں کہ آپ اسے عزت وانا کا مسئلہ بنالیں' محنت کریں اور پھر لکھیں۔

رضیہ یٰسین...... جتوئی

ڈیئر رضیہ! سکھی رہو۔ محبتوں بھرا تعریف نامہ ہمارا دل لبھا گیا۔ گڑیا لکھنے کے لیے انسان کا بڑے مرتبہ پر فائز ہونا نہیں بلکہ اس کی عقل وشعور ومشاہدے کا بڑا ہونا ہے۔

صبا جاوید...... بہاولپور

ڈیئر صبا! سلامت رہو۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' ہمیں افسوس ہے کہ آپ کی تحریر تاخیر سے موصولی کے سبب شامل اشاعت نہ ہوسکی' اس لیے ہم نے اسے اگلے ایشو کے لیے سنبھال کے رکھ لیا ہے' امید ہے آپ آئندہ بھی لکھتی رہیں گی۔

حنا بٹ...... نامعلوم

اچھی گڑیا! سکھی رہو۔ پہلا خط ملا خوش آمدید۔ آپ کو پڑھ پڑھ کے لکھنے کا شوق پیدا ہوا' گڑیا اچھی بات ہے یہ آپ لکھیں' ضرور لکھیں لیکن یہ سوچ کر نہیں کہ اگر شائع ہوگا تو جب ہی لکھوں گی انسان کی اصلاح اس کی غلطیوں سے ہی ہوتی ہے ہماری حوصلہ افزائی ہمیشہ نئے لکھنے والوں کے ساتھ ہے۔

ناقابل اشاعت کہانیاں:۔

تمہیں جیت لیا۔ احساس۔ حقیقت کیا ہے۔ وہ اجنبی میرا اپنا تھا۔ تیرے سنگ۔ بہادر لڑکی۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ ادھوری خوشی۔ محبت مار دیتی ہے۔ قیمتی چیز۔ مائیں نی میں کنوں آکھاں۔ چاہا ہے بس تجھ کو۔ محبت کے روپ۔ یہ چمن تمہارا ہے۔ میں بارش اور تم۔ شہر محبت۔ چوڑیاں۔ تیری عبادت ہوگئی۔ یہ کیسی رُت ہے۔ پل بھر میں۔ کوئی مل گیا۔ خوشبو کا رنگ۔ احسان۔ وہ مہربان میرا۔ یہ عید تو میری ہے۔ یہ زندگی ہے گلشن۔ میلا۔ کاش۔ ٹوٹے کانچ۔ سچی محبت۔ راستہ بھول جائے۔ وصیت نامہ۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مالک یوم الدین

مولف: مشتاق احمد قریشی

یہ احوال تو اللہ سے ڈرنے والے اہل ایمان متقی پرہیز گاروں نیکوکاروں کا تھا کہ وہ عذاب الٰہی سے ڈر ڈر کر زندگی احکام الٰہی کے مطابق بسر کرتے ہیں لیکن جو لوگ روزِ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور احکام الٰہی قوانینِ الٰہی سے بغاوت وانحراف کرتے ہیں کفر کرتے ہیں ان کا احوال بھی رب کائنات نے قرآنِ حکیم میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔ بدلے والے دن وہ اس میں جائیں گے۔ وہ اس سے کبھی غائب نہ ہونے پائیں گے۔ تجھے کیا خبر کہ وہ بدلے کا دن کیا ہے؟ ہاں تمہیں کیا خبر کہ وہ یوم جزا (اور سزا) کیا ہے؟ یہ وہ دن ہے جب کسی بھی شخص کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔ (تمام تر) فیصلہ اُس دن اللہ کے اختیار میں ہی ہوگا۔ (الانفطار۔۱۴۔۱۹)

روزِ محشر جب میدانِ حشر میں سب کو جمع کردیا جائے گا اور میزانِ عدل لگ جائے گی اور اللہ ذوالجلال اپنے تخت پر تشریف فرما ہوجائے گا تب سب کا نامہ اعمال کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ جو لوگ دنیا میں بے خوف وخطر زندگی بسر کرتے رہے تھے اپنی من مانی کرتے ہوئے شیطان کے پیچھے بھاگے چلے جارہے تھے اور اس دن یعنی روزِ جزا وسزا کا انکار کرتے رہے تھے یا اس کا انہیں کوئی خوف کوئی ڈر نہیں تھا وہی لوگ اپنے بداعمال اپنے جرائم اور انکارِ آخرت کی پاداش میں دوزخ میں داخل کئے جائیں گے۔ وہ دوزخ میں ایسے داخل ہوں گے کہ کبھی اس سے جدا نہیں کئے جائیں گے اور نہ ہی کسی طرح کسی کوشش سے وہاں سے نکل سکیں گے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ دوزخ کی ہولناکی کے اس کی شدت وسختی کے اظہار کے لئے اس بات کو دہرایا گیا ہے تاکہ انسان اور خصوصاً اہلِ ایمان اس کی سختی اور شدت وہیبت کا بخوبی اندازہ کرلیں کہ وہ دن کیسا شدید کیسا سخت دن ہوگا کہ اس دن کوئی کسی کا کسی طرح نہ مددگار ہوگا نہ ہی ہمدرد۔ وہ ایسا سخت الٰہی دن ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جو محدود اختیارات انسانوں کو دنیا کی زندگی کے لئے عطا فرمائے تھے وہ تو پہلے بیسلب ہوچکے ہوں گے ختم ہوچکے ہوں گے ہر قسم کے تمام اختیارات کا مالک وہ مالک یوم الدین ہوگا جیسا کہ سورۃ المومن میں ارشاد ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ جس دن سب لوگ ظاہر ہوجائیں گے (جمع کردیئے جائیں گے) ان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ فقط اللہ واحد وقہار کی۔ (المومن۔۱۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت کریمہ میں روزِ حشر میدانِ حشر کی منظر کشی فرمایہے کہ اُس روز یعنی روزِ حساب جب سارے انسان اور جن اور شیاطین بیک وقت اپنے مالک وآقا اپنے رب کے

سامنے جمع ہوجائیں گے اور سب کے نامہ اعمال ان کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اُس دن کا مالک اللہ قہار اُس دن زمین کو اپنی مٹھی میں اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور کہے گا میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں۔ (صحیح بخاری۔ سورہ زمر) جب کوئی نہیں بولے گا تو جواب اللہ تعالیٰ خود ہی دے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ منادی کرے گا جس کے ساتھ ہی تمام کافر اور مسلمان بیک آواز یہی جواب دیں گے۔ (فتح القدیر)

آیتِ مبارکہ میں اللہ ذوالجلال نے اپنی صفتِ قہاریت کا اظہار فرمایا ہے سوچنے سمجھنے والوں کے لئے یہ اشارہ بھی بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا رحیم وکریم معاف کرنے والا بخشنے والا مہربان ہے اس روز وہ اپنے پورے جلال قوتِ قہاریت میں ہوگا کیونکہ وہ اس روز کرسی عدل پر تشریف فرما ہوگا کسی کے ساتھ ذرا برابر نہ ظلم ہوگا نہ زیادتی ہوگی ہر ایک کا نا صرف نامہ اعمال گواہی میں حاضر ہوگا بلکہ اس کے تمام اعضائے جسم خود اس کے خلاف اور اس کی حمایت میں گواہ کے طور پر موجود ہوں گے۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ اس روز کی طوالت کا ذکر پہلے آ ہی چکا ہے کہ وہ منکرین، منحرفین، مشرکین، کفار اور بدکاروں کے لئے کیسا طویل ترین سخت ترین دن ہوگا۔

ترجمہ:۔ اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے۔ جو جزا وسزا کے دن کو جھٹلاتے رہتے ہیں۔ (المطففین۔۱۰۔۱۱)

ترجمہ:۔ اور ہم بحث کرنے والوں (انکار کرنے والوں) کے ساتھ مل کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔ (المدثر۔۴۵۔۴۷)

آیاتِ کریمہ میں کھل کر اللہ تعالیٰ نے اظہار فرمادیا ہے کہ جو لوگ اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی عقیدہ وتعلیمات کے بارے میں بڑی بے باکی سے باتیں کرتے ہیں اور اسلامی عقیدے کو صرف گپ شپ سمجھتے ہیں اور اہلِ ایمان کو اپنے طنز ومزاح کا موضوع بنایا کرتے ہیں وہ اس کا تصور تک نہیں کرسکتے کہ ان کے ان رویوں کے کیسے خطرناک وخوفناک نتائج انہیں بھگتنا پڑیں گے۔ ایمان ایک نہایت اہم سنجیدہ حقیقت ہے اس پر نہایت غور وفکر کی ضرورت ہے۔ زندگی کے تمام معاملات کا فیصلہ اسلامی اقدار اور تعلیمات کے مطابق سوچ سمجھ کے ساتھ کرنا ہوتا ہے جو لوگ ایسا نہیں کرتے ایمان اور عقیدہ اسلام سے بے پرواہی برتتے ہیں اور معمولی بات سمجھ کر اس کا مذاق بنالیتے ہیں وہ ان کے احمقانہ اقدام کے سوا کچھ نہیں ہوتا جس کے بدنتائج سے اللہ تعالیٰ آگاہ فرما رہا ہے۔

جو لوگ روزِ جزا یعنی یوم الدین کو جھوٹ سمجھتے تھے یا اسے صرف ڈرانے کا حربہ کہتے تھے اپنی زندگی اپنے من چاہے طریقوں سے بسر کرتے تھے۔ وہ صرف دنیا اور دنیا کے معاملات کے بارے میں ہی سوچتے تھے آخرت کو نہ تسلیم کرتے تھے نہ اس کی کوئی فکر کرتے تھے نہ ان کے پیش نظر روزِ آخرت ہونے والا احساب کتاب ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بڑی بے باک اور آزادانہ زندگی بسر

کرتے تھے ایسے ہی لوگوں کو خبردار کیا جارہا ہے' روزِ قیامت کی سختی' ہولناکی اور خوفناکی دکھائی جارہی ہے اس وقت انہیں یہ احساس ہوگا کہ ہم تو دنیا میں نہ نماز پڑھتے تھے نہ احکامِ الٰہی کی پابندی کرتے تھے۔ ہم نے زندگی بس اِدھر اُدھر کی باتوں میں' کاموں میں گزار دی جس چیز کو ہم جھٹلایا کرتے تھے آج تو ہم اس میں پھنس گئے ہیں جب تک موت نہیں آئی تھی بے فکری سے بسر ہورہی تھی۔ موت نے سارے شکوک وشبہات ختم کردیئے۔ موت نے تو ساری بے فکر سوچوں اور رویوں کا فیصلہ کردیا اور ایسا یقینی فیصلہ کہ جسے کوئی کسی طرح رد کرہی نہیں سکتا۔ اس وقت نہ ندامت کام آئے گی نہ شرمندگی اور نہ ہی توبہ قبول ہوگی۔ اور نہ ہی کسی طرح کسی بھی عملِ صالح کی گنجائش باقی رہے گی۔ کیونکہ توبہ ندامت شرمندگی کے اظہار کا اختیار تو موت کی ساتھ ہی ختم ہوجائے گا۔

ترجمہ:۔ مارے گئے قیاس وگمان سے حکم لگانے والے' جو غفلت میں ہیں اور بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ یومِ آخر کب آئے گا۔ ہاں یہ وہ دن ہے جب یہ آگ پر تپائے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) اب چکھو مزہ اپنے فتنے کا یہ وہی چیز ہے جس کے لئے تم جلدی مچارہے تھے۔ (الذریت۔ ۱۰ تا ۱۴)

آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ انسان کو متنبہ کررہا ہے اور احکامِ الٰہی وقوانینِ الٰہی کی موجودگی میں اپنی عقل سے کسی مسئلے کے حل کے لئے اپنے من پسند قیاس وگمان لگانے والوں کو آگاہ کررہا ہے کہ وہ غفلت میں ہیں اور راہِ حق کو بھولے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب اور خلیفہ فی الارض کی رہنمائی ورہبری کے لئے ہر دور میں ہر قوم' قبیلے کے لئے اپنی ہدایات دے کر اُن میں سے ہی ایک فرد کو چن کر اُسے اُن کی رہنمائی وہدایت کی ذمہ داری سونپی پھر نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین مکمل فرما کر اپنی تمام ہدایات وتعلیمات' رہنمائی کو مکمل بھی فرمادیا یہاں تک کہ اب انسانوں کی ہدایت ورہنمائی مکمل کردی گئی کسی مزید رہبر' رہنما' پیغمبر کی ضرورت بھی ختم کردی گئی اور وہ سب کچھ بتادیا گیا ہے سمجھا دیا گیا جس کی انسان کو دنیا کی زندگی گزارنے کے لیے ضرورت تھی۔ قرآنِ حکیم اور احادیث ہر قسم کی رہنمائی ورہبری کے لیے تاقیامت موجود ہیں اور رہیں گی کیونکہ ان کی حفاظت کا ذمہ ربِّ کائنات نے لے رکھا ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ انسان اپنی پوری زندگی کے اعمال کے لئے کسی کے سامنے جواب دہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس کے سامنے اور کب جوابدہی کرنا ہوگی۔ یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ انسان اس کے لئے قیاس وگمان سے کام لے اور داؤ پر اپنا سارا سرمایہ حیات گنوادے۔ قرآنِ حکیم میں ایک ایک بات خوب کھول کھول کر دُہرا دُہرا کر بیان کردی گئی ہیں کہ سمجھنے والوں کو سمجھنے میں قطعی دشواری کا سامنا نہیں ہوتا۔

آخرت کے منکر جو سرے سے آخرت کی جوابدہی کی تیاری نہیں کرتے وہ اس گمان میں رہتے ہیں کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے جو کچھ ہے مرنے کے بعد تو سب کچھ ختم ہوجانا ہے۔ مرنے کے بعد

کوئی دوسری زندگی نہیں ہے لیکن جب اچانک وہ وقت آجائے گا اور جب خلاف توقع دوسری زندگی میں ان کی آنکھیں کھلیں گی تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ انہیں اپنے ایک ایک عمل کی جوابدہی کرنا ہے اور جو اس نشے یا خواب خیال میں ہیں کہ مرکر پھر اسی دنیا میں واپس آنا ہے (آواگوان) تو اسے مرتے ہی معلوم ہوجائے گا کہ اب دنیا میں واپسی کے تمام راستے تمام دروازے بند ہوچکے ہیں۔ اب کسی بھی عمل سے دنیا کی زندگی کی تلافی ممکن نہیں ہے۔

کفار کا یہ پوچھنا کہ ''آخر وہ روزِ جزا کب آئے گا؟'' اپنے اندر یہ مفہوم رکھتا ہے کہ اس کے آنے میں دیر کیوں لگ رہی ہے؟ جب ہم اس کا انکار کررہے ہیں اور اس کو جھٹلا رہے ہیں تو اس جھٹلانے کی سزا تو ہمارے لئے لازم ہوچکی ہے تو پھر وہ آ کیوں نہیں جاتا؟ اس لئے جب جہنم کی آگ میں وہ تپ رہے ہوں گے' انہیں تپایا جارہا ہوگا تو اس وقت ان سے کہا جائے گا'' یہ ہے وہ چیز جس کے لئے تم جلدی مچارہے تھے'' پھر ان کی سمجھ میں از خود ہی آجائے گا کہ ان کی نافرمانی تکبر کے باوجود فوراً کیوں نہیں انہیں پکڑا' وہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت مہربانی تھی کہ اس نے انہیں سوچنے سمجھنے کے لئے ایک لمبی مدت کی مہلت دے رکھی تھی۔ مگر وہ احمق تھے جو انہوں نے اس ملنے والی مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا اور خود اپنے ہاتھوں اپنی حماقت سے عذاب مول لے لیا۔

ترجمہ:۔ بے شک اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا' مگر اب تو وہ مختلف طریقوں پر ہی چلتے رہیں گے۔ اور بے راہ رویوں سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر آپ کا پروردگار رحم فرمائے' اسی کے لئے (انتخاب واختیار کی آزادی کے ساتھ) تو پیدا کیا ہے' اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگئی جو اس نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جن اور انسانوں سب سے بھردوں گا۔ (ھود۔ ۱۱۸۔۱۱۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ جو مالکِ یوم الدین ہے وہ ارشاد فرمارہا ہے کہ انسان کو ارادے کا اختیار اسی لئے دیا گیا' اور اسے دیگر مخلوقات الٰہی کے مقابلے میں جو شرف وامتیاز الٰہی عطا کیا گیا وہ اسی لئے دیا گیا ہے کہ وہ اپنی فطرت کو بروئے کار لاکر اپنے مستقبل یعنی اپنی آخرت کی دائمی زندگی کا خود اہتمام وانتظام کرسکے۔ ورنہ اس کے لئے کچھ مشکل نہیں تھا کہ حیوانات ونباتات اور دیگر مخلوقاتِ الٰہی کی طرح جبلی طور پر اسے بھی ویسی فطرت سے آراستہ کردیا جاتا تو انسان بھی ایک لگے بندھے راستے کا پابند ہوکر رہ جاتا جس سے ہٹ کر وہ اپنی مرضی سے نہ کچھ کرسکتا تھا نہ چل سکتا تھا۔ اگر اللہ کی یہ مشیت ورضا ہوتی تو پھر دعوتِ حق' دعوتِ ایمانی اور بعثت انبیا علیہ السلام کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی اور نہ ہی کتبِ الٰہی کے نزول کی کوئی ضرورت پڑتی۔ سارے انسان اللہ کی مشیت کے مطابق مسلم ومومن ہی پیدا ہوتے' اور کفر وعصیان کا سرے سے کوئی امکان ہی نہ ہوتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جو عزت ومرتبہ عطا فرمایا ہے اپنی نیابت وخلافتِ فی الارض کا' اس کی مشیتِ الٰہی کا تقاضہ ہے کہ انسان کو انتخاب واختیار کی آزادی بخشی جائے۔ اسے اپنی پسند

کے مطابق مختلف راہوں پر چلنے کی قدرت دی جائے اور اس کے سامنے جنت و دوزخ دونوں کی راہیں کھول دی جائیں پھر ہر انسان اور ہر انسانی گروہوں کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے لئے جس راہ کو پسند کریں اختیار کرلیں اس پہ چل کر اپنی منتخب منزل تک اپنی سعی و کوشش سے پہنچ سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا فرمایا اور اسے انتخاب و اختیار کی آزادی دی جو کفر اور ایمان کے اصول پر مبنی ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی قوم کوئی شخص خود تو نیکی کی طرف بڑھنا چاہے اور شیطان یا مشیتِ الٰہی اُسے بدی کی طرف دھکیل دے یا جو قوم یا شخص بدی کی طرف بڑھے شیطان کے پیچھے لگے اور اللہ تعالیٰ زبردستی اسے نیکی اور تقویٰ کی طرف بڑھادے اور خیر کے راستے پر چلادے۔ اس قسم کی مداخلت اللہ کے دستور میں نہیں ہے' نیک ہوں یا بد دونوں قسم کے انسان ہر قوم کو خود ہی مہیا کرنا ہوں گے۔ اگر صرف یہی بات اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہوتی کہ تمام انسان کسی نہ کسی طور نیک و پرہیزگار بن جائیں تو پھر نبی بھیجنے اپنی کتابیں بھیجنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی یہ کام تو اللہ اپنے ایک تخلیقی حکم سے انجام دے سکتا تھا پھر نہ تو کفر و ایمان کی کشمکش ہوتی نہ کوئی ایمان کے لئے جدوجہد ہوتی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا منشاء تو یہ ہے کہ حق کو دلائل کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ پھر ان میں سے جو لوگ اپنے ارادے واختیار سے کام لے کر حق کو پہچان لیں وہ اپنے اختیار سے پوری آزادی سے اللہ پر اس کے رسول پر ایمان لائیں اور اپنے قول و فعل کو احکامِ الٰہی اور قوانینِ الٰہی کے طابع کرلیں۔ اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھال کر اپنا اخلاقی تفوق ثابت کریں۔ اپنی پاکیزہ سیرت کی کشش سے' فطری ارتقاء کی راہ سے' اقامتِ دینِ حق کی منزل تک پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ اس کام میں ان کی پوری پوری رہنمائی کرتا ہے لیکن اگر کوئی یہ چاہے کہ اس فطری راستے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ محض اپنی قدرت قاہرہ کے زور سے کفر و منافقت کو مٹادے اور لوگوں کو صالح فکر سے آراستہ کردے اور فسق و فجور کو نیست و نابود کردے تو ایسا ہرگز نہیں ہوتا کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کے خلاف ہے جس کے تحت انسان کو دنیا میں ایک ذمہ دار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا' اسے تصرف کے اختیارات دیے ہیں' اطاعت و عصیان کی آزادی بخشی' امتحان کی مہلت عطا کی اور اس کی کوشش وسعی کے مطابق اسے جزا اور سزا دینے کے لئے فیصلہ کا ایک دن ایک وقت مقرر کردیا جسے یوم الدین کا نام دیا ہے۔

(جاری ہے)

نکہت شہزادی

ملیحہ احمد

آنچل کے کیوٹ اینڈ سویٹ قارئین اور ممبران کو شہزادی کی طرف سے السلام علیکم! پیارے قارئین کیا آپ شہزادی سے ملنا اور اسے جاننا پسند کریں گے (اُف اتنا رش یہ مغلیہ دور کی شہزادی تھوڑی ہے) یہ تو اک عام سی گاؤں میں رہنے والی سیدھی سادھی معصوم سے دل کی مالک اپنے والدین کی شہزادی ہے۔ کیا اب نہیں ملنا؟ نہیں نہیں اب ایسا تو نہ کریں ناں' میں اتنے پیارے آپ سے ملنے آئی ہوں اور آپ ہیں کہ...... چلیں شکریہ شکریہ! اب سنیں ہمارا پیارا سا نام تو ہمارا نام میرے بابا جانی نے نگہت شہزادی رکھا ہے۔ ہے نا پیارا سا نام۔ ضلع بہاولپور تحصیل یزمان کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں کی رہنے والی ہوں (دل کرے تو چلے آنا پورے گاؤں کی سیر کرواؤں گی) مابدولت اس دنیا میں 5 جنوری کی ایک ٹھٹھرتی صبح کو سورج کی پہلی کرن کے ساتھ نور کے غلاف میں لپٹی تشریف لائیں۔ اسٹارز پر بالکل یقین نہیں رکھتی' کامل یقین اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ ہم پانچ بہنیں اور تین بھائی ہیں' بہن بھائیوں میں میرا پانچواں نمبر ہے' کاسٹ ہماری گل ہے۔ میرے بڑے بھائی آصف علی ایبروڈ (دبئی ہوتے ہیں)۔ دوسرے نمبر والے راشد علی آرمی میں ہیں' اللہ تعالیٰ سب پاک فوج کے جوانوں کی حفاظت فرمائے' آمین۔ چھوٹے بھائی ماجد علی زمینوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ہم تمام بہنیں بھی ماشاء اللہ سے ایجوکیٹڈ ہیں' میں نے گریجویشن کیا ہے اور ان شاء اللہ اب ہسٹری میں ماسٹرز کا ارادہ ہے۔ بہنوں میں سب سے زیادہ مصباح چوہدری سے بنتی ہے ہر بات اس سے شیئر کرتی ہوں جو کہ بنتی کم اور ٹوٹتی زیادہ ہے۔ جس پر ہمیں غصہ آجاتا ہے اور بات ختم پھر جب میرا موڈ ذرا بہتر ہوتا ہے تو پھر وہیں سے جہاں سے بات ختم ہوتی ہے شیئرنگ شروع۔ سب سے چھوٹی عظمیٰ بہت زندہ دل ہے ہر وقت ہنسنا اور ہنسانا اس کا معمول ہے' ان دونوں سے اور خاص کر اپنی امی جان سے بہت اٹیچ ہوں' آئی لو یو امی جان! مجھے پڑھنے کا شوق ہے ہر طرح کا لٹریچر پڑھتی ہوں کوئی بھی کتاب ہو گھر میں یا کہیں بھی دیکھ لوں تو اسے ضرور پڑھتی ہوں۔ قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر بھی پڑھا ہے اللہ تعالیٰ عمل کی بھی توفیق دے۔ ڈائجسٹ میں آنچل فیورٹ ہے۔ اسٹوڈنٹ لائف میں رسالے پڑھنے پر بہت ڈانٹ پڑتی تھی' چھپ چھپ کر پڑھنا پڑھتا تھا اب تو بے دھڑک سب کے سامنے پڑھتی ہوں (اجازت جو ہے یار)۔ پہلے پہل تو رسالے سے تعلق ظالم سماج (سوری بابا) کی وجہ سے ٹوٹ جاتا تھا پر اب تو ایسا جڑا ہے کہ سانسوں کے جاری رہنے تک جاری رہے گا۔ آئیڈیل شخصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر ان کا تمام مقدس گھرانہ' اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے' آمین۔ آنچل کی تمام رائٹرز جو بہت اچھا لکھتی ہیں' جن کی تحریر میں ایک پیغام ہوتا ہے مجھے بہت پسند ہیں لیکن فیورٹ عمیرہ احمد' سمیرا شریف' عشناء کوثر سردار' سباس گل' اقراء صغیر' اُم ثمامہ' سندس جبیں اور نازیہ کنول نازی ہیں۔ نازیہ کنول تو میری جان ہیں' میں ان کی ہر تحریر بہت شوق اور پیار سے پڑھتی ہوں۔ کپڑوں میں لانگ شرٹ' چوڑی دار پاجامہ اور بڑا سا دوپٹہ پسند ہے جو کہ پہنتی بھی ہوں۔

فیورٹ کلرز میں بلیک' سفید اور ٹی پنک شامل ہے۔ ائیر رنگز بہت پسند ہیں جو کہ ہمیشہ پہنے رکھتی ہوں۔ دسمبر کی اداس شامیں اور تیز بارش بہت پسند ہے۔ تنہائی پسند ہوں گنگنانا اچھا لگتا ہے' سنگرز میں راحت' امانت علی' جواد احمد' سارہ رضا اور عاطف اسلم پسند ہیں۔ ایکٹر اور ایکٹرس میں عمران عباس' نور العین' سعدیہ امام' سارہ خان' ارم اختر اور ناہید چوہدری پسند ہیں۔ اب چلتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف (پہلے خوبیاں نہ بیان کروں جی) منافق لوگ بہت بُرے لگتے ہیں' بہت مخلص ہوں (کبھی کبھی تو یہ اخلاص مہنگا پڑتا ہے) کسی کے دکھ پر بہت دکھی ہو جاتی ہوں' سخاوت پسند ہوں' کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کر کے بہت سکون ملتا ہے۔ کوشش کرتی ہوں کہ کسی کا دل میری وجہ سے نہ دکھے' کسی کو بہت کم ناراض ہونے دیتی ہوں ہاں خود بہت زیادہ ناراض ہوتی ہوں پھر جلدی مان بھی جاتی ہوں اب چلتے ہیں برائیوں کی جانب (ذرا قریب قریب ہو جائیں اور ہاں میری یہ خامیاں کسی اور کو نہیں بتانی' وعدہ) چلیں جی پہلی خامی یہ ہے کہ امی کے خیال میں بہت منہ پھٹ ہوں بولنے سے پہلے ذرا نہیں سوچتی ہوں (ویسے یار آپس کی بات ہے کہ امی کے خیالات اپنی تمام بیٹیوں کے بارے میں ایسے ہی ہوتے ہیں) یہ بات بھی بقول امی کہ آدھی آدھی رات تک رسالے پڑھتی ہو تو نیند نہیں آتی ہاں سلیبس کی کتابیں لے کر بٹھاؤ تو شہزادی صاحبہ 8 بجے ہی نیند کے مزے لے رہی ہوتی ہیں۔ کوکنگ میں ماسٹر ہوں اسی لیے گھر میں آیا مہمان میری ضیافتوں سے خوب لطف اٹھاتا ہے۔ شرارتی بہت ہوں لیکن ایک لمٹ میں رہ کر شرارت کرنا اچھا لگتا ہے' اسکول اور کالج میں بہت مزے مزے کی شرارتیں کی ہیں۔ اسٹوڈنٹ لائف یاد آتی ہے تو بے اختیار آنکھیں بھیگ جاتی ہیں' بچھڑی فرینڈز بہت یاد آتی ہیں' دوستی کرنا اور پھر اس کو نبھانا فرض سمجھتی ہوں' بیسٹ فرینڈز میں ثوبیہ' مقدس' طیبہ' شائستہ' عاصمہ اور سعدیہ ہیں میری دوست عاصمہ کے لیے دعا کیجیے گا کہ اللہ پاک اس کی تمام مشکلات حل کرے' آمین۔ شعر و شاعری میں بہت دلچسپی رکھتی ہوں اسی شوق کی وجہ سے کئی کاپیاں اور ڈائریاں بھری پڑی ہیں یہ الگ بات ہے کہ یاد ایک شعر بھی نہیں ہوتا' دس مرتبہ یاد کرنے پر بھی سنانے لگوں تو اٹکنے لگتی ہوں اور سامعین کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے پر مجبور ہو جاتے ہیں (مطلب شعر کو ہی بگاڑ دیتی ہوں) محبت پر یقین رکھتی ہوں' آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اور اپنے محبوب پاکﷺ کے در اقدس کی باادب حاضری نصیب فرمائے' آمین اور ہمیں صحت کی دولت کے ساتھ ساتھ ایمان کی سلامتی عطا فرمائے۔ ہمارے ملک پاکستان کی حفاظت فرمائے' نیک تمنائیں آپ سب کے لیے' مجھ سے مل کر کیسا لگا ضرور بتایئے گا' جہاں رہیں خوش رہیں اسی دعا کے ساتھ اللہ حافظ

صبیحہ فاروق

پیارے آنچل کے پیارے قارئین' رائٹرز اور آنچل اسٹاف صبیحہ فاروق احمد کی جانب سے خوشیوں بھرا' محبت بھرا' چاہت بھرا اسلام قبول ہو جی اور سنائیں ڈیئر قارئین سردیاں آ گئی ہیں' جرسیاں وغیرہ پہن لیجیے کہیں سردی نہ لگ جائے آپ لوگوں کو۔ سن رہے ہیں نا میری بات ڈیئر قارئین نام سے تو آپ یقیناً متعارف ہو ہی چکے ہیں چلیے اب میں آپ کو بتاتی ہوں 26 جنوری 1996ء کو میں اس دنیا میں آئی اور وہ اتوار کا دن تھا' ہم پانچ بہنیں اور دو بھائی ہیں اور مجھ سے بڑی ایک بہن ہے اور ہم ماشاء اللہ سارے بہن بھائی ہی خوب صورت ہیں سوائے میرے' میرا رنگ ذرا سانولا ہے اور میری گھر والوں سے بہت کم بنتی ہے کیونکہ میں ہر وقت مذاق کے موڈ میں رہتی ہوں اس لیے کبھی کبھی سنجیدہ بھی ہو جاتی ہوں۔ پھولوں میں مجھے سارے رنگ پسند ہیں اور میرا فیورٹ کلر سفید ہے۔ ڈریسز میں مجھے جینز یا ٹراوزر پر لانگ شرٹ اور اسکارف بہت پسند ہے' چوڑی دار پاجامہ بھی جیولری میں مجھے صرف ائیر رنگز اور نفیس سا لاکٹ اور بریسلیٹ پسند ہے جو کہ میں ہر وقت پہن کے رکھتی ہوں اور آنچل سے بہت پرانا تعلق ہے تب میں 7th کلاس میں پڑھتی تھی جب سے آنچل پڑھنا شروع کیا اور آنچل مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔ دوسروں پر بہت جلد اعتبار کر لیتی ہوں اور بعد میں نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے' شاعری کا شوق ہے اس کے علاوہ وکیل بننے کا اور مصورہ بننے کا ارادہ رکھتی ہوں اور نئے نئے تجربے کرنے کا بہت شوق ہے خود پسند' خود اعتماد ہوں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی اور جب بھی کلاس میں سبق نہ آئے تو ٹیچر اقصیٰ جی کہتی ہیں تم تو بس پینٹنگ ماسٹر بن جاؤ اور ہاں مزے کی بات بتاؤں میں ہر ایک کے ساتھ فری ہو جاتی ہوں آپ لوگ بور تو نہیں ہو رہے۔ آخر میں تمام فرینڈز کے نام ایک چھوٹا سا پیغام' پلیز کسی پر اندھا اعتبار مت کریں کیونکہ جب اعتبار ٹوٹتا ہے تو انسان ایسے بکھرتا ہے کہ پھر ذرے بھی نہیں ملتے' کوشش کریں کہ آپ کی کسی بات سے کسی کا دل نہ دکھے اور مجھ سے ملاقات کیسی رہی ضرور آگاہ کیجیے گا آپ کے جواب کی منتظر۔

حافظہ سمیرا

آنچل کے سویٹ اینڈ کیوٹ قارئین کو میرا پیار بھرا اسلام قبول ہو' مجھ سے ملیے 20 فروری 1993ء کو اس دنیا میں تشریف لا کر ہر سو اجالا بکھیر دیا۔ کوئی سمیرا کہہ کر بلاتا ہے کوئی شمع تو کوئی نورین۔ میں ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں 157 شمالی میں رہتی ہوں 9 بہن بھائی ہیں ایک بہن وفات پا چکی ہے' بہنوں میں سب سے چھوٹی ہوں' قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد اب سیکنڈ ائیر کے پیپر دینے ہیں۔ پڑھنے کا بہت شوق ہے (رسالے اور کہانیاں)۔ اپنے سے وابستہ کسی بھی رشتے کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی' بچوں سے بہت لگاؤ ہے اپنے بھتیجوں سمیع' منشاء' حسنین اور سیف میں تو میری جان ہے۔ خوبیوں کا پتا نہیں لیکن اگر خامیوں کے بارے میں لکھنے بیٹھ جاؤں تو صفحے کالے ہو جائیں لیکن خامیاں ختم نہ ہوں۔ دوسروں پر بہت جلد بھروسہ کر لیتی ہوں (لوگوں کو پرکھنے کا طریقہ نہیں آتا ناں) تھوڑی ضدی بھی ہوں مجھے منافق یعنی اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ نظر آنے والے لوگ بے حد بُرے لگتے ہیں اگر کوئی پیار سے جان بھی مانگے تو دے دوں لیکن غصے سے اگر کوئی بلائے تو میرا دل کرتا ہے کہ میں اس کی جان لے لوں (ڈر گئے) سبزیاں پھل سارے ہی پسند ہیں' کھانا کھانے کا نہیں البتہ بنانے کا بہت شوق ہے۔ موسم سارے اچھے لگتے ہیں' رنگ ہلکے پسند ہیں' لانگ شرٹ ٹراوزر اور بڑا سا دوپٹہ اوڑھنا اچھا لگتا ہے۔ نیند بہت آتی ہے اسی وجہ سے اکثر عشاء کی نماز بھی گول ہو جاتی ہے۔ آنچل تقریباً پانچ چھ سال سے پڑھ رہی ہوں' درمیان میں زندگی نے کئی موڑ لیے

لیکن آنچل کا ساتھ نہ چھوٹا۔ بہت سے ناول پڑھے لیکن جو کبھی نہیں بھول سکتی وہ ''جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا' اے مژگان محبت' وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا' جب وہ پتھر موم ہوا' محبت دھنک رنگ اوڑھ کے'' ہیں۔ پسندیدہ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' اقراء صغیر' عشنا سردار' نمرہ احمد ہیں۔ شاعری سے بھی کچھ لگاؤ ہے فیورٹ شاعر' وصی شاہ' احمد فراز' محسن نقوی اور فیض ہیں۔ آرمی جنون کی حد تک پسند ہے ائیرفورس تو بہت ہی۔ میری آرمی میں جانے کی خواہش تھی لیکن (ہزاروں خواہش ایسی) میری شدید ترین خواہش ہے کہ مدینے کی گلیاں ہوں اور میں قرآن پاک پڑھتی ہوئی چلتی رہوں یہاں تک کہ زندگی کا سفر ختم ہوجائے آخر میں قارئین کے نام ایک چھوٹا سا پیغام کہ جب بھی کوئی آپ کو دکھ دے تو ناراض مت ہوں کیونکہ یہ قانونِ قدرت ہے کہ جس درخت کا پھل زیادہ میٹھا ہوتا ہے لوگ اسی کو زیادہ پتھر مارتے ہیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اپنے اتنے قیمتی ٹائم میں کچھ ٹائم مجھے دیا' اپنا بہت خیال رکھیے گا' فی امان اللہ۔

عائشہ نور

پیارے آنچل کے پیارے پیارے قارئین کو خلوص بھرا اسلام۔ مابدولت کو عشا نور کہتے ہیں 6 ستمبر کو اس خوب صورت دنیا میں تشریف لے آئے' اسٹار ورگو ہے' ہم دو بہنیں ہیں حال ہی میں انٹر کیا ہے لکھنے اور پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ میری فیورٹ رائٹرز عمیرہ احمد' اقراء صغیر احمد' نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور اور عشنا کوثر ہیں۔ شاعری کا جنون کی حد تک شوق ہے میرے فیورٹ شاعر وصی شاہ' امجد اسلام امجد' محسن نقوی' احمد فراز اور فیورٹ شاعرہ پروین شاکر ہیں۔ خوب صورت مناظر پسند ہیں' چاند بہت اچھا لگتا ہے۔ بارش میں کسی سنسان سڑک پر واک کرنے کا ارمان ہے' سمندر کے ساحل پر ڈوبتا ہوا سورج دیکھنے کا ارمان ہے۔ دسمبر کی اداس شامیں پسند ہیں' موسموں میں بہار کا موسم پسند ہے۔ پھولوں میں سرخ گلاب پسند ہے' بہت حساس طبیعت کی مالک ہوں' محبت پر یقین رکھتی ہوں' محبت اس دنیا کا سب سے خوب صورت سچ ہے' محبت کے ہزاروں رنگ ہیں ہزاروں روپ ہیں' ہر رنگ میں ہر روپ میں خوب صورت ہے۔ فیورٹ کلرز پنک' بلیو' وائٹ اور بلیک ہیں۔ سچے اور خوش مزاج لوگ اچھے لگتے ہیں۔ منافق' حاسد' مغرور لوگوں سے دور بھاگتی ہوں' تعارف بہت لمبا ہوتا جارہا ہے قلم تو رک نہیں رہا' اب جلدی جلدی جانے کی تیاری کریں۔ آخر میں قارئین کو ایک پیغام دینا چاہوں گی کہ مشکلیں انسان کا امتحان لینے آتی ہیں ان سے گھبرانا نادانی ہے ہر حالت میں محنت اور حوصلہ سے کام لیجیے۔ اب اجازت چاہوں گی تعارف کیسا لگا ضرور بتائیے گا۔

ہر سمت میں کٹی پڑی پھولوں کی گردنیں
اب کے صبا ہی باغ میں شمشیر بن گئی
جس سمت وہ اٹھی ہے اُدھر مڑ گئی حیات
اس کی نظر ہی گردشِ تقدیر بن گئی

"آنٹی میں لاج کو پک کرنے جارہا ہوں۔ میرے خیال میں وہ تیار ہوگئی ہوگی اور اب بارش بھی تھم گئی ہے۔" نبیل کھڑکی سے شام کے سائے گہرے ہوتے دیکھ کر بولا۔

"ٹھیک ہے تم ڈرائیور کے ساتھ لاج کو لینے جاؤ ایسا نہ ہو کہ پھر بارش ہو جائے۔" ملکہ بیگم اپنی ساڑی کی فال ٹھیک کرتے ہوئے نبیل کو دیکھ کر طنزاً بولیں۔

"اُفوہ جب میں بارش میں گاڑی نہیں چلا سکتا تو اس میں برائی کیا ہے، بہرحال میں لاج کو لینے جارہا ہوں۔" وہ جھنجلا کر بولا اور باہر جاتے جاتے پلٹ کر استفسار کیا۔

"لاکھانی صاحب نے لاج کو جو ہیروں کا سیٹ گفٹ کیا تھا وہ تمہارے پاس ہے نا؟"

"تم اس سیٹ کی فکر مت کرو میں نے اسے اپنے لاکر میں بحفاظت رکھا ہوا ہے، تم لاج کو لینے جاؤ۔" ملکہ بیگم کچھ جز بز انداز میں بولیں تو نبیل سر ہلا کر باہر نکل گیا۔ دس منٹ تو نبیل نے پارلر کے باہر کھڑے گارڈ کے کہنے پر انتظار کیا، پھر جھنجلا کر بولا۔

"لاج ابراہیم نام کی دلہن سے کہو کہ انہیں لینے گھر سے آئے ہیں۔"

"صاب! وہ میڈم ہمیں خود بتا دیتا ہے کہ جس کا دلہن تیار ہوگیا ہے، اگر اس کو کوئی لینے آ گیا ہو تو ہم انہیں بول دے، ابھی اس نام کا دلہن تیار نہیں ہوا۔" گارڈ رجسٹر پر نگاہیں دوڑا کر بولا۔

"تو تم خود اپنی میڈم سے پوچھو کہ ابھی کتنی تیاری باقی ہے۔"

"اچھا تم صبر کرو، ہم پوچھتا ہے۔" گارڈ اسے غصے میں آتا دیکھ کر بولا اور پھر انٹر کام اٹھا کر پوچھنے لگا۔

"آ...... چھا! نئی ہے، اچھا ٹھیک ہے۔" گارڈ کے ان لفظوں نے نبیل کو بری طرح چونکا دیا۔

"کیا ہوا؟ کیا بول رہی تھیں تمہاری میڈم۔"

"وہ صاب! اس نام کا تو کوئی دلہن نہیں۔"

"کیا؟ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا؟ میں خود جا کر دیکھتا ہوں۔"

"ارے ارے! رکو صاب! جینٹس کا اندر جانا منع ہے۔ گارڈ اسے روکتا رہ گیا، مگر وہ آندھی طوفان کی طرح پارلر کے استقبالیہ کمرے میں گھس گیا۔

"سر لاج ابراہیم کی برائیڈل میک اپ کی بکنگ ہمارے پارلر میں ہوئی تھی مگر انہوں نے خود کال کر کے بکنگ کینسل کردی۔" استقبالیہ پر موجود لڑکی نبیل کے جارحانہ انداز دیکھ کر تھوڑی خائف ہو کر بولی۔

"یہ...... کیسے ہوسکتا ہے؟" وہ تلملا کر بولا۔

"آپ پلیز یہاں سے جائیے اور انہیں کہیں اور ڈھونڈئیے لاج ابراہیم نام کی لڑکی نے خود یہ فون کر کے ہمیں بکنگ کینسل کرنے کو کہا تھا، ہمارا یقین کیجیے اس وقت ہمارے پارلر میں صرف تین برائیڈز رہ گئی ہیں اور ان میں سے کسی کا بھی نام لاج ابراہیم نہیں ہے۔" اس لڑکی کے جواب پر یکدم نبیل کے ذہن میں جھماکا ہوا۔ گھبراہٹ و پریشانی میں وہ یہ بھول ہی گیا کہ رشیدہ یا ممتاز کو کال کرنا چاہیے۔ ویسے بھی سیل فون اب ہر شخص کی دسترس میں تھے۔ اس نے جلدی سے ملکہ بیگم کو کال ملائی۔

"ہیلو! ہاں وہ چھٹانک بھر کی چھوکری ہمیں چکما دے کر بھاگ گئی ہے، جلدی سے مجھے ملازمہ کا نمبر سینڈ کرو۔"

"کیسے بھاگ گئی؟ کہاں بھاگ گئی......؟" ملکہ بیگم

کے قدموں تلے جیسے کسی نے زمین کھسکا دی۔

"اُفوہ! یہ تو میں ان ہڈحراموں سے پوچھوں گا۔ ان کی موجودگی میں وہ کیسے بھاگی اور وہ دونوں ہیں کہاں؟" نبیل نے مزید دو تین گالیاں ان ملازماؤں کو دیں۔ ملکہ بیگم نے جلدی سے فون بند کیا اور رشیدہ کا نام فون بک میں ڈھونڈنے لگیں۔

"جی صاحب ہم دونوں تو اتنی دیر سے لاج بی بی کا انتظار کر رہے ہیں مگر وہ تو باہر ہی نہیں آرہیں۔" رشیدہ سعادت مندی سے بولی۔

"تم دونوں کس پارلر میں ہو مجھے فوراً اس کا نام بتاؤ۔" نبیل تلملا کر بولا تو وہ ہڑ بڑا گئی۔

"صاحب ہمیں تو نہیں معلوم کہ اس کا کیا نام ہے۔"

"اُفوہ، تم کسی اور کو فون دو، میں اس سے پوچھتا ہوں۔"

"جی اچھا!" یہ کہہ کر رشیدہ نے نگاہیں دوڑائیں تو ایک لڑکی کو دروازے سے اندر آتے دیکھا۔

"بی بی جی! ذرا اس جگہ کا نام صاحب کو بتا دیں۔" رشیدہ نے اچانک اس لڑکی کو موبائل پکڑایا تو اس نے چونک کر ناسمجھی والے انداز میں دیکھا پھر ناچار اس نے فون تھام لیا۔

"میڈم! آپ پلیز مجھے بتا سکتی ہیں کہ اس پارلر کا کیا نام ہے۔" نبیل انتہائی دقتوں سے خود کو سنبھال کر سہولت سے بولا۔

"جی یہ گولڈن برائیڈ پارلر ہے۔" وہ لڑکی نرمی سے بولی۔

"میم پلیز! مجھے اس کی لوکیشن ذرا بتا دیجیے۔" پھر وہ لڑکی نبیل کو راستہ بتانے لگی۔

"تھینک یو، تھینک یو سو مچ۔" یہ کہہ کر اس نے موبائل سرعت سے بند کیا۔

❁......❁......❁

کوچ جب اسلام آباد پہنچی تو لاج کی کیفیت عجیب سی ہوگئی۔

"یہ شہر میرے پاپا کا ہے جہاں ان کا جنم ہوا یہاں کی فضاؤں میں انہوں نے سانس لیا اور پھر اسی شہر نے انہیں اپنوں سے دور کردیا اور آج میں اس شہر میں آئی ہوں نجانے یہ شہر اور اس کے باسی میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔ مجھے بھی دھتکار دیں یا پھر اپنے سینے سے لگالیں۔" وہ سوچوں میں گم تھی۔

پھر گاڑی رکنے پر وہ نیچے اتر آئی اپنا پرس کھول کر وزیٹنگ کارڈ نکال کر اسے بغور پڑھا۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ لاج کا اس طرح تنہا ایڈریس ڈھونڈنا بہت مشکل تھا مگر اس نے اللہ کا نام لے کر قدم آگے بڑھا دیے۔

......☆☆☆......

"بیگم صاحبہ! ہم اپنے بچوں کی قسمیں کھا کر کہہ رہے ہیں ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ لاج بی بی کہاں اور کب چلی گئیں۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ تم دونوں یہیں انتظار کرو، میں اندر تیار ہونے جارہی ہوں۔" رشیدہ ہاتھوں کو جوڑ کر روتے ہوئے بولی جبکہ نبیل کمرے کے چاروں اطراف چیتے کی مانند گھوم رہا تھا۔

"اس کا مطلب ہے لاج چار بجے سے غائب ہے۔ کتنی عیار اور مکار نکلی وہ گھنی لڑکی۔" ملکہ بیگم کلس کر بولیں۔

"وہ سوائے روحا کے اور کہاں جاسکتی ہے؟ میں نے تو اسے کبھی کسی سے ملنے جلنے دیا ہی نہیں؟ پھر اس میں اتنی ہمت کیسے آ گئی جو وہ یوں بھاگ نکلی؟" ملکہ بیگم سوچ کر بولیں۔

"میں نے سب جگہ معلوم کرلیا ہے، روحا کے گھر کے ایک ایک کونے کی تلاشی لے لی، پارلر میں سب سے پوچھ گچھ کی مگر اس کا کچھ پتا نہیں؟" نبیل بھپرا ہوا اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے بولا۔

"اُف! ابھی تھوڑی دیر میں مہمان آ جائیں گے تو ہم کیا بہانہ کریں گے؟" ملکہ بیگم نے پریشان ہو کر کہا۔

"بھاڑ میں گئے مہمان...... بول دینا کہ اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔" یہ کہہ کر نبیل وہاں سے نکل گیا تو ملکہ بیگم نے الجھ کر سر اپنے ہاتھوں میں گرالیا۔

❁......❁......❁

زاہد رحمن کا گھر اس نے جس مشکل سے ڈھونڈا تھا وہی جانتی تھی۔

زاہد رحمن نے اسے بڑی محبت سے سینے سے

لگایا تھا اور لاج بھی صبر کا دامن چھوڑ کر خوب روئی تھی۔

"بیٹا میں چاہتا ہوں کہ تم جلد از جلد اپنے ددھیال چلی جاؤ اس سے زیادہ تم کہیں اور محفوظ نہیں ہو۔" زاہد رحمن تمام داستان سن کر بولے تو لاج محض خاموش نگاہ سے انہیں دیکھ کر رہ گئی پھر انہوں نے کسی نمبر پر فون ملایا۔

"ہیلو عالیان اسپیکنگ۔" دوسری جانب کوئی بڑے لہک کر بولا۔

"بیٹا! مجھے ولایت صاحب سے بات کرنی ہے۔" زاہد رحمن تمکنت سے بولے۔

"پاپا! وہ تو سونے چلے گئے؟"

"اچھا کوئی اور بڑا اس وقت جاگ رہا ہے۔"

"جی میں جاگ رہا ہوں نا' آپ مجھ سے کہیے؟" اس بات پر زاہد رحمن کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ امڈی۔

"بیٹا تم سے بھی کوئی بڑا؟"

"اچھا میں امی کو دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ لڑکا فون ہولڈ پر رکھ کر چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نسوانی آواز ابھری۔ زاہد رحمن نے اپنا تفصیلی تعارف کروایا تو چند ثانیے وہ کچھ بول نہ سکیں۔

"بھابی! آپ کے خاندان کے خون کی حرمت خطرے میں ہے۔ ابراہیم کی نشانی لاج میرے پاس مدد کی خواستگار بن کر آئی ہے۔"

"میں عالیان کو بھیجتی ہوں۔" عطیہ بیگم یکدم فیصلہ کن انداز میں بولیں تو زاہد رحمن کے اندر طمانیت اتر گئی۔

❁ .... ❁ .... ❁

"آپ پلیز مجھے بتائیے کہ آپ کون ہیں' کہاں سے آئی ہیں' کیسے آئی ہیں' یقیناً آپ کوئی بہت اہم ہستی ہیں کہ امی نے مجھے یوں اتنی رات کو لینے بھیج دیا' ورنہ نو بجے کے بعد تو میں گھر سے باہر گیٹ بند کرنے بھی نہیں نکلتا۔ ویسے ماشاء اللہ آپ کیوٹ تو بہت ہیں مگر پلیز اپنا بائیو ڈیٹا تو بتا دیجیے۔" بیس بائیس سال کا نٹ کھٹ اور پیارا سا لڑکا پورے راستے اس کا دماغ کھائے جا رہا تھا جبکہ لاج خاموش بیٹھی اپنے پاپا کے گھر والوں کا سامنا کرنے کی ہمت مجتمع کر رہی تھی۔

"اچھا آپ مجھے اپنا نام ہی بتا دیجیے۔ پلیز اپنا نام تو بتا دیجیے مارے تجسس کے میرا برا حال ہے۔" عالیان لجاجت سے بولا۔

"لاج۔" وہ مختصراً بولی۔

"لاج! یہ تو بہت اچھا نام ہے!" وہ سر دھنتے ہوئے بولا۔ "پورا نام کیا ہے؟"

"لاج ابراہیم!"

"لاج ابراہیم! ابراہیم کچھ سنا سنا سا نام ہے۔" عالیان مزے سے بولا کہ اچانک اس کے ذہن میں بتی جلی' اس نے بے ساختہ بریک پر پاؤں رکھا اور پلٹ کر پچھلی سیٹ پر ایستادہ لاج سے آنکھوں میں حیرت و بے یقینی کے رنگوں سمیت اچھنبے سے بولا۔ "ابراہیم چچا کی بیٹی؟ لاج ابراہیم؟"

"ہوں۔" لاج سر ہلا کر بولی۔

❁ .... ❁ .... ❁

وہ گھر جانے کی بجائے ہاسپٹل پہنچا تھا جہاں سحرش اور سنبل موجود تھیں۔

"اب کیسی طبیعت ہے دادو کی......؟" وہ بے تابی سے بولا۔

"ارے حشم بھائی! آپ آ گئے......؟" سنبل اس کے تھکے ماندے چہرے کو دیکھ کر گویا ہوئی۔

"اللہ کا کرم ہے کہ دادو بالکل ٹھیک ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم سے باتیں کر کے سوئی ہیں' آپ ایسا کریں گھر جائیں صبح آ جایئے گا۔" سحرش تفصیل بتاتے ہوئے گویا ہوئی۔

"نہیں' میں بھی یہیں رہ جاتا ہوں' کیا معلوم دادو کی آنکھ کھل جائے۔"

"ارے حشم بھائی! آپ ٹینشن مت لیجیے' دادو اب ٹھیک ہیں۔" سنبل نے حشم کی بات پر مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے اور یہ تم دونوں ریلنگ میں کیوں لٹکی ہو؟ چلو اندر چلتے ہیں۔" یہ کہہ کر حشم روم کی جانب بڑھا تو سحرش اور سنبل نے بھی ہیں قدم بڑھا دیے۔

رات کے دو بجے وہ اپنے پاپا کے گھر کے لاؤنج میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ دو خواتین جو شاید اس کی تائی اور چچی

تھیں' خاموشی سے کھڑی اپنے اپنے شوہروں کو دیکھ رہی تھیں' جبکہ عالیان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ گھر کے اور لوگوں کو ابراہیم چچا کی اچانک دستیاب ہونے والی بیٹی کی آمد کے بارے میں بتا دے۔

"بیٹا! تم ہمارے چھوٹے بھائی کی اولاد ہو' اپنی پوری زندگی تم ہم سے دور رہیں' اس کی کیا وجہ تھی؟ یقیناً تمہارے علم میں ہوگی ہم اباجی کے حکم کے آگے بے بس تھے' ابراہیم بھی اباجی کا بیٹا تھا' زندگی بھر اپنی صورت نہ دکھانے کی قسم کھا کر جو نکلا تو واپس نہ آیا اور انتہائی خاموشی سے ہم سے نالاں ہو کر دوسری دنیا سدھار گیا۔" ولایت صاحب آخر میں لاج کی زبانی ابراہیم کی موت کا سن کر گلوگیر لہجے میں بولے تو وہاں موجود تمام حاضرین بمعہ لاج کے سب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"ہم نے تم پر بھی صبر کر لیا تھا اور شاید یہی ہماری بہت بڑی غلطی تھی' تم ہمارا خون ہو ہمیں تمہاری خبر لینی چاہیے تھی۔" ولایت صاحب ندامت سے بولے تو لاج کے دل کو ڈھارس ہوئی کہ یہاں سر چھپانے کی جگہ ضرور مل جائے گی۔ "عطیہ بچی تھکی ہوئی ہے اور رات بھی بہت ہو گئی ہے' اسے بچیوں کے کمرے میں لے جاؤ۔ صبح بات ہو گی۔" یہ کہہ کر ولایت صاحب اٹھے تو لاج بھی کھڑی ہو گئی۔

"آؤ بیٹی! میرے ساتھ آؤ۔" عطیہ بیگم محبت سے بولیں تو وہ ان کی ہمراہی میں لاؤنج سے باہر آ گئی۔

"عالیان! رات بہت ہو چکی ہے' اب جا کر سو جاؤ اور خبردار لاج کے بارے میں ابھی کسی سے کچھ بھی کہا ورنہ تمہارے ابا سے کان کھنچوا دوں گی۔" پیچھے پیچھے عالیان کو آتے دیکھ کر عطیہ خاتون ڈپٹ کر بولیں۔

"افوہ امی! ایک تو آپ نے ابو سے میرے کان کھنچوا کھنچوا کر بکرے کی طرح لمبے کر دیے ہیں' اچھا میں یہ کیوں چھپاؤں کہ ابراہیم چچا کی بیٹی نے انتہائی ڈرامائی انداز میں ہمارے گھر انٹری دی ہے؟" عالیان نے بدمزا ہو کر استفسار کیا۔

"تم سے جیسا کہا جا رہا ہے ویسا ہی کرو' بڑوں کی باتوں میں مداخلت مت کرو اور اب جاؤ اپنے کمرے میں' بہت رات ہو گئی ہے۔" امی کی سرزنش پر وہ کان کھجاتا واپس پلٹ گیا۔ جبکہ لاج عطیہ بیگم کے ساتھ کمرے میں

جاری ہے کارواں ابھی

یوں تو اے بزم جہاں دلکش تھے ہنگامے ترے
اک ذرا افسردگی تیرے تماشائیوں میں تھی

دن نکلتا ہے' ڈھل جاتا ہے۔ رات ہوتی ہے ڈھل جاتی ہے کاروبارِ زندگی یونہی رواں دواں رہتا ہے۔ دن مہینوں میں اور مہینے ماہ و سال میں ڈھل جاتے ہیں زندگی کبھی کسی کے لیے نہیں رکتی۔ چاہے قومیں مٹ جائیں نشانِ عبرت بن جائیں لیکن یہ کارواں یونہی رواں دواں رہتا ہے۔ 2013ء کا سورج ہمیں موہوم آس امید تشنگی دیے رخصت ہو رہا ہے اور 2014ء کا سورج ہمیں اپنی آغوش میں لینے کا منتظر ہے ایک بار پھر نئی آس' نئی امیدیں' نیا جوش و ولولہ ہماری حسرت زدہ نگاہوں میں ہلکورے لے رہا ہے کہ شاید یہ برس ہماری ارضِ وطن کو راس آ جائے امن و سلامتی کا پیامبر ٹھہرے' ہماری طرف سے تمام قارئین کو سالِ نو مبارک ہو نئے سال کے حوالے سے سروے حاضر ہے جس کے سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔

i) اس سال کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا ہو جس نے آپ کو بدل کر رکھ دیا ہو؟

ii) کیا 2013ء کے حوالے سے جو آپ نے سوچا تھا یہ برس آپ کے لیے ویسا ہی ٹھہرا؟

iii) سیاسی و معاشرتی لحاظ سے یہ سال آپ کے لیے کیسا ٹھہرا' کیا مثبت و منفی تبدیلی آپ نے اس میں پائی؟

iv) 2013ء کا ڈوبتا سورج آپ کو کیا دے گیا' آپ نے کیا کھویا اور کیا پایا؟

ان سوال کے جوابات مختصر تحریر کر کے ہمیں 8 دسمبر تک روانہ کر دیں۔

داخل ہوگئی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

"ارے اماں آپ گھر آگئیں؟" اپنی ساس کو سحرش سنبل اور حشم کے ہمراہ دیکھ کر عطیہ واضح طور پر سٹپٹائی تھیں۔

"ہاں بہو! میرا پوتا آگیا سمجھو میں ٹھیک ہوگئی۔" اماں حشم کے بازوؤں کے سہارے اندر آئیں اور لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

سحرش اپنے کمرے میں چلی گئی وہ دو راتوں سے جاگی ہوئی تھی مگر کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آ گئی۔

"بڑی امی! ہمارے کمرے میں ایک لڑکی سو رہی ہے کون ہے وہ؟" سنبل جس کی آنکھیں تھوڑی دیر پہلے بند ہوئی جارہی تھیں اب حیرت انگیز طور پر کھلی ہوئی تھیں۔ سنبل کی بات پر سب نے ہی استفہامیہ انداز میں عطیہ بیگم کو دیکھا۔

"وہ اماں......وہ"

"ارے بہو اتنا گھبرا کیوں رہی ہو کون لڑکی آ گئی ہے؟" دادو پریشان ہوکر بولیں۔

"وہ اماں! ابراہیم کی بیٹی آئی ہے۔" عطیہ بیگم نے بڑی مشکل سے جملہ ادا کیا اس بات پر سنبل اور سحرش کے ساتھ ساتھ حشم بھی اچھل پڑا۔

"ابراہیم چچا کی بیٹی مگر اتنی اچانک......؟ کیسے اور کب آئی؟" حشم نے حیرت سے استفسار کیا جبکہ دادو کا چہرہ اس پل بالکل سپاٹ تھا۔

"اماں! اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے وہ ہمارا خون ہے ہماری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ ہم سب کے ہوتے وہ دربدر کی ٹھوکریں کھائے۔"

عطیہ بیگم اماں کے پاس بیٹھتے ہوئے حشم کی بات کو نظر انداز کرکے جذباتی انداز میں بولیں مگر وہ خاموش رہیں۔

"بڑی امی! کیا ابراہیم چچا بھی آئے ہیں؟" سحرش جوش و انبساط کے ملے جلے جذبات میں گھر کر بولی تو عطیہ بیگم ایک بار پھر سٹپٹا گئیں۔ اماں ابھی ابھی ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوکر آئی تھیں انہیں بیٹے کی موت کی خبر کیسے دیتیں۔

"وہ......وہ" عطیہ بیگم سے جواب نہیں بن پڑا۔ "وہ ملک سے باہر ہے۔" ثمن بیگم غالباً ابھی بیدار ہوکر کمرے سے باہر آئی تھیں آخری جملہ انہوں نے سن لیا تھا۔ حشم نے بڑی باریکی سے امی اور چچی کی نظروں کے اشارے کو بخوبی دیکھا تھا۔

"اور اس کی ماں......ہم نے تو سنا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں نے اسے پھولوں کی طرح رکھا ہوا ہے۔" دادو سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔

"اماں وہ......"

"اُفوہ دادو! آپ ابھی ابھی اسپتال کے بستر سے اٹھی ہیں ان باتوں پر ہم پھر غور کریں گے فی الحال آپ چل کر نہا لیجیے۔" حشم ماں کی بات درمیان میں اچک کر بولا اور انہیں اٹھا کر ان کے کمرے کی جانب بڑھا۔ ساتھ میں ثمن اور عطیہ بیگم بھی تھیں۔

"آؤ سنبل! ابراہیم چچا کی بیٹی کو چل کر دیکھتے ہیں۔" ان لوگوں کے جانے کے بعد سحرش نے عالم اشتیاق میں سنبل سے کہا تو وہ بھی جوش سے سر ہلا کر کمرے کی جانب چل دی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

"زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا اس لڑکی کو......پورے شہر کا چپہ چپہ چھان مارا ہر جگہ اسے ڈھونڈا مگر......!" نبیل اپنی ناکامی پر آگ بگولا ہوکر بولا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کہیں سے لاج اس کے سامنے آ جائے اور وہ اس کا وہ حشر کرے کہ وہ باہر نکلنے کے نام سے بھی کانپے۔

"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ گئی کہاں؟ روحا کے علاوہ پورے لاہور میں وہ کسی کو جانتی تک نہیں تھی پھر وہ کس کی پناہ میں چلی گئی۔ کہیں اس لاکھانی نے تو اسے بہکا کر اپنے پاس نہیں رکھ لیا۔" ملکہ بیگم بولتے بولتے اچانک دور کی کوڑی لائیں۔

"ارے وہ کمینہ تو خود لاج کے لیے مرا جا رہا ہے۔ ہیروں کا سیٹ اس نے ایسے ہی تو نہیں دے دیا تھا۔ اس کی قیمت وصول کرے گا وہ بھی بھرپور طریقے سے۔ آخر ہے نا پکا کاروباری۔" نبیل کلس کر بولا۔ پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ "کہیں وہ اپنے باپ کے گھر

تو نہیں چلی گئی؟"

"ایسا ناممکن ہے وہ تو ان کے ناموں تک سے واقف نہیں تھی۔ اسے یہ تک تو معلوم نہیں تھا کہ اس کی ددھیال اسلام آباد میں ہے۔ اس کے باپ نے کبھی بھی اپنے گھر والوں کا تذکرہ اس کے سامنے نہیں کیا تھا۔ بہت انا پرست تھا۔ باپ نے دھتکار کے باہر نکالا تھا پھر ساری زندگی ایک لفظ بھی ان کے لیے ادا نہیں کیا۔" ملکہ بیگم سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولیں۔ "ہاں ایک دن زاہد رحمٰن ابراہیم کا دوست لاج سے ملنے آیا تھا مگر اس دن لاج تو گھر میں تھی ہی نہیں! وہ تو زاہد رحمٰن سے بھی ناواقف ہے۔ اُف کہاں چلی گئی؟"

"وہ اگر پاتال میں بھی چھپی ہوگی تو میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا اتنی آسانی سے وہ نبیل فاروقی کی دسترس سے نہیں نکل سکتی۔ تم دیکھنا آنٹی! میں اس کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ بس وہ ایک بار مجھے مل جائے۔" نبیل فاروقی آنکھوں میں قہر لیے زہر خند لہجے میں بولا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

سحرش و سنبل کمرے کے کتنے ہی چکر لگا چکی تھیں مگر لگتا تھا کہ لاج کئی راتوں سے سوئی نہیں تھی اس وقت گہری نیند کے زیر اثر تھی۔

"اُفوہ! آپ لوگ تو اتنی بے قراری سے لاج آپی کا انتظار کر رہے ہیں جیسے افطاری کے قریب وقت میں آپ دونوں میز پر لوازمات دیکھ کر بے چین ہوتی ہیں۔" عالیان ان کے فرط اشتیاق کو نشانہ بناتے ہوئے بولا۔

"عالیان جب بھی بولتے ہو اتنا بے تکا کہ سر پھوڑ لینے کو جی چاہتا ہے۔"

"یہ لو پھوڑ لو سر۔" عالیان نے سرعت سے ایش ٹرے سنبل کی جانب بڑھائی۔

"اُفوہ! تم دونوں پھر شروع ہوگئے؟ لڑنا ہے تو لاؤنج میں جاکر لڑو۔ کہیں تمہاری آوازوں سے وہ اٹھ نہ جائے۔" سحرش اور سنبل دروازے کے بالکل پاس ہی کھڑی تھیں سحرش دونوں کو سرزنش کرکے بولی۔

"ویسے ابراہیم چچا کی بیٹی ہے بہت خوبصورت اور آواز بھی بہت اچھی ہے۔"

"تم نے سنی تھی ان کی آواز؟" سنبل نے عالیان کی بات پر پرشوق انداز میں پوچھا۔

"ہاں اور نہیں تو کیا! مجھے تو انہوں نے وہ گانا بھی سنایا تھا۔

"ملتی ہے زندگی میں محبت کبھی کبھی۔" وہ باقاعدہ لہک کر گاتے ہوئے بولا۔

"ہائے اللہ سچی! پھر تو میں ان سے ضرور گانے سنوں گی۔" گانوں کی رسیا سنبل خوشی سے بولی۔

"سنبل! تم عالیان کو جانتی نہیں ہو وہ پہلی بار اپنے ددھیال آئی ہے اور بڑی امی کے بقول مصیبت میں ہے کیا وہ ایسی سچویشن میں عالیان کو گانا سنائے گی؟ ہوش کے ناخن لو۔" سحرش کی بات سنبل کے دماغ کو لگی تو عالیان کو وہ دیکھ کر رہ گئی۔

"میں تو اس لیے کہہ......"

"تم دونوں جاؤ یہاں سے لاج تمہاری آوازوں سے......"

"ارے ارے وہ دیکھیں لاج آپی کسمسا رہی ہیں۔" عالیان سحرش کی بات کاٹ کر بولا تو تینوں ہی دروازے کی اوٹ سے اندر جھانکنے لگے اچانک لاج ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اس نے حیران و اجنبی نگاہوں سے کمرے کے در و دیوار کو دیکھا پھر ذہن پر زور ڈالنا چاہا کہ وہ کہاں ہے اچانک کمرے کا دروازہ پوری طرح سے کھلا اور تین نفوس اندر داخل ہوئے۔ وہ ان لوگوں کو دیکھ کر ہراساں ہوگئی۔

"ارے لاج آپی! آپ پلیز خوف زدہ مت ہوں اپنی سنبل کی تو شکل ہی ایسی ہے بے چاری نرس بھی سہم گئی تھی۔" عالیان اسے پرسکون کرنے کی غرض سے اپنے مخصوص انداز میں بولا تو عالیان کو دیکھ کر اسے یاد آ گیا کہ وہ اپنے ددھیال میں محفوظ ہاتھوں میں ہے یہ احساس اسے یک دم پرسکون کر گیا۔

"لاج! میں تمہاری کزن ہوں سحرش! یہ میری چھوٹی بہن سنبل ہے۔" سحرش بڑی اپنائیت سے اس کے برابر میں بیٹھ کر بولی تو لاج نے بھی اسے مسکرا کر دیکھا۔

"یہ چہرہ میں نے کہیں دیکھا ہے کہاں دیکھا ہے؟" لاج کے ذہن میں جھماکا ہوا مگر فی الفور اسے یاد نہ آیا کہ

اس چہرے کو اس سے پہلے وہ کہاں دیکھ چکی ہے۔
"اور میرا تعارف تو کرادیجیے میں ہوں آپ کے تایا کے گھر کا دوسرا چشم و چراغ عالیان اور پہلے والے چشم میں تو ہے مگر چراغ پا بھی بہت ہیں ذرا سی بات پر موڈ خراب اور......"
"عالیان لاج ابھی سو کر اٹھی ہے اسے کم از کم فریش تو ہو لینے دو پھر بتاتے رہنا سب کے بارے میں......"
سحرش اسے ٹوک کر بولی تو عالیان نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا پھر لاج سحرش کے کہنے پر فریش ہونے چل دی۔
"دادو یہ لاج ہے۔" لاج سحرش کے ہمراہ جھجکتی ہوئی دادو کے کمرے میں آئی تو دادو نے سحرش کی آواز پر بے ساختہ سر اٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا جہاں ان کے سب سے لاڈلے ناراض اور پردیسی بیٹے کی واحد نشانی کھڑی تھی۔ وہ کب سے اس کے جاگنے کی منتظر تھیں مگر کسی کے سامنے وہ اپنی پوتی کے بارے میں استفسار نہیں کرسکتی تھیں۔ ابراہیم ان کا لخت جگر جب امریکا میں تھا تو اس نے اپنی چچازاد کو ٹھکرا کر شادی رچالی اور ان کے والد جو سخت اصول پسند وعدے کے پکے جان سے زیادہ زبان کو اہمیت دینے والے جب اپنے بھائی اور بھتیجی کے سامنے شرمندہ ہوئے تو انہوں نے پورے گھر والوں سے حتمی طور پر کہہ دیا کہ جو ابراہیم سے ملے گا یا کسی بھی قسم کا رابطہ رکھے گا وہ بھی ابراہیم کی طرح میرے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مرجائے گا' سب جانتے تھے کہ وہ اپنے قول کے کتنے پکے ہیں اور انہوں نے یہ ثابت بھی کردیا اپنی زندگی کے آخری ایام تک میں بھی انہوں نے ابراہیم کو یاد نہیں کیا۔ زاہد رحمن نے بہت کوشش کی کہ دونوں باپ بیٹوں کے درمیان یہ انا کی جنگ ختم ہوجائے مگر وہ ناکام رہے۔ زاہد رحمن کے ذریعے ہی شاہ جہاں بیگم کو معلوم ہوا تھا کہ ابراہیم کی بیوی جس سے ابراہیم نے پوری دنیا چھوڑ کر شادی کی تھی' حکم اجل پر لبیک کہتی دنیا کو ہی چھوڑ گئی تھی پھر یہ بھی سنا کہ بچی کو پالنے کی مجبوری کے تحت ابراہیم نے دوسرا عقد کرلیا کیونکہ بچی صرف دو ماہ کی تھی اور اب وہ بچی اس کے سائے میں پرورش پارہی تھی اور وہ عورت بھی اپنی ممتا بے دریغ اس پر لٹا رہی تھی' یہ سن کر شاہ جہاں بیگم کو کافی اطمینان ہوا کہ چلو ان کے بیٹے کی بکھری زندگی ایک دفعہ پھر سنبھل گئی پھر اس کے بعد انہیں اپنے بیٹے کی کوئی خیر خبر نہیں ملی کیونکہ شاہ جہاں بیگم کے شوہر کے علم میں یہ بات آگئی کہ زاہد رحمن ان سے ناکام ہو کر گھر والوں کے دل ابراہیم کی جانب سے موم کررہا ہے تو انہوں نے زاہد رحمن کا داخلہ بالکل بند کردیا۔ یہاں ابراہیم کو بھی ایسی سن گن ملی تو اپنے دوست کو اپنی قسم دے کر انہیں باز رکھا۔ پچھلے سال جب شاہ جہاں بیگم بیوہ ہوئیں تو بار بار ان کا ذہن ابراہیم کی جانب جاتا مگر پھر یہ سوچ کر خود پر قابو پاتیں کہ شوہر کے جاتے ہی ان کے حکم عدولی کے بارے میں سوچنے لگیں مگر جب لاج خود ان کی دہلیز پر آگئی تھی تو خود پر مزید ضبط کرنا انہیں بے حد دشوار لگ رہا تھا۔
"اندر آجاؤ بیٹی! یہ تمہارا ہی گھر ہے۔" عطیہ بیگم نے لاج کو وہیں کھڑا دیکھ کر نرمی سے کہا تو لاج کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کس انداز میں ان سب سے ملے ان سب لوگوں نے اس کے باپ کو جیتے جی اکیلا کردیا یہاں تک کہ ایک بار پلٹ کر یہ بھی پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ اس کی بچی کیسی ہے؟ چلو مان لیا کہ اس کی ماں کی ہستی ان سب کے لیے ناپسند تھی مگر وہ تو ان کا خون تھی' آخر کیوں ملکہ بیگم کے رحم و کرم پر چھوڑ کر وہ بالکل بے فکر ہوگئے۔
"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے لاج! ارے کیا تم جانتی نہیں کہ تم کس دوزخ سے نکل کر یہاں تک آئی ہو یہ لوگ جیسے بھی سہی مگر تمہیں عزت کی چھت اور دو وقت کی حرمت کی روٹی تو دیں گے ناں اگر یہ تمہیں دھتکار دیں تو تو کہاں جاؤ گی واپس نبیل اور مما کے پاس!" کوئی اس کے اندر سے بولا تو گھبرا اٹھی۔
"نہیں میں یہاں نوکرانی بن کر رہوں گی مگر یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گی۔"
"کیا ہوا لاج! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔" زرد پڑتا لاج کا چہرہ دیکھ کر سحرش تشویش سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔
"میری پوتی مجھ سے ناراض ہے میں خود اپنی بچی کے پاس آئی ہوں اسے منانے اور معافی مانگنے کے

لیے۔" اچانک دادو روتے ہوئے بولیں' انہیں اٹھتا دیکھ کر لاج تیزی سے اندر آئی۔
"آپ پلیز بیٹھی رہیے۔" لاج بے ساختہ ان کا بازو چھو کر بولی تو دادو نے بلک کر اسے اپنے سینے سے لگالیا۔
"میری بچی مجھے معاف کردے زندگی میں تیری کوئی خیر خبر نہ لی۔ ہم سے بہت بڑی کوتاہی ہوئی کہ ہم تجھ سے بیگانہ ہوگئے' ہمیں معاف کردے۔" دادو کے ساتھ ساتھ لاج بھی بے تحاشا رو رہی تھی جبکہ کمرے میں موجود تمام نفوس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔
"اچھا بتا میرا ابراہیم کیسا ہے اسے کیوں نہیں ساتھ لائی۔ بس اب اسے بھی بلالو۔" دادو لاج کا سر سینے سے الگ کرکے بے تابی سے بولیں تو لاج کی نگاہیں جھک گئیں۔
"اب وہ کبھی نہیں آئیں گے۔" وہ آہستگی سے بولی۔
"ارے ہے ناں اپنے باپ کی طرح ضدی مگر اب ہم دونوں دادی پوتی مل کر اسے یہاں بلالیں گے۔" لاج کے جواب پر وہ پرجوش ہو کر بولیں۔
"اماں آپ اب آرام کیجیے ابراہیم کو بھی......"
"سنیے! لاج کو حقیقت بتانے دیجیے۔" عطیہ بیگم نے گلوگیر لہجے میں ولایت صاحب کی بات کاٹی تو دادو نے الجھنے سے پہلے ولایت صاحب کو اور پھر عطیہ اور لاج کو دیکھ کر استفسار کیا۔
"کیسی حقیقت؟"
"پاپا آٹھ سال پہلے ہی ہم سب کو چھوڑ کر اس دنیا سے جاچکے ہیں۔" لاج بمشکل اپنی سسکیوں پر قابو پا کر بولی تو دادو کے دونوں بازو بے جان کٹے ہوئی ٹہنیوں کی طرح بالکل بے جان ہو کر پہلو پر گر پڑے۔
"کیا! میرا بچہ' میرا ابراہیم اس دنیا سے چلا بھی گیا اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔ ارے کیسی حرماں نصیب ماں ہوں میں اور بدنصیب' میرا بچہ جسے جیتے جی ہم سب نے مار ڈالا۔" دادی کی آوازوں نے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا سب روئے جارہے تھے اور لاج اور دادی کو بھی سنبھال رہے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ابراہیم حسن گردیزی کی موت آج ہی ہوئی ہے۔

❁......❁......❁

"لاج آپی آپ کی آنکھیں کتنی خوبصورت ہیں کاش میری ہوتیں جھیل جیسی میرا تو ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔" سنبل شوخی سے بولی۔
"ہوش میں آؤ سنبل بی بی کہیں سچ مچ ہی ڈوب مت جانا۔ ویسے تمہیں جھیل میں نہیں بلکہ چلو بھر پانی میں ڈوب جانا چاہیے۔ دیکھ نہیں رہیں بڑی بہن صبح سے کچن میں مصروف ہیں اور تم نے ہل کر ایک تنکا نہیں توڑا اور آج ویسے بھی ہٹلر آرہے ہیں دادو کو گھر پہنچاتے ہی چار گھنٹے بعد دوبارہ چلے گئے تھے اب آرہے ہیں تو انہیں ہر چیز اپنی پسند کے مطابق چاہیے ہوگی۔" عالیان کے آخری جملے پر سنبل واقعی گھبرا گئی۔
"کیا ہٹلر آرہے ہیں تمہیں پہلے بتانا تھا ناں!"
"عالیان یہ ہٹلر کون ہے ہیں۔" لاج استعجابیہ لہجے میں بولی۔
"ارے مت پوچھیں' ہیں تو میرے بڑے بھیا مگر پورے کے پورے دادا کے پرتو سخت گیر اور موڈی! ہاں اگر خود کا موڈ اچھا ہوگا تو شگوفے بنے پھرتے ہیں اور نہ ہو تو پھر ہر ایک کو ڈپٹتے لڑتے پھرتے ہیں۔" عالیان لہک کر بولا۔

❁......❁......❁

"واہ دادو مزا آگیا! گھر آنے پر آپ مجھے اتنا لذیذ کھانا کھلاتی ہیں کہ میں تو تقریباً باہر فاقے ہی کرتا ہوں۔" ڈائننگ ہال کی جانب آتے ہوئے لاج کے پیروں کو اس آواز نے زنجیر کی طرح جکڑا۔ اتنی جانی پہچانی آواز' کس کی ہے۔ خود سے الجھ کر لاج بولی۔
"تو نے اپنی صورت آئینے میں دیکھی؟ دیکھ کیسی پیلی ہو رہی ہے۔ اور آنکھوں کے گرد کیسے حلقے پڑگئے ہیں۔" دادو محبت سے چور لہجے میں بولیں۔
"دادو یہ تو ہر وقت لال پیلے رہتے ہیں آپ نے شاید کبھی غور سے نہیں دیکھا۔"
"شٹ اپ عالیان۔" وہی آواز۔
"اوہ خدایا! یہ کیسا امتحان ہے۔" اب کسی شک و شبہے کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی یہ آواز تو وہ لاکھوں میں پہچان

سکتی تھی وہ دیوار کا سہارا لے کر بیٹھتی چلی گئی۔

"اچھا اب اپنی پوتی سے تو ملوایئے جس کے آنے سے آپ کی ساری بیماری دور بھاگ گئی۔" حشم گردیزی کی شرارت بھری آواز ابھری۔ اس دن دادو کو ہاسپٹل سے گھر چھوڑ کر وہ یہ خبر تو سن چکا تھا کہ ابراہیم چچا کی بیٹی آئی ہے مگر اسے بہت ارجنٹ آؤٹ آف سٹی جانا تھا لہٰذا وہ مل نہیں سکا۔

"سنبل جاؤ اپنی آپی کو بلا کر لاؤ۔" دادی کی مسروری آواز آئی تو وہ تیزی سے کمرے کی جانب بھاگی شکر تھا کہ سحرش کمرے میں موجود نہیں تھی' اس کے آتے ہی سنبل پہنچی تھی لاج نے تھکن کا بہانہ کر کے اسے ٹال دیا اور خود مضمحل سی بستر پر جا گری۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
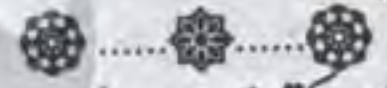
زندگی کے رنگ کتنے عجیب ہیں کہ ہر دن ہر رات زندگی مختلف رنگوں میں الجھے چہروں کے ساتھ لاج کے سامنے آ کر کھڑی ہو جاتی اور اسے دیکھ کر کہتی میرے اس رنگ کو دیکھو اس کو پہچانو اور جب وہ اس کو پہچاننے اسے سمجھنے کی کوشش کرتی تو انتہائی سرعت سے وہ ایک دوسرے روپ میں آ جاتی جو اس کو پہلے سے زیادہ حیران و پریشان کر ڈالتی۔ حشم گردیزی! جس کی جھولی میں نبیل فاروقی نے اس کی لاج اس کی حیا اس کی شرم کو ایک سائن کے عوض ڈالنا چاہا تھا وہ شخص اس کے باپ کے عزت دار اور باوقار خاندان کا بیٹا تھا قسمت نے بھی عجیب کھیل کھیلا ایک دادا کی اجنبی پوتی اسی دادا کے پوتے کے پاس ایک رات کے تحفے کے طور پر اس کے ہاتھوں میں دی گئی تھی۔ مگر حشم گردیزی! وہ ایسا باوقار انسان تھا کہ اپنے خاندان کی ناموس کو اپنے خون اور والدین کی تربیت کو کبھی شرمندہ نہ ہونے دیا' حالانکہ وہ زندگی کے اس دور میں تھا جسے سب سے حسین دور کہا جاتا ہے جس میں انسان اگر جوانی کے زعم میں اپنی سحر انگیز و پرکشش شخصیت کے نشے میں تھوڑا بہت بہک بھی جاتا ہے تو اسے جوانی کی ایک خوبصورت بھول سمجھ کر خود کو یوں بری الذمہ قرار دے دیتا ہے جیسے وہ بھول وہ کوتاہی کسی نے زبردستی کروائی ہو مگر حشم گردیزی وہ معمولی سی لغزش کو بھی معاف کرنے کا روادار نہیں تھا اور اگر کوئی صنف نازک وہ غلطی یا لغزش کر بیٹھتی ہے تو اسے نظر انداز کر دینا یا پھر درگزر کر کے اسے ایک موقع دینا یہ سب حشم گردیزی کی ذات کی کتاب میں کہیں بھی رقم نہیں تھا۔ وہ اپنے خاندان کا فخر تھا ماں باپ کا زعم تھا ایک مکمل مرد تھا جس کی تمنا جس کی آرزو ہر لڑکی کر سکتی ہے مگر......! اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک روایتی مرد تھا عورت کائنات کا حسن ہے عورت نسل بقا کی امین ہے' عورت گھر کی زینت ہے' عورت کی ذات مرد کی تکمیل ہے' اگر رب نے عورت کو مرد کے لیے نہ تخلیق کیا ہوتا تو پھر دنیا کا کیا نقشہ ہوتا؟ وہ عورت کی عزت و تکریم سے بخوبی واقف تھا۔ عورت کے حقوق کے بالکل مخالف نہیں تھا وہ عورت کو پھول کی مانند نزاکت و حسن کا پیکر سمجھتا تھا جسے تیز دھوپ و ہوا سے بچانا مرد کا فرض تھا اس کی غیرت و حمیت کا تقاضا تھا' مگر ایسی عورت جو اپنے پھول جیسے حسن کو انگاروں کا شعلہ بنانا چاہے جو گھر کی زینت بننے کے بجائے باہر کی زندگی میں ایک ایسا شو پیس بننا چاہے کہ اس کی خوبصورتی و نزاکت کو دیکھ کر مرد اسے پانے' اسے چھونے کے لیے ہر قیمت دینے کو تیار ہو۔ جو شرم و حیا تہذیب و پارسائی کو اپنے لیے بوجھ اور ظلم سمجھ کر اس کی زنجیر کو توڑ دے اور پھر نگر نگر ڈگر ڈگر پھر کر خود کو مردوں کے برابر سمجھنا شروع کر دے تو ایسی عورت حشم گردیزی کی نگاہ میں عورت نہیں عورت ذات کی تحقیر ہے اس کی توہین ہے۔

کل رات جب لاج نے حشم گردیزی کی ذات کی بابت کریدا تو سحرش نے حشم گردیزی کو اس کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ وہ سحرش کو حشم کی بیوی لگی تھی مگر سحرش نے ہی بتایا کہ حشم گردیزی سحرش اور سنبل سے بالکل بہنوں کی طرح پیار کرتا ہے۔

"حشم گردیزی مجھے کبھی وہ عزت و مقام نہیں دے گا جو سحرش اور سنبل اور اس جیسی لڑکیوں کو دیتا ہوگا۔ وہ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔" لاج سحرش کی بتائی ہوئی باتوں کی روشنی میں سوچتے ہوئے خود سے بولی پھر سحرش کی جانب دیکھا جو پرسکون نیند کے مزے لے رہی تھی۔

"کاش میں بھی سحرش کی طرح بارش کا پہلا قطرہ ہوتی

اس بند کلی کی مانند ہوتی جس پر شبنم کے قطرے بھی نہ گرے ہوتے۔ اب کیا ہوگا؟ میں حشم گردیزی کا کیسے سامنا کروں گی۔" لاج نے اپنے پھوڑے کی طرح دکھتے سر کو اپنی ہتھیلیوں سے زور سے دبا کر لاچاری سے سوچا۔ جاری رات یہی سوچتے گزری تھی۔ اس نے کھڑکی کی جانب رخ کیا تو صبح کا سویرا چار سو پھیل رہا تھا۔ نیند لاج کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی بستر پر کروٹ بدل بدل کر اس کا جسم تھک گیا تھا جبکہ سحرش نماز پڑھ کر دوبارہ سو گئی تھی۔ وہ مضمحل سی بستر سے اٹھی اور دوپٹہ سنبھال کر پاؤں میں چپل اڑس کر اٹھ کھڑی ہوئی وہ دادو کے کمرے کی جانب آئی تو اندر سے آتی قرآن پاک کی تلاوت سن کر اس نے دادو کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا اور خاموش قدموں سے صدر دروازہ کھول کر باہر لان میں آ گئی۔

صبح کی پرکیف ہوا چڑیوں کی مدھر چہچہاہٹ ہوا میں رچی سوندھی مٹی اور پھولوں کی خوشبو اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ بوجھل قدموں سے لان کے ایک جانب بنے سنگی بینچ پر بیٹھ گئی۔ ابھی اسے بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک کوئی شخص ٹریک سوٹ پہنے مین گیٹ کھول کر اندر داخل ہوا۔ لاج نے یونہی نگاہ اٹھائی تو یک لخت ساکت رہ گئی۔ بالکل سامنے حشم گردیزی بڑے خوشگوار موڈ میں گنگناتا ہوا اسی جانب آ رہا تھا مارے گھبراہٹ و خوف کے لاج اچھل کر اٹھی اور جلدی سے حشم گردیزی کی طرف سے رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"آہا...... یہ آج سحرش بی بی کیسے باہر نکل آئیں نماز کے بعد تو موصوفہ یوں بستر پکڑتی ہیں جیسے کوئی اپنی چھوٹتی ٹرین کی طرف بھاگتا ہے۔" حشم گردیزی کی انتہائی فریش اور شوخ سی آواز لاج کی سماعتوں سے ٹکرائی تو اس کا جسم یوں کپکپانے لگا جیسے سخت سردی میں یخ پانی اس کے اوپر انڈیل دیا ہو۔

"ارے کہیں اپنی شادی کے وظیفے کی چکر میں تو نہیں اٹھیں شاید کسی آنٹی نے تمہیں یہ مشورہ دیا ہو کہ صبح نہار منہ یوں قبلے کی جانب رخ کر کے پلر کی طرح......!"

حشم گردیزی اسے یوں کھڑا دیکھ کر اس کا مذاق اڑاتے ہوئے جونہی اس کی جانب گھوم کر آیا اور نگاہ لاج کے چہرے پر پڑی تو اس کی زبان یک لخت یوں رکی جیسے اسکرین پر چلتی تصویر یکدم ساکت ہو گئی ہو۔ پہلی نگاہ میں انتہائی استعجابیانہ پھر حیرانی اور پھر شدید ناگواری کے تاثرات ابھرے۔

"تم......! تم یہاں میرے گھر میں کیا کر رہی ہو۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی! کیا نبیل فاروقی نے تمہیں یہاں بھیجا ہے؟ فوراً سے پیشتر یہاں سے نکلو! سن رہی ہو تم گیٹ لاسٹ ناؤ فرام مائی ہاؤس۔" حشم گردیزی نفرت و حقارت کی انتہا پر پہنچا انتہائی سختی و اہانت آمیز لہجے میں بولا کہ ضبط کے باوجود دو موتی لاج کی آنکھوں سے باہر نکل آئے۔

"یو اسٹوپڈ گرل تم نے سنا نہیں' میں بار بار اپنی بات دہرانے کا عادی نہیں ہوں۔ نکل جاؤ ابھی اور اسی وقت میرے گھر سے۔" حشم گردیزی نے اپنے آہنی ہاتھ سے لاج کا بازو دبوچا تھا۔

"مم...... میں وہ میں...... آپ کی......!" لاج کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے اردو زبان آتی ہی نہ ہو جب لفظ کو گرفت میں کرنے کی کوشش کرتی تو زبان گنگ ہو جاتی اور جب بولنا چاہتی تو لفظ کہیں گم ہو جاتے۔

"تم شاید شرافت کی زبان سے واقف نہیں ہو تمہارے لیے دوسری زبان استعمال کرنی پڑے گی۔" انتہائی سنگدلی سے بولتے ہوئے حشم گردیزی نے سختی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور گیٹ کی جانب اسے گھسیٹتا ہوا لایا۔

"خبردار جو آئندہ تم نے میرے گھر کی طرف رخ کیا ورنہ تمہارا اور اس نبیل کا وہ حشر کروں گا کہ پناہ مانگو گے میرے نام سے۔" یہ کہہ کر اس نے انتہائی بے دردی سے اسے گیٹ سے باہر دھکیلا کہ اسی پل چوکیدار اپنے کوارٹر سے آنکھیں ملتا باہر آیا اپنے مالک کو غصے میں دیکھ کر وہ کافی پریشان ہوا۔

"کیا ہوا صاحب جی صبح صبح آپ اتنے غصے میں کیوں ہیں؟"

"اس لڑکی کو تم نے اندر آنے کیسے دیا تم کس طرح اپنی ڈیوٹی دیتے ہو ہر ایرے غیرے کو تم یونہی منہ اٹھا کر گھر میں داخل کر لو گے؟"

حشم گردیزی سوچ رہا تھا کہ نبیل فاروقی نے اپنی ہار سے تلملا کر لاج کو کسی بڑی سازش کے تحت اس کو پھنسانے کے لیے یہاں بھیجا ہے اتنی صبح اور اتنے رف حلیے میں لان میں کھڑے ہونا اس بات کی غمازی تھا کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں یہاں آئی ہے اور اس گھر کے سادہ لوح افراد کو اپنی مکاری و چالبازی سے کوئی بہت بڑا دھوکہ دینے کی کوشش میں ہے۔

"مگر صاحب یہ تو عالیان بابا کے ساتھ یہاں آئی تھیں انہیں آئے تو کئی دن ہوگئے ہیں۔" حیران ہوتے سے چوکیدار نے حقیقت بتائی جسے سن کر حشم گردیزی کو خفیف سا جھٹکا لگا۔

"واٹ" پھر اچانک اسے لگا جیسے کسی نے اسے پہاڑ کی بلند چوٹی سے دھکا دے کر پاتال میں دھکیل دیا ہو۔

"کون ہو تم؟"

"اچھا اب اپنی پوتی سے تو ملوایئے جس کے آنے سے آپ کی ساری بیماری دور ہوگئی۔" کل رات اپنا ہی بولا جملہ اس کے کانوں میں گونجا تھا جبکہ بلیک اینڈ وہائٹ امتزاج کے سوٹ میں ملبوس لاج باقاعدہ دبی دبی آواز میں رو رہی تھی۔

"شٹ اپ بند کرو یہ مگر مچھ کے آنسو بہانا میں پوچھتا ہوں کون ہو تم؟" حشم گردیزی وحشت سے چلا کر بولا تو چوکیدار کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے وہ حشم گردیزی سے نگاہ بچا کر اندر کی جانب دوڑا۔

"حشم...... میں لاج ہوں! لاج ابراہیم آپ کے چچا......"

"بس اب اس کے آگے کچھ مت بولنا! پلاننگ تو تم دونوں کی کافی اچھی ہے مگر کان کھول کر سن لو دادو کی پوتی کا جو ڈرامہ رچا کر تم اس گھر میں داخل ہوئی ہو وہ فوراً ختم کرو ورنہ میں تمہارے ساتھ وہ کروں گا جس کا تم جیسی لڑکی تصور بھی نہیں کرسکتی۔"

"تم جیسی لڑکی۔" یہ جملہ آگ میں بجھے تیر کی طرح اس کی روح میں پیوست ہوگیا۔

"سر آ...... آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں میں کوئی ڈرامہ نہیں کررہی۔" لاج بمشکل اپنی سسکیوں پر قابو پا کر بولی۔

"ارے حشم کیا ہوگیا تجھے کیوں اس معصوم کو اتنا ڈانٹ رہا ہے۔" چوکیدار دادو کو بلا لایا تھا حشم کے اتنے سنگین تیور اور لاج کو روتا دیکھ کر وہ بھی اچھی خاصی گھبرا گئیں۔

"دادو...... یہ...... یہ لڑکی۔"

حشم چہرے پر عجیب سے تاثر لیے دادو کی جانب پلٹ کر انگلی لاج کی طرف اٹھا کر فقط اتنا ہی بول پایا۔

"ارے باؤلے کیوں اس بیچاری کو رلا رہا ہے یہ تیرے ابراہیم چچا کی بیٹی ہے لاج......! میرے بچے کی نشانی۔" یہ کہہ کر دادی جلدی سے قریب آئیں اور کپکپاتی لاج کو سینے سے لگالیا' حشم گردیزی کو لگا جیسے پتھروں کا بھرا ٹرک اس کے وجود سے کسی نے ٹکرادیا ہو۔

"یہ...... یہ کیسے ہوسکتا ہے! اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہی لڑکی ابراہیم چچا کی بیٹی ہے۔" وہ آس و نراش کی کیفیت میں گھر کر بولا۔

"لو بھلا یہ کیا بات ہوئی؟ تو ابراہیم کے بچپن کے دوست زاہد رحمن کے نام سے تو واقف ہے ناں جب تو چھوٹا تھا تو وہ یہاں اکثر آتا تھا اسی نے فون کرکے تیری ماں کو بتایا تھا کہ ابراہیم کی بیٹی اس کے پاس ہے۔" دادو نے اسے تفصیل بتائی تو اسے ایک کے بعد دوسرا سانس لینا بھی دوبھر لگا۔

"یہ یہاں کیوں آئی ہے؟"

"کیوں آئی ہے کیا مطلب؟ یہ اس کے باپ کا گھر ہے اور تجھے کل رات میں نے ساری تفصیل بتا تو دی تھی۔ اب اندر چلو خوامخواہ بچی کو اتنا رلا دیا۔" دادو برا مان کر بولیں تو حشم نے ایک نگاہ مجرموں کی مانند سر جھکائے لاج کی جانب دیکھا پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی جانب چل دیا۔

❁......❁......❁

کیا بتائیں کتنے شرمندہ ہیں ہم
تجھ سے مل کر اور بھی ہم گھٹ گئے

اس پل وہ سب کے درمیان ہوتے ہوئے بھی موجود نہیں تھی جس طرح کسی مفلوک الحال کی مختصر جمع پونجی جسے وہ بہت حفاظت سے اپنے سینے سے لگائے رکھتا ہے مگر رہزن اس کی بچی کچی متاع کو انتہائی بے دردی سے لوٹ کر اسے بے جان درخت کے پتے کی مانند زمین بوس کرجاتے ہیں کچھ ایسی حالت اس لمحے لاج کی تھی جو اپنی عزت و ناموس کی چنری کو بہت سنبھال کر لائی تھی جس کے کچھ رنگ پھیکے ضرور ہوئے تھے مگر پھر بھی چند رنگ باقی تھے اپنے پندار اور نسوانیت کی چادر کو جس میں کچھ چھوٹے چھوٹے چھید ہوگئے تھے لیکن اس پر وہ اس معزز گھرانے کے لوگوں کی مدد سے رفو کرنے کا ارادہ کیے ہوئے تھی مگر! حشم گردیزی کے لفظوں کے تیروں نے یک لخت جیسے عزت و ناموس کی چنری اور پندار و نسوانیت کی چادر کو کہیں دور پھینک دیا تھا اور وہ جیسے عریاں سی کھڑی اپنی چادر کو بڑی حسرت سے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔

"دادو خدا کے واسطے اس لڑکی کو سمجھائیں کہ اب بھی وقت ہے عقل کے ناخن پکڑے اور اپنی انگلیوں کے گندے ناخنوں کو کاٹے غضب خدا کا ایک چائے کی پیالی بھی بنانی نہیں آتی اور بدمزہ چائے بھی بنائی تو میلے کچیلے ناخنوں سے مجھے تو ابکائی آرہی ہے۔"

عالیان اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"تو خود بنا لیتے ناں چائے مردوں کا چائے بنانا حرام تو نہیں ہے ناں۔" سنبل چمک کر بولی۔

"عالیان اور سنبل تم دونوں کچھ دیر کے لیے چپ نہیں رہ سکتے مجھے اماں سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" ثمن بیگم سرزنش کرتے ہوئے بولیں تو دونوں واقعی چپ ہوگئے اب انہیں ضروری بات بھی تو جاننی تھی۔

"اماں صباحت نے اپنے بڑے بیٹے کے لیے سحرش کا ہاتھ مانگا ہے۔"

"دادو یہ سحرش کہاں غائب ہے میرے کمرے کی صفائی کیوں نہیں کی گئی۔" اچانک حشم گردیزی کی آواز لاؤنج میں ابھری تو لاج جو یہاں ہوتے ہوئے بھی موجود نہیں تھی انتہائی سرعت سے ماحول میں واپس آئی۔

"ارے حشم تم اس وقت بالکل صحیح وقت پر آئے ہو تم سے بہت ضروری مشورہ لینا ہے۔"

"اچھا جی تو جلدی بتایئے کہ کس بات پر آپ کو مابدولت کا مشورہ درکار ہے۔" سفید شلوار قمیص میں رف سے حلیے میں بکھرے بالوں سمیت لاج کو وہ بہت مختلف لگا بس ایک نگاہ بے ساختگی کے بعد وہ اسی حالت میں بیٹھی رہی۔

"بیٹا میری سہیلی ہے ناں صباحت اس نے اپنے بیٹے فرقان کے لیے سحرش کا رشتہ مانگا ہے۔"

"واؤ یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔" یہ سن کر سنبل اور عالیان دونوں بے حد ایکسائیٹڈ ہوگئے۔

"لڑکا تو اچھا ہے پڑھا لکھا اور سمجھدار بھی ہے۔" حشم پرسوچ انداز میں بولا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو بہت تہذیب والا بچہ ہے اور ہماری سحرش کے لیے بہت موزوں ہے۔" دادو حشم کی رائے سن کر خوشی سے بولیں۔

"تو پھر بتاؤ ہم صباحت کو ہاں کردیں۔" چچی نے انبساط سے استفسار کیا۔

"آپ پہلے ابو اور چاچو سے پوچھیں پھر سحرش کی بھی رضامندی بے حد ضروری ہے۔" حشم نرمی سے بولا تو حشم کی بات پر دونوں خواتین نے بھرپور اتفاق کیا۔

"صباحت نے بھائی صاحب اور ان سے پہلے بات کی تھی پھر مجھ سے پوچھا تھا دونوں نے ہم لوگوں کے اوپر یہ معاملہ چھوڑ دیا ہے۔ ہاں البتہ سحرش کی مرضی تو معلوم کرنا ضروری ہے۔" چچی رسانیت سے بولیں کہ اسی اثناء میں عطیہ بیگم اور سحرش چھت پر اچار کا مرتبان رکھ کر سیڑھیوں سے نیچے آتی دکھائی دیں۔ عالیان کی اس پل زبان پر بے حد کھجلی ہونے لگی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ جلدی سے سحرش کو پروپوزل کے بارے میں بتادے۔

"حشم بھائی سوری آپ کے کمرے کی صفائی لیٹ ہوگئی میں بڑی امی کے ساتھ اوپر اچار ڈالنے چلی گئی تھی بس ابھی صاف کیے دیتی ہوں۔" سحرش جلدی سے بولی۔

"ارے بی بی گاجر آم لیموں کے اچار کی بات مت کرو اپنی خیر مناؤ فرقان بھائی کے مرتبان میں آپ کا اچار......!" عالیان نے لہک کر بولتے بولتے جونہی حشم گردیزی کو اپنی جانب خشمگیں نگاہوں سے گھورتے پایا تو فوراً سے پیشتر اپنی زبان تالو سے چپکالی سحرش کا چونکہ اس جانب دھیان نہیں تھا سو وہ بغیر عالیان کے جملے پر غور کیے

حشم کے کمرے کی جانب چل دی۔

"عطیہ تم نے بھی سن لیا ہوگا کہ صباحت نے اپنی سحرش کا رشتہ مانگا ہے۔" دادو جوش ومسرت سے بولیں۔

"جی اماں جن دنوں آپ کی طبیعت ناساز تھی تو انہی دنوں صباحت نے آپ کے بیٹے کو فون کرکے عندیہ لینا چاہا تھا مگر چونکہ اس وقت موقع مناسب نہیں تھا لہٰذا ہم نے یہ تذکرہ نہیں چھیڑا کل رات پھر فون آیا تھا صباحت کا وہ باقاعدہ فرقان کا رشتہ لانا چاہتی ہیں۔" عطیہ بیگم تفصیل سے بولیں۔

"ہم سب تو رضی ہیں اب تم لوگ سحرش سے بھی اس کی مرضی پوچھ لو نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔" دادو کی بات پر سب خوش ہوگئے۔

❁ ❁ ❁

"میری پیاری بہنیا بنے گی دلہنیا۔" عالیان پچھلے آدھے گھنٹے سے مسلسل سحرش کو چھیڑ رہا تھا۔

"خدا کے لیے عالیان اب خاموش ہوجاؤ تمہاری بھونپو جیسی آواز سن سن کر میرے سر میں درد ہوگیا ہے اور جتنا بھی کوشش کرلو مجھے کوئی شرم ورم نہیں آرہی لہٰذا تم میرا اور اپنا وقت برباد مت کرو۔" سحرش چڑ کر بولی مگر اس کے چہرے پر پھیلے ست رنگی قوس وقزح نے اس کی اندرونی خوشی کو بخوبی عیاں کردیا تھا۔

"واقعی سحرش تمہیں بالکل شرم نہیں آرہی۔" لاج اسے چھیڑتے ہوئے بولی۔

"ہاں نہیں آرہی۔"

"بیچارے فرقان بھائی کیا سوچیں گے کہ ان کی دلہن کتنی بے شرم ہے۔" لاج مصنوعی تاسف سے بولی۔

"تو میرے حصے کا تم شرمالو! مجھے یہ فضول کام نہیں آتا۔"

"ارے یہ کیا شرمائیں گی یہ تو اچھے اچھوں کو بھی شرمانے پر مجبور کردیں بلکہ شرم سے سر جھکانے پر۔" اچانک حشم گردیزی کمرے میں وارد ہوا تھا۔ اس کے اس مبہم جملے پر سحرش عالیان اور سنبل تینوں نے ناسمجھی میں اسے دیکھا جبکہ لاج کا دل چاہا کہ ابھی اور اسی وقت اپنی ہستی کو مٹا ڈالے۔

"کیا مطلب ہے حشم بھائی......؟"

"مطلب کو چھوڑو۔ تم یہ بتاؤ دلہن بننے کے لیے تیار تو ہوناں۔" حشم سحرش کی بات کو نظر انداز کرکے بڑی شوخی سے بولا تو یکدم ڈھیروں شرم نے سحرش کا احاطہ کرلیا اور بے ساختہ اپنا سر جھکا گئی جب کہ لاج چپکے سے وہاں سے اٹھی اور باہر نکل آئی۔

"بھائی لگتا ہے سحرش کو رشتہ منظور نہیں ہے۔" عالیان سنجیدہ آواز میں بولا تو بے ساختہ سحرش منہ اٹھا کر سرعت سے بولی۔

"نہیں نہیں مجھے تو منظور ہے۔" پھر خود ہی اپنے جملے پر حیران ہوکر وہ بری طرح شرما کر کمرے سے باہر بھاگی تو تینوں کے قہقہوں نے اس کا دور تک پیچھا کیا۔

❁ ❁ ❁

عالیان نجانے کہاں کہاں کے قصے سنا رہا تھا جب کہ لاج نجانے کیا کچھ سوچے جارہی تھی۔ حشم شام کے وقت کلب سے گھر لوٹا تو دونوں کو لان میں بچھی کین کی کرسیوں پر ایستادہ پاکر چند پل کے لیے رک سا گیا پھر کچھ سوچ کر ان کی جانب آیا۔

"عالیان میں دیکھ رہا ہوں کہ آج کل تم فضول کاموں میں بہت وقت ضائع کرنے لگے ہو چلو اندر جاؤ اور کتابیں بھی دیکھ لو امتحان جب سر پر ہوتے ہیں تب ہی تم ان پر توجہ دیتے ہو۔"

"بھیا! میں فضول کام تھوڑی کررہا ہوں اپنی بیوٹی فل چارمنگ اور کیوٹ سی لاج آپی سے باتیں کررہا ہوں۔" حشم کی بات پر عالیان مزے سے بولا جب کہ لاج ہمیشہ کی طرح اس کو اپنے سامنے پاکر چور سی بن گئی۔ انگوری رنگ کے ڈبل جارجٹ کے سوٹ میں لال دھاگوں کی نفیس سی کڑھائی میں اس کی سنہری رنگت کچھ زیادہ ہی دمک رہی تھی۔

"تم بحث بہت کرنے لگے ہو اندر جاؤ اور میرا لیپ ٹاپ چیک کرو اس میں وائرس آگیا ہے جاکر اسے ٹھیک کرو۔" وہ حکمیہ لہجے میں بولا تو عالیان طوعاً وکرہاً وہاں سے اٹھا اس کے جانے کے بعد حشم لاج کے مقابل عالیان کی چھوڑی ہوئی سیٹ پر آبیٹھا۔ لاج یکدم پزل سی

ہوگئی۔ وہ ابھی اٹھنے کا ارادہ کرہی رہی تھی کہ یکدم حشم کے لفظوں نے ایک بار پھر اس کی ذات کے پرخچے اڑا دیے۔

"تم اب یہاں آہی گئی ہو تو اس گھر کے طور طریقوں کے مطابق چلنا سیکھ لو یہاں تم نبیل فاروقی کی منگیتر اور اس کے بزنس کو ترقی دینے کی چابی نہیں ہو اگر تم نے کوئی سابقہ طرز عمل اپنانے کی کوشش کی تو میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔ کیونکہ اب تم اس گھر کی عزت ہو اور اپنے خاندان کی حرمت پر ذرا سی آنچ میں برداشت نہیں کروں گا۔" حشم اپنی انگشت شہادت اس کی جانب اٹھا کر کھولتے لہجے میں بولا۔

"میرا نبیل اور مما سے کوئی تعلق کوئی رشتہ نہیں ہے میں اپنی پچھلی زندگی کی کوئی بھی نادانی اور لغزش کو دوبارہ ہرگز نہیں دہراؤں گی۔" لاج دھیمی آواز میں بولی۔ حشم نے بغور اس کے جھکے سر کو دیکھا جب سے وہ اس گھر میں آئی تھی ایک بار بھی اس نے حشم گردیزی سے آنکھیں ملا کر بات نہیں کی تھی ہمیشہ اپنی پرخواب آنکھوں پر پلکوں کی چلمن گرائے رکھتی تھی۔

"عورت کے سر پر شرافت وپاسداری کا تاج اس وقت ہی رکھا جاتا ہے جب وہ اپنے نفس اپنی خواہش اپنی بے لگام آرزوؤں کو پیروں سے کچل ڈالتی ہے تمہارے اندر مجھے ایسی کوئی بات تو دکھائی نہیں دی مگر تمہارے لیے بہتر ہے کہ اب جب کہ تم اس خاندان کا حصہ بن گئی ہو تو ایسی کوئی بھی حرکت کرنے کی کوشش مت کرنا جس سے میں کچھ سنگین قدم اٹھانے پر مجبور ہوجاؤں۔" یہ کہہ کر حشم تیزی سے اٹھا اور اندر کی جانب چل دیا اس پل لاج کو حشم گردیزی پر سخت طیش آیا مگر اگلے ہی لمحے اس کے احسانات کی لہریں اس کے غصے وتلملاہٹ کو آنِ واحد میں بہا کرلے گئیں۔

❁ ❁ ❁

سحرش کی شادی کی تیاریاں زور وشور سے شروع ہوگئیں تھیں۔ منگنی کی تقریب کو مناسب نہ سمجھتے ہوئے دونوں گھرانوں نے ڈائریکٹ شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔ گھر کی ساری خواتین ماسوائے لاج اور دادو کے بازاروں میں گھن چکر بنی ہوئی تھیں۔ حشم حسب معمول شہر سے باہر گیا ہوا تھا لاج نے سب کے لیے شام کو چائے کے ساتھ لوازمات تیار کیے جس سے وہ سب پورے طریقے سے انصاف کررہے تھے۔ ینگ جنریشن لاؤنج کے دوسرے کونے میں بیٹھی آج کل کی مہنگائی اور شادی میں کی جانے والی ڈریسنگ پر تبصرے کررہی تھی جبکہ اماں ثمن اور عطیہ بیگم دوسری جانب بیٹھی شادی کے انتظامات پر گفتگو کررہی تھیں۔

"اماں میری تو راتوں کی نیندیں اڑی ہوئی ہیں بس خیریت سے سحرش اپنے گھر رخصت ہوجائے تو مجھے بھی سکون مل جائے۔" ثمن بیگم فکرمندی سے گویا ہوئیں۔

"تم فکر مت کرو اللہ تعالیٰ کے کرم سے ان شاء اللہ سب بخیر وعافیت انجام پائے گا مجھے تو اپنی لاج کی بہت پریشانی ہے۔ اس کے مستقبل کی فکر کھائے جارہی ہے بس میں اپنی لاج کو کسی محفوظ ہاتھوں میں سونپ دوں تو چین سے مرسکوں میرے بچے کی نشانی کتنے خطرناک لوگوں کے ہاتھوں میں رہی۔ عطیہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ملکہ اور اس کا بدبخت بھانجا میری بچی کو کوئی نقصان نہ پہنچادے۔" آخر میں دادو ہول کر بولیں۔

"اماں ایسا مت سوچیں ایسا کچھ نہیں ہوگا سحرش کے بعد ہم جلد ہی لاج کے لیے بھی بر تلاش کریں گے۔ لاج کو ملکہ بیگم کے چنگل سے پوری طرح سے آزاد کرانے کے لیے اس کی شادی کسی اچھے لڑکے سے کرنا بہت ضروری ہے۔" عطیہ بیگم رسانیت سے بولیں۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو مگر لاج کے لیے رشتہ کہاں......" بولتے بولتے اچانک اماں کی زبان کو بریک لگا۔ آنکھوں میں یکدم جگنو ٹمٹما اٹھے۔ "ارے دیکھو تو مجھ بڑھیا کی عقل کو بچہ بغل میں اور ڈھنڈورا شہر میں۔" وہ خوشی وانبساط سے بھرپور لہجے میں بولیں۔

"کیا مطلب اماں۔" ثمن بیگم نے الجھ کر استفسار کیا۔

"ارے لاج کے لیے رشتہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔" دادو نے لاؤنج کے کونے میں شاپنگ دیکھتے ہوئے ایک نظر لاج کی جانب دیکھ کر کہا۔

"اپنا حشم......"
"کیا حشم......؟" دونوں بیک وقت بولیں پھر عطیہ بیگم مسرت سے بولیں۔
"اماں آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں سحرش کی شادی کے بعد پہلا کام بس یہی کریں گے۔"

❀......❀......❀

سحرش کو مایوں بٹھادیا گیا تھا گھر میں قریبی رشتے داروں کی آمدورفت شروع ہوگئی تھی کچھ لوگوں نے لاج کو دیکھ کر کافی حیرت واستعجاب کا اظہار کیا جبکہ باقی کی نگاہوں میں حسد اور ناپسندیدگی کے رنگ نمایاں تھے۔ سحرش کے ننھیال والے بھی دوسرے شہروں سے آچکے تھے۔ کل رات سے ہی لاج کے سر میں شدید درد تھا اور اس وقت وہ کچھ حرارت بھی محسوس کررہی تھی۔ مایوں کی رسم اٹینڈ کر کے وہ سحرش اور اپنے مشترکہ کمرے میں آئی تو چاروں طرف ابٹن اور مہندی کی رچی مہک اور کمرے کی ابتر حالت دیکھ کر اس کے درد میں مزید اضافہ ہوگیا وہ بیزار ہوکر کمرے سے باہر نکل آئی تو راستے میں ثمن چچی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔
"ارے لاج یہاں کیا کررہی ہو باہر لان میں چلو لڑکیاں گانے گارہی ہیں۔"
"چچی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے سر میں بہت درد ہے۔" وہ بے بسی سے بولی۔
"اُفوہ تو تم نے کوئی دوا لی اچھا ٹھہرو میں عالیان سے کہہ کر تمہیں ڈاکٹر کے پاس بھجواتی ہوں۔"
"اس کی ضرورت نہیں ہے چچی اور مجھے ٹیبلیٹ لینے کی عادت بھی نہیں ہے تھوڑا سو جاؤں گی تو درد ٹھیک ہوجائے گا۔" لاج سہولت سے منع کرتے ہوئے بولی۔
"تو اچھا ایسا کرو حشم کے کمرے میں سوجاؤ وہ کمرا نسبتاً کونے میں ہے اور وہاں شوروغل کی آواز بھی نہیں جائے گی۔" چچی کی بات سن کر وہ بدکی۔
"ک......کیا حشم کے کمرے میں......؟ نہیں چچی وہ شاید برا مان جائیں گے۔"
"ارے وہ تو شہر سے باہر ہے کل دوپہر میں آئے گا تم کچھ دیر آرام کرلو پھر تقریب سے فارغ ہوکر میں تمہیں اٹھانے آجاؤں گی۔" ثمن چچی اسے راضی کرتے ہوئے بولیں تو بادل ناخواستہ لاج مان گئی۔
"ٹھیک ہے چچی مگر رات میں مجھے ضرور اٹھادیجیے گا۔" لاج کو اس پل اپنے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل ہورہا تھا یہ کہہ کر وہ حشم کے کمرے کی جانب آگئی نفاست سے سجے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کے اعصاب یکدم پرسکون ہوگئے۔ کمرے کی سجاوٹ پہ مزید کچھ اور غور کیے بنا وہ حشم کے نرم وملائم بستر پر ڈھے گئی۔

❀......❀......❀
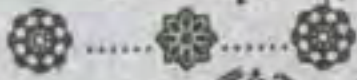
رات کے پچھلے پہر حشم گھر آیا تو لان میں تقریب کی باقیات نظر آئیں۔ دروازہ چونکہ چوکیدار نے کھولا تھا لہٰذا اس سے ظاہر تھا کہ گھر کے تمام افراد تھک کر سورہے ہیں۔ ورنہ عطیہ بیگم یا ثمن چچی جب بھی وہ گھر آتا فوراً اس کا استقبال کرتیں۔ اس وقت حشم بھی خود کو بے تحاشا تھکا ہوا محسوس کررہا تھا وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور سفری بیگ وہیں زمین پر رکھ کر صوفے پر ڈھے گیا۔ کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ کمرے کا پنکھا چل رہا ہے۔
"شاید کوئی کھول کر بھول گیا ہو۔" وہ خود سے بولا اور اپنے پیروں کو جوتے موزوں سے آزاد کرتے ہوئے تیزی سے اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے کے بعد شرٹ سے نجات حاصل کر کے وہ جونہی بستر کی جانب بڑھا تو اچانک ٹھٹک کر رک گیا کمرے میں کافی اندھیرا تھا مگر حشم کی آنکھیں اندھیرے سے کچھ مانوس ہوئیں تو اسے اپنے بستر پر کسی کا وجود دکھائی دیا۔
"یقیناً یہ عالیان میرے کمرے میں سوگیا ہے۔" وہ خود سے بولا اور باتھ روم میں فریش ہونے کی غرض سے چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باتھ گاؤن میں اپنے گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتا باہر آیا اور بڑے پرسکون انداز میں بیڈ کے دوسری جانب بیٹھ گیا۔ ابھی وہ لیٹنے کا ارادہ کرہی رہا تھا کہ اچانک اسے لیڈیز پرفیوم کی بھینی بھینی مہک کا احساس ہوا۔ اس نے الجھ کر ایک بار پھر چادر میں منہ سے پیر تک ڈھکے وجود کو دیکھا پھر نجانے کس سوچ کے تحت سائیڈ لیمپ جلا کر اس نے جونہی چادر منہ سے ہٹائی وہ ساکت رہ

گیا۔ یک دم اسے محسوس ہوا کہ اس کا دوران خون انتہائی تیزی سے گردش کر رہا ہے۔ کنپٹیوں پہ کسی نے انگارے رکھ دیے ہیں۔ طیش کی انتہا پر پہنچتے حشم نے انتہائی جھٹکے سے چادر ہٹائی اور بے سدھ سوئی لاج کا دایاں چوڑیوں بھرا ہاتھ اتنی سختی سے پکڑا کہ ڈھیروں کانچ کی چوڑیاں آن واحد میں چکنا چور ہو گئیں۔ تکلیف کے شدید احساس سے لاج نے ہڑبڑا کر جونہی آنکھیں کھولیں تو حشم گردیزی کو سنگین ترین تیوروں سمیت خود پر جھکا پایا اور اس پل اسے محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے جسم سے روح کھینچ ڈالی ہو۔ مارے خوف و دہشت کے بے ساختہ اس نے اپنی آنکھیں زور سے بھینچ ڈالیں۔

نجانے کتنے ہی پل بنا آہٹ کیے خاموشی سے گزر گئے مگر لاج کی لاکھ کوششوں کے باوجود آنکھیں کھول کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اچانک اسے اپنے چہرے پر تپش کا احساس ہوا۔ اس سے پہلے کہ یہ تپش اسے جھلسا دیتی۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں حشم گردیزی کا تپتا چہرہ صرف بال برابر کی دوری پر تھا۔ لاج نے جونہی گھبرا کر اپنا چہرہ اٹھایا اس کی صبیح پیشانی حشم کی کشادہ پیشانی سے ٹکرا گئی اور اسی سمے لاج کو لگا جیسے حشم گردیزی نے اسے پوری طرح بے بس کر دیا ہو۔ اس نے بالکل بے جان ہو کر اپنا سر دوبارہ تکیہ پر ڈال دیا اور ایک بار پھر آنکھیں بھینچ لیں۔ حشم گردیزی کی سلگتی انگلیوں کو جب اس نے اپنے ماتھے، ناک سے ہوتے ہوئے ہونٹوں پر محسوس کیا تو وہ جی جان سے لرز گئی۔ اس نے اپنا ساکت ہاتھ اٹھا کر حشم کے ہاتھ کو جھٹکنا چاہا مگر ایسا محسوس ہوا جیسے جسم ہاتھ و بازو سے عاری ہو۔ بڑی تگ و دو کے بعد اس نے اپنی انگلیوں کو جنبش دی اور اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔

اس نے حشم کی کلائی کو تھاما۔ لاج کی انگلیوں کے لمس میں مزاحمت تھی، رکاوٹ تھی جھجک تھی اور ایک نیا اجنبی احساس۔

”نبیل فاروقی ایسے ہی تمہیں چھو رہا تھا ناں!“ اور کہاں کہاں چھوا تھا۔ کیا یہاں......“ برف کے ٹکڑوں سے بھی زیادہ ٹھنڈے اور سخت الفاظ اور یخ بستہ ہواؤں کی تیزی سے زیادہ چبھتا لہجہ جس نے لاج کی روح میں اتر کر اس کے وجود کو زندگی سے محروم کر دیا مگر عجیب بات تھی اتنی ٹھنڈک نے بھی اس کی روح کو بری طرح جھلسا دیا تھا حشم گردیزی آنکھوں میں عجیب مگر ناقابل برداشت تاثرات لیے اس پر بے تحاشا جھکا اس کی گردن پر ہاتھ رکھے استفسار کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے حشم کے لمس نے جو ایک نامانوس احساس ایک میٹھا انجانا درد اس کے دل میں جگایا تھا اگلے پل اسے اپنی ہی نگاہوں میں گرا گیا۔ اس نے ایک اذیت کے عالم میں حشم گردیزی کے شانوں پر اپنے دونوں ہاتھوں کو جما کر پوری قوت سے پیچھے دھکیلا اور سرعت سے بستر سے اٹھی اور اپنے دوپٹہ اور حلیے سے بے نیاز ہو کر ننگے پیر دروازے کی جانب لڑکھڑاتی ہوئی مگر تیزی سے پہنچی اور کچھ ثانیے یونہی بے حس و حرکت کھڑے رہنے کے بعد رخ موڑ کر حشم گردیزی کی جانب دیکھ کر بولی۔

”حشم گردیزی مجھے اس دنیا میں سب سے زیادہ تم سے نفرت ہے۔ ہاں صرف تم سے نبیل اور مما سے بھی زیادہ۔“ یہ کہہ کر وہ یہ جا وہ جا ایک پل کو حشم گم صم رہ گیا پھر اپنے بیڈ پر پڑے لاج کے پیلے دوپٹے کو دیکھا اور دوسرے پل اس کا گولہ بنا کر صوفے پر اچھالا اور بستر پر لیٹا ہی تھا کہ یکدم اس کی پشت پر کوئی چیز چبھی۔ اس نے اٹھ کر دیکھا تو لال پیلی کانچ کی چوڑیوں کے بہت سے چھوٹے بڑے ٹکڑے چادر پر پڑے تھے۔ حشم گردیزی ان کانچ کے ٹکڑوں کو دیکھتا رہ گیا۔

❁......❁......❁

صبح جب گھر والوں نے حشم کو گھر پر دیکھا تو سب کو خوشگوار حیرت کا جھٹکا لگا۔

”ارے حشم بیٹا تم کب آئے؟“ ثمن چچی خوشگواری سے بولیں پھر معاً کچھ یاد آنے پر ماتھے پر ہاتھ مار کر گویا ہوئیں۔

”اوہ میں تو بھول ہی گئی لاج کو تمہارے کمرے میں کل رات بھیج دیا تھا۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ سحرش اور باقی لوگوں کے کمروں میں بہت شور و ہنگامہ ہو رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ جب تقریب ختم ہو جائے گی تو اسے اٹھا دوں گی۔ اور دیکھو...... میرا دماغ بالکل ہی بھول گئی۔“

”امی میں یہ سمجھی کہ لاج دادو کے کمرے میں ہے۔“ سحرش بھی نادم ہو کر بولی یہ سب سن کر حشم تھوڑا سا شرمندہ ہوا مگر پھر سر جھٹک کر بولا۔

”اٹس او کے۔ جب میں آیا تھا تو وہ کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔“

”مگر وہ اس وقت کہاں سو رہی ہے۔“ عطیہ بیگم تھوڑا پریشان ہو کر بولیں۔

”بڑی امی لاج آپی دادو کے کمرے میں سو رہی ہیں“ سنبل کچن سے ناشتے کی ٹرے لے کر باہر آئی تو عطیہ بیگم کا جملہ سن کر وہ جلدی سے بولی۔

لاج کو کافی تیز بخار ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر ابھی اسے چیک کر کے گیا ہے۔ میری بچی کو نظر لگ گئی۔ عین شادی کے دن بیمار ہو گئی۔“ دادو لاج کے سرہانے بیٹھیں اس پر قرآنی آیات کا دم کرتے ہوئے بولیں جو انجکشن کے زیر اثر سو رہی تھی۔

”اماں آج مہندی ہے سب ہال میں جائیں گے۔ لاج کے پاس کون ٹھہرے گا۔“ ثمن چچی پر سوچ انداز میں بولیں۔

”ارے یہ مہندی کی رسم کو دھوم دھڑکے سے ادا کرنا فرض تو نہیں ہے۔ تم لوگوں کا دل چاہا مہندی کی تقریب اتنے بڑے پیمانے پر کرنے کو تو میں نے اجازت دے دی ورنہ میں بالکل اس کے حق میں نہیں ہوں۔ ان شاء اللہ شادی میں لاج بھی بہتر ہو جائے گی تو میں خود سحرش کو رخصت کروں گی۔“ دادو تفصیل سے بولیں تو دونوں بہوؤں نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیے۔

❁......❁......❁

سحرش کی شادی خیر و عافیت سے انجام پا گئی تو مہمانوں نے بھی اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ لاج ناسازی طبیعت کی بدولت سحرش کے کسی بھی فنکشن کو اٹینڈ نہیں کر سکی۔ دادو نے اسے بالکل اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔ صرف سحرش کی رخصتی سے آدھا گھنٹہ پہلے ہال میں گئیں اور اسے دعاؤں کے سائے تلے رخصت کر کے فوراً گھر کی راہ لی اس تمام وقت میں ملازمہ لاج کے ہمراہ رہی گو کہ بخار تو اب اتر چکا تھا مگر نقاہت بے تحاشا تھی۔ اب وہ ان لوگوں کو کیا بتاتی حشم گردیزی نے اس کے جسم سے خون کا قطرہ قطرہ اپنے نوکدار لفظوں سے چوس لیا ہے اس کے وجود سے زندگی کی حرارت کو چھین لیا ہے۔

زندگی دھیرے دھیرے اپنے معمول پر آنے لگی۔ عالیان اور سنبل اپنی اپنی پڑھائیوں میں مصروف ہو گئے جبکہ حشم آج کل اپنے سرکاری دوروں کی بدولت ملک سے باہر تھا۔

”لاج بیٹا! کیا سوچا ہے تم نے مزید پڑھنے کا موڈ ہے تو میں تمہارا ایڈمیشن یونیورسٹی میں کروا دوں۔“ ولایت صاحب ایک دن ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد لاج سے پوچھ بیٹھے وہ چند ثانیے خاموش سی رہ گئی پھر اپنی ہتھیلیوں کو تکتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

”تایا ابو آپ تو جانتے ہیں ناں کہ میں ایڈمیشن نہیں لے سکتی مما اور نبیل۔“ وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

”یہ بات تو ہے مگر اس طرح ساری زندگی تم گھر میں چھپ کر تو نہیں گزار سکتیں ناں اور پھر تمہاری عمر پڑھنے لکھنے کی ہے۔ خوامخواہ گھر میں بیٹھ کر وقت ضائع کر رہی ہو۔“ لاج نے یہ سب خاموشی سے سنا مگر بولی کچھ نہیں۔

اب تایا ابو ہی اس کے وارث تھے وہ جیسا چاہتے تھے اب اسے ویسا ہی کرنا تھا۔

”تم فکر مت کرو ہم جلد ہی کچھ کرتے ہیں کہ یہ ملکہ بیگم اور نبیل کا عفریت تمہاری زندگی سے ختم ہو جائے اور تمہاری تعلیمی اسناد بھی لاہور سے منگوانے کی کوشش کرتا ہوں۔“ اسے خاموش دیکھ کر ولایت صاحب نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولے تو وہ سعادت مندی سے سر جھکا گئی۔

❁......❁......❁

”بیٹا تم نے تو میرے منہ کی بات چھین لی۔ میں بھی لاج کے لیے کچھ ایسا ہی سوچ رہی تھی۔ بے چاری سوائے ڈاکٹر کے علاوہ کتنے مہینوں سے کہیں باہر نہیں گئی۔ ملکہ کا خوف اسے ایک نارمل زندگی گزارنے نہیں دے رہا۔ مگر بیٹا کیا حشم اس رشتے پر راضی ہو جائے گا۔“ شاہجہاں بیگم نے استفسار کیا۔

"اماں لاج میں کس بات کی کمی ہے کہ حشم انکار کرے گا صورت شکل عادت واطوار لاکھوں میں ایک ہے۔" ولایت صاحب رسانیت سے بولے۔

"ہاں یہ بات تو ہے مگر بھائی صاحب حشم اور لاج دونوں کی مرضی ضرور معلوم کرلیجیے گا۔" وقار صاحب (سحرش کے والد) سنجیدگی سے بولے۔

"ہاں بھئی دونوں کی رضامندی تو ضرور لی جائے گی۔" ولایت صاحب سراثبات میں ہلا کر بولے۔

"تو پھر ٹھیک ہے نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔ ثمن تم لاج سے اور میں حشم سے معلوم کرلوں گی بس ذرا وہ گھر آجائے۔" عطیہ بیگم جوش وانبساط سے بولیں تو سب ان کی خوشی کو دیکھ کر مسکرادیے۔

اور پھر جب حشم گردیزی گھر لوٹا تو گھر میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔

"او مائی گاڈ! آپ لوگوں نے یہ سوچ بھی کیسے لیا۔ لاج...... یہ بالکل ناممکن ہے۔" عطیہ بیگم کی بات سن کر حشم مارے طیش کے تلملا اٹھا۔

"حشم تمہارا دماغ تو جگہ پر ہے۔ لاج کو تم ایسے دھتکار رہے ہو جیسے خدانخواستہ وہ کوئی گری پڑی لڑکی ہے۔" عطیہ بیگم غصیلے انداز میں بولیں۔ انہیں اپنے بیٹے کی بات پر افسوس کے ساتھ ساتھ غصہ بھی آیا۔

"امی وہ اس عورت کی بیٹی ہے جسے دادا جان نے کبھی اپنی بہو کے روپ میں قبول نہیں کیا۔ وہ بھلا اپنی ماں کو کیسے بتاتا کہ اس نے اپنی کزن کو کب کب کہاں کہاں کس انداز میں دیکھا۔ کاک ٹیل پارٹیز پر اس کا بے حجاب لباس پہننا مسٹر لاکھانی جیسے کرپٹ انسان کی سنگت میں وقت گزارنا اور...... اس رات فارم ہاؤس پر جب وہ اپنا سیل فون لینے آیا تو نبیل فاروقی! وہ بے حمیت و بے غیرت شخص اس پر جھکا...... اس سے آگے وہ مزید کچھ سوچ نہیں سکا اسے لگا جیسے اس کی کنپٹیاں پھٹ جائیں گی اگر اسے اس وقت معلوم ہوجاتا کہ لاج اس کے چچا کی بیٹی اس کے دادا کی پوتی اس کے خاندان کی عزت ہے تو وہ نبیل کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اسے چیل کوؤں کے آگے ڈال دیتا اور لاج...... اس کا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کردیتا۔

"حشم جب ہم بڑوں نے خصوصاً اماں نے لاج کو پورے خلوص اور کھلے دل سے قبول کرلیا ہے تو تمہیں کیا قباحت ہے؟ تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ وہ ہمارا اپنا خون ہے؟"

"میں یہی تو نہیں بھول پارہا کہ وہ ہمارا اپنا خون ہے۔" حشم گردیزی نے خودکلامی کی۔

"دیکھو بیٹا! وہ اپنوں کے درمیان آتو گئی ہے مگر اس عورت اور اس کے بھانجے کا خوف ہم سب کے سروں پر ننگی تلوار کی مانند لٹک رہا ہے لاج تو اس ڈر سے باہر بھی نہیں نکلتی کہ کہیں وہ لوگ اسے دیکھ نہ لیں۔" عطیہ بیگم اس کے خاموش چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ کر بولیں پھر مزید گویا ہوئیں۔

"وہ پھول سی بچی اب ہماری ذمہ داری ہے۔ ایک پرسکون اور عزت کی زندگی دینا ہمارا فرض ہے۔"

"ہونہہ پھول......" وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔

"کنول کا پھول چاہے کتنا ہی حسین نازک اور خوشبودار کیوں نہ ہو وہ آخر کھلتا تو کیچڑ میں ہے ناں جسے توڑتے وقت تھوڑی بہت کیچڑ ہمارے اوپر بھی لگ جاتی ہے۔" حشم گہرے لہجے میں بولا تو عطیہ بیگم بالکل خاموش ہوگئیں وہ جانتی تھیں کہ ان کا بیٹا روایتی مرد ہے جو عورت کی معمولی سی بھی لغزش کو معاف نہیں کرنے والا ہے۔

"بیٹا مانا کہ کنول کا پھول کیچڑ میں کھلتا ہے مگر یہ اس پھول کا مقدر ہے جسے کوئی نہیں بدل سکتا مگر مجھے یقین ہے کہ اب وہ پھول کیچڑ سے نکل کر ایک شفاف و چمکدار گلدان کی زینت بن گیا ہے تم سب فراموش نہیں کرسکتے۔" عطیہ بیگم جہاندیدہ خاتون تھیں اپنے بیٹے کی اندرونی کیفیت کو بخوبی سمجھ کر رسانیت سے بولیں۔

"نہیں امی عین ممکن ہے کہ میں اپنی فطرت سے مجبور ہوکر اس پھول کو ریزہ ریزہ کردوں بہتر یہی ہوگا کہ آپ اسے کسی اور قدردان کے ہاتھوں سونپ دیجیے جو اس کی دل وجان سے حفاظت کرے۔" حشم کے جواب پر عطیہ بیگم نے بغور اپنے بیٹے کی جانب دیکھا۔

"کاش اگر عالیان لاج سے چھوٹا نہیں ہوتا تو میں

لاج کو اس گھر سے کہیں نہیں جانے دیتی میں جانتی ہوں وہ معصوم ہے شفاف ہے مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہیں پھول کی خوبصورتی نہیں بلکہ کیچڑ کی گندگی دکھائی دے رہی ہے مگر میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی کیونکہ مجھے لاج اپنی اولاد کی طرح عزیز ہے۔" یہ کہہ کر عطیہ بیگم حشم کے پہلو سے اٹھ کر باہر چلی آئیں اور سیدھا اپنی دیورانی کے پاس پہنچ کر اسے لاج کو کچھ بھی بتانے یا اس سے کچھ بھی پوچھنے سے باز رکھا۔

"مگر بھابی......!"

"ثمن جس پیڑ پر اعتماد ومحبت اور اخلاص کی مٹی اور خوبصورت جذبوں کا پانی نہ پڑے تو وہ خاردار جھاڑی بن کر رہ جاتا ہے۔ اور پھر بالآخر سوکھ کر ختم ہوجاتا ہے بہتر یہی ہے کہ اب اس بات کو یہیں پر دفن کردیا جائے۔" عطیہ بیگم ثمن کی بات کاٹ کر سنجیدگی سے بولیں تو وہ بھی خاموش ہوگئیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"آنٹی لاج کا معلوم ہوگیا ہے کہ وہ کہاں ہے۔" نبیل انتہائی مشتعل ملکہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوکر بولا یہ سن کر ملکہ بیگم کے ہاتھوں سے میگزین چھوٹ گیا۔

"کیا...... واقعی؟ کہاں ہے وہ کلموہی ذلیل ہمارے اتنے عرصے کی پلاننگ پر پانی پھیر کر وہ کمینی کہاں روپوش ہوگئی تھی۔"

"مجھے پتا چلا ہے کہ وہ اسلام آباد میں ہے۔ حشم گردیزی کے گھر جو اس کے باپ کا گھر ہے۔ ایک ٹیلنگ سے اسے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"کیا......!"

وہ مارے حیرت و بے یقینی سے چلا پڑیں۔

"مگر...... وہ وہاں کیسے پہنچی؟ اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ لوگ اس کے ددھیال والے ہیں اور ان لوگوں نے اسے کیسے قبول کرلیا؟"

"اس بارے میں تو وہی بتائے گی فی الحال ان چیزوں پر غور کرنا بند کردو اور یہ سوچو کہ اسے حشم گردیزی کے گھر سے کیسے نکال کر لائیں وہ کمینہ معمولی انسان نہیں ہے۔" نبیل اپنی ہتھیلی پر طیش کے عالم میں مکا مار کر بولا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر میں بھی ملکہ ہوں سونے کی چڑیا کو اتنی آسانی سے اڑنے نہیں دوں گی۔"

"کمزور تو اتنا میں بھی نہیں ہوں جو لاج کی زندگی بخش دوں گا۔" نبیل پراسرار انداز میں بولا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

عطیہ بیگم نے کافی سمجھداری سے اماں اور اپنے شوہر کو سمجھا دیا کہ جب بیٹے کی مرضی نہیں ہے تو زبردستی رشتہ جوڑنا حماقت ہے۔ دادو یہ سن کر اداس ہوگئیں کہ حشم نے منع کردیا ہے مگر وہ اپنی بہو کی بات سے بھی متفق تھیں بات چونکہ بڑوں کے درمیان شروع ہوئی تھی لہٰذا خاموشی سے بڑوں میں ہی ختم ہوگئی تھی لاج سحرش اور عالیان و سنبل کے کانوں میں اس پورے قصے کی بھنک بھی نہیں پڑی تھی۔

عطیہ بیگم کی بھاگ دوڑ سے ایک مناسب رشتہ لاج کے لیے انہیں پسند آگیا۔ لاج کی تصویر دیکھ کر انہوں نے فوراً اسے پسند کرلیا تھا مگر اس سے باقاعدہ ملاقات کرنے وہ آج آرہے تھے۔ سحرش کو بھی فرقان صبح آفس جاتے ہوئے چھوڑ گیا تھا سنبل اور عالیان جن کے دلوں میں پہلے دن سے یہ بات گھر کرگئی تھی کہ لاج اور حشم کی جوڑی بالکل فٹ ہے سو انہیں یہ رشتہ خاصا ناگوار گزر رہا تھا البتہ سحرش نے بھی اسی قسم کے خیال کا اظہار جب اپنی ماں سے کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر اسے خاموش کرادیا کہ جو بھائی اور اماں کی مرضی ہے وہ ہی درست ہے۔ لاج اس قسم کی صورتحال سے خاصا گھبرا رہی تھی مگر سحرش اسے قدم قدم پر تسلی اور حوصلہ دے رہی تھی وہ لوگ باقاعدہ رشتہ دے گئے تھے۔ عطیہ بیگم اور دادو بہت خوش تھیں۔

"اللہ کا شکر ہے کہ ایک اچھے گھرانے میں میری بچی کا رشتہ پکا ہوجائے گا مسز انور تو کہہ رہی تھیں کہ آج ہی منہ میٹھا کردوں اپنی لاج پر واری صدقے ہورہی تھیں۔" دادو خوشی سے بولیں۔

"ہماری آپی تو ہیں ہی اتنی پیاری کوئی ایسا ہو ہی نہیں سکتا جو آپی کو پسند نہ کرے۔" سنبل چہک کر بولی۔

"بس ہمارے بھیا کی ہی نظر کمزور ہے۔" عالیان کی برجستہ بات پر سب کے مسکراتے چہرے یکدم تاریک

پڑ گئے جبکہ لاج کی آنکھوں میں پہلے تحیر پھر ناگواری کے رنگ ابھرے۔ صبیح پیشانی شکن آلود ہوگئی۔

''اچھا امی! پھر کب منہ میٹھا ہوگا؟'' سحرش ماحول میں اچانک درآنے والی کثافت کو دور کرنے کی غرض سے بولی۔

''بس ذرا حشم لڑکے کی انکوائری کرلے پھر بہت جلد منہ میٹھا کروادیں گے۔'' دادو سنجیدگی سے بولیں۔ لاج خاموشی سے اٹھ کر وہاں سے چلی آئی۔

پھر لڑکے کی چھان بین کے بعد بہت تیزی سے سارے مراحل طے پاگئے۔ لاج کے دل کی کیفیت بالکل خالی کمرے جیسی تھی جہاں صرف خاموشی اور سناٹا تھا۔ ایک گھمبیر چپ کہ دل کی دھڑکنوں کو سن کر وہ چونک اٹھتی۔

نبیل ایک دھماکے کے ساتھ ملکہ بیگم کے ہمراہ گردیزی ہاؤس میں آپہنچا تھا۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس گھر میں قدم رکھنے کی۔ فوراً سے پیشتر اپنے اس گھٹیا بھانجے کو لے کر یہاں سے چلی جاؤ ورنہ بہت برا ہوگا۔'' ولایت صاحب غصے سے کپکپاتے ہوئے بولے جبکہ اندر کمرے میں ثمن چچی سے بری طرح لپٹی لاج خوف ودہشت کے مارے کانپ رہی تھی۔

''کچھ نہیں ہوگا لاج آپی آپ کو یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ بالکل پریشان مت ہوں' میں نے حشم بھیا کو فون کردیا ہے۔ وہ بس آتے ہی ہوں گے۔'' عالیان اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔

''دیکھیے اماں میری بیٹی مجھے واپس کردیجیے میں خاموشی سے یہاں سے چلی جاؤں گی۔'' ملکہ بیگم ولایت صاحب کے غصے کو قطعاً خاطر میں لائے بغیر بولیں۔

''مت کہو مجھے اپنی گندی زبان سے اماں! تم نے ہماری لاج کو برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی وہ تو میرے رب کا شکر ہے کہ اس نے ہماری بچی کی عصمت اور جان کی حفاظت کی اور یہاں پہنچادیا۔''

''آنٹی میں آپ کی غلط فہمی دور کردوں' آپ کی بچی میری ہونے والی بیوی ہے اور ہم نے بہت سے دن اور راتیں ایک ساتھ......!''

''خاموش نانہجار......!'' ولایت صاحب ایک دم دہاڑے جبکہ انتہائی تیزی سے اندر آتا حشم گردیزی اپنی جگہ ساکت کھڑا رہ گیا۔

''خبردار جو میری پاکیزہ بیٹی پر رسوائی کے چھینٹے اڑانے کی کوشش کی۔''

''ہونہہ! آپ یقین کریں یا نہ کریں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' نبیل انتہائی ڈھٹائی سے کندھے اچکا کر بولا حشم سرعت سے لاؤنج میں داخل ہوکر بارعب لہجے میں بولا۔

''کہیے مسٹر نبیل! آپ کا یہاں آنا کیسے ہوا۔'' حشم کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر نبیل اور ملکہ بیگم چند پل کے لیے گھبرا سے گئے پھر ملکہ بیگم تنک کر بولی۔

''دیکھو بیٹا تم سمجھدار ہو یہ معاملہ یوں غصے سے حل نہیں ہوگا لاج میری بیٹی ہے میں نے اسے پالا ہے اور میرے بھانجے نبیل سے اس کی شادی ہونے والی ہے۔ وہ اس کی منگیتر ہے لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ تم ہماری لاج کو ہمارے حوالے کردو۔''

''دیکھیے محترمہ اول تو لاج کسی غیر کے گھر نہیں بلکہ اپنے باپ کے گھر پر ہے اور یہ سب اس کے اپنے ہیں۔'' حشم نے ٹھنڈے لہجے میں باقی سب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اور رہا منگیتر کا سوال...... تو ہم یہ منگنی ابھی اور اسی وقت توڑتے ہیں اور اب آپ لوگ یہاں سے جاسکتے ہیں۔'' حشم کے سرد جملوں نے ملکہ بیگم اور نبیل کو بری طرح آگ بگولہ کردیا۔

''دیکھیے حشم صاحب میں نہیں چاہتا باہر کی دنیا میں اس بات کا تماشا بنے اور گھر کی باتیں طشت ازبام ہوجائیں۔ لہٰذا دونوں گھرانوں کی عزت اسی میں ہے کہ سیدھے سبھاؤ سے آپ میری لاج کو مجھے سونپ دیجیے۔'' نبیل بھی اپنے اشتعال پر قابو پاکر ہموار لہجے میں بولا۔

''تم کتنے عزت دار ہو...... یہ میں خوب جانتا ہوں بہتری اسی میں ہے کہ یہاں سے چلتے بنو اور لاج کو بھول جاؤ۔''

''ارے واہ ایسے کیسے بھول جائیں اتنے سال اسے کھلایا' پلایا' پڑھایا اور اب کہتے ہو کہ ہم یہاں سے چلے جائیں۔ ایسا ہرگز ممکن نہیں ہم لاج کو لیے بنا یہاں سے نہیں جائیں گے۔'' حشم کی بات پر ملکہ بیگم بل کھا کر ناگن کی مانند پھنکار کر بولیں۔

''تم نے اسے صرف اپنے مقصد کے حصول کے لیے ابراہیم کی موت کے بعد اپنے پاس رکھا تاکہ وہ تمہارے لیے پیسے کمانے کی مشین بن جائے مگر...... یاد رکھنا ملکہ بیگم ہم عزت دار لوگ ہیں۔ لاج ہمارے گھر کی حرمت ہے اور اپنی حرمت کی بقا کے لیے ہم جان لے بھی سکتے ہیں اور دے بھی۔'' وقار صاحب ٹھوس انداز میں بولے۔

''آپ کی حرمت مجھے خود اپنی عزت سونپ چکی......''

''چٹاخ......'' نبیل کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوپائی تھی کہ حشم گردیزی کے زناٹے دار تھپڑ نے اس کے حواس چند ثانیے کے لیے گم کردیے۔

''اس سے آگے ایک لفظ بھی بولا تو گدی سے زبان کھینچ لوں گا۔ نکل جاؤ ابھی اور اسی وقت۔'' حشم لاوے کی طرح پھٹا جب کہ اندر بیٹھی لاج کو لگا کہ اس پل ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرجائے گی۔

''حشم گردیزی تمہیں یہ تھپڑ بہت بھاری پڑے گا۔'' نبیل اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''ایک بات اپنے چھوٹے سے ذہن میں اچھی طرح بٹھالو نبیل فاروقی...... مجھے کمزور سمجھنے کی بھول مت کرنا ورنہ تمہیں پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔'' حشم گردیزی سلگتی نگاہوں سے نبیل کو دیکھتے ہوئے مخصوص انداز میں بولا تو چند پل کے لیے نبیل خاموش رہ گیا۔

''ہم اس وقت جارہے ہیں مگر اماں بہتر یہی ہوگا کہ آپ لاج کو ہمارے حوالے کردیں۔'' ملکہ بیگم نے فی الوقت یہاں سے جانا مناسب سمجھا تھا مگر جاتے جاتے وہ شاہجہاں بیگم کو تنبیہہ کرگئیں۔

نبیل اور ملکہ بیگم کے جانے کے بعد حشم گردیزی خاموشی سے لاؤنج سے نکل کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

گھر کی فضا عجیب سی ہوگئی جب سے نبیل اور ملکہ بیگم یہاں سے گئے ہر شخص پریشان اور اپنی سوچ میں گم تھا۔ لاج کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے اس کے یہاں آنے سے اس گھر کا سارا سکون درہم برہم ہوکر رہ گیا تھا۔ عالیان نے فون پر سحرش کو اس بات کی اطلاع دی تو وہ بھی پریشان سی چلی آئی۔

''مجھے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا سحرش میں کیا کروں' اچھا بھلا تم لوگ اطمینان کی زندگی بسر کررہے تھے میرے آنے سے سب مصیبت میں آگئے ہیں۔ مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔'' لاج سحرش کے شانے سے لگی گلوگیر لہجے میں بولی۔

''تم نے کیا سمجھا ہے کہ ہم لوگوں نے چوڑیاں پہن رکھی ہیں یا ہم اتنے کمزور اور بزدل ہیں کہ ایک لڑکی کو پناہ نہیں دے سکتے۔'' نجانے حشم وہاں کب آپہنچا تھا۔ لاج کے جملے سن کر دل وجان سے سلگ کر بولا تو لاج جیسے کرنٹ کھا کر سحرش سے الگ ہوئی۔

''تمہارا کوئی قصور نہیں ہے لاج آج جو تم اس گرداب میں پھنسی ہو تو اس کے ذمہ دار ہم لوگ ہیں اگر ہمارے بزرگ ابراہیم چچا کو پسند کی شادی کی پاداش میں یوں دربدر نہ کرتے تو آج تم بھی ایک نارمل زندگی گزار رہی ہوتیں۔'' سحرش حشم کو طنزیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ بڑی امی نے اسے حشم گردیزی کے نادر خیالات جو لاج سے متعلق تھے اس کے بارے میں بتادیا تھا جب اس نے خود ہی بڑی امی سے لاج کو بہو بنانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ حشم گردیزی ابھی کچھ کہتا کہ یکدم فون کی گھنٹی بج اٹھی ناچار سحرش فون سننے اٹھی۔

''جی...... آنٹی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں......!''

سحرش دکھ سے بولی تو حشم اور لاج دونوں اس کی جانب متوجہ ہوگئے۔

''ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی۔'' یہ کہہ کر سحرش نے بوجھل دل سے فون رکھا۔ حشم نے اسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا مگر وہ کچھ کہے بنا خاموشی سے دادو کے کمرے میں چلی گئی پیچھے پیچھے حشم گردیزی بھی چلا آیا۔

''مسز انور کہہ رہی تھیں کہ انہیں کسی نے بتایا ہے کہ

لڑکی کا چال چلن ٹھیک نہیں ہے لہٰذا ہم یہ رسک نہیں لے سکتے۔ انہوں نے رشتہ توڑ دیا ہے۔'' سحرش بوجھل آواز میں سب کو بتا رہی تھی۔ لاج دروازے سے سن کر خاموش قدموں سے پلٹ آئی اور چپ چاپ بستر پر آ کر لیٹ گئی۔

''یہ سب اس ملکہ بیگم اور اس کے بھانجے کی کارستانی ہے۔ میری پھول سی بچی کے پیچھے پڑ گئے ہیں ہائے اب کیا ہوگا۔'' دادو بولتے بولتے یکدم رونے لگیں۔

''اماں پلیز حوصلہ کریں وہ لوگ ہماری بیٹی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میں کل ہی لاج کا نکاح کردوں گا۔'' ولایت گردیزی انتہائی اٹل انداز میں بولے تو وہاں بیٹھے سب لوگ بری طرح چونکے۔

''نکاح! کل مگر کس سے......؟'' عطیہ بیگم نے متعجب ہو کر استفسار کیا مگر ولایت گردیزی بیوی کے سوال کو نظر انداز کرکے حشم گردیزی کی جانب دیکھ کر مخاطب ہوئے۔

''تمہارا کل لاج کے ساتھ نکاح ہے تمہیں منظور ہے تو ٹھیک ہے وگرنہ کل میرے جنازے کو کاندھا مت دینا۔ میرا بیٹا صرف عالیان گردیزی ہوگا۔'' اس پل حشم کو لگا جیسے آسمانی بجلی اس پر گر پڑی ہو وہ اپنا جملہ مکمل کرکے یہ جا وہ جا جبکہ حشم حیرت و تحیر کی زیادتی سے کھڑا رہ گیا۔

''یہ...... یہ ڈیڈی کیا کہہ گئے میں لاج سے نکاح! امی پلیز یہ سب کیا ہے ڈیڈی کو سمجھایئے۔'' حشم حواس باختہ ہو کر عطیہ بیگم سے بولا مگر وہ بھی ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''حشم! اس صورت حال میں میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتی۔'' حشم نے مارے طیش کے اپنے بالوں کو مٹھی سے نوچ ڈالا اس نے دادو کی جانب امید بھری نگاہوں سے دیکھا مگر دادو نے بھی نظریں بچالیں جب کچھ نہ سوجھا تو پیر پٹخ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

''یہ...... یہ کیا کہہ رہی ہو سحرش، مم...... میرا نکاح حشم سے......'' انتہائی جوش انبساط سے سحرش نے اسے آ کر بتایا تو یہ سن کر وہ بھونچکا رہ گئی۔

''ہاں میری بنو جلدی سے بس دلہن بننے کی فکر کرو کل صبح تم دونوں کا نکاح ہے۔''

''اللہ نے ہماری خواہش کیسے پوری کردی ناں۔ تایا ابو نے حشم بھائی کو کچھ بھی کہنے کا موقع نہیں دیا ورنہ تو لگ رہا تھا کہ وہ ایک لمحے میں انکار کرکے چلتے بنیں گے۔'' عالیان کے جملے نے لاج کو بری طرح چونکا دیا۔

''تو یہ نکاح حشم کی مرضی کے خلاف کیا جارہا ہے۔ بھلا وہ شخص مجھے کیسے قبول کرسکتا ہے؟ جبکہ میں اس کی نظر میں......!''

''ارے اب سب کچھ سوچنا چھوڑو اور حشم بھائی کے سپنے دیکھنا شروع کردو۔ سچی تم دونوں کی جوڑی بہت جچے گی۔'' سحرش اسے چونکا کر بولی۔

''مگ...... مگر وہ......''

''افوہ اگر مگر چھوڑو ان شاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔''

سحرش اس کی بات کاٹ کر بولی۔

''سحرش کیا وہ اس رشتے پر اپنی مرضی سے راضی ہیں......''

''ارے لاج آپی آج پہلی بار میں نے بڑے ابو کو اتنے غصے میں دیکھا' انہوں نے کہا کہ یا تو لاج سے نکاح کرو وگرنہ میرا بیٹا صرف عالیان ہوگا۔'' سنبل سادگی سے بول اٹھی جبکہ سحرش نے اسے آنکھیں دکھائیں کہ خاموش رہے۔ مگر وہ کچھ نہیں لاج کے اندر سناٹے اترتے چلے گئے۔ اس نے اپنا دکھتا سر ہاتھوں میں گرالیا۔

''بڑے ابو اچھا نہیں کررہے حشم کے ساتھ۔ میں ان سے بات کرتی ہوں۔'' لاج ایک فیصلہ کرکے اٹھی۔

''پاگل مت بنو لاج بڑے ابو کچھ نہیں سنیں گے۔ دیکھو جو ہو رہا ہے جیسا ہو رہا ہے ہونے دو تم دیکھ لینا کچھ وقت بعد جب حشم بھیا اس رشتے کو قبول کرلیں گے تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' سحرش اسے روکتے ہوئے بولی تو لاج بے بس ہوگئی۔

❁......❁......❁

دستخط کرتے ہی ڈرائنگ روم میں مبارک باد کا شور اٹھا ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی حشم نے نکاح نامے پر سائن کیے تھے خاندان کے چند بزرگوں کے درمیان لاج اور حشم کا نکاح پڑھوا دیا گیا تھا۔

''ارے حشم ذرا سا مسکرا دو ابھی مسکرانے پر ٹیکس نہیں لگا۔'' فرقان اس کے سنجیدہ چہرے پر چوٹ کرتے ہوئے بولا تو حشم جبراً بھی مسکرا نہ سکا۔ دادو اور عطیہ بیگم تو چاہتی تھیں کہ لاج کو سحرش کے کمرے سے رخصت کرکے حشم کے کمرے میں بھیج دیا جائے مگر حشم کے سنگین تیور اور خراب موڈ کو دیکھ کر فی الحال رخصتی کا پروگرام ملتوی کردیا۔ ولایت گردیزی نے بھی مصلحتاً اس وقت رخصتی پر زور نہیں دیا انہیں بس یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ لاج اب حشم کی منکوحہ ہے اور اب نبیل اور ملکہ بیگم کے ناپاک ارادے کبھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

دن خاموشی سے ایک دوسرے کے پیچھے گزرتے چلے گئے۔ حشم حسب معمول اپنے بزنس میں مصروف تھا۔ لاج بخوبی جانتی تھی کہ وہ صرف اس کے وجود سے بھاگنے کی لیے خود کو گھر سے دور کررہا ہے۔ سحرش ان دنوں تخلیق کے مراحل سے گزر رہی تھی گھر میں سب ہی انتہائی بے صبری سے ننھے منے مہمان کی آمد کے منتظر تھے۔ حشم نے اپنے دوست سے کہہ کر نبیل فاروقی کے آفس میں انکم ٹیکس کی ریڈ کروادی تھی جس کے پاس سے بہت بھاری تعداد میں بلیک منی برآمد ہوئی تھی۔ وہ بری طرح سے عدالتوں کے چکر میں پھنس گیا تھا جبکہ ولایت گردیزی نے لاج کے تمام ڈاکومینٹس منگوا کر اس کا ایڈمیشن یونیورسٹی میں اکنامکس ڈپارٹمنٹ میں کرادیا تھا۔ یونیورسٹی میں داخلے کے بعد لاج بھی قنوطیت اور یاسیت کے سمندر سے تھوڑی بہت باہر نکلی تھی اس نے اپنی تمام تر توجہ پڑھائی پر مرکوز کردی تھی۔

ان ہی خاموش اور بے زار دنوں میں سحرش کی جانب سے خوش خبری آئی۔ اس کے گھر چاندی بیٹی ہوئی تھی۔ پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اتنے دنوں بعد حشم گردیزی کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آئی تھی وہ سحرش اور بچی کے لیے گفٹ لینے مال آیا تو سامنے ہی اس کی نگاہ خریداری کرتی ایک موہنی سی لڑکی پر پڑی وہ تیزی سے اس کی جانب آیا۔

''ارے مالیہ تم یہاں کیسے......؟'' لڑکی حشم کی آواز پر متوجہ ہوئی اور اسے دیکھ کر بے پناہ خوش ہوگئی۔

''او مائی گاڈ حشم یہ تم ہو! اف کتنے عرصے بعد ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔''

''جی میڈم پورے دس سال بعد۔'' حشم مسکرا کر بولا۔

''واقعی دس سال کتنی تیزی سے گزر گئے کہ معلوم ہی نہیں ہوا۔''

''لیکن تم تو بالکل ویسے کی ویسی ہو بس ذرا موٹی ہوگئی ہو۔''

''مگر تم بالکل نہیں بدلے بلکہ اور زیادہ ہینڈسم اور گریس فل ہوگئے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ چلڈرن ڈپارٹمنٹ میں کس کی شاپنگ کررہے ہو؟ اپنے بچے کی؟'' وہ ہمیشہ نان اسٹاپ بولتی تھی۔

''جی نہیں اپنی بھانجی کی مابدولت ماموں بن گئے ہیں۔'' حشم ہنس کر بولا۔

''اوہ اچھا مبارک ہو اور تم...... تم نے شادی وغیرہ تو کرلی ناں۔''

مالیہ کے سوال پر وہ ایک پل کے لیے خاموش ہوگیا نگاہوں میں یکدم لاج کا سراپا جھلملایا جسے دوسرے ہی لمحے اس نے زور سے جھٹکا۔

''نہیں جی ہم ابھی تک کنوارے ہیں اگر آپ ہمارے بارے میں سوچیں تو......'' مالیہ زور سے ہنس دی۔

''اوہ حشم تم ابھی بھی بالکل ویسے ہی ہو جیسے کالج میں ہوا کرتے تھے اگر اظہر نے سن لیا تو تمہیں کچا چبا جائے گا۔'' حشم نے ادھر ادھر دیکھ کر استفسار کیا۔

''یہ اظہر کہاں ہے تمہارے ساتھ نہیں آیا؟''

''وہ لندن میں ہے تمہیں تو معلوم ہے ناں کہ شادی کے بعد ہم لندن چلے گئے تھے میں یہاں اپنے چھوٹے بھائی کی شادی اٹینڈ کرنے آئی ہوں۔ تین مہینے تو یہاں رکوں گی اتنے سالوں بعد جو آئی ہوں۔'' وہ تفصیل سے بتاتے ہوئے بولی۔

''دیٹس ویری گڈ چلو تم سے ملاقات رہے گی مگر ابھی تو تم میری مدد کرو مجھے شاپنگ صرف اپنے لیے کرنی آتی ہے۔'' حشم آخر میں بے چارگی سے بولا۔

''سیکھ لو مسٹر آگے چل کر اپنی بیوی اور بچوں کی بھی شاپنگ کرانی پڑے گی۔'' وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولی۔

"بیوی اور بچوں کی ماں خود ہی شاپنگ کرلے گی۔" وہ تیزی سے بولا تو مالیہ حسب معمول ہنس دی۔

❁......❁......❁
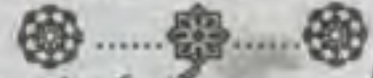
سحرش کی بیٹی کا نام پری گل رکھا گیا تھا' آج اس کا عقیقہ تھا جس میں فرقان اور سحرش نے قریبی لوگوں کو مدعو کیا تھا۔ یہ تقریب گھر کے لان میں منعقد کی گئی تھی۔

"آپی! پری گل بالکل میری طرح ہے دیکھیے تو اس کی ناک! کتنی شباہت آرہی ہے میری۔" سنبل پری گل کا ایک ایک نقش بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"اف سنبل! خدا کے لیے اس معصوم بچی کو تو بخش دو اپنی ناک اس کی نازک سی ناک سے ملارہی ہو۔" عالیان مصنوعی صدمے سے بولا تو سحرش اور فرقان دونوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑے جبکہ لاج کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آگئی۔

"آپ سب لوگ عالیان کا ساتھ دیتے ہیں اس نے میری ناک کی بے عزتی کی اور آپ سب ہنس رہے ہیں جایئے میں اب کسی سے نہیں بولتی۔" سنبل برامان کر روہانسی انداز میں بولتی اندر کی جانب بڑھی تو فرقان اور عالیان دونوں اسے منانے کے لیے پیچھے بھاگے۔

"لاج مہمان بس آنے ہی والے ہوں گے تم بھی چینج کر کے تیار ہوجاؤ۔" سحرش لاج کی جانب متوجہ ہو کر بولی۔

"لیکن میں تو یہی کپڑے پہن کر آئی ہوں تم تو جانتی ہو میں سیدھا یونیورسٹی سے یہاں آگئی تھی۔" وہ منمنا کر بولی۔

"کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ اتنے پھیکے رنگ کے کپڑے تم عقیقے کی تقریب میں پہنوگی تم کپڑے کیوں نہیں لے کر آئیں۔" وہ اسے سرزنش کرتے ہوئے بولی۔

"افوہ سحرش! ان کپڑوں میں برائی کیا ہے؟" لاج بے زاری سے بولی تو سحرش نے حقیقی معنوں میں اپنا سر پیٹ ڈالا۔

"تم تو ہو ہی عقل سے پیدل لڑکی چلو آؤ میں تمہیں اپنا کوئی سوٹ دیتی ہوں۔" پھر سحرش نے زبردستی اپنی قسمیں دے کر اسے اپنا آف وائٹ کلر پر مٹی رنگ کے موتیوں اور ستاروں سے مزین کام والا سوٹ پہنایا ہلکے سے میک اپ میں لاج بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"لاج تم اتنی حسین لگ رہی ہو کہ آج حشم بھیا......" بولتے بولتے اچانک سحرش رکی...... "میرا مطلب ہے سب حیران رہ جائیں گے کہ آسمان کا چاند زمین پر کیا کررہا ہے۔" سحرش سرعت سے بات بدل کر بولی تو لاج نے بھی کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

"مجھے داغ دار چاند سے ملانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اچھا اب تم بھی جلدی سے تیار ہوجاؤ۔" یہ کہہ کر لاج کمرے سے باہر نکلی کہ یکدم اسے کچھ دیر پہلے کہے اپنے ہی الفاظ کانوں میں سنائی دیے۔ "مجھے داغ دار چاند سے ملانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آہ...... مما اور نبیل کے ساتھ گزاری زندگی میرے لیے اتنی بدنما اور بدصورت داغ ہے کہ حشم گردیزی کے سامنے میں اپنی جان دے کر دوسرا جنم بھی لے لوں تب بھی وہ ان داغوں کو فراموش نہیں کرپائے گا۔" لاج دکھ سے خود سے بولی۔

مہمانوں کی آمدورفت شروع ہوچکی تھی اور پھر وہ بھی آگیا تھا۔ آف وائٹ کرتے شلوار میں فریش فریش سا اس کی مردانہ وجاہت پوری محفل میں نمایاں تھی۔ وہ قصداً ایسی جگہ بیٹھی جہاں حشم کی نگاہ اس پر نہ پڑے مگر دادو کو اس کے بنا چین نہیں آتا تھا فوراً عالیان سے ڈھونڈوا کر اسے اپنے پاس بٹھالیا تھا۔

"ارے حشم بھیا بھئی کیا اتفاق ہے' آج لاج بھابی نے بھی آف وائٹ رنگ زیب تن کیا ہے اور آپ بھی...... کیا یہ اتفاق ہے یا پھر......" حشم دادی سے ملنے ان کی طرف آیا تو عالیان انتہائی شوخی سے دونوں کو دیکھ کر حشم سے انتہائی شرارت آمیز لہجے میں بولا مگر حشم نے چڑ کر اس کا جملہ کاٹا۔

"تمہیں فضول بولنے کے سوا کچھ نہیں آتا۔" یہ کہہ کر وہ سحرش اور فرقان کی جانب بڑھ گیا مگر اس وقت لاج کو اپنی توہین کا بے پناہ احساس ہوا وہ سرخ چہرہ لیے وہاں سے اٹھی اور دادو جو سحرش کی ساس سے محو گفتگو تھیں ان سے نگاہ بچا کر سحرش کے کمرے میں آگئی۔ کھانے کے وقت

جب سحرش کو لاج کی غیر موجودگی کا احساس ہوا تو اس نے عالیان اور سنبل سے استفسار کیا پاس بیٹھے حشم نے بھی یہ بات سنی اور بالکل غیر ارادی طور پر ایک متلاشی نگاہ پورے لان میں ڈالی مگر لاج اسے کہیں دکھائی نہیں دی سب لوگ کھانے کے بعد خوش گپیوں میں مصروف تھے مگر حشم گردیزی کی غیر ارادی طور پر اٹھی نگاہیں بار بار لاج کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ تقریب کے اختتام پر جب تمام مہمان ایک ایک کرکے رخصت ہوگئے تو سحرش انتہائی خطرناک تیوروں سمیت کمرے میں آئی اور پھٹ پڑی۔

"حد ہوتی ہے لاج ساری تقریب میں تم یہاں کمرے میں آ کر چھپ گئیں۔ اس سے پہلے دادو کے پہلو میں بیٹھی رہیں نہ مووی بنوائی اور نہ تصویریں کیا تم میری خوشی میں دل سے شریک نہیں ہوسکتی تھیں۔"

"بھرپور شرکت کرنے کے لیے ہی تو میں دوپہر سے آ گئی تھی اور تمہارے کہنے پر میں نے تمہارا سوٹ بھی پہنا تھا۔"

"ہاں بہت بڑا احسان کیا ہے تم نے میرے اوپر۔" وہ منہ پھلا کر بولی تو لاج نے اسے منانے کی غرض سے دونوں ہاتھوں سے سحرش کے بازوؤں کو تھاما۔

"سوری میری پیاری بہن دراصل مجھے بہت تھکن ہو رہی تھی پلیز مجھے معاف کردو۔" لاج منت بھرے لہجے میں بولی تو سحرش بھی نرم پڑ گئی۔

"اچھا یہ بتاؤ کھانا تو ٹھیک طرح سے کھایا نا۔" سحرش نے استفسار کیا۔

"بالکل جناب یوں سمجھو دو دن کا کھالیا' اتنا لذیذ جو تھا۔" لاج شرارت سے بولی تو اچانک سحرش کو کچھ یاد آیا۔

"ارے لاج دادو کو گھر جانے کی جلدی ہو رہی تھی انہیں گھٹنوں میں درد ہو رہا تھا تمہیں لینے بھیجا اور دیکھو غصے میں میں یہ بات بھول ہی گئی۔"

"اچھا...... پھر جلدی باہر چلو۔" لاج یہ بات سن کر جلدی سے سحرش کے ہمراہ باہر آئی مگر وہاں پہنچ کر اس کے اعصاب کو زوردار جھٹکا لگا سب لوگ اسے چھوڑ چھاڑ کر چلتے بنے تھے۔

"یہ سب لوگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔" لاج روہانسی ہو کر سحرش سے بولی تو گیٹ کی جانب فرقان سے بات کرتے حشم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"سحرش! یہ سب مجھے چھوڑ کر کیسے جاسکتے ہیں؟" وہ باقاعدہ روہانسی ہوگئی۔

"ارے لاج باجی آپ تو ایسے پریشان ہو رہی ہیں جیسے کوئی بچی میلے میں کھوگئی ہو۔ حشم بھائی ہیں نا آپ ان کے ساتھ چلی جائیے گا۔" فرقان کی چھوٹی بہن سائرہ نے شوخی سے کہا تو دوسرا جھٹکا اسے حشم کا نام سن کر لگا چہرے پر آئے نافہم تاثرات حشم کی نگاہوں کی گرفت میں آئے تھے۔ اس پل وہ کچھ خاص سی لگی۔

"سحرش...... تم پلیز فرقان بھائی سے کہو کہ وہ مجھے چھوڑ آئیں۔" لاج پریشان ہو کر سحرش سے بولی تو وہ کچھ پل کے لیے خاموش سی ہوگئی۔ اگر وہ اپنے سسرال والوں کے سامنے حشم کی موجودگی میں اسے فرقان کے ہمراہ بھیجتی تو یقیناً وہ مشکوک ہوجاتے کیونکہ وہ لوگ لاج اور حشم کے درمیان رشتے میں موجود سرد مہری سے ناواقف تھے۔

"ارے لاج تم گئی نہیں......" فرقان کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ حیرت سے بولا پھر حشم پر نگاہ پڑتے ہی وہ معنی خیزی سے مسکرا کر گویا ہوا۔

"ہاں بھئی چاندنی رات ہے پرکیف و معطر ہوا فضا و ماحول خوشنما ہے اور پھر موقع بھی ہے اور دستور بھی لہٰذا فائدہ تو اٹھانا چاہیے۔" فرقان کی اس بات پر دونوں ہی سٹپٹا گئے حشم چلتا ہوا ان دونوں کے قریب آیا اور سحرش سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ گئی نہیں جبکہ عالیان تو کہہ رہا تھا کہ ہم سب جا رہے ہیں۔"

"اوہ تو یہ عالیان کی شرارت ہے عالیان کاش اس وقت تم میرے سامنے ہوتے......" لاج نے دل ہی دل میں دانت کچکچا کر سوچا۔

"لاج پلیز تم حشم بھائی کے ساتھ چلی جاؤ۔" اس صورتحال سے پریشان ہو کر سحرش کی منت بھری مگر سرگوشی میں ڈھلی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"سحرش میں تمہارے پاس ہی رک جاتی ہوں صبح یہیں سے یونیورسٹی چلی جاؤں گی۔" سحرش کی بات پر

لاج بھی آہستگی سے بولی مگر حشم گردیزی کے کانوں میں اس کی آواز بخوبی پہنچ گئی تھی لاج کی اس بات پر سحرش نے بے ساختہ حشم کے چہرے کی جانب دیکھا جو بخوبی اس کے اندر کی کیفیت کی غمازی کر رہا تھا۔

"سائرہ پلیز ذرا میرے ساتھ پری گل کے گفٹس اٹھالو۔" سحرش بہانے سے اپنی نند کو وہاں سے لے گئی اب وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے تنہا تھے۔

"ہمارے خاندان کا یہ دستور نہیں ہے کہ لڑکیاں اپنی بہن کے سسرال میں جا کر رہیں فوراً باہر آ کر گاڑی میں بیٹھو۔" حشم اپنے مخصوص انداز میں بولتا ایک بار پھر اس کا دل جلا گیا تھا اور خود فرقان سے اجازت لینے دوسری جانب پلٹا تھا۔ مارے طیش و بے بسی کے عالم میں لاج نے اپنی مٹھیوں کو بھینچا۔ وہ سحرش اور فرقان کو خدا حافظ کہہ کر خاموشی سے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی حشم کی پوری توجہ ڈرائیونگ کی جانب تھی جبکہ وہ بھی اپنے خیالوں میں مگن تھی کہ حشم کی آواز پر چونکی۔

"محترمہ کن جہانوں کی سیر کر رہی ہیں؟"

"آپ کو اس سے کیا؟" اتنے عرصے بعد لاج حشم سے مخاطب ہوئی تھی اسے تبھی حشم پر طیش آیا تھا۔

"آپ گاڑی ذرا اسپیڈ میں چلائیے مجھے گھر جا کر اسائمنٹ مکمل کرنا ہے۔" لاج اتنی بے زاری سے بولی کہ حشم کو اپنی اہانت کا شدید احساس ہوا۔

"تم مجھے......"

"ہاں ہاں میں آپ کی توجہ حاصل کرنے کے لیے یا پھر کوئی ایسی ہی اوٹ پٹانگ کوشش کے لیے یہ ڈرامہ کر رہی ہوں مگر پلیز گھر جلدی چلیے مجھے واقعی بہت کام ہے اور صبح ہی صبح اٹھنا بھی ہے۔" لاج حشم کی بات درمیان میں کاٹ کر تیزی سے بولی تو حشم چند ثانیے کے لیے بالکل خاموش اسے دیکھتا رہا۔ مٹے مٹے سے میک اپ میں ماتھے پر شکنوں کا جال سجائے ہلکی سرخ نیند سے بوجھل آنکھوں میں الجھن لیے وہ ضد پر آمادہ کرگئی۔

"او کے تمہیں جلدی گھر جانا ہے ناں تو ٹھیک ہے۔" حشم اسے عجیب نگاہوں سے دیکھ کر بولا اور پھر اگلے لمحے گاڑی فراٹے بھرنے لگی۔ جب کافی دیر تک گھر کا علاقہ نہیں آیا تو لاج پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔

"سحرش کے گھر سے ہمارے گھر کا فاصلہ اتنا زیادہ تو نہیں ہے پھر گھر......" کہتے کہتے یکدم اس کی زبان تالو سے چپک گئی۔

راول ڈیم کا راستا پہچان کر وہ حقیقی معنوں میں پریشان ہوگئی۔

"یہ...... آپ مجھے اس وقت یہاں کیوں لے آئے؟" ڈیم کی مبہوت کردینے والی خوب صورتی و دلکشی جو چاند کی روشنی میں جنت کا حصہ معلوم ہوتی ہے۔ اس پل ڈیم رات کی مہیب سیاہی میں مصنوعی روشنیوں کی سجاوٹ سے کوئی طلسم کدے کا منظر پیش کرتا دکھائی دیا۔

"حشم پلیز گھر چلیے سب ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔" لاج رومانوی ماحول کی رعنائی اور حشم کے ساتھ تنہائی کے احساس سے اندر ہی اندر خائف ہو کر منت آمیز لہجے میں بولی۔

"تم گھر والوں کی فکر مت کرو آج رات ہم اس ڈیم کے گیسٹ ہاؤس میں گزاریں گے۔" حشم لاج کے برعکس انتہائی سکون سے بولا تو حقیقی معنوں میں لاج نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"آخر آپ کیوں مجھے ستانے پر تلے رہتے ہیں کل مجھے ہر صورت میں اسائمنٹ جمع کروانا ہے۔" حشم کو لاتعلق بیٹھا دیکھ کر وہ مجبوراً نرمی سے بولی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ رات کی تاریکی اور پورے چاند کی نیلگوں روشنی میں ڈیم کی خوب صورتی اتنی رومان پرور اور سحر انگیز تھی کہ لاج کا دل بھی انوکھی لے پر دھڑکنے لگا تھا کچھ شادی شدہ جوڑے اس ماحول میں گم ان لمحوں کو جیسے اپنے لیے یادگار بنا رہے تھے۔ حشم گردیزی اسے اپنے ساتھ گیسٹ ہاؤس کی انتہائی پرشکوہ عمارت کے اندر لایا تو لاج کے جیسے ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

"حشم آپ چاہ کیا رہے ہیں کیوں مجھے پریشان کر رہے ہیں؟ اور دادو وہ کتنا فکر مند ہو رہی ہوں گی۔"

"تمہاری یہ دھونس یہ مرضی ختم کرنا چاہ رہا ہوں اور گھر والوں کی تم ٹینشن مت لو میں نے بتادیا ہے کہ تم میرے ساتھ میرے دوست کی شادی اٹینڈ کر رہی ہو اور ہمیں کافی

دیر ہوجائے گی لہٰذا آپ لوگ اطمینان سے سوجائیں۔" یہ سب سن کر لاج کے تلوے پر لگی اور سر پر بجھی۔ وہ آس پاس کے لوگوں کا خیال کرتے ہوئے نیچی آواز مگر غصیلے لہجے میں بولی۔

"آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں صرف آپ ہی دوسروں پر اپنی دھونس اپنی مرضی مسلط کرسکتے ہیں مجھے یونیورسٹی کل ہر صورت میں جانا ہے ابھی اور اسی وقت گھر چلیے۔"

"میں بھی دیکھتا ہوں کہ کل تم کیسے یونیورسٹی جاتی ہو۔" نجانے کیوں وہ اس پل لاج سے چاہتا تھا کہ وہ تمام چیزوں کو بالائے طاق رکھ کر صرف اس کی ذات کو اہمیت دے۔ اس کے سنگ قدم سے قدم ملا کر چلنے میں فخر محسوس کرے اس پل اس وقت اس لمحے وہ صرف اس کی قربت کے نشے میں مدہوش رہے مگر اس کے برعکس وہ رتی بھر بھی اسے توجہ دینے کو تیار نہیں تھی۔ لاج نے نادانستگی اس کی مردانگی کے زعم کو چوٹ پہنچائی تھی۔ جب اس نے حشم کے ساتھ گھر جانے سے بچنے کے لیے سحرش کی سسرال میں ٹھہر جانے کی بات کی تھی۔ حشم اسے بڑے استحقاق اور خود اعتمادی سے گیسٹ ہاؤس کے روم میں لے آیا جو ابھی نیچے اس نے استقبالیہ میں موجود مینیجر سے بک کروایا تھا اور کسی روم سروس کے بجائے خود ہی چابی لے کر کمرے کا دروازہ کھول دیا تھا جو نفاست و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھا۔

"حشم پلیز بات سمجھنے کی کوشش کیجیے مجھے یہاں وحشت ہورہی ہے۔" اس بار لاج لجاجت سے بولی۔

"اب وحشت ہو یا دہشت میں بہت تھکا ہوا ہوں اور اتنی لمبی ڈرائیونگ کرکے واپس گھر جانے کا قطعاً ارادہ نہیں رکھتا۔" یہ کہہ کر حشم انتہائی بے پروائی سے بستر پر چت لیٹ گیا تو لاج کو بے تحاشا رونا آنے لگا۔ وہ خاموشی سے کھڑکی کے پاس آ کر باہر جھانکنے لگی یہاں کھڑے ہوکر ڈیم کی خوب صورتی اور زیادہ بھرپور انداز میں اجاگر ہورہی تھی۔ کافی پل یونہی گزر گئے وہ باہر کا نظارہ دیکھنے میں انتہائی محو تھی کہ یکدم اسے احساس ہوا کہ پیچھے کوئی کھڑا ہے اس نے سرعت سے گردن موڑ کر دیکھا تو پاس کھڑے حشم کی آنکھوں میں اسے یوں خوف زدہ دیکھ کر مسکراہٹ در آئی۔ وہ بھرپور انداز سے مسکرادیا۔

"آپ یہاں کھڑے کیوں مسکرارہے ہیں اور......!"

وہ فقط اتنا ہی بول پائی تھی کہ اچانک حشم کے مضبوط بازوؤں نے اس کے نازک وجود کو اپنی آغوش میں بھرلیا لاج کو اس پل ایسا لگا جیسے اس کا دل حلق میں آ گیا ہو۔

"حشم" وہ اتنا ہی بول سکی اور وہ بادل کی مانند اس پر جھکا اور بھرپور انداز میں برس اٹھا لاج آج بھی اس کے آگے بے بس ہوگئی تھی۔

کب اس کا وصال چاہیے تھا
بس ایک خیال چاہیے تھا
کب دل کو جواب سے غرض تھی
ہونٹوں کو سوال چاہیے تھا
شوق ایک نفس تھا اور وفا کو
پاسِ مہ و سال چاہیے تھا
اک چہرہ سادہ تھا جو ہم کو
بے مثل و مثال چاہیے تھا

وہ لمحے وہ پل وہ ساعتیں جو حشم گردیزی کو نجانے کیوں خود ہی سے بے گانہ کرگئی تھیں آخر کیا ثابت کرتی تھی وہ قربت وہ فراقت وہ نزدیکی! کیا وہ میری ضد تھی جو لاج کے جارحانہ رویے سے پیدا ہوئی' کیا وہ محض استحقاق تھا۔ جس کا میں نے فائدہ اٹھایا کیا وہ محض کمزور لمحوں کی گرفت تھی جس نے مجھے بے بس کر ڈالا تھا یا کیا پھر وہ اپنائیت وہ خاص جذبے کا احساس وہ چاہت کا کیف تھا جو صرف اپنی شریک سفر کی قربت سے جاگتا ہے۔

رات کی تاریکی کی گود میں جب اجالے نے آنکھیں کھولیں تو ان دونوں کو احساس ہوا کہ جو تعلق جو رشتہ جو ناطہ محض کاغذ پر بے جان پڑا تھا آج نامعلوم جذبوں کی بدولت ایک واضح حقیقت کی شکل میں ان کی روحوں میں داخل ہوچکا ہے جسے اب وہ اپنی روحوں سے نکال کر توڑ نہیں سکتے۔ واپسی پر دونوں نے ہی ایک دوسرے سے بات نہیں کی اور نہ دیکھنے کی جسارت کی۔

صبح سات بجے جب وہ گھر پہنچے تو لاج سیدھا اپنے کمرے کی جانب دوڑی تھی مگر حشم وہیں لان کی بینچ پر الجھا الجھا سا بیٹھا رہا۔

لاج کے یونیورسٹی میں سمسٹر شروع ہوچکے تھے۔ وہ پوری طرح سے پڑھائی میں مصروف ہونے کی کوشش میں تھی مگر ذہن بار بار بھٹک کر اس جفاکش کی جانب پلٹ جاتا جس نے ایک بار بھی مڑ کر اس کی خبر نہ لی۔ حشم کے اس اجنبی رویے نے اس کے دل کے ہزاروں ٹکڑے بڑی خاموشی سے کیے تھے مگر وہ تو چپ کی مار کا فن بھی جانتا تھا جو بہت کاری تھا۔

حشم بزنس کے سلسلے میں سنگاپور جانے کی تیاریوں میں لگا ہوا تھا اور ایک دن وہ اس سے ملے بنا چلا بھی گیا۔ لاج نے چپکے سے اپنے ہاتھوں کی پشت سے آنکھوں کی نمی کو رگڑ اتھا۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

"لاج صاحبہ پلیز میری بات تو سن لیجیے۔" لاج اپنا آخری پرچہ دے کر نکلی تو عقب سے اسے ارمان کی آواز آئی' کتنا دامن بچا رہی تھی وہ اس شخص سے مگر وہ بھی بہت ثابت قدم اور مستقل مزاج تھا کئی دن سے وہ اس کو بھرپور طریقے سے نظر انداز کررہی تھی مگر آج تو وہ اس کے راستے میں آ کھڑا ہوا۔

"ایکچوئلی میں آپ ہی کے ڈپارٹمنٹ کا ہوں بلکہ آپ ہی کی کلاس کا۔" لاج کو تیکھے چتونوں سے گھورتے دیکھ کر ارمان گڑبڑا کر بولا۔

"مجھے اس بات میں کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ آپ اس ڈپارٹمنٹ کے ہیں یا کسی اور کے برائے مہربانی آئندہ اس طرح سے میرا راستہ روکنے کی کوشش مت کیجیے گا۔" لاج انتہائی رکھائی سے کہتی وہاں سے چلی آئی البتہ ارمان مرزا نے اسے دور تک پرعزم نگاہوں سے جاتا دیکھا تھا۔

"ہیلو ہاں عالیان کیسے ہو تم۔" حشم نے سنگاپور سے گھر فون کیا تو عالیان نے ریسو کیا پھر باری باری سب نے اس سے بات کی مگر صرف وہی نہیں آئی جس کی آواز لاشعوری طور پر اس کے کان سننے کے منتظر تھے۔ فون رکھ کر حشم کے اندر ایک عجیب قسم کی اداسی اندر ہی اندر سرایت کرتی چلی گئی۔ جسے وہ کوئی نام نہیں دے پایا۔ پھر ایک دن گھر میں دھماکہ ہوگیا۔ ارمان مرزا نے نجانے کہاں سے اس کا ایڈریس معلوم کرکے اپنے والدین کو

لاج ابراہیم کا رشتہ لینے بھیج دیا۔ اتفاقاً ولایت گردیزی گھر میں موجود تھے جب دادو اور عطیہ بیگم نے لاج کے نکاح کی بابت انہیں بتانا چاہا تو ولایت گردیزی یکدم مداخلت کرکے بولے۔

”ابھی دراصل ہماری کچھ مجبوریاں ہیں ہاں یا ناں کا جواب ہم آپ کو نہیں دے سکتے۔ ہمیں تھوڑا وقت دیجیے۔“ ولایت گردیزی کے منہ سے اتنی عجیب وغریب بات سن کر سب حیرت سے منہ تکتے رہ گئے۔

”آپ نے ان لوگوں کو صاف صاف انکار کیوں نہ کردیا کہ لاج کا نکاح ہمارے بیٹے سے ہوچکا ہے۔“ آج پہلی بار عطیہ بیگم اپنے شوہر سے الجھ کر بات کررہی تھیں۔

”آپ نے اپنے بیٹے کے کرتوت دیکھے ہیں ایک سال ہونے آیا ہے لاج اور حشم کے نکاح کو مگر اس نے رخصتی کا نام لینا تو درکنار کبھی ڈھنگ سے اس سے بات بھی نہیں کی میں حشم کا رویہ نہیں دیکھ رہا یا پھر آپ لوگوں نے پٹیاں باندھی ہوئی ہیں اسے ایئر پورٹ چھوڑنے سب گئے سوائے لاج اور اماں کے۔ اماں کی چونکہ ٹانگوں میں درد تھا مگر لاج وہ کیوں نہیں گئی اور نہ آپ کے اس ہونہار بچے نے اس کے بارے میں پوچھا۔ وہ بیوی ہے اس کی مگر اس کا رویہ اس کے ساتھ غیروں والا بھی نہیں‘ اتنے عرصے سے خاموش بیٹھے ولایت گردیزی آج لاوے کی مانند پھٹے تھے یہ سن کر سب کے سر جھک گئے۔ واقعی ولایت گردیزی غلط تو نہیں کہہ رہے تھے۔

”تو تو کیا چاہتا ہے کہ حشم سے لاج کا رشتہ توڑ کر ارمان مرزا سے جوڑ لیں۔“ دادو کافی غصے میں بولی تھیں مگر بیٹے کا جواب سن کر سناٹے میں آگئیں۔

”ہاں...... اب حشم کو فیصلہ کرنا ہے اور جلد از جلد کرنا ہے یا تو وہ لاج کو رخصت کرکے باقاعدہ ہماری بہو بنائے یا پھر اسے آزاد کردے تاکہ ہم اس کے مستقبل کو بہتر ہاتھوں میں سونپ دیں۔“ یہ سن کر باہر بیٹھے سنبل اور عالیان جو چھپ کر بڑوں کی بات سن رہے تھے چکرا کر رہ گئے۔ عالیان لمحے کے ہزارویں حصے میں لاج کے کمرے کی جانب بھاگا سب کچھ سن کر اسے ایسا لگا جیسے ایک خالی پن اس کے اندر اتر گیا ہو۔

”اب کیا ہوگا لاج آپی آپ پلیز حشم بھیا کو فون کرکے بلائیے۔“ سنبل خوف زدہ ہوکر بولی۔

”تایا ابو میرے سب کچھ ہیں وہ جو بھی فیصلہ کریں گے وہ فیصلہ میرا ہی ہوگا۔ اب تم لوگ جاؤ مجھے نماز پڑھنی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ وضو کرنے کی غرض سے باتھ روم کی جانب اٹھی تو دونوں ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھ کر رہ گئے۔

❁......❁......❁

اب کسی سے میرا حساب نہیں
میری آنکھوں میں کوئی خواب نہیں
خون کے گھونٹ پی رہا ہوں میں
یہ میرا خون ہے شراب نہیں
میں سرابی ہوں میری آس نہ چھین
تو میری آس ہے سراب نہیں

کتاب پڑھتے پڑھتے اسے ہلکی سی غنودگی آئی تو وہ سینے پر کتاب رکھ کر آنکھیں موندے ریلکس انداز میں بیٹھی ہی تھی کہ اچانک وہ طوفان کی طرح اس کے سرپر آن پہنچا۔

”تم جس بات کے سپنے دیکھ رہی ہو ناں وہ کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوں گے۔ وہ...... وہ تمہارا کلاس فیلو ہاں ممکن تھا کہ اس سے تمہاری شادی میں خود اپنے ہاتھوں سے کرواتا مگر...... اس بنا پر جب تم میرے نکاح میں نہ آئی ہوتیں۔ اور یہ بات تم اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھالو کہ اپنی ملکیت کو میں اپنی زندگی میں کسی کے بھی ہاتھ میں نہیں سونپتا۔“ شعلہ الفاظ مگر یہ کیا......! اسے لگا جیسے سخت حبس اور گھٹن زدہ ماحول میں اچانک ٹھنڈی ٹھنڈی پھوار برسنے لگی اور اچانک چاروں جانب جل تھل ہوگیا۔ وہ اس پر چلا کر یہ جا وہ جا جبکہ لاج کا دل چاہا کہ آج اتنا ہنسے اتنا کھلکھلائے کہ پوری دنیا کے لوگ بھی اس کی اس خوشی میں شریک ہوجائیں۔ یقیناً عالیان نے ہی حشم کو فون پر بتایا تھا آج لاج کو عالیان پر بے پناہ پیار آرہا تھا۔ حشم نے پہلی فرصت میں ارمان مرزا کے گھر والوں کو منشایا اور اپنے باپ کے اس اقدام سے روٹھ کر کسی ضروری کام سے باہر چلا گیا۔

”ابو یہ چکر میری کچھ کچھ سمجھ میں آرہا ہے آپ نے نفسیاتی حربہ استعمال کرکے حشم بھیا کی چپ کو توڑا ہے ناں۔“ عالیان کے استفسار پر ولایت صاحب مسکرا اٹھے۔

”بیٹا جی حشم چاہے کتنا ہی بڑا اور عقلمند کیوں نہ ہوجائے مگر میں تو اس کا باپ ہی رہوں گا ناں۔“ وہ خوشگواری سے بولے تو سب انتہائی محظوظ ہوکر ہنسنے لگے۔

❁......❁......❁

فون کی بیل مسلسل بج رہی تھی مگر کوئی اسے ریسیو کرنے نہیں آیا تو ناچار لاج کچن سے نکلی مگر اس سے پہلے عالیان منہ بناتا ٹی وی پر آتے اپنے پسندیدہ شو سے نظریں ہٹاتا وہاں پہنچ چکا تھا۔

”عالیان حد ہوتی ہے کتنی دیر سے فون کی بیل بج رہی ہے اٹھاتے کیوں نہیں۔“ لاج اسے سرزنش کرتے ہوئے بولی تو عالیان نے انتہائی بےزاری سے فون اٹینڈ کیا مگر نجانے مقابل نے کیا کہا کہ عالیان کے اوسان پوری طرح خطا ہوگئے۔

”ک...... کیا کیا کہہ رہے ہیں آپ کون سے ہوسپٹل میں اچھا ہم لوگ ابھی آرہے ہیں۔“ عالیان کی دگرگوں کیفیت دیکھ کر لاج ازحد پریشان ہوکر اس کی جانب بڑھی اور کچھ پوچھنے کا قصد ہی کیا تھا کہ عالیان نے بچوں کی طرح چلانا شروع کردیا۔

”امی...... امی...... دادو‘ ابو“

”ارے عالیان کیا ہوا؟ کیوں اس طرح چلا رہے ہو بچے سب ٹھیک تو ہے ناں۔“ عطیہ بیگم سب سے پہلے وہاں حواس باختہ سی پہنچیں۔

”امی...... امی بھیا کو کسی نے گولی ماردی ہے۔“ عالیان روتے ہوئے بولا تو لاج نے بے ساختہ اپنے ہاتھ کو اپنے منہ پہ رکھ کر چیخ روکی۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے عالیان کو دیکھے گئی۔

”ہائے میرا بچہ! نہیں میرے رب اولاد کی یہ آزمائش مجھ سے مت لینا میں تجھ سے اپنے بچے کی زندگی کی بھیک مانگتی ہوں یہ دکھ دکھانے سے پہلے یااللہ مجھے اٹھالے۔“ عطیہ بیگم صدمے کی کیفیت میں بے تحاشا رو کر بولیں تو لاج کا بھی ضبط جواب دے گیا وہ عطیہ بیگم کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

❁......❁......❁

حشم کی زندگی خطرے سے باہر تھی مگر ڈاکٹرز نے ابھی اسے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھا ہوا تھا۔ نبیل فاروقی کب سے بدلہ لینے کی تلاش میں تھا۔ حشم گردیزی نے انکم ٹیکس کی ریڈ کی بدولت اس کے بزنس کا دیوالیہ کردیا تھا اور اس پر کچھ مقدمات بھی عائد ہوگئے تھے کہ یہ بلیک منی اس نے کس طرح حاصل کی ہے وہ بہت چھوٹے پروں سے اونچی اڑان اڑنا چاہتا تھا مگر ایک ہی جھٹکے میں حشم گردیزی نے اسے زمین کی خاک چٹادی تھی اور اس وقت سے وہ اسے سبق سکھانے کے درپے تھا۔ حشم کو دو گولیاں لگی تھیں خوش قسمتی سے ایک تو بازو کو چھو کر نکل گئی تھی جبکہ دوسری شانے میں پیوست ہوگئی تھی جسے آپریشن کے ذریعے ڈاکٹرز نے نکال لیا تھا۔ پولیس نے نبیل فاروقی کو اپنی حراست میں لے لیا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے تقریباً دو ہفتے ہسپتال میں رہنے کی ہدایت کی تھی مگر وہ تین دن میں ہی گھبرا گیا تھا۔

”ڈاکٹر صاحب پلیز مجھے گھر جانے دیجیے میں گھر پر زیادہ پرسکون رہوں گا۔“ وہ لجاجت سے بولا۔

”نو ینگ مین کم از کم تمہیں دس دن تو رہنا ہی ہوگا۔“ وہ قطعیت سے بولے تو حشم نے انتہائی بے بس وامداد طلب نگاہوں سے عالیان کو دیکھا تو اسے ہنسی آگئی۔

”ارے بھیا‘ رہ لیں آرام سے ایسے موقعے بار بار نہیں آتے۔ دیکھیے ہر آدھے گھنٹے بعد کتنی خوبصورت پریاں مم...... میرا مطلب ہے کہ......“ عطیہ بیگم کو گھورتا دیکھ کر وہ گڑبڑا گیا۔

”حشم تم ضد مت کرو‘ ڈاکٹر صاحب تمہارے بھلے کے لیے ہی کہہ رہے ہیں اور عالیان تم جاکر دیکھو لاج اور سحرش کہاں غائب ہیں۔ وہ نیچے لان میں گئی تھیں۔“ عطیہ بیگم کے آخری جملے پر حشم جی جان سے سلگ اٹھا۔

”میں یہاں پٹیوں میں جکڑا پڑا ہوں اور انہیں سیر سپاٹے سوجھ رہے ہیں۔“ وہ دل میں بولا جب سے حشم کو

ہوش آیا تھا وہ ایک بار بھی اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔ اور اس بات کو حشم نے بہت شدت سے محسوس کیا تھا۔ عطیہ بیگم عالیان کو بھیجنے ہی والی تھیں کہ دونوں مسکراتی ہوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں۔

''لڑکیوں تم دونوں ذرا حشم کے پاس رہو میں تھوڑی دیر کے لیے عالیان کے ساتھ گھر جا رہی ہوں۔''

''مگر بڑی امی مجھے تو گھر جانا تھا فرقان کو فلو ہوگیا ہے۔'' سحرش جلدی سے بولی اور ساتھ ہی آنکھوں کے اشارے سے عطیہ بیگم کو اشارہ بھی کیا جسے وہ فوراً سمجھ گئیں۔

''تو میں یہاں اکیلی رہوں گی۔'' لاج منمنا کر بولی تو حشم نے ایک کٹیلی نگاہ اس پر ڈالی زرد رنگ کے کاٹن کے شلوار قمیص کے سوٹ میں ڈھیلی سی بالوں کی چوٹی بنائے وہ اسے اشتعال دلا گئی۔

''امی آپ ان موصوفہ کو بھی ساتھ لے جائیں مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔'' حشم کے اس قدر جل کر کہنے پر تینوں کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''ارے بھیا رہنے دیں ناں بھائی کو! یہاں کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر باہر کا نظارہ کریں گی۔'' عالیان مسکراہٹ دبا کر بولا اور پھر تینوں حشم کو خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئے۔ اب کمرے میں صرف وہ دونوں تھے۔ لاج آنکھیں جھکائے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کرکے جھجکتے ہوئے بولی۔

''وہ......وہ اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں۔'' لاج نے استفسار کیا۔

''بہت جلدی خیال آگیا پوچھنے کا۔ ویسے تو آپ نے یہ دعا کی ہوگی کہ میری جان آپ سے چھوٹ جائے اور......''

''بس اس سے آگے آپ ایک بھی فضول لفظ نہیں بولیں گے۔ ہمیشہ آپ میرے اوپر الزامات دھرتے ہیں اور آپ خود کتنے پانی میں ہیں یہ جانچا ہے کبھی آپ نے' صرف بڑے ابو کی دھمکی کی بدولت مجھ سے نکاح کیا اور عین ممکن تھا کہ آپ اس بوجھ سے خود کو آزاد کر لیتے مگر ارمان مرزا کے رشتے سے آپ کی مردانہ انا کو سخت ضرب لگی اور صرف اپنے پندار اور ضد کی خاطر آپ اب تک یہ رشتہ برقرار رکھے ہوئے ہیں۔'' لاج نے بھی آج حساب بے باک کرنے کا سوچ لیا اور بولتی چلی گئی۔

''تم......آہ......'' حشم گردیزی نے غصے سے اٹھنا چاہا کہ درد کی ایک ٹیس نے اسے بری طرح بے حال کر دیا وہ ٹوٹی ہوئی ٹہنی کی مانند بستر پر گرا لاج اسے تکلیف میں دیکھ کر بے ساختہ دوڑ کر اس کے پاس آئی۔

''یہ جھگڑا آپ ٹھیک ہو کر بھی کر سکتے ہیں میں کہیں نہیں جا رہی۔'' لاج اس کے بازو کی بینڈیج کو دیکھتے ہوئے بولی تو اچانک حشم گردیزی نے اپنا دوسرا ہاتھ آگے کر دیا۔

''جب ساری باتیں گنوا رہی ہو تو اس رشتے کا بھی تذکرہ کرو ناں جو اس رات ہمارے درمیان بندھا تھا۔'' حشم نے اس کا چہرہ اپنے قریب کرکے کان میں سرگوشی کی تو مارے حیا کے لاج سرخ پڑ گئی۔

''وہ......بھی آپ کی ضد کا نتیجہ تھی آپ یہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ میں صبح یونیورسٹی جاؤں۔'' وہ بمشکل بولی۔

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو مگر مجھے نہیں معلوم تھا کہ ان فسوں خیز لمحات میں میرا دل ہمیشہ کے لیے تمہارا اسیر ہو جائے گا۔ اگر میری بات پر یقین ہے تو بھروسہ کر لو جان حشم یہ دل اسیر ہے تمہارا۔'' وہ خمار آلود سرگوشی میں گنگنایا تو لاج کا دل چاہا کہ مارے تشکر کے اس کے سینے سے لگ کر رو دے مگر اس نے خود پر قابو پا کر سر اٹھا کر اپنا غصہ دکھانا چاہا تو اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی حشم نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

''سوری مائی لونگ وائف اپنی ہر کوتاہی کی معافی مانگتا ہوں۔'' وہ بے چارگی سے بولا تو لاج کی آنکھوں میں طمانیت کے ساتھ ہونٹوں پر محبت بھری مسکان آگئی اس نے بڑی سرشاری سے اپنا سر حشم گردیزی کے کشادہ سینے پر رکھ دیا۔

محبت اقرار مانگتی ہے اور حشم گردیزی کے اقرار محبت نے اس کے دل میں سکون بھر دیا تھا لاج نے طمانیت محسوس کرکے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور خود کو اپنی محبت کے سپرد کر دیا۔

قسط نمبر 29

وہ تغافل سے لگاتا ہے نئے زخم مگر
دل کے زخموں کو وہ گہرا نہیں ہونے دیتا
میری آنکھوں میں سجا دیتا ہے سپنے لیکن
کوئی سپنا بھی وہ سچا نہیں ہونے دیتا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

طغرل کے ہاتھ اٹھانے کے باوجود بھی پری اپنی ضد و ہٹ دھرمی پر قائم رہتی ہے۔ جس پر وہ اسے مزید جھاڑ کے رکھ دیتا ہے۔ اسے پری کی لاتعلقی اور برتاؤ سے شدید دکھ پہنچتا ہے۔ ہاجرہ ماہ رخ کو بتاتی ہے کہ اعوان اس سے ایک بار ملنا چاہتا ہے' دوسری جانب احمر غفران اس سے نکاح کی تیاریاں کر رہا ہوتا ہے وہ ہاجرہ کو انکار کر دیتی ہے۔ دوسری جانب دلربا جو چھپ کے ماہ رخ اور ہاجرہ کی باتیں سن رہی ہوتی ہے آگے کا لائحہ عمل ترتیب دینے لگتی ہے۔ زینب فاخر سے ملنے اور اس کے اور عائزہ کے درمیان ہونے والی غلط فہمیاں دور کرنے کی غرض سے اسلام آباد چلی آتی ہیں اور اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں مگر فاخر ان پر واضح کر دیتا ہے کہ اس کی زندگی میں اب عائزہ کی کوئی جگہ نہیں۔ زینب چپ ہی رہ جاتی ہیں۔ ہاجرہ ماہ رخ کو اس کے خلاف ہونے والی سازشوں سے آگاہ کرتی ہے اور درخواست کرتی ہے کہ وہ ایک بار اعوان سے مل لے جس پر وہ مان جاتی ہے۔ احمر غفران چند دنوں کے لیے محل سے باہر جاتا ہے۔ جب ہی ہاجرہ اسے گیسٹ روم لے آتی ہے جہاں اعوان اس سے معافی مانگتا ہے اور اسے اپنے ساتھ چلنے کا کہتا ہے جس پر ماہ رخ انکار کر دیتی ہے جب وہ کمرے سے باہر نکلتی ہے تو سامنے ہی احمر غفران کھڑا ہوتا ہے وہ لرز کے رہ جاتی ہے۔ اعوان اسے اندر کی جانب کھینچ لیتا ہے' احمر غفران اس وقت ہاجرہ کو اس کی بے پروائی پر مار رہا ہوتا ہے جب ہی اعوان ایک لمحے میں اس درندے کو ختم کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔ طغرل پری سے سخت بدگمان ہو جاتا ہے جب ہی دادی اسے بلا کر اس کے گم صم رہنے کا جواز پوچھتی ہیں۔ جس پر وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ بہت جلد اپنے گھر شفٹ ہونے والا ہے۔ دادی کو طغرل کی بات کچھ پسند نہیں آتی جب ہی پری چلی آتی ہے اور دادی جان کو اپنے اور طغرل کے بیچ ہونے والی گفتگو سے آگاہ کر دیتی ہے۔ شیری اپنی ممی کی طبیعت سنبھلنے پر پُرسکون ہوتا ہے جب ہی عادلہ کی متواتر کالز اسے پریشان کر دیتی ہیں وہ مسلسل اسے نظر انداز کر رہا ہوتا ہے وہ اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔ شیری اس پر اس کی حیثیت واضح کر دیتا ہے۔ جس پر وہ بجھ کے رہ جاتی ہے۔ مذنہ دادی جان کو کال کر کے اپنی بھتیجی وافیہ کے لیے طغرل کو رضامند کرنے کا کہتی ہیں اور ساتھ ہی وہ انہیں پارس میں اس کی دلچسپی سے متعلق بھی بتا دیتی ہیں' جس پر دادی جان کے ہاتھ سے فون گر جاتا ہے طغرل اور پری انہیں اسپتال لے آتے ہیں جہاں ان کو پتا چلتا ہے کہ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے' ان کی حالت مزید خطرناک ہوتی چلی جاتی ہے۔ جس پر پری صدمے سے بے حال ہو جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے۔

دکھ سا نجھا تھا...... تڑپ ایک تھی...... دونوں کے لبوں پر ایک ہی دعا تھی۔ دادی کی زندگی...... دادی کی صحت یابی کی...... دادی کی تندرستی کی۔

دل پر کسی بے حد چہیتی ہستی کے لیے جدائی کی ضربیں پڑ رہی ہوں تو درد کی شدت حد سے سوا ہو جاتی ہے کسی کے درمیان کتنا ہی لڑائی جھگڑا ہو ایسے میں سارا غبار از خود ہی رفع ہو جاتا ہے اور درد انہیں قریب کر دیتا ہے ان دونوں کے درمیان بھی گھمسان کی سرد جنگ چل رہی تھی۔ دونوں میں سے کوئی بھی سرنڈر کرنے کو تیار نہ تھا لیکن...... دادی کی حالت نے ان کو ایک کر دیا تھا وہ تمام ذاتی عناد و چپقلش بھلائے قریب بیٹھے تھے وہ اس کے شانے سے سر ٹکائے بے اختیار روئے جا رہی تھی۔

"پارس...... پلیز سنبھالو خود کو دادی جان کو ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے' ہماری دعائیں انہیں کچھ نہیں ہونے دیں گی' وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔" اس نے پری کا چہرہ اپنے شانے سے ہٹایا تھا نہ ہی رخ اس کی طرف موڑا تھا مگر اس کے انداز میں کوئی ترشی و خفگی کا تاثر بالکل نہ تھا اس کی آواز میں بھی وہ ہی درد و تڑپ تھی ویسا ہی سوز و تفکر تھا جو پری کی آواز میں پنہاں تھا۔ فرق تھا تو صرف آنسوؤں کا جو پری کے چہرے پر رم جھم کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور اس کے دل میں اس طرح برس رہے تھے جس طرح کوئی ویرانے میں برستی بارش سے بے خبر رہتا ہے۔

صباحت' عادلہ اور عائزہ کسی تقریب میں گئی ہوئی تھیں اور فیاض کو طغرل نے کئی بار کال کی اور ہر بار ہی ان کا سیل آف مل رہا تھا ویسے بھی وہ بزنس کے سلسلے میں مصروف ہوتے تھے تو سیل فون آف رکھتے تھے وقت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔

دادی انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں موت و زیست کے درمیان جھول رہی تھیں۔ نامعلوم ایسا کیا صدمہ پہنچا تھا کہ دل بے وفائی پر کمر بستہ دکھائی دے رہا تھا۔ سانسیں تھمنے اور زندگی کی دوڑ کمزور پڑنے لگی تھی۔ اندر باہر آتے جاتے ڈاکٹرز اور دیگر اسٹاف کے سپاٹ چہروں پر ان کے لیے فی الوقت حوصلہ افزائی والی کوئی بات نہ تھی' پہلے پہل طغرل ڈاکٹرز سے دادی کی کنڈیشن پوچھتا رہا تھا اور اب وہ بھی ساکت بیٹھ گیا تھا۔ اس کے دھیمے ہلتے ہونٹ دعاؤں میں مشغول تھے۔ مشینوں میں جکڑی آکسیجن کے ذریعے سانس لیتی دنیا و مافیہا سے بے خبر دادی کو وہ دیکھ کر آیا تھا تب سے اس کی سرخ ہوتی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔ ہنستی مسکراتی' نڈر و بہادر دادی کی بے بسی و بے کسی دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا پھر دوبارہ وہ اس طرف نہیں گیا تھا۔

پری کی منت سماجت کے باوجود اسے دادی کو دیکھنے نہیں دیا تھا کہ اس کو ادراک تھا وہ انہیں اس حالت میں دیکھ نہ پائے گی۔ صباحت اور عادلہ' عائزہ کو گھر میں خیرون سے خبر ملی تو وہ فوراً ہی چلی آئی تھیں اور ان کی آمد کے کچھ دیر بعد ہی پریشان سے فیاض بھی آ گئے تھے' طغرل کی زبانی ہی ان کو معلوم ہوا تھا۔ صباحت نے فون کر کے عامرہ اور آصفہ کو بھی باخبر کر دیا تھا' رات تک سب وہاں جمع تھے اذکار و نوافل کا سلسلہ جاری تھا۔ ہر چہرہ پریشان و آنکھ نم تھی' دعاؤں کے لیے ہونٹ ہل رہے تھے پری کے آنسو خشک نہیں ہو رہے تھے عادلہ اور عائزہ کو بھی دادی کی سیریس حالت نے متفکر و پریشان کر دیا تھا وہ بھی ان کی زندگی کے لیے دعائیں مانگ رہی تھیں۔

"پری...... میری بچی! بس اب چپ ہو جاؤ' سارا دن ہو گیا ہے تمہیں روتے ہوئے' تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی' تم فکر مت کرو ان شاء اللہ اماں جلد ٹھیک ہو جائیں گی' تمہارے پاس ہی ہوں گی اماں۔" آصفہ نے چپکے چپکے آنسو بہاتی ہوئی پری کو گلے لگاتے ہوئے جذباتی لہجے میں کہا اور خود بھی اس کے ساتھ آنسو بہانے لگی تھیں۔

"آپی! تم پری کو دلاسہ دینے کے ساتھ خود بھی حوصلہ ہار بیٹھی ہو' پری نے پہلے ہی کیا کم اپنی حالت رو رو کر خراب کر لی ہے جو اب تم بھی رونے میں اس کا ساتھ دینے لگی ہو۔" عامرہ زبان کی تیز تھیں تو ان کا حوصلہ و اعتماد بھی بے حد مضبوط تھا۔ غم ہو یا خوشی وہ موقع پر خود کو بڑی دانش مندی سے سنبھالا کرتی تھیں اس وقت بھی بڑی بہن کو حوصلہ ہارتے دیکھ کر نرمی سے

ان کو علیحدہ کر کے گویا ہوئیں۔

"پھوپو جان! میں دادی جان کے بغیر نہیں جی پاؤں گی۔" پری سسکتی ہوئی ان کی آغوش میں سما گئی تھی۔

"ان شاء اللہ کچھ نہیں ہوگا اماں جان کو تم ان کو ہنستا مسکراتا اسپتال سے لے کر جاؤ گی۔ اماں ہم کو شاید چھوڑ بھی دیں مگر یہ یقین ہے وہ تم سے بے وفائی نہیں کرسکتیں۔ تمہیں چھوڑ نہیں سکتیں' اماں نے تمہیں اس وقت نہیں چھوڑا تھا جب بھائی جان تم کو رکھنا نہیں چاہتے تھے' تمہاری مما کے ہمراہ بھیجنا چاہتے تھے اس وقت وہ اماں ہی تھیں جنہوں نے تمہیں سینے سے لگایا تھا اور پھر ہم نے دیکھا تھا اماں نے جتنی محبت تم سے کی جس قدر خیال تمہارا رکھا اتنا پیار انہوں نے ہم سے بھی نہیں کیا تھا۔" دھیرے دھیرے اس کے ریشمی بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ اس کو سمجھا رہی تھیں۔ آنسوان کے بھی بہہ رہے تھے لیکن وہ ضبط کر رہی تھیں وہاں موجود عائزہ اور عادلہ کی بھی آنکھیں برس رہی تھیں اگر ان میں کوئی اطمینان سے بیٹھا تھا تو صباحت بیگم تھیں جو اس پریشان کن حالات میں بھی پری کو اپنی مخصوص سوتیلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں' جس نے نندوں کو بھی اپنا ہمدرد بنالیا تھا جو ایک عرصے سے اس سے نفرت کرتی آئی تھیں اور اب......

"چچا جان!" طغرل تیز تیز چلتا اس طرف آیا۔

"چچا جان...... دادی جان کو ہوش آ گیا ہے۔ ان کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔" وہ فرط مسرت سے فیاض سے لپٹ کر بولا۔

❁......❁......❁
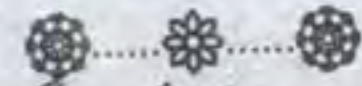
اعوان کو باہر نکلتے دیکھ کر اسے اپنی عبرت بھری بربادی دکھائی دینے لگی جب کہ وہ ہاجرہ کو جانور کی طرح مار کھاتا دیکھ کر انسانی ہمدردی کے جذبے سے لبریز آگے بڑھ رہا تھا اور ابھی وہ برآمدہ عبور کر نہیں پایا تھا کہ ماہ رخ بھاگ کر اس کے قدموں سے لپٹ گئی۔

"پلیز اعوان! باہر مت جاؤ' وہ ہاجرہ کو معاف کردے گا لیکن ہمارا جو انجام ہوگا اس کا تم سوچ بھی نہیں سکتے۔" اس کے ملتجی لہجے میں خوف و دہشت تھی اعوان رک کر حیرانی سے بولا۔

"وہ ہاجرہ کو مار دے گا' تم کو اس کی فکر نہیں ہے؟"

"وہ ہاجرہ کو مار دے گا اور ہمیں ایسی سزا دے گا جس سے زندگی بھی پناہ مانگتی ہے وہ ہمیں مارے گا نہیں اور جینے بھی نہیں دے گا۔" ماہ رخ کے لہجے کی وحشت میں قدرے کمی واقع ہوئی تھی کیونکہ باہر سے احمر غفران چلا گیا تھا ہاجرہ بے ہوش پڑی تھی۔

"اگر ہاجرہ مرگئی تو تم کو اس کے مرنے کا دکھ نہیں ہوگا؟ بہت پیار کرتی ہے وہ تم سے' یہ بات میں نے شدت سے نوٹ کی ہے۔" وہ دونوں کھڑکی سے باہر خاصے فاصلے پر گھاس پر بے سدھ پڑی ہاجرہ کو دیکھ رہے تھے ہاجرہ کے سبز سوٹ پر جا بجا سرخ خون کے نشانات دکھائی دے رہے تھے وہ گٹھڑی سی بنی ہوئی تھی۔

"ہاجرہ مرجائے گی۔" وہ کھڑکی سے ہٹ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے ہذیانی انداز میں مسکرا کر گویا ہوئی اعوان کھڑا ہی رہا وہ خاصا مضمحل تھا۔

"ہاجرہ مرچکی ہے...... وہ زندہ ہی کب تھی اس محل میں رہنے والی ہر وہ عورت مری ہے جو اپنی مرضی و اختیار سے بے دخل کردی گئی ہیں جن کو احمر غفران جیسے ہوس پرست گدھ مردار کر چکے ہیں۔" وہ اس وقت ہوش و حواس سے کسی حد تک بیگانہ لگ رہی تھی۔

"ہاجرہ مرجائے گی تو زندگی کی تکلیف دہ قید سے نجات مل جائے گی دعا کرو ہاجرہ مرجائے...... ہاجرہ مرجائے یہاں کی زندگی سے موت بہتر ہے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"میں تم کو مرنے نہیں دوں گا رخ!" وہ گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہوا اس کا چہرہ ہاتھ سے پکڑتے ہوئے جذباتی انداز میں گویا ہوا۔

"تم کچھ حوصلہ کرو میں تمام انتظامات کرچکا ہوں تم کو یہاں سے لے جانے کے' میں تمہیں یہاں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"نہیں نہیں...... ایسی کوئی حماقت مت کرنا' تم چلے جاؤ یہاں سے۔" وہ سراسیمہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے گویا ہوئی۔

"آج بلکہ ابھی چلے جاؤ خدارا یہاں سے چلے جاؤ۔"

"ہرگز نہیں' میں تم کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔" وہ قطعیت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"تم کو جانا ہوگا اعوان!"

"تمہارے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گا۔"

"یہ ضد کا وقت نہیں ہے۔"

"میں ضد نہیں کررہا ہوں۔"

"یہ ضد ہی تو ہے بلکہ بے وقوفی ہے میرے ساتھ ساتھ اپنی زندگی بھی خطرے میں ڈال رہے ہو۔"

"ایک بار غلطی ہوگئی تھی مجھ سے جو میں تم کو ساحر کے سہارے چھوڑ گیا تھا وہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے جو میں مرتے دم تک نہیں بھولوں گا۔" وہ آبدیدہ ہوگیا تھا۔

"یہ اب لاحاصل باتیں ہیں' مجھے اپنی خواہشوں کو حد سے زیادہ بڑھانے' سب کو دھوکہ دینے کی سزا اسی طرح ملنی تھی' تمہارا کوئی قصور نہیں ہے میں ہی احسان فراموش تھی' جھوٹی و مکار ناشکری و حاسد مجھے میرے کیے کی سزا ملی ہے۔" وہ آنسو صاف کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

"تم چلے جاؤ اعوان! مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے اب۔"

"ان حالات نے تم کو رخ بہادر و بڑے دل کا بنا دیا ہے تم نے کتنی آسانی سے مجھے معاف کردیا ہے مگر میں خود کو معاف نہ کرسکوں گا۔ میں اتنا اعلیٰ ظرف و حوصلہ مند نہیں ہوں میری وجہ سے تم اس جہنم میں آئی ہو اور......"

"بحث مت کرو' یہ عالی شان محل باہر سے جتنا خوب صورت ہے اندر اس کے اتنی ہی بھیانک کہانیاں سچائی کے لبادے اوڑھے چھپی ہوئی ہیں۔ یہاں کی بنیادوں میں نامعلوم کتنے ایسے لوگوں کی قبریں ہیں جو زندہ دفن کردیئے گئے ہیں' جن کے نام و نشان تک مٹا دیئے گئے ہیں۔" وہ اس کی بات قطع کر کے سمجھانے لگی تھی۔

"تم کچھ بھی کہو تم کو میرے ساتھ جانا ہوگا ورنہ میں موت کو گلے لگا لوں گا ابھی۔" اس نے پرعزم لہجے میں کہا۔

❁......❁......❁
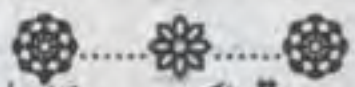
مسز عابدی کی طبیعت اب پہلے سے قدرے بہتر تھی لیکن وہ اپنی سنبھلتی بگڑتی طبیعت سے انجانے خوف و وسوسوں کا شکار ہوگئی تھیں اور اس بار قطعیت بھرے انداز میں وہ فیصلہ کرچکی تھیں کہ شہریار کو شادی کے لیے راضی کر کے ہی سکون سے بیٹھیں گی گو کہ اپنی اس دیرینہ خواہش کا تذکرہ وہ بار بار شہریار سے کرچکی تھیں وہ بھی وقتی طور پر ان کی ہاں میں ہاں ملایا کرتا تھا مگر نامعلوم کیوں شادی کے لیے سنجیدہ نہ تھا اور نہ ہی رشتے کی بات کرنے دیتا تھا۔ مسز عبادی نے اس کا حل یہ نکالا

بیٹیوں سے صلاح و مشورے کے بعد عابدی صاحب سے بات کرنے کی ٹھانی اور آج موقع ملتے ہی وہ شہریار کی شادی کا تذکرہ نکال بیٹھیں۔

"شیری کی شادی کرنا چاہ رہی ہیں آپ؟" وہ مسکرا کر مطمئن لہجے میں بولے۔

"آف کورس عابدی! کیا اب بھی میری آرزو پوری نہیں ہوگی؟ میری روز روز کی بیماریوں نے مجھے اس خوف میں مبتلا کردیا ہے کہ شاید میں شیری کی شادی کی خوشیاں دیکھے بنا ہی مرجاؤں گی۔" ان کے لہجے میں یاسیت و محرومی نمایاں تھی عابدی صاحب نے بے ساختہ ان کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئے۔

"یہ بے حد اسٹوپڈ بات کی ہے نور جہاں! موت تو برحق ہے لیکن موت سے پہلے موت کا خوف زندگی کی خوشیوں کو نگل لیتا ہے۔"

"میں موت سے نہیں ڈرتی، مگر اس وقت سے خوف میں مبتلا ہوجاتی ہوں اگر خدانخواستہ شیری کی خوشیاں دیکھے بغیر یہ دنیا چھوڑنی پڑگئی تو میری روح کو قبر میں بھی سکون نہیں ملے گا۔"

"اللہ نہ کرے جو ایسا وقت آئے ان تمام فضول سوچوں کو دل سے نکال دو ان شاء اللہ تم شیری کے بچوں کی خوشیاں بھی دیکھو گی ان کے ناز نخرے اٹھاؤ گی۔" وہ شوخ انداز میں مخاطب ہوئے تھے۔

"اللہ آپ کی زبان مبارک کرے عابدی! آپ خدارا بابا کو فورس کریں وہ شادی کے لیے سنجیدہ ہوجائے اب مجھ سے گھر کی ویرانی برداشت نہیں ہوتی ہے۔ بہو کے آنے سے گھر میں بہاریں رقصاں ہوجائیں گی۔" وہ ان سے علیحدہ ہوتے ہوئے ملتجی لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"ہوں..... آپ کی بے قراری دیکھ کر شیری سے بات کرنا ہی پڑے گی، مگر اس نے کوئی ایسی لڑکی پسند کر رکھی ہو جو آپ کے معیار پر پوری نہ اترتی ہو پھر کیا ہوگا؟" عابدی کے ذہن میں یہ خیال اچانک بجلی کی مانند چمکا تھا۔

"آفٹر آل وہ عمر کا اہم حصہ امریکہ جیسے ملک میں گزار کر آئے ہیں پھر میں فیل کرتا ہوں شیری کی طبیعت میں وہاں کے ماحول کی آزادی اور بے باکی قدرے حلول کرگئی ہے جس کو ہمارے معاشرے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے شیری کی پسند....."

"ارے چھوڑیئے آپ اس بلاوجہ کی لمبی چوڑی تمہید کو میں اس کی ماں ہوں اس کی پسند سے اچھی طرح آگاہ ہوں، یہ میں آپ کو بتادوں شیری نے کوئی میم شیم پسند نہیں کی ہے وہ لاکھ آزاد و بے باک سہی مگر دل سے وہ مشرقی مرد ہے اور مشرقی لڑکی ہی اس کی پسند ہے۔" مسز عابدی نے ان کا کوٹ ہینگ کرتے ہوئے مسرور لہجے میں کہا۔

"واہ بھئی، ماں اور بیٹے میں یہ تمام باتیں شیئر ہوگئی ہیں اور مجھے لاعلم رکھ کر کہا جارہا ہے شیری کو شادی کے لیے راضی کروں، واؤ امیزنگ۔ بیگم صاحبہ! آپ اس مشرقی لڑکی کا نام بتائیں گی جس پر ہمارے برخوردار کا دل آیا ہے۔" وہ بھی خاصے خوش و پُر اشتیاق تھے۔

"ابھی آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔" وہ چڑاتے ہوئے باہر نکل گئیں۔

❀.....❀.....❀
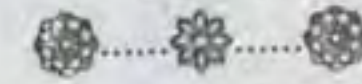
ایک ہفتہ گزر گیا تھا اماں جان کو اسپتال میں ایڈمٹ ہوئے اس عرصے میں ان کی طبیعت بہتری کی طرف گامزن تھی، وہ پرائیوٹ روم میں شفٹ ہوگئی تھیں روزانہ عیادت کے لیے گھر کے لوگوں کے علاوہ عزیز و اقارب بھی آتے تھے مسز عابدی تقریباً روز ہی آرہی تھیں دو بار عابدی صاحب بھی آئے تھے مگر نہ شیری ہی ان کے ہمراہ ہوتا تھا۔

اماں جان کبھی کسی بیماری سے شکستہ نہیں ہوئی تھیں لیکن اس بار وہ ہار بیٹھی تھیں ان کی بوڑھی آنکھوں میں ہر دم بھیگی سی دھندلاہٹ رہنے لگی تھی اور لب بھی بہت کم وا ہوتے تھے زیادہ تر وہ آنکھیں بند کرکے لیٹی رہتی تھیں ان کے پاس پری رہ رہی تھی۔ پہلے ان کی بیماری نے کم دل دہلایا تھا کہ مستزاد ان کی خاموش و سب سے بے پروا انداز نے اس کے کمزور سے دل میں عجیب سا ڈر بٹھادیا تھا اب بھی وہ کب سے ان کے زرد چہرے کو دیکھ رہی تھی جو دواؤں کے زیر اثر اردگرد سے غافل مدہوش لیٹی تھیں۔

"اماں جان! سارے لاڈ اپنی لاڈلی کے لیے ہی وقف کردیئے ہیں آپ نے ہمارے بچوں کے لیے تو کوئی ممتا ہی نہیں ہے آپ کے پاس۔" عامرہ آصفہ جب بھی میکے آتیں ان کی یہی شکایت ہوتی تھی۔

"پروردگار گواہ ہے یہ تمہارے دلوں کا بغض ہے ورنہ میں تو تمام بچوں کو ہی پیار کرتی ہوں، بیٹے و بیٹیوں کی اولادیں مجھ کو یکساں عزیز ہیں۔"

"رہنے دیں اماں! آپ ہر وقت گود میں اس پری کو چڑھائے رکھتی ہیں، ہمارے بچے تو آپ کی گود سے محروم ہی رہیں گے۔ یہ ڈائن ہمارے ساتھ ہمارے بچوں کا حق بھی ہڑپ کررہی ہے ناگن ماں کی ناگن اولاد۔"

"ارے اللہ کے غضب سے ڈرو تم لوگ، کیوں ہاتھ دھو کر اس معصوم کے پیچھے پڑی رہتی ہو اس غریب کو بخش دو اس کی ماں تو اس سے جدا ہوئی ہے ساتھ باپ نے بھی اس بے قصور کی طرف دیکھنا چھوڑ دیا ہے ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی وہ اپنی ہی بیٹی کی پرچھائیں سے بھی نفرت کرتا ہے۔" وہ اس کو سینے سے لگا کر رو پڑتی تھیں۔

"جس عورت نے وفا نہ کی تو اس کی بیٹی سے فیاض کس طرح وفا کی امید کرسکتا ہے وہ اس منحوس لڑکی سے بالکل درست نفرت کرتا ہے۔"

"آصفہ آپی آپ کے ہی کیا میری بیٹیوں کا حق بھی یہ پری چھین رہی ہے، اماں کو اس کے سوا کوئی نظر نہیں آتا ہے۔" صباحت بھی ان کا ساتھ دیتیں۔

"تم سب کی اولادوں پر ماں اور باپ کا سایہ سدا سلامت رہے اس ننھی پارس کے لیے تو میں ہی ماں ہوں اور میں ہی باپ ہوں۔ تم لوگ اپنی اپنی بولیاں بولتے رہو جس کی پروا میری جوتی کو بھی نہیں اور کان صاف کرکے سن لو آخری سانس تک میں پری کو خود سے جدا نہیں کروں گی۔" دادی کی بارعب و پُرعزم آواز اس کی سماعتوں میں گونج رہی تھی۔ کئی سال گزر گئے تھے مگر ان کا جاہ و جلال و بارعب آواز میں معمولی سی بھی کمی واقع نہ ہوئی تھی وہ اسی طرح صاف و کھری، منہ در منہ بات کرتی تھیں۔ پہلی بار وہ دبدبہ و جلال آواز سے غائب ہوکر لہجے کو کمزور بنا گیا تھا پری ان کے بے سدھ چہرے کو دیکھتے ہوئے رو رہی تھی بے آواز بلا جنبش ماضی کی ڈائری سے کئی ورق اس کی نگاہوں میں لہرا رہے تھے دادی کی بے تحاشہ محبت، بے انتہا پیار اس کو یاد آرہا تھا وہ اس کی خاطر اپنی بیٹیوں کو بھی خاطر میں نہ لاتی تھیں اور آج وہ اس سے غافل تھیں اور ان کی یہی خاموشی اس کے دل کے ٹکڑے کررہی تھی۔

"پلیز..... ڈونٹ ویپ۔" معاً اس کے شانے پر مضبوط ہاتھ ٹھہرا۔

"آپ..... آپ کب آئے؟" اپنے قریب کھڑے شیری کو دیکھ کر وہ اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کرنے لگی۔

"کچھ ہی دیر ہوئی ہے کس دنیا میں گم تھیں آپ..... اتنی گہری سوچ میں ڈوبی تھیں کہ میرے آنے کی خبر نہ ہوئی آپ کو؟" وہ مقابل آکر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔

”درست کہہ رہے ہیں آپ‘ میں ماضی کے جھروکوں میں جھانک رہی تھی۔“

”بے حد اپ سیٹ لگ رہی ہیں آپ کیوں؟ اب تو دادی جان کی طبیعت تیزی سے بہتر ہو رہی ہے چند دنوں میں ڈاکٹرز دادی کو ڈسچارج کردیں گے‘ میں ابھی وہاں سے ہی آرہا ہوں۔“

”رئیلی دادی جان کی طبیعت سے ڈاکٹر مطمئن ہیں؟“ وہ یکدم خوشی سے مسکرا کر بولی۔

”جی ہاں‘ ڈاکٹر مطمئن تو ہیں لیکن کچھ پریشان بھی ہیں کیوں نہ ہم یہاں سے باہر چلتے ہیں یہاں ہماری آواز سے دادی ڈسٹرب ہوسکتی ہیں۔“ معاً وہ چونک کر گویا ہوا۔

”یہ کیا بات کی آپ نے...... ڈاکٹرز بھلا پریشان کیوں ہونے لگے؟“

”بتاتا ہوں آپ یہاں سے باہر تو چلیے۔“ اس نے اصرار کیا پری نے دادی کی طرف دیکھا وہ گہری نیند سو رہی تھیں وہ گیٹ بند کرتی ہوئی باہر نکل آئی تھی۔ کوریڈور میں سناٹا چھایا ہوا تھا‘ سائیڈ میں بنے کاؤنٹر پر نرسیں موجود تھیں شیری اس سے چند قدم آگے چل رہا تھا‘ کوریڈور سے ملحقہ ٹی شاپ تھی۔ شیری نے وہاں سے کافی خریدی اور دونوں لان میں گھاس پر بیٹھ گئے۔

شام کا سرمئی آنچل دھیرے دھیرے دھرتی پر لہراتا جارہا تھا‘ موسم نے کروٹ بدلی تھی فضا میں خاصی خنکی اترنے لگی تھی۔

”ڈاکٹرز دادی جان کی حالت سے مطمئن بھی ہیں اور نہیں بھی‘ یہ بہت عجیب ہے شہریار صاحب! آپ صاف صاف بتائیے؟“ وہ کافی کے سپ لیتی ہوئی بردباری سے گویا ہوئی۔

”دادی کا کسی سے جھگڑا ہوا تھا؟“

”نہیں...... دادی سے بھلا کون جھگڑ سکتا ہے لیکن آپ یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہیں؟“ اس نے خاصی حیرانی سے دریافت کیا۔

”ڈاکٹرز کی رائے یہی ہے کہ دادی جان کو کوئی بڑا صدمہ پہنچا ہے کوئی اس طرح کی بات ہوئی ہے جس سے وہ اس بُری طرح ہرٹ ہوئی ہیں کہ فوری طور پر ہارٹ اٹیک کا شکار ہوگئی ہیں۔“ شیری کو جو ڈاکٹر کی زبانی معلومات حاصل ہوئی تھیں اس نے وہ پری سے شیئر کرنے میں دیر نہ لگائی تھی جواباً پری چپ ہوگئی۔

دونوں خاموشی سے کافی پیتے رہے‘ پری سوچ رہی تھی دادی نے ایسی کس بات کا صدمہ لیا جو ان کی جان پر بن آئی؟ اس کی ان فکروں سے بے خبر شیری چوری چوری اس کے دلکش چہرے کو دیکھتے ہوئے ان لمحوں کے امر ہوجانے کی دعائیں کررہا تھا۔ اس کو پری کے ساتھ اس طرح بیٹھنا‘ پری کا نرم لہجے میں بات کرنا‘ اعتماد و بھروسے کی علامت تھی۔ وہ اس کا اعتماد جیتنے میں دیر سے ہی مگر کامیاب رہا تھا ورنہ وہ اس کی پرچھائیں کو بھی نہ پسند کرتی تھی‘ بات کرنا تو در کنار اسے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔

”اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی ہے کسی سے بھی دادی جان کی۔“ خاصی دیر سوچنے کے بعد وہ نفی میں گردن ہلاتی ہوئی گویا ہوئی۔

”کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہوجاتی ہیں اور کسی کو پتا نہیں چلتا‘ یہ بھی تو ممکن ہے آپ کو ایسی کسی بات کا انہوں نے بتانا ضروری نہ سمجھا ہو۔“

”دادی مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہیں پھر وہ چھپائیں گی بھی کیوں اور ایسی کیا بات ہوگی جو وہ مجھ سے شیئر نہ

کریں؟“ وہ سخت الجھن کا شکار ہوگئی تھی۔

”شاید آپ ہی کی کوئی بات ہو‘ آپ کی ذات سے تعلق رکھتی ہو میری جب بھی ان سے گفتگو ہوتی تھی وہ آپ کے مستقبل کے لیے ازحد فکر مند رہا کرتی تھیں آپ کے والدین کے درمیان ہونے والی علیحدگی نے ان کو آپ کے مستقبل سے خوف زدہ کردیا ہے۔“ وہ اس کی قربت کی چاہ میں بات کو طول دے رہا تھا۔

”میری مما اور پاپا کی علیحدگی کو لمبا عرصہ ہوچکا ہے دادی جان اب کیوں اس حقیقت کو محسوس کریں گی؟ اس سے میرے مستقبل کا کیا تعلق ہے؟ خیر تعلق ہو بھی تو میں پروا نہیں کرتی اور دادی کو بھی نہیں کرنے دوں گی۔“ وہ رسٹ واچ دیکھتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

”دادی جان بے دار نہ ہوگئی ہوں‘ میں دیکھتی ہوں جاکر ان کو۔“

”اوکے میری طرف سے دادی جان کو سلام دیجیے گا‘ ابھی میری میٹنگ ہے اس لیے جارہا ہوں گھر واپسی سے پہلے یہاں سے ہوتا ہوا جاؤں گا۔“ وہ بھی رسٹ واچ دیکھتا ہوا بولا الوداعی جملوں کے بعد وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا‘ پری روم کی طرف چلی آئی شہریار کو وہ ٹال گئی تھی۔ مگر اس کا دل شہریار کی کہی گئی بات کی تصدیق کررہا تھا کوئی ایسی بات ضرور ہوئی تھی جس نے دادی کی یہ حالت کردی تھی مگر وہ کیا بات ہے؟

”فرصت مل گئی تم کو یہاں آنے کی؟“ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو دادی کے بیڈ کے قریب کرسی پر بیٹھا طغرل درشتگی بھرے لہجے میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔

”میں صرف دس منٹ میں واپس آئی ہوں۔“ اس کے انداز پر وہ سراسیمہ ہوئی۔

”دس منٹ میں بہت کچھ ہوسکتا ہے دادی جان کو کسی طرح سے نقصان بھی پہنچ سکتا تھا‘ ان کی ڈرپ میرے آتے ہی ختم ہوئی ہے‘ نرس سے نڈل نکلوائی تھی اگر میں ٹائم پر نہ آتا تو جانتی ہو کیا ہوتا؟“

”اوہ آئی ایم سوری‘ دادی کی ڈرپ کا خیال تو بالکل میرے ذہن میں آیا نہیں‘ شہریار مجھے کچھ بتانا چاہ رہے تھے میں جلدی میں ان کے ساتھ چلی گئی۔“ بہت بڑی کوتاہی سرزد ہوئی تھی اس سے وہ سخت شرمندہ ہوگئی تھی۔

”تم ضد کرکے یہاں رکی ہو دادی جان کی دیکھ بھال کرنے کے لیے ورنہ تم بخوبی جانتی ہو دادی کی حفاظت کرنے کے لیے لوگوں کی ہرگز کمی نہیں ہے پلیز اپنی ذمہ داری سمجھو‘ دادی کی حالت ابھی اتنی بہتر نہیں ہوئی ہے کہ تم ان سے غافل ہوکر شہریار صاحب کی باتیں سننے کی خاطر ان کو تنہا چھوڑ کر چلی جاؤ۔“ پنک کلر کی شرٹ میں اس کے چہرے کی سرخیاں کچھ زیادہ ہی نمایاں ہورہی تھیں‘ کچھ سرخی اس کی آنکھوں میں بھی چھلک آئی تھی۔

”شہریار سے میں کوئی گپیں نہیں لگارہی تھی وہ بھی دادی جان کے متعلق گفتگو کررہے تھے‘ پوچھ رہے تھے مجھ سے دادی جان کا کسی سے جھگڑا ہوا ہے؟ میں نے کہہ دیا دادی جان سے کون جھگڑ سکتا ہے تو کہنے لگے ڈاکٹرز کی رائے ہے کہ دادی جان کو کوئی ایسا گہرا صدمہ لگا ہے جس سے ان کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔“ اس نے بہت تحمل سے شہریار سے کی جانے والی گفتگو دہرادی تھی۔

”یہ بات مجھ سے بھی ڈاکٹرز نے ڈسکس کی تھی میں نے ڈنائی کردیا تھا پھر چچا جان نے صباحت آنٹی‘ عامرہ اور آصفہ پھوپوؤں سے بھی پوچھا شاید آپس میں کوئی ایسا اختلاف ہوا ہو جو دادی جان برداشت نہ کرسکی ہوں ان لوگوں نے حلف اٹھا کر کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے اور ان کی باتوں پر مجھے بھی یقین ہے وہ ایسی گھٹیا حرکت نہیں کرسکتیں جس سے دادی جان کی ایسی حالت ہوجائے۔“ اس کا لہجہ الجھا الجھا تھا۔ کچھ توقف ان کے درمیان خاموشی طاری رہی پھر وہ گویا ہوا۔

"جس وقت دادی کی طبیعت خراب ہوئی کون تھا روم میں؟"

"خیرون ڈسٹنگ کر رہی تھی میں لاؤنج میں عائزہ کے ساتھ بیٹھی تھی، خیرون کے چیخنے پر ہی طبیعت کا معلوم ہوا تھا پھر اس ٹائم کوئی اور روم میں تھا ہی نہیں۔" اس کی بات پر اس نے گہرا سانس لیا اس کے چہرے کے نقوش سے پریشانی و تفکر جھانک رہا تھا۔ وہ ڈھیلے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا تھا سر صوفے کی پشت گاہ سے لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

پری دادی کے بیڈ کے قریب رکھی چیئر پر بیٹھ گئی وہ دادی کے چہرے کو دیکھنے لگی جہاں ایک گہری خاموشی طاری تھی، سفید پلکیں ایک دوسرے سے پیوست تھیں ہلکے گلابی مائل ہونٹوں پر جامد خاموشی تھی، دائیں ہاتھ میں ڈرپ لگی تھی جو قطرہ قطرہ بے حد سست روی سے ان کی رگوں میں منتقل ہو رہی تھی اور اس کو لگا زندگی بھی اس طرح سست روی کا شکار بن گئی ہے۔

❁……❁……❁
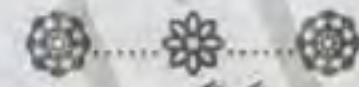
صباحت ابھی عادلہ اور عائزہ کے درمیان ہونے والی گفتگو اتفاقاً سن کر اس مسئلے کا حل سوچ بھی نہ پائی تھیں کہ اچانک اماں کی خراب ہونے والی طبیعت نے کسی حد تک ان کو بھی پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا چند دنوں میں اماں کی طبیعت سنبھلی تو وہ آج اسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آئی تھیں سب گھر والوں نے شکر کا سانس لیا اور وہ بھی عادلہ سے بات کرنے اس کے روم میں آئیں تو عادلہ کو واش روم میں الٹیاں کرتے دیکھ کر وہ شاکڈ سی دروازے کے پاس ہی کھڑی رہ گئیں۔

"ممی…… مجھے بچالیں۔" عادلہ بے حال انداز میں واش بیسن میں منہ ہاتھ دھو کر پلٹی اور ان کو کھڑی دیکھ کر گلے لگتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ صباحت کا سکتہ ٹوٹا انہوں نے عادلہ کو دور کرتے ہوئے تیزی سے دروازہ لاکڈ کیا اور اس کو غصے سے گھورتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"یہ کیا کیا تم نے عادلہ! ہمیں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا؟ ایسا کرنے سے پہلے اپنے باپ کی عزت کا تو خیال کر لیا ہوتا کچھ۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر وحشت زدہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"میں تم پر عائزہ سے زیادہ اعتماد کرتی تھی مجھے بے حد بھروسہ تھا تم پر لیکن وہ تم سے زیادہ مضبوط ثابت ہوئی اس بھیڑیئے سے اپنی عصمت بچا کر وہاں سے بھاگ آئی اور ایسی ہوس زدہ محبت سے توبہ کر لی پھر اس ناکردہ جرم کی سزا کاٹ رہی ہے فاخر اس کی پارسائی کا یقین کرنے کو تیار نہیں وہ اس کی آواز سننا بھی گوارا نہیں کرتا ہے حالانکہ خاوند ہے وہ اس کا' ایجاب و قبول ہوا ہے ان کے درمیان مگر وہ کسی بھی سمجھوتے پر راضی نہیں ہے اور تم……" تیز تیز بولتے ہوئے اس کی سانس پھولنے لگی تو وہ خاموش ہو گئیں۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی ممی! میں شیری کی باتوں میں بہک گئی تھی۔" اس کی آواز میں پچھتاوے لرز رہے تھے۔

"چند دنوں کی دوستی میں بہک گئیں تم عادلہ! شیری کو قابو کرنے کے اور بھی طریقے تھے اس نے تم کو پرپوز بھی نہیں کیا اور تم……"

"آپ نے ہی تو کہا تھا کسی بھی طرح شیری کو قابو کرنا ہے۔"

"وہ ہو گیا قابو…… پالتو بن گیا تمہارا…… بے وقوفی کی باتیں کرتی ہو مجھ سے اب کیا ہوگا میرا تو دماغ کام نہیں کر رہا ہے گھر میں کسی کو خبر ہو گئی تو بہت برا ہوگا اور فیاض کو خبر ہو گئی تو……" بے حد خوف زدہ انداز میں جھرجھری لے کر وہ بدحواس عادلہ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"ایسا نہیں ہوگا ممی! میں کسی نہ کسی طرح شیری کو شادی کرنے کے لیے راضی کر ہی لوں گی پلیز آپ کو میرا ساتھ دینا

ہوگا اس مشکل میں۔"

"ہونہہ میری زندگی تم نے مشکل میں ڈال دی ہے نامعلوم کس منحوس گھڑی میں اس دنیا میں آئی ہو تم لوگ جو تمہارے بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ میری مشکلات بھی بڑی ہو رہی ہیں۔ گڑھا پری کے لیے کھودا تھا تم نے بدچلن شیری کی نظروں میں اس کو ثابت کیا تھا اور گمراہی کے گڑھے میں خود گر گئی ہو لعنت ہو تم پر۔"

"یہ جو بھی ہوا اس میں شہ آپ کی دی ہوئی ہے آپ نے ہی کہا تھا شیری کو حاصل کرنے کے لیے جس حد تک بھی جانا ہو جاؤ۔" وہ روتے ہوئے بھی پوری طرح اپنی غلطی ماننے کو تیار نہ تھی۔

"شٹ اپ' منہ بند کروا اپنا' یہ تمہاری عادت ہے غلطی کر کے غلطی مانتی کب ہو رونا بند کرو کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے چلوں گی معاملہ صاف کرانے کے لیے مگر اس سے قبل ایک بار شیری سے بات کر لو وہ کیا چاہتا ہے؟"

❁……❁……❁
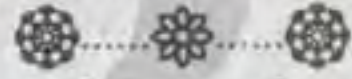
اعوان سے اس کی تکرار بڑھتی گئی تھی مگر اعوان اس کو یہاں چھوڑ کر جانے کے لیے بالکل بھی نہ مانا تھا پھر اس کو قائل کرنے کے لیے ماہ رخ کے پاس ٹائم بھی نہ تھا۔ احمر غفران محل میں موجود تھا اور وہ کسی بھی وقت کس موڈ میں آ جائے کچھ بھروسہ نہ تھا ویسے تو وہ نکاح ہونے تک اس سے ملاقات کرنے سے اجتناب برت رہا تھا مگر اس کی متلون مزاج طبیعت سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اس کی خواب گاہ میں آ دھمکے اور اس کو وہاں نہ پا کر وہ کیا کر گزرے کہ اس کی سخت مزاج فطرت سے سب کچھ ممکن تھا۔ مجبوری کے عالم میں وہ دوسرے راستے سے اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئی اور بیڈ پر پریشان کن انداز میں بیٹھ گئی۔

قید کسے پسند آتی ہے۔ پرندوں کو آزاد فضاؤں سے پکڑ کر سونے کے پنجرے میں بھی قید کر دو تو سونے کے پنجرے سے زیادہ اس کو اپنی آزادی قیمتی لگتی ہے وہ بھی تو طویل عرصہ یہاں گزارنے کے باوجود ان قیمتی درودیواروں سے مانوس نہ ہو سکی تھی مگر آج سے قبل اس کے دل میں یہاں سے فرار کی امنگ بھی بیدار نہ ہوئی تھی اور ہوتی بھی کیونکر کوئی تھا ہی نہیں جو اس کو وہ آزادی کے دنوں کی یاد دلاتا جب وہ بھی کسی حسین چڑیا کی مانند فضاؤں میں گھوما کرتی تھی۔

"ماہ رخ کن سوچوں میں گم ہو؟ خواہشوں کی دلدل میں پھر پاؤں رکھنا چاہتی ہو۔ تم تو پہلے ہی اس دلدل میں ڈوب چکی ہو کس طرح نکل پاؤ گی؟" اس کے اندر کوئی گھائل انداز میں بولا۔

"میں نکل جاؤں گی میں اس غلیظ دلدل سے نکلنا چاہتی ہوں میں پھر سے پاک وصاف ہونا چاہتی ہوں۔ اعوان مجھے موقع دے رہا ہے تو میں اس موقع کو ضائع کرنا نہیں چاہتی ہوں۔" وہ خود سے مخاطب ہوئی۔

"بے وقوفی مت کرو' اعوان کو جانے دو' وہ تم کو کسی طرح بھی یہاں سے نہیں لے کر جا سکتا' یہ علاقہ احمر غفران کا ہے یہاں اس کی حکومت ہے کوئی پرندہ بھی اس کی اجازت کے بنا پر نہیں مار سکتا پھر تم کس طرح اور کس کس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر جا سکتی ہو' وہ کوئی جادوگر تو ہے نہیں جو تم کو مکھی بنا کر لے جائے گا۔"

"ہاں میں کس طرح جا سکتی ہوں' میرا جسم ہی نہیں میری روح بھی تو احمر غفران کے پاس قید ہے۔ مجھے ایسے سپنے نہیں دیکھنے چاہئیں جن خوابوں کی تعبیر بہت بھیانک ہوتی ہے۔" وہ اٹھی اور واش روم کی طرف بڑھ گئی اور خاصی دیر تک منہ دھونے کے بعد کمرے میں آئی تو وہاں ذاکرہ کو اپنا منتظر پایا وہ ٹرالی لیے کھڑی تھی۔

"رانی صاحبہ! قہوہ سادہ لیں گی یا دودھ کے ساتھ؟" اس کو دیکھ کر وہ مؤدبانہ انداز میں استفسار کرنے لگی۔

"دودھ ڈال دو۔" وہ کہتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی اس کی نگاہیں ذاکرہ پر تھیں' سفید رنگت و متناسب جسم والی ذاکرہ ادھیڑ عمر

میں بھی خاصی پرکشش تھی، بے حد نفاست سے چائے بنا کر اس نے پیش کی تھی۔
"ذاکرہ! احمر غفران نے ہاجرہ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"
"آپ کو نہیں پتا رانی جی! اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔" ذاکرہ کے دبے دبے لہجے میں خوف تھا۔
"وہ مجھے معلوم ہے میری وجہ سے ہی اس بے چاری کی حالت بُری ہوئی ہے لیکن وہ اس وقت کہاں ہے ملازم اٹھا کر اس کو کہاں لے گئے ہیں۔"
"رئیس کے حکم پر اس کو تہہ خانے میں ڈال دیا گیا ہے۔"
"تہہ خانے میں...... اس کی چوٹوں کا علاج نہیں کیا گیا ہے؟" وہ ہاتھ میں پکڑا کپ ٹرالی پر رکھ کر بے چین لہجے میں بولی۔
"رئیس کا حکم نہیں ہے۔"
"وہ درد سے تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔"
"بھوک و پیاس سے بھی۔ اس کو کھانا و پانی دینے پر بھی پابندی ہے کیا؟" ماہ رخ سخت حواس باختہ تھی۔
"اس سے ملنے پر بھی پابندی ہے رانی صاحبہ! رئیس کا حکم ہے تین دن تک اس کو کوئی دیکھے گا ہی نہیں اور کسی میں بھی جرأت نہیں ہے جو رئیس کے حکم سے سرتابی کریں۔"
"تین دن تک اس حالت میں وہ کس طرح زندہ رہے گی؟"
"60 سال ہو گئے ہیں مجھے یہاں پر اتنے سالوں میں بے شمار لوگوں کو زندہ اس تہہ خانے میں جاتے دیکھ چکی ہوں مگر مردہ حالت میں انہیں وہاں سے نکالا جاتا ہے اور رات کے ہی اندھیرے میں گڑھا کھود کر دفن کر کے جگہ برابر کر دی جاتی ہے اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی ہے۔" ماہ رخ کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

❀......❀......❀

ان کے درمیان ہونے والی رنجش خلیج کی صورت اختیار کر گئی تھی وہ پری سے سخت ناراض تھا بلکہ بدگمان ہو کر رہ گیا تھا۔ طغرل نے گھر کی کنسٹرکشن میں زیادہ ٹائم دینا شروع کر دیا تھا۔ ویسے بھی آج کل وہ ذہنی طور پر پریشان تھا۔ متواتر مذنہ کی کالز آ رہی تھیں اور وہ اس کو فورس کر رہی تھیں وانیہ سے شادی کرنے پر وہ راضی ہو جائے طلحہ اور فریحہ نے اپنی پسند سے شادیاں کی تھیں۔ وہ ان شادیوں پر دل کے ارمان پورے نہیں کر سکی تھی اب دل کے تمام ارمان وہ اس کی اور وانیہ کی شادی پر پورے کرنا چاہتی تھیں۔ یہ ان کی گفتگو کا لب لباب ہوتا تھا۔
سڈنی میں وانیہ نے مذنہ کی شہ پر ہی اس کو اپنی محبت کے جال میں پھانسنے کی پوری پوری کوشش کی تھی جبکہ وہ پری کی محبت میں ڈوب چکا تھا۔ خوب صورت و تیکھے نقوش والی وانیہ کے ہر جال کو اس نے مات دے دی تھی وہ بھی ڈھیٹ لڑکی تھی اس سے دست بردار ہونے کو قطعی تیار نہ تھی وہ ہر ممکن اس کو پانے کی کوشش میں مگن تھی وہ اس کی کالز ریسیو نہیں کرتا تھا تو وہ میل بکس پر اپنے میسجز پوسٹ کیا کرتی تھی اور وہ اگنور کرتا رہا۔
"تم یہیں ہو تھینکس گاڈ ورنہ میں سمجھ رہا تھا کہ تم کوئی دوسری دنیا دریافت کرنے نکل پڑے ہو جو پلٹ کر کسی کی خبر نہیں لے رہے۔" معید نے آفس میں آتے ہوئے خاصے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"ہاہا یہ کیا فارمیلٹی ہے سلام نہ دعا آتے ہی طنز کا تیر دے مارا۔" وہ اٹھ کر اس سے گلے ملتے ہوئے ہنس کر گویا ہوا۔
"انداز نانی اور جان جان والا ہے مگر ان جیسی محبت کرنے والے بھی بنو۔" وہ خفا خفا سا علیحدہ ہو کر کرسی پر بیٹھتے

ہوئے بولا۔

"شی از اے گریٹ پرسن میں چاہ کر بھی دادی جان کی طرح نہیں بن سکتا یار دادی جان بہت نائس ہیں۔"

"اور تم نان سینس ہو کئی ہفتے گزر جاتے ہیں اور تم پلٹ کر خبر لینا دور کی بات کال تک ریسیو کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہو یعنی بے مروتی و بے حسی کی حد ہی کردی ہے تم نے۔" معید کے شکوے شکایتیں کم ہونے میں نہیں آرہی تھیں۔

"کول ڈاؤن مائی فرینڈ معاف کردو مجھ سے غلطی ہوگئی۔" اس نے سرعت سے اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے جاؤ معاف کیا اگلی دفعہ ایسی غلطی...... غلطی سے بھی مت کرنا ورنہ بہت برا ہوگا۔" وہ ناراضی ختم کرتا ہوا گویا ہوا۔

"سنا ہے تمہارے بنگلے کی کنسٹرکشن بہت تیزی سے ہورہی ہے پری مان گئی ہے کیا؟ تم نے گھر بسانے کا فیصلہ بھی کرلیا ہے اور دوستوں سے رازداری برتی جارہی ہے یہ دوستی ہے؟"

"تم نے یہ کس طرح سوچ لیا کہ میں زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ تمہارے بغیر کروں گا ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے۔"

"پری اپنی ضد پر ابھی تک قائم ہے اس نے تمہاری محبت قبول نہیں کی؟" طغرل کو بے حد سنجیدہ دیکھ کر وہ استجابیہ انداز میں گویا ہوا۔

"محبت وہ تالی ہے جو دونوں ہاتھوں سے بجائی جاتی ہے یکطرفہ محبت ایک اذیت کا نام ہے ایک درد کا نام ہے یہاں صرف دکھوں و محرومیوں کا بسیرا ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔"

"پری اتنی سنگدل کس طرح ہوسکتی ہے؟" وہ سخت حیران تھا۔

"سنگ دل ہی نہیں وہ بے حس اور اپنے آپ میں گم رہنے والی اذیت پسند لڑکی ہے۔" طغرل کا موڈ از حد سنجیدہ ہوگیا تھا اس کو پری کی وہ چیک دینے والی باتیں اس کا بے گانگی بھرا لہجہ و لاتعلقی کی دھند میں لپٹا لہجہ شدت سے یاد آ گیا تھا۔

"یار! وہ ایسی ہی ہے شروع سے اپنی پریشانیاں چھپانے والی کسی سے احسان لینا اس کو گوارا نہیں ہے خودداری اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔"

"خودداری نہیں، خود پسندی و من مانی کہو وہ کسی کی عزت خراب کرنے میں ایک منٹ ضائع نہیں کرتی اور خوددار لوگ دوسروں کا بھی احساس کرتے ہیں۔"

"ہوں، تم تو خاصے ناراض لگ رہے ہو پری سے؟" وہ بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"اس کو پروا بھی نہیں ہے اور اب میں بھی اس کی پروا نہیں کروں گا جو میری عزت نفس و وقار کی پروا نہ کرے مجھے بھی ایسا کرنا ہے۔" وہ کرب سے آنکھیں بند کرتا ہوا آزردگی سے کہہ رہا تھا۔

"سوچ لو ایسا کر پاؤ گے؟"

"کیوں نہیں کر پاؤں گا؟ میں نے کہا ہے نا، محبت کی تالی دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ ایک ہاتھ سے سر پیٹا جاسکتا ہے یا سینہ۔"

"پھر کیوں آنٹی کو تنگ کررہے ہو وانیہ سے شادی کرلو۔" معید نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا تھا اس کی بات نے طغرل کو چونک کر آنکھیں کھولنے پر مجبور کردیا وہ سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔

"وہاٹ، یہ کیا کہا ہے تم نے پھر سے کہو ذرا۔"

"پھر سے کیوں کہوں تم سن اور سمجھ چکے ہو میری بات کو اچھی طرح۔" معید سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"ممی سے تمہاری بات ہوئی ہے مگر کب؟" وہ شدید متجسس تھا۔

"اس ہفتے میں ان کی کئی کالز آئی ہیں اور ہر بار انہوں نے مجھ سے ریکوئسٹ کی ہے میں تم کو کسی نہ کسی طرح وانیہ سے شادی کے لیے راضی کروں۔"

"مائی گاڈ......!" وہ سر پکڑ کر رہ گیا۔

"ممی بھی ہاتھ دھو کر پیچھے ہی پڑ گئی ہیں۔"

"مان لو ان کی بات آخر شادی تو تم کو کرنی ہی ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو، تم جو خود کو پارس کا بہترین دوست، اچھا بھائی کہتے ہو اتنی آسانی سے اس کی جگہ کسی اور کو دلانے پر تیار ہو۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے استہزائیہ لہجے میں بولا۔

"سنو طغرل! یہ فیصلہ میں تمہارا دوست بن کر نہیں پری کا بھائی بن کر کررہا ہوں۔ آنٹی اس کو بہو نہیں بنائیں گی یہ فیصلہ وہ کرچکی ہیں اور میں ایسا نہیں چاہوں گا کہ پری سے تم کسی طرح شادی کرلو مگر وہ عزت و وقار اس کو حاصل نہیں ہوگا جو اس رشتے کا حق ہوتا ہے وہ تیسرے درجے کی شہری جیسی کمتر سمجھی جائے محرومیوں بھری زندگی اس نے گزاری ہے۔" صاف و کھرے لہجے میں اس نے پری کی حمایت کی تھی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا ممی وہاں رہ کر بھی ایک روایتی عورت ثابت ہوں گی میں نے ان کو یہاں کی عورتوں سے بہت منفرد سمجھا تھا مگر وہ یہاں کی عورتوں سے بھی زیادہ میکہ پرست ہیں۔"

"انہوں نے اسی دھرتی پر جنم لیا تھا یہاں کی خوشبو ان کے مزاج میں رچی بسی ہے ساری لائف آسٹریلیا میں گزارنے کے باوجود وہ اپنا طرز اور سوچ نہیں تبدیل کرسکی۔"

"چلو کہیں باہر چلتے ہیں میرا یہاں دم گھٹ رہا ہے۔" اس کے ذہن میں اتنی شدید توڑ پھوڑ مچی ہوئی تھی کہ شدید تناؤ کے باعث اس کی پیشانی پر رگیں ابھر آئی تھیں۔

"ممی اس طرح سے پارس کے خلاف بلالحاظ بولنا شروع کردیں گی۔ یہ مجھے احساس نہیں ہوا تھا پارس نے کیا برا کیا ہے ان کے ساتھ؟" وہ آفس سے باہر نکل آئے تھے۔

"یہ خیالات پارس کے خلاف صرف تمہاری ممی کے ہی نہیں ہیں بلکہ ہماری فیملی کی ساری "ممز" ایسے ہی خیالات کی مالک ہیں وہ کوئی بھی پری کو بہو بنانے کا ارادہ نہیں رکھتی ہیں۔" دن ڈھلنے کو تھا دھوپ زمین سے اٹھ کر درختوں پر چڑھ رہی تھی موسم میں خنکی تھی اور ماحول میں عجیب سی اداسی پھیلی ہوئی تھی۔

"ہوں..... آئی نو وہ سمجھتی ہیں پارس بھی مثنیٰ آنٹی کی طرح گھر نہیں بسا پائے گی۔ طلاق لے کر چلی جائے گی یا ان سب کے دلوں میں اس کے لیے کوئی جگہ ہی نہیں ہے وہ ان کے لیے کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔" طغرل نے کڑوی سچائی بیان کی تھی جس سے وہ بھی متفق تھا۔

"ایسا کرنے میں سب سے زیادہ کردار صباحت ممانی کا ہے انہوں نے سوتیلی ماں ہونے کا حق پوری طرح ادا کیا ہے اور صباحت ممانی تو سوتیلی ماں ہیں اس کے ساتھ فیاض ماموں نے بھی زیادہ برا رویہ اختیار کیا وہ اس کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ مثنیٰ آنٹی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ ان کے اس رویے نے ہی آنٹی کو زیادہ اپنی من مانی کرنے کا موقع دیا اگر نانی جان پری کے ساتھ نہیں ہوتیں تو بہت برا حال ہوتا اس کا اس گھر میں۔"

"اب تم اس ہری مرچ کی اتنی بھی سائیڈ مت لو وہ اتنی کمزور اور نادان نہیں ہے اپنا ڈیفنس کرنا وہ خوب جانتی ہے اور

فیاض چچا کے دل میں بھی اس کی محبت بے دار ہو چکی ہے وہ سائیڈ لینے لگے ہیں اس کی۔" اس کے لبوں پر دھیمی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"یہی کہہ سکتا ہوں دیر آید درست آید دیر سے ہی سہی ماموں جان کو اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنے کی توفیق تو ملی۔"

"چچا جان کو تو مل گئی ہے تم اپنی اس بددماغ و بے عقل سسٹر کے لیے بھی دعا کرو وہ بھی اپنی دماغ کی برسوں سے بند پڑی کھڑکی کھولے فریش ہوا آنے دے اور وہ اپنے بارے میں فیصلہ کرے۔"

"عجیب ہو یار تم بھی ابھی کچھ دیر قبل پری کے خلاف بول رہے تھے پھر تم کو اس کی فکر ستانے لگی ہے۔" اس کو ہنستے دیکھ کر وہ جھینپ گیا۔

❀......❀......❀

ماہ رخ کی بے ہوشی طویل ہوئی تو غفران کو مطلع کیا گیا اور اس نے کچھ ہی دیر میں وہاں کے بہترین ڈاکٹروں کو بلایا جن کی دواؤں سے وہ ہوش میں آ گئی تھی اور اس کو ہوش میں دیکھ کر ڈاکٹرز اور ملازمائیں وہاں سے چلی گئی تھیں اب اس کے سرہانے پر احمر غفران بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا تھا میری ملکہ ذاکرہ بتا رہی تھی تم اچانک ہی قہوہ پیتے ہوئے بے ہوش ہو گئی تھیں۔ ہم نے قہوہ ٹیسٹ کروایا ہے مگر اس میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جو بے ہوشی کا سبب بنتی۔" وہ اس کا مرمریں ہاتھ اپنے سیاہ و بھدے ہاتھوں میں لے کر گویا ہوا۔

"معلوم نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ میں شرمندہ ہوں آپ کو زحمت ہوئی۔ پریشان کیا آپ کو۔" وہ نگاہیں جھکائے جھکائے گویا ہوئی۔

"کیسی غیروں کی مانند بات کرتی ہو ماہ رخ۔" وہ محبت پاش نظروں سے اس کو دیکھتا ہوا بولا۔

"میں تم کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم میرے دل کی رانی ہو بہت گہرا عشق ہو گیا ہے تم سے دل میں ایسا لگاؤ کس کے لیے بھی کبھی جاگا نہ تھا جو تم سے محبت مجھے ہو گئی ہے۔" وہ اس کے تکیوں پر بکھرے بالوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہوا کہہ رہا تھا۔ دروازے کے پیچھے ہی پردے کی اوٹ میں چھپی کھڑی دلربا نہ صرف ان کو دیکھ رہی تھی بلکہ ان کی باتوں پر بھی اس کے کان لگے ہوئے تھے۔ احمر غفران کی ہر حرکت ہر محبت بھرے جملوں پر اس کے سینے پر حسد کے سانپ لوٹ رہے تھے۔ وہ سانسیں روکے انہیں دیکھنے و سننے میں مصروف تھی اور اس کی موجودگی سے بے خبر وہ کہہ رہا تھا۔

"دیکھو تو تمہاری محبت میں ایک ہی دن میں ہم محل واپس آ گئے ہیں۔ دل کو عجیب سی بے چینی لگی ہوئی تھی اور یہاں آ کر وہ راز ہم پر کھلا جس نے بے چین کر کے ہم کو یہاں واپس آنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"راز...... کیسا راز؟" وہ بری طرح چونک اٹھی تھی۔

"ہم یہاں آئے تو اس بدذات ہاجرہ کو مزے سے لان میں بیٹھے دیکھا۔ ہم اس کو سختی سے تاکید کر گئے تھے کہ وہ آپ کو بالکل تنہا نہ چھوڑے ہم نے بھی اس کو وہ مار ماری ہے کہ...... مر ہی جائے گی وہ۔" وہ اٹھتے ہوئے حقارت آمیز لہجے میں بولا اس کو کھڑے ہوتے دیکھ کر وہ دبے پاؤں وہاں سے نکل کر باہر آ گئی اور تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی۔

"معاف کر دیں ہاجرہ کو غلطی ہو گئی اس سے۔" وہ دھک دھک کرتے دل کو سنبھالتے ہوئے احمر غفران سے لاڈ بھرے لہجے میں گویا تھی۔

"اس کو میں نے ہی باہر بھیجا تھا۔ میں تنہا رہنا چاہتی تھی کچھ دیر۔" وہ بات بناتے ہوئے گویا ہوئی جبکہ وہ حیرانی

سے بولا۔

"کیوں تنہا رہنا چاہتی تھیں؟"

"آپ کو مس کر رہی تھی میں ایسے میں مجھے اس کی موجودگی گوارا نہ تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی یادوں میں میرے اور آپ کے درمیان کوئی مخل ہو۔"

"اوہ...... اچھا یہ بات تھی تم میری یادوں سے تنہائی میں مخاطب تھیں۔" احمر غفران جیسا بھاری بھرکم شخص خوشی سے اچھل پڑا تھا۔

"جی......" ماہ رخ نے شرمانے کی بھرپور اداکاری کی تھی۔

"دل خوش ہو گیا اتنی محبت بھری بات سن کر میرا۔"

"اب اس خوشی کے صدقے میں میری ایک بات مانیں گے آپ؟" اس کو از حد مسرور و شاداں دیکھ کر وہ لگاوٹ بھرے لہجے میں بولی۔

"ہاں ہاں کہو تم کو مجھ سے کسی بات کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہاری محبت کے صدقے میں ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔"

❀......❀......❀

"اوہ تم...... کیوں آئی ہو؟" شیری باتھ روم سے باتھ گاؤن میں برآمد ہوا تھا صوفے پر بڑے اطمینان سے عادلہ کو براجمان دیکھ کر اکھڑ پن سے گویا ہوا۔

"تھینکس گاڈ...... تم نے یہ نہیں کہا کہ میں کون ہوں اور کس طرح تمہارے لاکڈ بیڈروم میں آ کر بیٹھ گئی ہوں۔" عادلہ نے طنزیہ لہجے میں اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یاد ہے مجھے میرے بیڈروم کی ایک چابی تمہارے پاس ہے اور اس کو ہی یوز کر کے تم یہاں بیٹھی ہو ان فیکٹ میں تم کو یہاں دیکھنا نہیں چاہتا گیٹ آؤٹ فرام ہیئر۔" وہ ڈریسنگ ٹیبل سے ہیئر ڈرائیر کرتا ہوا رکھائی سے گویا ہوا اس کے لہجے میں بے حد بے زاری اور رعونت تھی۔

"وہ وقت گزر گیا شیری جب میں تمہارے بیڈروم سے آسانی سے چلی جاتی اور کبھی پلٹ کر بھی نہ آتی مگر اب تمہارے ساتھ گزارے وقت کے کچھ لمحے میرے وجود میں ٹھہر گئے ہیں۔" وہ اس کے قریب آ کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لفظ جما جما کر کہہ رہی تھی اس کے انداز میں کچھ اصرار تھا کہ اس کے ہاتھ ساکت رہ گئے۔

"کیا بکواس کر رہی ہو تم...... کیا مقصد ہے تمہارا؟" وہ ڈرائر مشین ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے غرایا۔

"تم باپ بننے والے ہو......" باقی لفظ اس کے منہ میں رہ گئے تھے۔ شیری کے دیے گئے زوردار دھکے سے وہ دور جا گری تھی۔

"کسی دوسرے کے گناہ کا الزام میرے سر ڈالنا چاہتی ہو بے حیا لڑکی۔" وہ غصے سے پاگل ہو گیا تھا جنونی انداز میں اس نے بے اوسان ہو کر گرنے والی عادلہ ہاتھ پکڑ کر جھٹکے سے کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

"گیٹ لاسٹ تم جیسی لڑکیوں سے نبٹنا میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ پہلے اداؤں کے جال میں مردوں کو پھنساتی ہو اور پھر اس طرح بلیک میل کر کے الو بنانے کی پلاننگ کرتی ہو۔" وہ اس وقت جنونی بنا ہوا تھا عادلہ اس کی گرفت میں تھر تھر کانپ رہی تھی۔ وہ تو گھر سے نکلتے وقت بہت ہمت و حوصلے سے آئی تھی کہ کس طرح وہ اس کو اپنے دام میں کرے گی وہ اس کی

بات پر شرمندہ ہوجائے گا شادی کے لیے راضی ہوجائے گا اور وہ......

کیا یہ وہ شخص ہے جو سارا سارا دن اس کے ساتھ گزارتا تھا۔ ہزار بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اظہار و اعتراف کرتا تھا۔ اپنی محبت و وفا کا یقین دلاتا تھا ان آنکھوں میں اب وہ شناسائی گم تھی کس طرح بے رحمی سے وہ اس پر الزام لگا رہا تھا۔

"میں تم کو جان سے ماردوں گا تم نے سمجھا کیا ہے مجھے؟"

"ماردو جان سے لیکن یاد رکھنا زندہ میں تمہیں بھی نہیں چھوڑوں گی۔ تم نے میری زندگی برباد کی ہے میں تم کو بھی برباد کر کے چھوڑوں گی۔" ایک دم ہی اس کے اندر طاقت سی ابھری تھی اور وہ زخمی شیرنی کی مانند غرائی۔ وہ کئی لمحوں اس کا خونخوار انداز دیکھتا رہا پھر یکلخت ہی اس کے مزاج میں ٹھنڈک اتر آئی عادلہ کو صوفے پر بیٹھا کر اس کے قریب بیٹھتا ہوا گویا ہوا۔

"عادلہ تم کو احساس ہے کیا کہہ رہی ہو۔" اس کے لہجے کی نرمی و لجاجت نے عادلہ کے دل کو گداز کردیا وہ کچھ نہیں بولی ہونٹ دانتوں سے کچلتے ہوئے بے آواز آنسو بہانے لگے۔

"رونے سے مسئلے حل نہیں ہوتے ہیں تم مجھے بتاؤ آر یو پریگنیٹ؟"

"جی...... یہ سچ ہے اور میں اس نوعیت کا جھوٹ بول بھی کس طرح سکتی ہوں۔ میں عزت دار خاندان سے تعلق رکھتی ہوں اگر گھر میں پاپا یا دادی کو خبر بھی ہوگئی تو میرا نجانے کیا ہوگا۔"

"یہ تم کو پہلے خیال کرنا چاہیے تھا کہ تم کیا کرنے جارہی ہو؟" اس کے نرم لہجے میں بھی عجیب سی سرد مہری تھی۔

"تم نے بہکایا ہے مجھے اب خود کو انجان ثابت کرنے کی سعی مت کرو۔"

"میں نے بہکایا اور تم بہک گئیں...... ہاہاہا...... یہ کیوں نہیں کہتی ہو تم کسی نہ کسی طرح مجھے حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ ہر قیمت پر لیکن تم مجھ کو کبھی بھی حاصل نہیں کرسکوں گی تم میری منزل نہیں ہو۔" اس کے انداز میں سفا کی عود کر آئی تھی۔

"کون ہے تمہاری منزل؟ تم جیسے ہرجائی و عیاش مرد کی کوئی منزل نہیں ہوتی ہے تم بھنورے ہو تمہاری فطرت پھول در پھول منڈلاتے رہنا ہے کسی آوارہ بادل کی طرح بھٹکتے رہنا ہے۔" عادلہ کی آواز آنسوؤں سے بھاری ہورہی تھی۔

"اینی وے ممی گھر آنے والی ہوں گی تم یہاں سے فوراً چلی جاؤ۔" وہ وال کلاک دیکھتا ہوا حکمیہ لہجے میں بولا۔

"پہلے فیصلہ کرو تم مجھ سے شادی کرو گے...... یا نہیں...... میں تمہاری ساری حقیقت پری کو بتادوں گی ورنہ......!"

❁......❁......❁

"دادی جان چائے لاؤں آپ کے لیے؟" پری نے خاموش لیٹی دادی سے پوچھا۔

"نہیں دل نہیں چاہ رہا۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئیں۔

"حیرت ہے آپ کا دل چائے کے لیے انکار کررہا ہے دادی جان۔" وہ محبت سے کہتی ہوئی ان کے قریب بیٹھ گئی۔ انہوں نے پری کے چہرے کو دیکھا اور دیکھتی رہیں اس وقت تک جب تک آنکھوں بھر آتیں نمی نے اس کا چہرہ دھندلا نہ دیا۔

"دادی جان آپ رو رہی ہیں۔ کیا ہوا کیوں رو رہی ہیں آپ؟" وہ ان کے آنسو دیکھ کر تڑپ کر بولی۔

"تمہاری صورت کتنی پیاری بنائی ہے پروردگار نے۔ کاش تمہارا مقدر بھی تم سے زیادہ خوب صورت ہوتا تو میں چین سے مرجاتی۔" وہ زارو قطار رونے لگی تھیں۔ ان کا ساتھ وہ بھی دینے لگی۔

"آپ میرے پاس ہیں اسے زیادہ خوش بختی میری کیا ہوگی۔"

"میں تیرے پاس کب تک ہوں بیٹی ہواؤں میں رکھا چراغ ہوں کب بجھ جاؤں کوئی بھروسا نہیں ہے میرا۔"

"کچھ نہیں ہوگا آپ کو دادی جان کچھ نہیں ہوگا۔" وہ ان سے لپٹ کر رونے لگی تب ہی فیاض اور طغرل وہاں آئے تھے۔

"ارے کیا ہوا خیریت تو ہے اماں۔" فیاض گھبرا کر آگے بڑھے اور ساتھ طغرل بھی پری ان کو دیکھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"اس بار تو آپ نے بیماری کو اپنے اوپر حاوی کرلیا ہے آپ ٹھیک ہوگئی ہیں اماں جان خوش رہا کریں۔" فیاض ٹشو سے ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے بشاشت سے کہہ اٹھے۔

"کتنا جیوں گی میں بہت مختصر سی زندگی ہے میری اب۔"

"ابھی تو بہت جینا ہے آپ کو دادی جان۔ آپ کی عمر ہی کیا ہے ابھی۔" دوسری سائیڈ سے طغرل ان کے قریب بیٹھتے ہوئے شوخ لہجے میں بولا۔ پری ان کو وہاں دیکھ کر چلی گئی تھی۔

"فیاض میں اس بار ہمت ہار بیٹھی ہوں میں چاہتی ہوں تم میری زندگی میں پری کے فرض سے سبکدوش ہوجاؤ۔" وہ نقاہت بھرے لہجے میں ان سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"آپ ہی تو ہمارا سہارا ہیں اماں جان۔ اگر آپ ہمت ہار بیٹھیں تو ہم خود بخود ٹوٹ جائیں گے۔" فیاض ان کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے گویا ہوئے۔

"تم کو ہمت سے کام لینا ہوگا میرے بچے ماں باپ کب سدا سلامت رہتے ہیں اب تم کو حوصلہ کرنا ہوگا۔ بس میری تم سے یہی التجا ہے میری حیات میں پری کی شادی کردو اپنوں سے کوئی امید کوئی آسرا مت رکھنا پری کو بہو بنانے کے لیے کوئی دامن نہیں پھیلائے گا۔ اس کے لیے تم کو برادری سے باہر ہی کوئی لڑکا دیکھنا ہوگا۔" وہ گلوگیر لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ فیاض کے چہرے کا رنگ متغیر ہوچکا تھا۔ جبکہ طغرل بھی گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ پری کے نام پر دل میں ایک ان دیکھی آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔

"میری بیٹی میں کیا عیب ہے اماں جان وہ تعلیم یافتہ ہے حسین ہے کوئی کمی نہیں ہے اس میں پھر میں بیٹی کے ساتھ اچھوت جیسا برتاؤ کیوں ہے؟ میری بیٹی کو کوئی بہو کیوں بنانا نہیں چاہتا؟" وہ کرب زدہ لہجے میں گویا ہوئے۔

"وہ ایک ایسی ماں کی بیٹی ہے جو گھر نہ بسا سکی۔"

"اس میں اتنا ہی قصور میرا بھی تھا مثنیٰ تنہا قصوروار نہ تھی۔" وہ بے بسی بھرے لہجے میں گویا ہوئے۔

"قصوروار صرف عورت ہی سمجھی جاتی ہے۔"

"پری کا اس سارے قصے میں کیا قصور ہے اماں؟" وہ رو دیئے کو تھے بڑی شدت سے دل پر چوٹ لگی تھی۔

"وہ مثنیٰ کی بیٹی ہے اور بیٹیاں ماں کے چلن سے پہچانی جاتی ہیں۔" اماں کی آواز آنسوؤں سے بوجھل ہورہی تھی ان کی سماعتوں میں مذنہ کے کہے گئے جملے گونج رہے تھے۔ ان کے آگ لگائے زخم زخم کرتے لفظوں نے ان کا دل دکھ و رنج سے بے قابو کردیا تھا اور وہ ایک ہفتہ اسپتال میں گزار کر آئی تھیں۔

"میری پری تو بہت اچھی لڑکی ہے وہ جس گھر جائے گی اس گھر کو جنت بنادے گی۔ آپ بتائیں نا اماں لوگوں کو میری اور مثنیٰ کی غلطیوں کی سزا وہ کب تک بھگتی رہے گی۔" وہ خاصے مضطرب و بے چین دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی بے ساختہ نگاہیں طغرل پر اٹھ رہی تھیں۔ وہ کہہ نہ پا رہے تھے اماں نے بھی ان کی کیفیت محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"مذنہ نے طغرل کی رشتے کی بات اپنی بھتیجی وانیہ سے طے کردی ہے۔ بہت جلد وہ لوگ رسم کے لیے پاکستان آئیں

گے اور میں چاہتی ہوں ساتھ ہی پری کی بھی ہم شادی کردیں۔ دو خوشیاں ایک ساتھ ہو جائیں گی اور میرے دل کو بھی سکون مل جائے گا۔" بہت احتیاط و دانشمندی سے اماں جان نے ان کے کان میں بات ڈالی تھی اور دانستہ بیٹے کے چہرے سے نگاہیں جھکالی تھیں کہ وہ ان کے دھواں دھواں چہرے کو دیکھ نہیں سکتی تھیں۔

"مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے اماں جان۔ میں پھر آپ کے پاس آؤں گا۔ آپ فکر مت کریں۔ پری کے لیے رب نے کوئی جوڑ بنایا ہوگا جب اس کا حکم ہوگا وہ بھی اپنے گھر کی ہو جائے گی۔" وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولے۔

"آپ نے اتنی بڑی خوش خبری ہم سے چھپا کر رکھی۔ ڈونٹ وری مجھے خوشی ہوئی آپ کو بہت بہت مبارک ہو مائی سن۔" انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا اور اس کے کچھ بولنے سے قبل ہی وہاں سے چلے گئے۔

"دادی جان دس از ناٹ فیئر بہت برا کیا ہے آپ نے میرے ساتھ۔ آپ کو اس طرح غلط بیانی سے کام لینے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ ان سے سخت خفگی بھرے انداز میں گویا ہوا۔

"میں کیوں جھوٹ بولوں گی تمہاری ماں اس آدھی انگریز لڑکی سے تمہاری شادی کرانے کے لیے اتاؤلی نہیں ہو رہی ہے کیا؟"

"پہلے آپ اپنے جملے کو درست کیجیے میں نے جھوٹ نہیں غلطی بیانی کہا ہے۔" اس کا موڈ بدستور آف تھا۔

"غلط بیانی یا جھوٹ ایک ہی بات ہے کان ایسے پکڑوں یا ویسے کان...... کان ہی کہلاتا ہے مجھے لفظوں کے جال میں مت الجھا۔"

"ایک بات بالکل سچ سچ بتائیں گی آپ دادی جان۔" اس کے ذہن میں جھما کا سا ہوا تھا وہ سنجیدگی سے استفسار کرنے لگا۔

"میں جھوٹ بولتی ہی کب ہوں۔"

"آئی نو...... بات کو گھمائیں گی پھرائیں گی تو نہیں نا؟"

"اوئے کیا ہوا ہے تجھے اب حلف لینے کی کسر باقی رہ گئی ہے بس جو پوچھنا ہے پوچھ یہ وکیلوں کی طرح جراح کیوں کر رہا ہے؟" بیماری نے ان کو سخت چڑچڑا بنا دیا تھا وہ چڑ کر بولیں۔

"مما نے کال کی تھی آپ کو کچھ دن پہلے؟" وہ ازحد سنجیدہ تھا۔

"اس میں اتنی بحث کرنے کی کیا بات ہے وہ فون کرتی رہتی ہے کل بھی فون کیا تھا تمہاری ماں نے۔"

"میں کل کی نہیں اس دن کی بات کر رہی ہوں جب آپ کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔ مما نے کہا ہوگا میں ان کو پارس کے لیے کہہ رہا تھا اور وہ اس کو بہو بنانا نہیں چاہتی ہیں اور انہوں نے آپ کے جذبات کا قطعی خیال نہ کرتے ہوئے کہہ دیا ہوگا۔ مجھے آپ کو وانیہ سے شادی کرنے پر راضی کریں۔ یہی بات ہوئی ہوگی نا دادی جان۔" اس کے لہجے میں غم و غصے کی آنچ سی سلگ اٹھی تھی۔

"یہ کوئی ایسی معیوب بات بھی نہیں ہے جس پر بہو کی گرفت کی جائے ہر ماں کی طرح اس کے بھی خواب ہیں تمہارے حوالے سے۔" وہ صاف اقرار کرسکیں نہ انکار سو مبہم لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔ اس لمحے طغرل کے دل میں ماں کی اس بے حسی و خود پرستی کے خلاف شدید رنجش ابھر آئی تھی۔

"تم پری کی فکر مت کرو وہ خوب صورت ہے جوان و سگھڑ ہے برادری میں نہ سہی برادری سے باہر اس کی طلب کرنے والے بہت ہیں کئی مرتبہ تو شیری کی ماں اشاروں اشاروں میں اپنی خواہش ظاہر کر چکی ہیں پری کے لیے مگر میرے سپاٹ

روپے کے باعث وہ کھل کر اپنا مدعا بیان نہ کرسکی تھی کہ وہ میرے مزاج کو جانتی ہے۔"

"پارس اور شہریار...... شہریار اور پارس۔" وہ بڑبڑایا۔

"کیا حرج ہے بھلا طغرل وہ بھی تمہاری طرح ہی باہر سے پڑھ لکھ کر آیا ہے اخلاق اچھا ہے اس کا پھر شکل و صورت کا برا نہیں ہے خاندان بھی اعلیٰ ہے روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے پری کو خوش رکھے گا وہ۔" وہ اپنی ترنگ میں کہہ رہی تھیں۔ طغرل گویا ان دیکھی آگ میں جلنے لگا اپنے علاوہ پری پر وہ کسی کی پرچھائی بھی دیکھنے کی ہمت نہ رکھتا تھا یہاں تو دادی نے پل بھر میں اس کو پری سے جدا کر ڈالا تھا۔ شیری کے دلی جذبات سے وہ آگاہ تھیں شیری کی دیوانگی اس کی نگاہوں سے چھپی نہ تھی۔

"ارے بیٹا تم کو کیا ہوا ہے یہ تمہارا چہرہ کیوں سرخ ہو گیا ہے؟" اس کو لال چہرہ لیے اٹھتے دیکھ کر وہ چونکی تھیں۔

"کچھ نہیں۔" وہ اٹھا اور سرعت سے کمرے سے نکل گیا۔

"میرے بچے اللہ تم کو صبر و استقامت دے میں نے از خود تم سے شیری اور پری کا ذکر چھیڑا ہے میں جانتی ہوں پری کا نام کسی اور مرد کے ساتھ سننا تمہارے لیے کسی اذیت سے کم نہیں ہے لیکن کیا کروں میں بھی مجبور ہوں اپنی دیرینہ آرزو کے باوجود پری کو تمہاری دلہن نہیں بنا سکتی میں نہیں چاہتی وقت ایک بار خود کو پھر سے دہرائے یا پھر کسی پری کا جنم ہو اور محرومیوں بھری زندگی کسی کا مقدر بنے۔" وہ طغرل کے دلی جذبات سے پوری طرح واقف تھیں۔ اس کے جانے کے بعد وہ سوچ رہی تھیں۔ آنسو آنکھوں سے بہہ کر ان کے تکیے میں جذب ہو رہے تھے اس بار پوری شدت سے اس کو پری کا دکھ لگ گیا تھا۔

❀......❀......❀
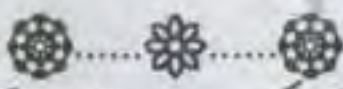
"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ عادلہ ایسا کس طرح کرسکتی ہے؟ وہ اتنی آزاد کس طرح سے ہو گئی جو اس نے عزت کا بھی ذرا خیال نہیں کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی؟" زینب کو سخت دھچکہ لگا تھا صباحت سے سب سن کر۔

"جب شیطان کا وار چل جائے تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔" وہ دھیمے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"میری عقل کام نہیں کر رہی ہے آپی عادلہ کو کچھ تو سوچنا سمجھنا چاہیے تھا۔ وہ کس گھر کی بیٹی ہے کس غیور و غیرت مند باپ کی اولاد ہے آپ کے سسرال میں تو کسی معمولی سی بے حیائی کا تصور تک محال ہے وہ اور کس طرح بن بیاہی ماں بن بیٹھی ہے۔" زینب کے حواس اڑائے ہوئے تھے۔

"میں تو پہلے ہی پریشان ہوں اور تم مت کرو مجھ سے ایسے سوال کہ میں مزید پریشان ہوں...... جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ کیوں اور کیسے ہوا یہ سوال اہمیت نہیں رکھتا ہے اب تو یہ بتاؤ یہ معاملہ کس طرح صاف کرنا ہے میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے کس طرح اس معاملے کو ختم کروایا جائے۔ فیاض کے تعلقات تمام بہترین ڈاکٹرز سے ہیں میں کسی سے ایسی بات کر بھی نہیں سکتی۔" ان کے انداز میں جھنجلاہٹ تھی زینب بہن کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

"دیکھیں بہن آپی فی الوقت تو ایسی کوئی گائناکولوجسٹ میری نظر میں نہیں ہے آپ شہریار سے بات کریں اور اس کو کہیں وہ سیدھے طریقے سے عادلہ سے نکاح پڑھوائے وہ اس طرح کیسے صاف بچ سکتا ہے۔"

"یہ تو بعد کی باتیں ہیں ابھی تو عادلہ کی بے وقوفی نے مجھے چپ رہنے پر مجبور کر دیا ہے بھاگنے میں اس کو نہیں دوں گی۔"

"گھر میں عائزہ کے علاوہ کسی کو خبر نہیں ہوگی عادلہ کی حالت کی؟"

"عائزہ کو بھی خبر نہیں ہونے دی ہے میں نے شادی کے بعد وہ بھی دادی کی زبان بولنے لگی ہے ہر بات میں اس کو میری

نقص نظر آتا ہے شادی کے بعد وہ میرے سر پر بیٹھی ہے اور تم اس ماں کے غلام سے معلوم تو کرو وہ کب تک عائزہ کو یہاں بیٹھا کر رکھے گا؟"

"آج کال آئی تھی اس کی، وہ شادی کر رہا ہے۔" زینب کے دھیمے لہجے میں کی گئی بات اس کے سر پر بم کی طرح بلاسٹ ہوئی تھی وہ حق دق اسے دیکھے گئیں سن دماغ کے ساتھ۔

"میں آپ کی طرف ہی آنے والی تھی۔" زینب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس کی بہن کی ناعاقبت اندیشی خود سری و من مانی کرنے کی عادت ان کے اور بیٹیوں کے لیے سخت کڑی سزا بن گئی تھی کہ پے در پے صدموں کے وار ان پر ہو رہے تھے۔

"یہ کن ناکردہ گناہوں کی سزا مل رہی ہے ہم کو؟ ہم نے کسی کا کیا بگاڑا ہے کس پر ستم ڈھائے ہیں؟" شدید ترین صدمے نے انہیں دہلا کر رکھ دیا تھا وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں گویا ہوئیں۔

"میری عائزہ کو خبر ملے گی تو اس کے دل پر کیا گزرے گی شادی کے چند ہفتوں بعد ہی اس مردار نے اس پر سوکن لا بٹھائی ہے۔"

"میں نے تو بہت سمجھانے کی کوشش کی فاخرہ کو مگر اس پر تو گویا بدلہ لینے کا بھوت سوار ہو چکا ہے وہ عائزہ سے بدلہ لینا چاہتا ہے۔"

"یا میرے اللہ میں کن پریشانیوں میں مبتلا ہو گئی ہوں؟ ایک کے بعد ایک آفت مجھ پر ٹوٹ رہی ہے میں کیا کروں؟" وہ رو پڑیں۔

❁......❁......❁
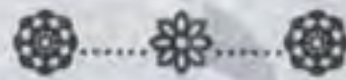
وہ دادی کے کمرے سے نکل کر سیدھا اپنے کمرے میں آیا...... اس کا تنفس بے حد تیز ہو رہا تھا۔ رگ و پے میں انگارے سے دہک رہے تھے موسم میں خاصی خنکی تھی اور اس خنکی میں بھی اس کی کنپٹیوں و پیشانی پر پسینہ بہہ رہا تھا۔ پارس کی ناپسندیدگی وہ ہزار ہا گستاخیوں کے باوجود بھی اس کا دل اس کی محبت سے دستبردار ہونے کو راضی نہ تھا۔ پارس کا نام اس کے علاوہ کسی اور کے ساتھ لیا جائے وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا وہ نا معلوم کب تک ٹہلتے ہوئے اپنے جذبوں و حمیت میں لگی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ سوچ چکا تھا پری کو کس طرح راضی کیا جائے؟ وہ اس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ اب اس کو مدنہ کی ناراضی کی بھی پروا نہ تھی۔ ان کی خود غرضی کی وجہ سے ہی دادی اسپتال پہنچی تھیں اور دو ہفتے بعد بھی وہ خود کو سنبھال نہ سکی تھیں بستر کی ہو کر رہ گئی تھیں۔

"میں نے ہمیشہ ممی کی خواہشوں کا احترام کیا ہے اور جواباً مما مجھے کیا دے رہی ہیں بے سکون زندگی، ناپسندیدہ لائف پارٹنر، زندگی ایک بار ملتی ہے اور میں اس اکلوتی زندگی کو خراب کرنا نہیں چاہتا۔ انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔ جو پارس کے بغیر ممکن نہیں ہے اور ابھی تو اس پاگل لڑکی کو منانا بھی ایک بڑا ہیڈک ہے۔" اس کے اندر بے حد سوچ و بچار کے بعد طمانیت ابھری، وجیہہ چہرے پر ایک عرصے بعد دلکش شوخ مسکراہٹ ابھری اور وہ سوچنے لگا۔

❁......❁......❁

"پری...... دادی کو کیا ہو گیا ہے ان کو ہر وقت تمہاری اتنی فکر کیوں رہنے لگی ہے تمہاری شادی جلد ہو جائے اس کے لیے لمبے لمبے وظیفے شروع کر دیے ہیں انہوں نے حالانکہ اب ان سے زیادہ بیٹھا نہیں جا رہا ہے۔" وہ لاؤنج میں بیٹھیں کافی پیتے ہوئے باتیں کر رہی تھیں معاً عائزہ کو یاد آیا تو وہ مسکرا کر شوخ لہجے میں پوچھنے لگی۔

"ان کا کوئی وظیفہ کامیاب ہونے والا نہیں ہے میں شادی نہیں کروں گی۔ دادی جان کو کہہ چکی ہوں مگر......!"
"ارے ایسے تو مت کہو۔"
"میں سچ کہہ رہی ہوں میں شادی کرنے والی نہیں ہوں کسی سے بھی۔" وہ قطعیت بھرے انداز میں سنجیدگی سے بولی۔
"اچھا تم شادی نہیں کرو گی یہ فیصلہ چچا جان کو سنا دو جا کر وہ تمہاری بات پکی کر چکے ہیں اپنے بھائی کے بیٹے سے۔" طغرل نے وہاں آتے ہوئے مسکرا کر کہا۔
"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ طغرل بھائی۔" عائزہ اچھل کر رہ گئی۔
"جو بھی کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں سچ کے سوا کچھ نہیں ہے۔" اس کی شوخ نظریں پری کے چہرے پر تھیں جہاں حسب توقع ناگواری پھیلی ہوئی تھی وہ اس کے برابر والے صوفے پر بیٹھ گیا۔
"میں آپ کے لیے کافی لاتی ہوں۔" عائزہ اٹھتے ہوئے بولی ساتھ اس کے پری بھی اٹھنے لگی تو طغرل نے بڑے استحقاق بھرے انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا جبکہ عائزہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔
"کہاں جا رہی ہو بیٹھ جاؤ آرام سے یہاں پر۔"
"ہاتھ چھوڑیں میرا۔" وہ اس کی مضبوط گرفت سے ہاتھ چھڑا نہ پائی تھی۔
"تم نے پوچھا نہیں تمہاری شادی کس سے ہو رہی ہے؟"
"مجھے ایسے مذاق قطعی پسند نہیں ہیں۔"
"مذاق کون کر رہا ہے تم سے۔" وہ اس کا ہاتھ جکڑے بیٹھا تھا۔
"میں نے کہا نا میں کسی سے بھی شادی نہیں کروں گی۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں آہستگی سے بولی۔
"مذنہ آنٹی درست کہتی ہیں میں نے بچپن سے ادھورے رشتے برتے ہیں۔ ادھوری محبتیں میرے حصے میں آئی ہیں مجھے وہ مکمل ماحول نہیں ملا جو ایک ایسے گھر میں ہوتا ہے جہاں ماں اور باپ ساتھ ساتھ محبت سے رہتے ہیں جو اپنے بچوں کے لیے جیتے اور مرتے ہیں اور مجھے ایسا کوئی رشتہ نہیں ملا میری شخصیت میں دراڑیں ہی دراڑیں ہیں۔"
"اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے پارس اور مجھے تمہارے کسی ادھورے پن سے فرق نہیں پڑتا۔ زندگی میں تمہارے ساتھ گزاروں گا۔ میری محبت تمہارا سارا ادھورا پن دور کر دے گی یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔" وہ اس کے روبرو کھڑا ہو کر بھاری لہجے میں کہہ رہا تھا۔
"ایسی باتیں مجھے انسپائر نہیں کرتیں طغرل بھائی...... جائیں پلیز یہاں سے۔" وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھی تھی اور دوسرے لمحے ہلکے سے فائر کی آواز آئی تھی اس نے مڑ کر دیکھا طغرل کے ہاتھ میں پستول تھا اور اس کے جسم سے تیزی سے خون نکل رہا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

گھائی

ہما عامر

بے حد و بے حساب سے نکلیں
زندگی کے عذاب سے نکلیں
جو بھی ہونا ہے امتحان ہو جائے
روز کے احتساب سے نکلیں

"شایان بھائی! اظہر آپ سے ملنے آیا ہے۔" ماہا نے ٹی وی دیکھتے ہوئے شایان کو اطلاع دی لیکن نہ تو اس نے شایان کی ناگواری محسوس کی نہ ہی اس کی پیشانی کے بل گنے مگر اماں کی چپل نے اس کا سر ناپنے میں دیر نہیں کی۔
"کمبخت! ہزار دفعہ کہا ہے' اظہر بھائی کہا کر مگر تیری تو زبان کٹتی ہے بھائی کہتے ہوئے۔" اماں بی اس کی کلاس لے رہی تھیں جب کہ شایان سٹنگ روم کی جانب جا چکا تھا۔
"اماں بی! میرے دو ہی بھائی ہیں شایان بھائی اور فاران بھائی۔ باقی یہ جو خاندان کے درجن بھر لڑکے ہیں ان کو میں بھائی نہیں کہہ سکتی کیونکہ بھائی وہی ہوتا ہے جو ماں جایا ہوتا ہے۔" اس کی عجیب منطق تھی جس پر اماں بی کا چراغ پا ہونا لازم تھا۔ یہ بات شایان بھائی کو بھی گراں گزرتی تھی جب وہ خود سے چند سال بڑے کزنز کو ان کے ناموں سے پکارتی تھی۔ شایان بھائی کی سرزش بھی اس پر بے اثر رہتی تھی' البتہ وہ شایان بھائی کے سامنے اپنی زبان کے جوہر دکھانے سے گریز کرتی تھی مگر اماں بی کے سامنے خوب زبان چلتی تھی۔
"دفعہ ہو ادھر سے ذلیل کروا کے رہے گی ہمیں خاندان بھر میں' لوگوں کو تو باتیں بنانے کا موقع ملنا چاہیے' رائی کا پہاڑ بنا لیتے ہیں۔" اماں بی بہت دیر تک بڑبڑاتی رہی تھیں جب کہ وہ کچن میں آ کر فروا بھابی کا ہاتھ بٹانے لگی جو رات کا کھانا تیار کر رہی تھیں۔
"اماں بی کو کیوں تنگ کرتی ہو ماہا! جانتی بھی ہو ان کا بی پی ہائی ہو جائے گا۔" فروا بھابی نے مخلص بہو ہونے کا ثبوت دیا۔
"بھابی! آپ نے کبھی اظہر' سلمان اور اسد وغیرہ کی آنکھیں دیکھی ہیں؟ جب بھائیوں کی آنکھیں بہنوں کی

جانب اٹھتی ہیں تو کیا ان میں لالچ و ہوس ہوتی ہے۔ نہیں نا؟ پھر کیوں میں انہیں بھائی کہوں' شایان بھائی اور فاران بھائی کی آنکھوں میں جو نرم تاثر ہوتا ہے جو عزت ہوتی ہے اسے دیکھ کر ہی تحفظ کا احساس ہونے لگتا ہے جیسے کڑی دھوپ میں سائبان مل گیا ہو۔ میں اظہر وغیرہ کو بھائی کہہ کر اس رشتے کی حرمت کو رسوا نہیں کرسکتی۔ بھائی صرف وہی ہوتا جو ماں جایا ہوتا ہے۔" اس نے اپنی بات پوری کی تو بھابی نے سرہلا دیا اسے کچھ کہنا عبث تھا۔ یہ لڑکی بھی اپنے موقف سے نہیں ہٹے گی' یہ بات فروا بھابی کی سمجھ میں آ گئی تھی۔

❀......❀......❀

فاریہ کے بھتیجے کا برتھ ڈے تھا' فاریہ نے پُرزور اصرار کے ساتھ اسے مدعو کیا' چلبلا سا چیکو اسے بڑا کیوٹ لگتا تھا۔ دس سالہ چیکو کی زبان پٹر پٹر چلتی تھی۔ ماہا فنکشن میں جانے کے لیے تیار تھی اور اب فاران بھائی کا انتظار کررہی تھی کہ وہ آفس سے واپس آجائیں اور اسے فاریہ کے گھر ڈراپ کرآئیں۔ شایان بھائی آج کل اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔ کسی سیمینار میں شرکت کرنے کے لیے وہ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے۔

"بھابی! آپ نے صبح فاران بھائی کو یاد کروایا تھا کہ مجھے فاریہ کی طرف جانا ہے۔" اس نے تشویش سے پوچھا۔

"دیور جی کہہ رہے تھے کہ وہ جلدی آنے کی کوشش کریں گے۔" بھابی کی توجہ پانچ سالہ کبیر پر تھی جو ہوم ورک کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔ تب ہی اماں بی لاؤنج کے دروازے سے داخل ہوئیں' وہ آج سویرے سے ہی صغریٰ خالہ کی طرف گئی ہوئی تھیں اور اب صغریٰ خالہ کا ذیشان انہیں چھوڑنے آیا تھا۔ وہ ماہا کو گھر میں دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

"ارے ماہا تم تو فاریہ کے گھر جانے والی تھیں۔" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ ذیشان بھی بھابی کو سلام کر کے صوفہ سنبھال چکا تھا اور اب اس کی نظریں ماہا کے تجیلے روپ کا طواف کررہی تھیں۔

"فاران بھائی کا انتظار کررہی ہوں۔" اس نے ایک بےزاری نظر ذیشان پر ڈالی۔

"خالہ! اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں ماہا کو ڈراپ کردیتا ہوں۔" اس کی پیشکش پر ماہا کا منہ بگڑ گیا جب کہ اماں بی تو نہال ہوگئیں۔

"ماہا تم ذیشان کے ساتھ چلی جاؤ' فاران کو تو یوں بھی بھولنے کی عادت ہے' نہ گئیں تو جوجو اور فاریہ خفا ہوں گے۔" اماں بی نے ماہا کی جانب رخ کیا۔

"نہیں اماں بی میں صرف فاران بھائی کے ساتھ ہی جاؤں گی' مجھے ذیشان کے ساتھ نہیں جانا۔" وہ کھردرے لہجے میں کہتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کی بدتمیزی پر اماں بی کا خون کھول اٹھا۔ دل میں پکا ارادہ کرلیا کہ ذیشان کے جانے کے بعد ماہا کی کلاس لینی ہے جب کہ ذیشان شانے اچکا کر رہ گیا۔ بھابی کولڈ ڈرنک لینے چلی گئیں تا کہ ماحول کچھ خوشگوار ہوجائے۔

اماں بی اس کے مستقبل کی طرف سے بہت پریشان رہتی تھیں' خاندان والوں کی طرف سے تو انہیں بالکل بھی کوئی امید نہیں تھی کہ کوئی اسے بہو بنانے کی جرأت کرے گا۔ غیروں میں رشتہ ہو بھی گیا تو وہ کس طرح نبھا پائے گی' کیوں کہ عقل تو اسے چھو کر بھی نہیں گزری۔ اماں بی کا خیال تھا کہ وہ سسرال میں بھی اپنے لچھن برقرار رکھے گی تو سسرال والے اسے کچھ دنوں میں ہی چلتا کردیں گے۔ بالخصوص اس عادت پر کہ جنس مخالف کو بھائی کہنے کے بجائے انہیں ناموں سے پکارتی تھی۔ وہ فروا سے کہتی رہتی تھیں کہ اسے سمجھانے کی کوشش کرے تا کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز رہے پر فروا بھی کیا کرتی ماہا کب کسی کی سنتی تھی اور پھر وہ دن آ ہی گیا۔ اماں بی کی دعاؤں نے قبولیت کی سند حاصل کر کے ہی دم لیا اور ماہا کے لیے فاریہ کے تایا زاد کا رشتہ آ گیا۔ حسان اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا' دو بہنیں بیاہی ہوئی تھیں۔ ثوبیہ قطر میں رہتی تھی اور ربیعہ ترکی میں سیٹل تھی' حسان دونوں بہنوں سے چھوٹا تھا۔ اس نے ماہا کو فاریہ کے گھر دیکھ کر پسند کیا تھا' پیشے کے لحاظ سے وہ انجینئر تھا۔ کولمبیا یونیورسٹی سے اس نے ڈگری لی تھی۔ پٹر پٹر بولتی لڑکی جو فاریہ سے کسی بات پر بحث کررہی تھی اس کے من کو بھا گئی تھی۔ وہ جو اپنی ذات میں انجمن تھا' ایک خود کو اس کے بغیر ادھورا محسوس کرنے لگا تھا حالانکہ وہ پہلی نظر کی محبت کا قائل نہیں تھا مگر جب واردات خود پر گزری تو اسے قائل ہونا پڑا۔ حسان کی والدہ اپنی دیورانی کے ساتھ رشتہ لے کر آئی تھیں' انہیں بھی خوب صورت آنکھوں والی ماہا بہت پسند آئی تھی۔ انہیں شادی کی بھی جلدی تھی کیونکہ حسان کی شادی کے بعد وہ اور ان کے شوہر عمرہ کی ادائیگی کے لیے جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اماں بی سمیت دونوں بھائیوں کو حسان اور اس کی فیملی بہت پسند آئی تھی۔ رشتہ طے ہوتے ہی دونوں جانب شادی کی تیاریاں ہونے لگی تھیں' حسان کی بہن ثوبیہ بھی پاکستان آ گئی تھی تا کہ اکلوتے بھائی کی شادی کی تیاری میں والدہ کا ہاتھ بٹا سکے۔

شادی کے دن نزدیک آرہے تھے حسان کی والدہ روشن آراء بیگم نے شادی کا جوڑا ماہا کی پسند سے خریدا تھا۔ اس موقع پر ثوبیہ اور حسان بھی ہمراہ تھے دونوں بہن بھائی ماہا کی خاموشی پر چٹکلے چھوڑ رہے تھے اس وقت اگر اماں بی ماہا کو دیکھ لیتیں تو اس کی بردباری پر مارے حیرت کے بے ہوش ہوجاتیں اور پھر وہ دن بھی آ گیا جس کے سپنے اماں بی ماہا کے بچپن سے دیکھتی آئی تھیں ان کی اکلوتی بیٹی دلہن بنی ایجاب وقبول کے بعد اسٹیج پر حسان کے پہلو میں بیٹھی تھی سب ہی اس جوڑی کو رشک وحسد سے دیکھ رہے تھے کہ ماہا کی تو حسان کی صورت میں لاٹری نکل آئی تھی۔ ذیشان بھی حسان کو دیکھتا رہ گیا تھا چھ فٹ سے نکلتے ہوئے قد والا یہ وجیہہ نوجوان اس لائق تھا کہ کوئی بھی اچھا گھرانہ اسے داماد بنانے میں فخر محسوس کرتا۔ رخصتی کے وقت ماہا کے آنسو تھمنے میں ہی نہیں آرہے تھے مجبوراً فاران بھائی کو بولنا پڑا۔

"ماہا گڑیا اب بس بھی کرو۔" اماں بی جو ہر وقت اسے کوستی رہتی تھیں اس وقت زیرلب اس کی خوش گوار زندگی کے لیے دعاگو تھیں۔

اس کا حجلہ عروسی بہت دیدہ زیب انداز میں سجایا گیا تھا'

وائٹ اور گولڈن کلر کے امتزاج کا فرنیچر ترتیب سے رکھا ہوا تھا۔ پردے بھی فرنیچر کے ہم رنگ ہی تھے' بیڈ کے درمیان میں وہ گولڈن لہنگے میں بیٹھی کمرے کا حصہ ہی معلوم ہورہی تھی۔ ماہا کمرے کا جائزہ لے ہی رہی تھی کہ ایک آہٹ کے ساتھ حسان کمرے میں داخل ہوا۔

''السلام علیکم! نئی زندگی کی شروعات مبارک ہو۔'' کمرے کی تنہائی میں اس کی آواز جادو سا جگا رہی تھی۔

''امی! پریشان رہتی تھیں' حسان کب تمہیں لڑکی پسند آئے گی' تمہاری پسند کی لڑکی روئے زمین پر ہے بھی یا نہیں۔ میں انہیں کہتا تھا کہ وہ لڑکی ان ہی فضاؤں میں سانس لیتی ہے' بس نظر آجانے کی دیر ہے پھر جب تمہیں فاریہ کے ساتھ دیکھا تو احساس ہوا کہ تم ہی وہ لڑکی ہو مگر یار! تم تو بالکل خاموشی بیٹھی ہو' جب تمہیں پہلی بار دیکھا تھا اس روز تم فاریہ کے ساتھ پٹر پٹر باتیں کررہی تھیں' تم وہی ہو ناں بدل تو نہیں گئیں؟'' اس نے شرارت سے آخری فقرہ ادا کیا۔

''میں آپ کی باتیں سن رہی ہوں۔'' اس نے آہستگی سے کہا تھا۔

شادی کے ایک ہفتے بعد حسان کے والدین عمرے کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب روانہ ہوگئے جب کہ ثوبیہ اسلام آباد گئی ہوئی تھی اپنے سسرالی عزیزوں سے ملنے کے لیے ادھر سے ہی اسے قطر کی فلائٹ لینی تھی۔ اس کے شوہر پہلے ہی قطر جاچکے تھے' گھر میں اب وہ دو نفوس ہی رہ گئے تھے البتہ ایک جز وقتی ملازمہ آگئی تھی وہ اپنا کام ختم کرکے دوپہر تک چلی جاتی تھی۔ ماہا نے بہت خوش اسلوبی سے اپنی ذمہ داریاں نبھانا شروع کردی تھیں۔ وہ کھانا بنا کر فارغ ہوچکی تھی اور اب ہلکی پھلکی تیاری کے ساتھ وہ حسان کی منتظر تھی وہ بے حد شدت پسند مگر سلجھا ہوا شخص تھا' ماہا سے بے پناہ محبت کرتا تھا اس کا اندازہ ماہا کو کچھ ہی دنوں میں ہوگیا تھا وہ اپنی قسمت پر جتنا بھی ناز کرتی کم تھا۔

گاڑی کے ہارن کی آواز سن کر وہ کچن میں آگئی تاکہ حسان کے لیے چائے بنا سکے' حسان اپنے روم میں جاچکا تھا کچھ دیر بعد فریش ہوکر وہ کچن میں آگیا' ماہا چائے مگ میں انڈیل رہی تھی۔

''کیا ہورہا ہے؟'' اس نے ماہا کو پشت پر سے پکارا۔

''آپ کی چائے تیار ہے۔'' ماہا نے چائے کا مگ اس کی جانب بڑھایا۔ وہ اپنا چائے کا مگ لے کر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ ماہا بھی اس کے پیچھے ہولی۔ حسان نے چائے کا گھونٹ بھر کر مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور پھر بیڈ پر رکھا پیکٹ اس کی طرف بڑھایا۔ ماہا نے ستائشی نظروں سے میرون بارڈر والی سیاہ ساڑھی کو دیکھا جس پر نفیس کام بنا ہوا تھا۔

''یہ ساڑھی تم کل پہننا میرے دوست فرحان نے ہمیں ڈنر پر مدعو کیا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''شکریہ حسان لیکن میرے پاس کئی ساڑھیاں ہیں' آپ فضول میں پیسے خرچ کرکے آگئے۔'' اس نے دبے دبے لہجے میں اس کی فضول خرچی کا احساس دلانا چاہا۔

''تم پر خرچ کرکے اگر مجھے خوشی ہوتی ہے تو میرے خیال میں تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔'' اس کا انداز ایک دم سرد ہوگیا تھا' سو ماہا نے خاموشی اختیار کرلی۔

دوسری شام وہ حسان کی لائی ہوئی ساڑھی باندھے تیار تھی' میچنگ جیولری پہنے لائٹ میک اپ کیے وہ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ حسان بھی اسے اپنی پسندیدہ ساڑھی میں دیکھ کر کھل اٹھا تھا۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو جانِ حسان!'' وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس پر جھکا تھا۔

''حسان ہم لیٹ ہورہے ہیں' آپ تیار ہوجایئے۔'' وہ حیا بار لہجے میں بولی تو وہ ہنستا ہوا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

وہ دونوں جب ہوٹل پہنچے تو فرحان اور اس کی بیوی کے علاوہ آذر اور سمیر بھی موجود تھے۔ آذر اور سمیر بھی حسان کے کولیگ تھے اور اب تک کنوارے تھے' ان سب نے ماہا کو

تعارف کے بعد تحائف دیئے' یہ ڈنر حسان اور ماہا کی شادی کی خوشی میں ارینج کیا گیا تھا۔ کھانے کے دوران بھی گفت وشنید کا سلسلہ جاری تھا' اچانک آذر نے ماہا کو مخاطب کیا۔

''بھابی! حسان نے آپ کو پہلی مرتبہ کہاں دیکھا تھا؟''

''آذر صاحب! میری فرینڈ حسان کی کزن ہے' حسان نے مجھے پہلی مرتبہ اپنے تایا کے گھر دیکھا تھا۔'' ماہا نے جواب دیا اور ایک نظر حسان پر ڈالی جس کے چہرے کا رنگ کچھ پھیکا سا پڑ گیا تھا۔ ماہا نے اسے اپنا وہم قرار دیا' حسان بے حد غور سے ماہا اور فرحان کی بیوی سمیعہ کی باتیں سن رہا تھا۔ ماہا' سمیر وغیرہ کو نام سے مخاطب کررہی تھی جب کہ سمیعہ انہیں سمیر بھائی اور آذر بھائی کہہ رہی تھی۔ حسان اندر ہی اندر جھنجلاہٹ کا شکار تھا' اسے ماہا کے انداز سے کوفت ہورہی تھی۔ واپسی پر بھی اس کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔ ماہا نے بہت پوچھا مگر حسان نے جواب نہیں دیا۔ ماہا سمجھنے سے قاصر تھی کہ یکا یک اسے کیا ہوگیا ہے۔

صبح اس کا مزاج کچھ بہتر تھا سو ماہا نے شکر ادا کیا' دوپہر میں فاریہ آگئی تو اس کا وقت اچھا کٹ گیا۔ فاریہ کے جانے کے بعد وہ میکے جانے کی تیاری کرنے لگی۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق اسے اور حسان کو رات کا کھانا اماں بی کی طرف کھانا تھا۔ آج اس نے ٹی پنک کلر کی ساڑھی باندھی تھی۔

وہ دونوں جب وہاں پہنچے تو گھر والے ان کے منتظر تھے' کچھ دیر باتوں کا سلسلہ چلا پھر خوش گوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ اسی دوران اسد آگیا سب سے ملنے کے بعد وہ بے تکلفی سے کھانے میں شریک ہوگیا۔

''اسد! پھوپی جان کی طبیعت اب کیسی ہے؟'' ماہا کے پوچھنے پر اسد جواب دینے لگا جب کہ اماں بی نے ماہا پر ایک تنبیہی نظر ڈالتے ہوئے داماد کی جانب رخ کیا جس کے تیور بگڑے ہوئے لگ رہے تھے۔ اماں بی دل ہی دل میں بیٹی کی عقل کو کوسنے لگیں وہ تو سمجھ بیٹھی تھیں کہ ماہا نے شادی کے بعد ہوش مندی کا دامن تھام لیا ہے' ان دونوں کے جانے کے بعد بھی انجانے وسوسوں سے ان کا دل ہولتا رہا۔

''آخر تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے ماہا بیگم!'' وہ بیڈ روم کے وسط میں کھڑا اکڑے تیوروں سے پوچھ رہا تھا جب کہ ماہا حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کا یہ انداز ماہا کے لیے اجنبی تھا۔

''حسان! میں کچھ سمجھی نہیں۔''

''ہمارے معاشرے میں یہ قابلِ قبول نہیں ہے' تم اپنے کزن کو جو کہ عمر میں تم سے کافی بڑا ہے' تم اسے اس کے نام سے پکارتی ہو۔ حیرت ہورہی ہے مجھے اماں بی نے تمہیں کبھی ٹوکا کیوں نہیں۔ فرحان کے ڈنر میں بھی تم نے مجھے اتنا شرمندہ کروایا' فرحان وغیرہ کو نام سے مخاطب کرکے۔ سمیعہ بھابی پر غور کیا تم نے وہ سب کو بھائی کہہ کر پکار رہی تھیں' کتنی سمجھ دار ہیں وہ اور تم...... بہرحال آئندہ تم ایسی حرکت نہیں کروگی۔'' آخری فقرہ اس نے صلح جو انداز میں کہا۔

''سوری حسان! میں یہ نہیں کرسکتی' بھائی وہی ہوتا ہے جو ماں جایا ہوتا ہے۔ میں انہیں بھائی کہوں گی تو وہ مجھے بہن نہیں سمجھیں گے پھر مجھے تو غیر مردوں میں جانا ہی پسند نہیں ہے۔ آپ کی خفگی کا خیال کرکے میں آپ کے ساتھ چلی گئی تھی۔ غیر اور نامحرم مردوں سے میل جول ٹھیک نہیں ہوتا ہے۔'' اس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

''گویا تم سمیر اور آذر کو بھائی نہیں کہو گی؟'' وہ کٹھور لہجے میں پوچھنے لگا۔

''نہیں یہ ممکن نہیں ہے' اس بات کے لیے تو میں نے بارہا اماں بی کی ناراضگی مول لی ہے۔ یہ لوگ بھائی کہلائے جانے کے لائق نہیں ہیں۔'' اس کا لہجہ رندھا ہوا تھا۔

''بس تو پھر طے ہوگیا میں مزید تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا کیونکہ تم میرے دوستوں اور کزنز کو بھائی نہیں کہوگی اور میں اپنے دوستوں سے قطع تعلق نہیں کرسکتا۔ میں تمہیں صبح تمہارے میکے چھوڑ آؤں گا' جب عقل ٹھکانے آجائے

تو لوٹ آنا۔" وہ اٹل لہجے میں کہہ کر بیڈ سے اپنا تکیہ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گیا جب کہ ماہا تمام شب سوچوں کے الاؤ میں جلتی رہی۔ صبح وہ اسے گیٹ پر اتار کر گاڑی بھگا لے گیا تھا' اماں بی اسے صبح صبح دیکھ کر ہول گئیں' رات ہی تو وہ گئی تھی۔

"ماہا خیریت تو ہے' حسان کہاں ہے؟" تب اس نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ چھپانے سے حاصل بھی کیا تھا اماں بی اس کی زبانی سب کچھ سن کر سر تھام کر بیٹھ گئیں۔ اسی دن سے تو وہ ڈرتی تھیں ماہا کی منطق ان کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

"دیکھا ماہا! اسی لیے تجھے سمجھاتی تھی۔" انہوں نے فقط اتنا ہی کہا اور فاران کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

❁......❁......❁
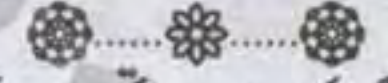
ماہا کے بغیر گھر کی حالت ابتر تھی تو اس کی اپنی حالت گھر سے بھی بری تھی مگر اس کی نظر میں ماہا کی غلطی ناقابلِ معافی تھی وہ اپنے دوستوں سے قطع تعلق نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے دوست اکثر اس کے گھر بھی آتے تھے اگر ماہا بھی سمیعہ بھابی جیسی بن جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ ماہا ہمہ وقت اس کی سوچوں پر حاوی تھی۔

آج سنڈے تھا وہ دیر سے سو کر اٹھا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور فرحان کے گھر کا رخ کیا۔ قوی امید تھی کہ آذر اور سمیر بھی فرحان کے گھر پر موجود ہوں گے کیونکہ سمیعہ بھابی ان دنوں اپنے میکے سکھر گئی ہوئی تھیں۔ گاڑی اس نے گیٹ سے کچھ فاصلے پر ہی پارک کردی تھی۔ سمیعہ بھابی کی غیر موجودگی میں فرحان کے گھر کا گیٹ اس کے دوستوں کے لیے کھلا ہی رہتا تھا اس وقت بھی ہاتھ کے دباؤ سے گیٹ کھلتا چلا گیا اس نے اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ فرحان اور سمیر کے قہقہے یہاں تک سنائی دے رہے تھے وہ بھی مسکرا دیا اور کمرے کا دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر اندر آتی آواز نے اسے سن کردیا۔

"یار ماہا بھی کیا قیامت ہے قسم سے حسان کی تو لاٹری نکل آئی ہے۔" یہ اس کا جانِ جگر فرحان تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو یار! خوب صورتی تو بہت دیکھی ہے پر ماہا بیگم کی جھیل جیسی آنکھیں دیکھ کر سچ مچ مجھے تو حسان سے حسد ہونے لگا ہے۔" سمیر نے گوہر افشانی کی تو آذر کیوں پیچھے رہتا۔ حسان کے لب بھینچے ہوئے تھے اور چہرے کی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔

"جب وہ اپنے یاقوتی لبوں سے ہمارا نام لیتی ہے تو دل اس پر قربان ہونے لگتا ہے ویسے بھی اگر وہ ہمیں بھائی کہے گی تو ہم کون سا اسے بہن بنالیں گے۔ کیا ہمارے گھر میں بہنیں نہیں ہیں جو ہم ایسے "مال" کو بہن بنالیں۔" تینوں کے قہقہے اس کے اعصاب پر ہتھوڑے کی طرح برس رہے تھے۔ یہ تھی اس کے دوستوں کی حقیقت۔

"ماہا سچ کہتی تھی یہ لوگ بھائی کہلانے کے لائق نہیں ہیں' میں ہی غلط تھا۔ خود ہی اپنی عزت کو سرِ عام لے کر آیا اور الزام بھی ماہا پر رکھ دیا۔" چند سیکنڈ میں اس کے دماغ نے فیصلہ کرلیا تھا سو اب مزید دور رہ کے وہ ماہا کے دل میں موجود بدگمانیوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی گاڑی رواں تھی اس منزل کی جانب جہاں اس کی خوشی اس سے روٹھ کر بیٹھی تھی' اسے خوش بھی تو کرنا تھا اسے منا کر' اپنی غلطی مان کر۔

❁

سجدہ ہے اس مسجود و معبود کے لائق
ہر اک کے آگے جبینوں کو جھکایا نہیں کرتے
جانے کس روپ میں رب مل جائے
در پہ آئے گداؤں کو ٹھکرایا نہیں کرتے

"میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا' میرے والدین گھر کے دیگر لوگ بہت سخت تھے' وہ میری محبت' چاہت کو تسلیم نہیں کر رہے تھے' انہیں یقین تھا کہ میری محبت مجھے رسوا کردے گی میں خوار ہوجاؤں گی لوگ مجھے دیکھنا تو کیا میرے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کریں گے لیکن مجھے پتا تھا جو لوگ عشق میں سچے ہوں انہیں کبھی رسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور اس محبت کے لیے میں ان لوگوں کے آگے ڈٹ کر کھڑی ہوئی جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے۔ میرے باپ نے مجھ سے کہا تھا کہ "میں زندگی میں کبھی خوش نہیں رہ سکتی' میں لوٹ کر ان کے پاس ضرور آؤں گی۔" میرا جی چاہتا ہے کہ ایک بار ضرور ان کے سامنے جاؤں اور ان سے کہوں دیکھیں' میری زندگی کس قدر خوشیوں سے مہکتی ہوئی ہے۔ کامیابی کیسے ہر قدم پر آ کر میرے قدم چومتی ہے اپنا گھر اور گھر والے چھوڑ کر مجھے کوئی شرمندگی ہے نہ پچھتاوا بس ایک ملال ہے' کاش وہ لوگ میرے ساتھ ہوتے کیونکہ میں بھلے ہی ان سے ہر رشتہ ختم کرچکی ہوں مگر میں کیسے انہیں بھول سکتی ہوں' جیسے بھی اور جو بھی انہوں نے میرے ساتھ کیا آخر انہوں نے مجھے پیدا کیا پرورش کی ایک ہی احسان ہے ان کا جس کی وجہ سے ان کا خیال' مجھے ان کی یاد سے غافل نہیں ہونے دیتا اور اس کے لیے میں واقعی خود کو بے بس پاتی ہوں۔

❁....❁....❁

"مجھے تم سے طلاق چاہیے ابھی اور اسی وقت۔" کچھ دیر قبل اس کی آنکھ مام ڈیڈ کے جھگڑے کے باعث کھلی تھی' جھگڑا تو روٹین کے مطابق تھا لیکن مام کا یہ جملہ اس کے لیے نیا تھا' وہ تیزی سے بستر سے اتری اور دروازے کے پاس کھڑی ہوگئی۔

"یہ پیپرز ہیں میں سائن کرچکا ہوں۔" ڈیڈ نے کچھ پیپرز مام کے منہ پر مارے۔

اس کا دل بڑی زور سے دھڑکا ابھی کچھ دن پہلے ہی ایسا منظر اس کی دوست کے گھر بھی ہوا تھا' اس کے پاپا نے اسے بورڈنگ میں بھیج دیا تھا اور اس کی نئی مام لے آئے تھے۔

"تمہارا شکریہ کہ تم نے مجھے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے پر مجبور نہیں کیا۔" مام نے فاتحانہ انداز میں کہا اور باہر کی طرف چل دیں' اسے یاد تھا اس کی مام اس سے بہت پیار کرتی ہیں مگر اس لمحے شاید ان کو میری یاد نہیں آئی تھی۔

"میں جلد ہی اپنی بیٹی کو لینے آؤں گی۔" انہوں نے جاتے جاتے ڈیڈ سے کہا۔

"اینا کا نام بھی مت لینا۔" ڈیڈ نے غصے سے کہا۔

"وہ جتنی آپ کی بیٹی ہے اتنی ہی میری بھی اسے لے جانے سے مجھ کوئی نہیں روک سکتا۔"

"نہیں وہ تمہاری بیٹی نہیں ہے اور یہ میرا فیصلہ نہیں ہے بلکہ عدالت بھی یہی فیصلہ کرے گی سوتم اینا کے لیے عدالت کا دروازہ مت کھٹکھٹانا کیونکہ وہ ایک شریف خاندان کی بیٹی ہے اسے تم جیسی آوارہ عورت کو نہیں سونپا جاسکتا۔" مام کے لب بھینچ گئے کیونکہ جو ڈیڈ نے کہا وہ سچ تھا کوئی بھی عدالت اسے مام کے حوالے نہیں کرے گی۔

اس کے باپ کی پہنچ سے اس کی ماں ناواقف نہیں تھی' انہوں نے دل میں اپنی بیٹی کی یادوں کو سمو کر گھر چھوڑ دیا تھا۔

وہ شکستہ سی سہمی سہمی سارا منظر دیکھ رہی تھی جب ہی اپنے

کمرے کی طرف مڑتے اس کے باپ کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ اس کے قریب آگئے۔

"سوری اینا...... میں نے کبھی نہیں چاہا کہ آپ کی مام کو آپ سے جدا کردوں۔"

"مجھے پتا ہے ڈیڈ...... لیکن ڈیڈ......" اس نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن کچھ سوچ کر چپ ہوگئی۔

"اینا میری جان' اپنے ڈیڈ سے کہوناں۔" اس کی خاموشی پر ایک بار پھر انہوں نے کہا۔

"دیکھو اینا! ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا آپ کے دل میں جب بھی جو بات آئے اپنے ڈیڈ سے کہنا اور کبھی یہ مت سمجھنا کہ میں آپ سے ناراض ہوجاؤں گا آپ میری پیاری بیٹی ہیں میں آپ کی کسی بات سے ناراض ہو ہی نہیں سکتا۔" انہوں نے اسے گلے سے لگا کر کہا۔

"آپ مجھے بورڈنگ تو نہیں بھیجیں گے ناں جوزف کے پاپا کی طرح۔"

"نہیں میری جان' کبھی بھی نہیں میں آپ کو خود سے الگ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"تھینکس ڈیڈ! میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔" اس نے اپنے باپ کے کندھے پر سر رکھ دیا' ماں کی جدائی کے آنسو ایک بار پھر بہہ نکلے۔

❁....❁....❁

"جانز میں چاہتی ہوں اب تم شادی کرلو۔" اس کے ڈیڈ اس کا لنچ بکس تیار کررہے تھے تب اس کی گرینی نے کہا۔

"ممی آپ میرا مزاج جانتی ہیں میرے ساتھ آج کل کی لڑکیاں گزارا نہیں کرسکتیں' پہلے بھی آپ نے میری شادی زبردستی ماریشیا سے کروادی تھی دیکھ لیں آخر سات سال بعد اس شادی کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے میرے نظریے کے مطابق وہ ایک آزاد خیال عورت تھی اور اس کی نظر میں میں ایک انتہائی سرد مزاج' پلیز اب مجھے دوبارہ مجبور مت کریں۔" اس کے ڈیڈ نے لنچ بکس اس کے بیگ میں رکھ کر بیگ اس کے کندھے پر ڈالا وہ گرینی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جینیفر اچھی لڑکی ہے جانز!" دونوں باپ بیٹی چونک کر پلٹے۔

"مسز جینیفر!" اینا کو وہ پسند تھی۔

"ممی وہ ایک نن ہے۔" جانز کو یہ بات اچھی نہ لگی۔

"میں نے اسے تیار کرلیا ہے وہ بھی تمہیں پسند کرتی ہے اور تمہاری مزاج شناسا بھی ہے۔" جانز نے اینا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر معصوم سی خوشی تھی جینیفر اسے بہت پیار کرتی تھی اینا اگر باقاعدگی سے چرچ جاتی تھی تو کسی عبادت کے جذبے کے تحت نہیں صرف جینیفر سے ملنے۔

"وہ کہتی ہے جانز فادر سے اچھا ہے کیونکہ فادر شراب پیتے نہیں لیکن اعلیٰ قسم کی شرابوں کے سب نام معلوم ہیں انہیں لیکن جانز کو نہیں۔" گرینی نے کہا۔

"ڈیڈ جینی بہت اچھی ہیں۔" اینا نے رائے دینا ضروری سمجھا۔

"ممی آپ نے جینیفر سے کب بات کی؟" وہ الجھا کیونکہ ماریشیا کو گئے ابھی تین دن بھی نہ ہوئے تھے۔

"ان باتوں سے تمہارا کیا واسطہ بس تم واپسی پر ایک عدد انگوٹھی لیتے آنا۔" گرینی نے مسکرا کر کہا وہ اینا کو اسکول چھوڑ کر سیدھا چرچ چلا آیا۔

"جینیفر آپ مجھ سے شادی کریں گی؟" بنا کسی تمہید کے اس کے پوچھنے پر جینیفر شپٹا گئی۔

"جینیفر! میں بہت الگ مزاج کا بندہ ہوں اس دنیا کی رنگینیوں سے میرا کوئی لین دین نہیں' میں اپنے مذہب کی تعلیم پر مکمل طور پر کاربند ہونا چاہتا ہوں کیا آپ ایسے میں میرا ساتھ دیں گی؟"

"آپ اپنے مذہب کی تعلیم پر مکمل طور پر کاربند رہنا چاہتے ہیں لیکن میں تو ہوچکی ہوں' یہ نن کا لباس میں نے اسی لیے پہنا ہے کہ دنیا میرے لیے بے رغبت ہے اگر میرا ہمسفر ایسا ہی ہو تو مجھے اور کیا چاہیے۔" اس کی بات سن کر جانز یک دم مسکرادیا اور جلد ہی وہ اینا کے گھر اس کی مام بن کر آگئی اور جینیفر کے بہن بھائی جو اس کے نن بن جانے سے خوش نہیں تھے اب ذرا ریلیکس ہوئے تھے۔ ایک سال بعد چھ

سال کی اینا کی زندگی میں دو لوگوں کا اضافہ ہوا ایک جولین اس کی بہن اور دوسرا کروشو جنیفر کا بھتیجا اس کے بھائی بھابی کی ڈیتھ ہوگئی تھی۔

.......☆☆☆.......

گزرتے وقت کے ساتھ جانز جنیفر ایک جانی مانی مذہبی شخصیت بن گئے تھے اور وہ تینوں ان کے نقش قدم پر چل رہے تھے اٹھارہ سال کا کروشو سولہ سال کی اینا اور دس سال کی جولین تینوں کو ہی مذہب سے خاصا لگاؤ تھا خاص کر اینا اور کروشو جولین تو ابھی تھی ہی چھوٹی سی زندگی کے یہ دس سال بہت بہترین تھے جنیفر جانز کے لیے لیکن گیارہویں سال کے آخری مہینے ایک عجیب سی مصیبت در آئی تھی جسے جنیفر نے کوئی اہمیت نہیں دی لیکن جانز کے لیے یہ زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا تھا۔

"ہائے ڈیڈ۔" وہ ایک بہت سہانی سی شام تھی جس وقت اپنے تمام کاموں سے فارغ ہوکر جانز گھر لوٹا تھا۔

"ہائے بیٹا......" جولین اس کے گلے کا ہار بن گئی جنیفر اس کے لیے پانی لے آئی کروشو اپنی بکس بند کرکے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"اینا کہاں ہو؟" اینا کی غیر موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

"ڈیڈ انہیں لائبریری کے علاوہ اور کہاں ہونا ہے۔" جولین نے قدرے منہ بناتے ہوئے کہا تو وہ مسکرادیا' اینا کتابوں کی جنونی تھی۔

"جولین میری بیٹی سے جلا نہ کرو وہ گھر کے کاموں میں بھی میرا ہاتھ بٹاتی ہے۔" جنیفر نے مسکرا کر جولین کا کان پکڑا۔

"یہ تو ہے آنٹی! جب سے کالج شروع ہوا ہے خود کو بہت بڑا اور ذمہ دار سمجھنے لگی ہے۔" کروشو نے مسکرا کر کہا۔

"ہائے مام ہائے ڈیڈ۔" اسی پل وہ اندر داخل ہوئی' اس نے ہاتھ میں پکڑی چاروں بکس ٹیبل پر رکھ دی۔

"ہائے بیٹا!" اسے دیکھ کر جانز کی آنکھوں میں ٹھنڈک اتر آئی تھی' اسے اپنے مذہب کے بعد اگر کسی سے لگاؤ تھا وہ تھی اینا۔

"آنٹی اور انکل کے علاوہ بھی گھر میں کوئی موجود ہے۔" کروشو نے مسکرا کر اس کے صبیح چہرے کی تھکن کو دیکھا وہ نڈھال سی وہیں بیٹھ کر جوتے اتار رہی تھی۔

"تم مجھ سے بات مت کرو' کتنا کہا تھا چلو میرے ساتھ مگر تم دنیا کے سب سے بڑے کاہل انسان ہو۔" وہ جو اس کی کتابیں اٹھا رہا تھا وہ غراتے ہوئے اس پر جھپٹی وہ پہلی کتاب اٹھا چکا تھا اس کے نیچے موجود دوسری کتاب پر جانز ابا گر کی نظر اتفاقاً پڑی۔ جانز ابا گر کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"قرآن اور بائبل۔" اسے لگا اس کے آس پاس دھماکے ہورہے ہوں۔

"اینا......" وہ کسی شیر کی طرح دہاڑے تو سبھی چونک گئے۔

"جانز کیا ہوا؟" ان سب کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک پھیل گئیں کیونکہ آج تک اس کی آواز اس کے قریب بیٹھے دو لوگوں کے علاوہ تیسرے شخص تک بمشکل پہنچ پاتی تھی اور آج اس کی آواز سے گھر کے درودیوار گونج گئے۔

"اینا! یہ بک کہاں سے آئی تمہارے پاس؟ بتاؤ کس نے دی تمہیں یہ کتاب۔" ان چاروں نے چونک کر ٹیبل کی طرف دیکھا۔

"مجھے یہ کتاب کون دے گا ڈیڈ! لائبریری سے لائی ہوں۔" وہ جو اس کتاب کو محض اس لیے لائی تھی کہ اس کی پڑھی ہوئی نہیں تھی اب بڑی جانچتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بکواس مت کرو' سچ سچ بتاؤ مجھے۔" جانز کا غصہ تھا کہ کسی صورت کم نہ ہو پا رہا تھا۔

"اینا! تم اپنے روم میں جاؤ۔" جنیفر نے یک دم کہا' وہ لب بھینچے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

"کروشو تم اینا کے پاس جاؤ اور اس کو اس واقعہ کے متعلق سوچنے مت دینا۔"

"جی آنٹی!" حیران سا کروشو فرماں برداری سے اٹھ گیا۔

"جانز کیا ہوگیا ہے' اتنا غصہ کیسے آگیا آپ کو؟" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے

ہوئے بولی جو اس طرح اس کتاب کو دیکھ رہا تھا جیسے اس میں سے ابھی کوئی سانپ نکلے گا اور اسے ڈس لے گا۔

"تم......تم اینا کے دوستوں کے متعلق پتا کرو جینی یہ کتاب...... یہ کتاب آخر اسے دی کس نے؟ یہ مسلم لوگ......تم جانتی نہیں ہو یہ جادوگر ہیں یہ......"

"آپ فکر نہیں کریں جانز! میں اس معاملے میں آپ سے بھی زیادہ سخت ہوں' بہت گہری نظر ہے میری اپنی بچوں پر' میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں اس مشکل دور کو اپنا ایمان بچائے رکھنا بہت مشکل ہوچکا ہے۔ کروشو کے کالج میں تو ایک دو ہندو مسلم لڑکے ہیں لیکن اینا کے کالج میں مسلم تو دور کی بات کوئی ہندو یا یہودی لڑکی لڑکا ہی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کسی ڈیپارٹمنٹ سے ہماری اینا کا کوئی واسطہ نہیں ہے"

"پھر......پھر یہ کتاب......" وہ الجھا۔

"ہماری بیٹی کتابی کیڑا ہے وہ اس عصر میں بہت سی کتابیں پڑھ چکی ہے اور وہ یہ کتاب اس وجہ سے لائی ہوگی کہ اس نے کبھی پڑھی نہیں لیکن آپ کے رویے کے بعد وہ اس کتاب میں الگ سی کشش محسوس کرے گی۔ آپ ذرا سا صبر کرتے اور اس کتاب کو خاموشی سے غائب کردیتے کروشو کی شرارت سمجھ کر وہ اس کتاب کو بھول جاتی مگر اب اس کتاب کو اس کے ذہن سے نکالنے کے لیے بڑی جدوجہد کرنی ہوگی۔"

"جینی اگر ہماری حکومت سمجھ داری کا ایوارڈ دے تو وہ میں تمہیں دلواؤں گا۔" جانز نے کوئی بڑا سا بوجھ سر سے سرکتے محسوس کیا۔

"اور اگر بے وقوفی کا ایوارڈ ملا تو وہ میں آپ کو دلواؤں گی۔" جنیفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... سچ کہہ رہی ہو' تم اپنی بے وقوفی کے باعث ایک مصیبت کو سر پر سوار کرلیا' اب اگر یہ کتاب وہ پڑھ لے گی تو الٹے سیدھے سوالات کرے گی' جس کا جواب مشکل ہوگا اور اگر پڑھ نہ سکی تو الٹا سیدھا سوچے گی۔" وہ لب بھینچے اس کتاب کو دیکھ رہا تھا جسے وہ پڑھ چکا تھا' جس طرح اس مسلم اسکالر نے بائبل کی بے حرمتی کی تھی۔ اس کتاب سے اس کے دل کو سخت ٹھیس پہنچی تھی اگر اس مسلم اسکالر کے کسی ایک بھی سوال کا جواب اس کے پاس ہوتا تو وہ اس کے منہ پر مار آتا لیکن اب تو وہ ایک سچا کرسچن ہونے کے ناطے صرف اپنا دل جلا سکتا تھا۔"

"اسے یہ کتاب پڑھنے دیں۔" جنیفر کی بات پر وہ چونک گیا' اس کا سر بے اختیار نفی میں ہلنے لگا۔

"جانز! میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں' وہ یہ کتاب پڑھ لے گی تو ہم سے سوالات کرے گی ہم اسے اس کے جوابات دے کر مطمئن کرلیں گے لیکن اگر وہ نہیں پڑھے گی تو سوچے گی اس کے ذہن میں کیا کیا چلے گا ہم نہیں جانتے ہوں گے اور آپ نے جو ردعمل دیا ہے' اس کتاب کے لیے تو میں گارنٹی دیتی ہوں آپ کو وہ یہ کتاب ضرور پڑھے گی۔ چاہے ہم سے چھپ کر ہی کیوں نہ پڑھے۔" جنیفر کی بات پر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے بال نوچے وہ یہ کیا کر بیٹھا تھا' ذرا سے غصہ کو قابو میں نہ رکھ کے کتنا بڑا نقصان کرچکا تھا۔ اس کتاب میں ایک مسلم اسکالر نے بائبل میں ڈھیروں غلطیوں کی نشاندہی کی اور کچھ سوالات درج کیے جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا پھر بھلا وہ اپنی بیٹی کو کہاں سے جواب دے گا' اس نے تاسف سے سوچا۔

"جانز میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں یہ کتاب اس کے ہاتھ میں ذرا سے لیکچر کے ساتھ تھمائیں' وہ آپ کی بہت فرماں بردار بیٹی ہے' کبھی اس کتاب کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔" جنیفر اس کی بہترین شریک سفر تھی وہ بچوں کی بہترین تربیت کرنا جانتی تھی' اس نے تشکر بھری نگاہوں سے جنیفر کو دیکھا۔

"اینا۔" وہ بیڈ پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ کروشو کی ڈھیروں باتوں کا اس نے ایک بھی جواب نہیں دیا تھا جانز کی آواز پر اس نے نظریں اٹھائیں۔

"یہ تمہاری کتابیں بیٹا!" جانز نے کتابیں سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیں اور اس کے برابر میں آ بیٹھا۔

"اینا بیٹا! آج کل بے راہ روی کا دور ہے اپنے مذہب

سے دوری کا بہت رجحان بڑھ رہا ہے اور نئے نئے مذاہب تشکیل پا رہے ہیں ایسے میں ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ صرف اپنے مذہب کو اسٹڈی کریں اپنے خدا سے اپنے رشتے کو مضبوط کریں لیکن تم پڑھو ان مذاہب کو ہندومت، جین مت، یہودیت اور جانے کیا کیا ہیں۔ اچھی بات ہوتی ہے یہ سب پڑھنا پتا ہونا چاہیے ہمارا مذہب ان سب کے مقابل کتنا سچا ہے۔"

"پھر آپ اتنا غصہ کیوں ہوئے؟" وہ اس کے چہرے پر کچھ تلاش کر رہی تھی۔ اس کے غصے کی وجہ ڈھونڈ رہی تھی۔

"کیونکہ ابھی یہ سب پڑھنے کی آپ کی عمر نہیں ہے، آپ کا ذہن ان لٹریچرز کو پڑھ کر بھٹک سکتا ہے اور وہ آپ کے لیے خطرناک بھی ثابت ہوسکتا ہے۔" انہوں نے سہولت سے جواز پیش کیا۔

"پر میرا ذہن تو ابھی تک نہیں بھٹکا ڈیڈ میں ان مذاہب میں سے اکثر کو اسٹڈی کر چکی ہوں جن کے آپ نے ابھی نام لیے اور ہر بار مجھ پر عیسائیت کی سچائی اور اس کا حق ہونا ثابت ہوا ہے دل کو عجیب سا سکون ملتا ہے یہ سب پڑھ کر حق ہونا زیادہ اچھا لگتا ہے دنیا میں جتنے بھی مذاہب پھیلے ہیں ان سب میں ہمارا مذہب سب سے عظیم ہے ڈیڈ!"

"کیا...... کیا مطلب؟ تم نے کتنے مذاہب کو اسٹڈی کرلیا ہے؟" وہ بُری طرح چونکا۔

"بہت سے مذاہب کو اسٹڈی کیا ہے ڈیڈ اور پتا ہے مجھے لگتا ہے ہم جتنے عظیم مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اتنا ہی بھٹکے ہوئے ہیں حتیٰ کہ ہمارے کرسچین نوجوانوں کو تو یہ پتا ہی نہیں ہے کہ شراب حرام ہے۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا، سکون کی ایک گہری سانس خود بخود اس کے سینے سے خارج ہوئی۔ اس کی بیٹی صرف مذہبی نہیں تھی بلکہ وہ اپنے مذہب سے عشق کرتی تھی اور اس معاشرے میں جہاں مذہب کو "اولڈ کلچر" کہہ کر چھوڑا جا رہا تھا وہاں ایسے اسکالرز کی ضرورت تھی جو مسلم اسکالرز کا جواب دیں اور جانے کیوں دل کو یقین ہو چلا تھا کہ اینا جانز لا اگر یہ کام ضرور کرے گی وہ ایک بہترین عیسائی اسکالر بنے گی۔

"ہاں بیٹا! ہمارا مذہب بہت عظیم ہے بس آج کل کے نوجوانوں نے مذہب سے دوری اختیار کرلی ہے۔"

"انکل! میں تو بہت کوشش کرتا ہوں اپنے دوستوں کو بھی لے کر جاؤں مگر وہ سب تیار ہی نہیں ہوتے۔" کافی دیر سے چپ بیٹھے کروشو نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"بلکہ ان لوگوں کی یہ کوشش ہوتی کہ وہ تمہیں کسی کلب بار وغیرہ میں لے جائیں۔" اینا نے اپنی پونی جھلاتے ہوئے مزے لے کر کہا تو کروشو نے اسے گھور کر دیکھا۔ جانز کی مسکراتی ہوئی نظریں کروشو کی طرف اٹھی تھیں لیکن بیچ میں سائیڈ پر رک گئی تھیں وہاں "قرآن اور بائبل" رکھی تھی، اس کے دل کو عجیب سی گھبراہٹ نے آن گھیرا اسے لگا وہ کتاب نہیں بلکہ کوئی طوفان ہو جس کا رخ پھیرنا اب اس کے لیے آسان نہیں۔

"اینا تم نے اس سے پہلے مذہب اسلام کو اسٹڈی کیا ہے؟" جانز نے پوچھا۔

"مذہب اسلام...... یہ کون سا مذہب ہے؟" اس نے حیران ہو کر باپ سے پوچھا۔

"یہی مذہب ہے جس کی کتاب کو قرآن کہا جاتا ہے تم اسٹڈی کرو گی تو جان جاؤ گی کہ یہ دنیا کا سب سے مشکل اور سخت مذہب ہے۔ خاص کر عورتوں کے متعلق تو اس کے نظریات بہت ہی عجیب ہیں، عورتوں کو گھر کے اندر قید کر کے رکھنا چاہتے ہیں وہ اپنی مرضی سے کہیں آ جا نہیں سکتی ہیں ان کا بس چلے تو شاید ان عورتوں کی سانسوں پر پابندی لگا دیں۔" جانز نے نخوت سے کہا۔

"اوہ گاڈ اتنا ظلم۔" ان کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔

"انکل عورتیں تو بہت نازک ہوتی ہیں، کمزور سی ان پر اس طرح ظلم کرنے والے تو بزدل ہوتے ہیں۔" کروشو نے کہا تو جانز مسکرا دیا۔

"ہاں...... یہ تو ہے مگر کیا کیا جائے یہی اس مذہب کے عقائد ہیں۔"

"یہ تو بہت غلط بات ہے ڈیڈ!" اینا کے چہرے پہ ناگواری در آئی۔

"ہوں...... پہلے تو بہت ہی سختیاں تھیں لیکن اب ان کی نوجوان نسل باشعور ہوتی جا رہی ہے اور وہ یہ سب ختم کر رہی ہے مگر ان کی سختیاں مزید بڑھتی جا رہی ہیں۔" جانز نے کہا۔

"پھر تو ہمیں ان کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے۔" کروشو نے کہا تو جانز بے اختیار ہنس پڑا۔

"بیٹا یہ ان کا مذہبی معاملہ ہے، ہمیں صرف یہ چاہیے کہ جس طرح اور کتابیں پڑھ کر رکھ دیتے ہیں اسی طرح ان کی بھی پڑھ کر رکھ دیں، زیادہ غور و فکر نہ کریں۔" اینا نے جانز کی تائید میں سر ہلا دیا۔

"لیکن انکل کبھی موقع ملے تو ضرور ان کی خلاف آواز اٹھانی چاہیے۔" کروشو کی ٹانگ وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"ضرور کیوں نہیں، ہماری بہت سی تنظیمیں کام کر رہی ہیں بہت اچھا رسپانس مل رہا ہے ہمیں۔" جانز نے اسے تسلی دی۔

"اوہ ریئلی انکل! کیا وہ لوگ ہمارے مذہب میں داخل ہو جاتے ہیں؟" کروشو بڑی دلچسپی سے بولا۔

"ہمارے مذہب میں داخل تو ہو جاتے ہیں مگر یہ ظالم لوگ اس سے جینے کا حق چھین لیتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" اس بار اینا بھی چونک پڑی۔

"جان سے مار دیتے ہیں وہ لوگ اپنا مذہب بدلنے والوں کو۔" جانز نے نفرت سے کہا۔

"میرے خدا، اتنا ظلم۔" اینا سفید پڑ گئی اور کروشو بھی ساکت رہ گیا۔

"ڈیڈ باتیں ختم ہوگئیں تو آ جائیں مام نے کھانا لگا دیا ہے۔" جولین نے کمرے میں جھانک کر کہا۔

"تم اسٹڈی کرلو تو یہ کتاب مجھے دینا میں نے بھی نہیں پڑھی ہے۔" جانز نے اٹھتے ہوئے اینا سے کہا۔

"نہیں ڈیڈ اب مجھے یہ کتاب نہیں پڑھنی۔" اس نے لمحوں میں فیصلہ کیا اور جانز کو خوشی نے آن گھیرا وہ ایسے خطرناک مذہب سے اپنی بیٹی کو بچانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ کروشو اور جانز باہر نکل گئے دھیرے دھیرے قدم اٹھا کر وہ بھی ان کے پیچھے چلنے لگی دروازے پر پہنچ کر اس نے رک کر سائیڈ ٹیبل پر نظر ڈالی۔

"قرآن اور بائبل۔" اتنی دور سے بھی واضح نظر آ رہا تھا اس نے جھرجھری لی اور تیزی سے باہر نکل آئی۔

"ایسا کرتے ہیں کہ ایک ہفتے کی چھٹی لے کر کہیں گھومنے چلتے ہیں۔" کھانے کے بعد جنیفر کمرے میں آئی تو جانز نے کہا تو جنیفر حیران رہ گئی۔

"مگر کیوں؟"

"میں چاہتا ہوں جینی کہ وہ کتاب اینا کے ذہن سے نکال دوں۔"

"آپ کو کیا ہوگیا ہے جانز! آپ اتنا پریشان کیوں ہیں؟" جنیفر نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"جینی یہ مذہب بڑا عجیب ہے اس کے پھیلنے کی شرح بہت زیادہ ہوتی جا رہی ہے، مجھے ڈر ہے کہ اس مذہب کی تعلیم کہیں میری بیٹی کو اپنے بس میں نہ کرلے۔" اس نے پریشانی سے کہا۔

"جانز! کیا اس مذہب نے آپ کو اپنے بس میں کیا؟ آپ اتنا اسے پڑھ چکے ہیں پھر بھی وہ آپ پر اثر انداز نہ ہوسکا، اینا تو آپ سے بھی کہیں زیادہ مذہبی ہے۔" جنیفر نے اسے تسلی دینی چاہی۔

"لیکن جینی میں پھر بھی اس واقعہ کو اینا کے ذہن سے نکال دینا چاہتا ہوں۔"

"ریلیکس جانز! آپ پریشان مت ہوں۔" جنیفر نے اس کے ہاتھ تھام لیے لیکن اس کی پریشانی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔

❁......❁......❁

"یہ کیا ہو رہا ہے مجھے۔" کروٹ بدلتے بدلتے وہ تھک گئی تھی، یہ پہلی رات تھی جو اسے نیند نہیں آ رہی تھی وہ کتابیں پڑھتے پڑھتے سو جانے کی عادی تھی اور آج اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ کھانا کھا کے وہ کمرے میں آئی تو حسب عادت

بستر میں گھستے ہوئے اس نے کتاب نہیں اٹھائی تھی بلکہ بہت دیر سب سے اوپر موجود کتاب کو دیکھا پھر تھک کر لیٹ گئی' ڈیڈ کی باتیں یاد آئیں تو اس نے گھبرا کر رخ پھیر لیا۔

"کیسی مظلوم عورتیں ہوں گی وہ بے چاریاں۔" اسے ان اَن دیکھی عورتوں سے شدید ہمدردی محسوس ہو رہی تھی' وہ بہت دیر تک ان کے بارے میں سوچتی رہی جب ہی دروازہ بجا وہ چونک اٹھی تھی اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور ڈیڈ کو دیکھ کر حیران ہوئی' جانز ابا گر نے سب سے پہلے سائیڈ ٹیبل پر نظر ڈالی تھی وہ کتاب ویسے ہی وہاں پڑی تھی۔ اسے اپنی بیوی پر بہت پیار آیا جس نے بالکل سچ کہا تھا اینا اس کی فرماں بردار بیٹی ہے وہ اب بھی اس کتاب کو ہاتھ نہیں لگائے گی مگر وہ اس کتاب کو سوچے بھی نہ اسی لیے وہ اسے یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔

"اینا ہم نے گھومنے کا پروگرام بنایا ہے ہم دو تین دن کے لیے شہر سے باہر جا رہے ہیں' تم پیکنگ کرلو ہماری فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔"

"ڈیڈ یوں اچانک......" اس نے حیران ہو کر پہلے ڈیڈ کو پھر وال کلاک کو دیکھا جو اس وقت رات کا ایک بجا رہی تھی۔

"کوئی سوال نہیں جلدی کرو میں کروشو کو اٹھا رہا ہوں۔" وہ اسے حیران چھوڑ کر مڑ گیا جب کہ وہ ایک گہری سانس لے کر اٹھی اور بیگ اٹھا کر پیکنگ کرنے لگی۔

باہر نکلنے لگی تو اسے یکلخت اپنا موبائل یاد آیا جو بے دھیانی میں ان کتابوں کے اوپر رکھا تھا وہ موبائل اٹھاتے ہوئے ٹھٹکی۔

"قرآن اور بائبل۔" ایک تقابلی جائزہ کسی مسلم اسکالر کی کتاب جسے دیکھ کر ڈیڈ کو پہلی بار غصہ آیا تھا۔

"ایسا کیا ہے اس کتاب میں۔" بہت سے انسانوں کی طرح اس کا فطری تجسس جاگ اٹھا وہ جو اتنی دیر سے صرف اس ہی کتاب کو دیکھ رہی تھی اس کتاب کی وجہ سے وہ اب تک سو نہیں سکی تھی اس نے کتاب کو اٹھا کر بیچ میں سے کھول کے دیکھا۔

"ا......ل......ر (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں میں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ ان کے رب کی توفیق سے اس خدا کے رستے پر جو اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔" (سورۃ ابراہیم 1:)

قرآن مجید میں اسی سورۃ ابراہیم میں آگے چل کر ایک اور رہنمائی بھرا پیغام دکھائی دیتا ہے۔

"القرآن......" "یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے اور یہ بھیجا گیا ہے اس لیے کہ ان کو اس کے ذریعہ خبردار کیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں اللہ بس ایک ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آجائیں۔ (سورۃ ابراہیم 52:)" پھر سورۃ زمر میں قرآن حکیم کے مقام و منصب کے بارے میں مزید وضاحت ملتی ہے چنانچہ فرمان رب تعالیٰ ہے۔

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے اب انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق تم پر نازل کردی ہے' اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا اپنے لیے کرے گا اور جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال اسی پر ہوگا تم ان کے ذمہ دار نہیں ہوگے۔" (سورۃ الزمر 41:)"

وہ سن سی کھڑی رہ گئی ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ اجنبی الفاظ اس کے سر سے گزر جانے چاہیے تھے۔ اس کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا یہ باتیں اس نے کبھی کسی بھی مذہب کی کتاب میں نہیں پڑھی تھیں' یہ کون متکلم تھا جس نے اپنا کلام اس کی سماعت تک محدود نہیں رکھا بلکہ پل بھر میں اس کی ہر رگ میں اتار دیا تھا یہ کیسی آواز تھی جس نے اس کی سماعت پر پہرہ بٹھا دیا تھا۔ وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں سوچتی چلی گئی۔

"میں کب سے آوازیں دے رہا ہوں اور تم کیا کھڑے کھڑے سو گئی ہو۔" کروشو نے اسے جھنجوڑا تو وہ کتاب سمیت لڑکھڑائی غیر ارادی طور پر اس نے کتاب کو بچانے کی کوشش کی۔

"یہ طریقہ کہاں سے سیکھا۔" وہ دہاڑی۔

"جہاں سے تم نے کھڑے کھڑے سونے کا طریقہ سیکھا

کب سے آوازیں دے رہا ہوں تمہیں۔" اس نے کتاب کو سائیڈ پر رکھا بالکل یوں کہ کروشو کو بھی محسوس نہ ہوا۔

"میرا بیگ لے کر چلو میں آتی ہوں۔"

"یہ انکل کو بھی جانے کیا سوجھی اس وقت...... یہ کون سا وقت ہے گھومنے کا۔" کروشو شاید سوچ چکا تھا تبھی قدرے بے زار تھا' اس نے اس کتاب کو دیکھا جو آج اس گھر بدری کا سبب تھی' اس کے مصنف کا نام دیکھتی وہ گھر سے باہر نکل آئی تھی۔

❁......❁......❁

"اینا یہاں کیوں بیٹھی ہو بیٹا!" جانز ایک مذہبی جلسے میں شرکت کے باعث آج چار بجے گھر آیا تھا اور اینا کو باہر لان میں گھاس پر ایزی چیئر میں بیٹھے دیکھ کر وہ اس کی طرف چلا آیا۔

"خدا کو ڈھونڈ رہی ہوں۔"

"یہاں بیٹھ کر؟" اس کے چہرے پر حیران سی مسکراہٹ در آئی تھی۔ وہ انیس سال کی اینا ابا گر کے جواب سے خاصا محظوظ ہوا۔

"صبح میں نے سورج کو خدا سمجھ لیا تھا ڈیڈ مگر شام ہونے پر وہ ڈوب گیا اب مجھے لگتا ہے شاید یہ چاند ہی میرا خدا ہو۔" وہ بہت تھکے تھکے لہجے میں بولی تھی جیسے کوئی اپنے سفر کے شروع میں تھک جائے۔

"کیا بکواس کر رہی ہو اینا! اندر چلو۔" جانز نے غصے سے کہا پل بھر میں اس کا موڈ بدلا تھا۔

"ایک شخص نے ہزاروں سال پہلے خدا کو ایسے ہی ڈھونڈا تھا ڈیڈ! میں بھی اپنی تلاش اسی طرح شروع کر رہی ہوں' مجھے یقین ہے خدا مجھے ملے گا وہ مجھے مایوس نہیں کرے گا۔"

"اینا ناشکرا پن مت کرو' تمہیں خدا مل چکا ہے' صرف ہمارا مذہب ہی سچا ہے۔"

"وہ پتھر کی مورتی...... اسے آپ خدا کہتے ہیں جو چاند اور سورج سے زیادہ بے بس ہے' ہمارے مذہب سے زیادہ سچا تو چاند سورج کی پوجا کرنے والوں کا مذہب ہے کم از کم وہ ایسے کو تو پوجتے ہیں جو ان سے بالاتر ہے۔" جانز ابا گر کا ہاتھ بے اختیار اس کے گال پر پڑا تھا۔

"بکواس بند کرو اینا! تم ہوش میں ہو کیا کہہ رہی ہو تم؟" وہ غصے سے دہاڑا۔

"پلیز ڈیڈ! میرے سوالوں کو اپنے غصے سے مت دبائیں' مجھے ان کا جواب دیں۔"

"اینا! تم......" اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کے کندھے پر دباؤ پڑا تھا تو وہ پلٹا جینیفر تھی وہ اینا ابا گر کو بڑی سخت نظروں سے دیکھ رہی تھی جب کہ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے عزیز از جان کو دیکھ رہی تھی جس نے زندگی میں پہلی بار اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

"آپ اندر چلیں تھکے ہوئے ہیں۔" وہ آگے بڑھ کے جانز کو اندر لے گئی اور اینا ابا گر وہیں بیٹھی رہ گئی' وہ ایزی چیئر پر بیٹھی پھر سے آسمان کو تکنے لگی' آسمان پر چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا بالکل اس کی طرح اکیلا اور تنہا۔ یہ اداسی اس کی زندگی میں بہت خاموشی سے اسی رات چلی آئی تھی جب وہ "قرآن اور بائبل" کو اپنی سائیڈ ٹیبل پر چھوڑ گئی تھی واپسی پر وہ کتاب وہاں نہیں تھی۔ وہ قطعی نہیں چونکی وہ جانتی تھی وہ کتاب کہاں گئی وہ چاہتی تو خاموشی سے اس کتاب کو پڑھ سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا لیکن اس کی نیند اس سے روٹھ گئی تھی۔ وہ جو ایک ٹیسٹ کی تیاری کے لیے بھی گھنٹوں کتاب ہاتھ میں لیے رہتی تب کہیں اچھا ٹیسٹ دے پاتی تھی ایک مضمون یاد کرنے میں اسے گھنٹوں لگتے تھے لیکن وہ ایک صفحہ جسے اس نے سرسری نظروں سے پڑھا تھا آج دو سال بعد بھی حرف بہ حرف اسے یاد تھا شاید قرآن ہی وہ عظیم سچائی تھی جس کے لیے انسان کو بنایا تھا تبھی تو وہ اس کے دل کے نہاں خانوں میں جا بسا تھا۔ وہ جتنا گہرا مطالعہ عیسائیت کا کر رہی تھی اس کی تشنگی بڑھتی جا رہی تھی یہ مذہب اس کے اندر اٹھتے بہت سے سوالوں کا جواب دینے میں ناکام ہو چکا تھا۔

"خدا مجھے ان لوگوں میں شامل کردے جو تیرے سامنے اس حال میں آئیں گے کہ وہ سچے اور حق راستے پر ہوں گے میں جس راہ پر چل رہی ہوں اگر یہ گمراہی ہے تو اس سے چھٹکارا

دے اور اگر سچ ہے تو دل کو قرار دے۔" اس نے آنکھیں موند لیں۔ ہر روز کی طرح نیند آنکھوں سے بہت دور تھی۔

❁......❁......❁

"اس کا کوئی ایسا دوست بھی نہیں ہے جانز! جس پر اس تبدیلی کا الزام سونپا جاسکے وہ اس روز کے بعد سے آج تک مذہب اسلام کے بارے میں کوئی کتاب تک نہیں لائی اس کے باوجود وہ مذہب اسلام کے بہت سے واقعات کا ذکر اکثر کرتی ہے۔ وہ ہمارے مذہب کے متعلق الٹے سیدھے سوال کرتی رہتی ہے مجھ سے اور پچھلے پندرہ دن سے تو حد ہی ہوگئی اس نے چرچ جانا بند کردیا ہے۔" اپنی بیٹی کی اس گمراہی پر جنیفر حقیقتاً رو پڑی' اسے اینا سے جو محبت تھی اس پر کوئی شک نہیں کیا جاسکتا تھا۔

"تم نے مجھ سے ان باتوں کا ذکر کیوں نہیں کیا جنیفر؟" جانز نے ازحد تشویش سے استفسار کیا۔

"مجھے لگا میں اسے سمجھا لوں گی۔" وہ افسردہ تھی اور وہ سوچ رہا تھا جب وہ کسی سے ملتی جلتی نہیں اسلام کے بارے میں کوئی کتاب لاکر پڑھتی نہیں ہے پھر اسے کہاں سے اتنی معلومات مل رہی ہے۔

"وہ بھٹک کیسے گئی' مجھے سمجھ نہیں آرہا ہے۔" ایک بار پھر جنیفر سسک اٹھی۔

"یہ پتھروں کا نہیں الیکٹرونک کا دور ہے جنیفر! یہاں اپنی بات کہنے کے لیے ملنا ضروری نہیں ہوتا تمام معلومات آپ کو ایک کلک پر حاصل ہوسکتی ہیں۔" جنیفر نے چونک کر اسے دیکھا پھر وہ اٹھ کر تیزی سے باہر نکلی' واپسی پر اس کے ہاتھ میں اینا کا موبائل تھا۔

"جانز اس میں صرف تین ہی نمبر سیو ہیں میرا آپ کا اور کروشو کا۔" جانز نے اس کے ہاتھ سے موبائل لیا اور مختلف بٹن پریس کرنے لگا چند منٹوں میں ایک لمبی لسٹ جنیفر کے سامنے تھی وہ موبائل پر نیٹ یوز کرتی تھی جنیفر کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک پھیل گئیں۔ سب کچھ واضح تھا جانز کو ملال نے آگھیرا۔

"یہ بے شک آج کل کی ضرورت ہے مگر اس کا غلط استعمال گمراہ کردیتا ہے۔" صبح ناشتے کی میز پر موبائل اس کے سامنے رکھتے ہوئے جانز نے اس کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں کتنے دنوں کی بے خوابی کی چغلی کھا رہی تھیں۔

"میں نے ابھی کسی راہ پر بھی قدم نہیں رکھا ہے ڈیڈ!" اس نے دودھ کا گلاس واپس رکھ کر نظروں کو جھکاتے ہوئے کہا۔

"تم اپنی راہ کو چھوڑ کر جس راہ پر نظریں جمائے کھڑی ہو اینا وہ گمراہی ہے۔"

"جس راہ پر آپ چلا رہے ہیں اس کے لیے من میں بہت سے سوال اٹھتے ہیں جس کا جواب مجھے کوئی نہیں دیتا' مام بھی نہیں دیتی ہیں اور...... اور میں جانتی ہوں آپ بھی نہیں دے سکیں گے۔" اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور موبائل لیے بغیر باہر نکل گئی۔

"جنیفر! اینا کو کسی بھی طرح قابو کرو' مجھے امکان ہے کہ مجھے اپنی تنظیم کا صدر بنادیا جائے گا۔ میں اتنا بڑا مبلغ ہوں میری تقاریر لوگوں کے دل موہ لیتی ہیں' ایسے میں میری بیٹی ہمارے ہی مذہب کے خلاف اٹھ کھڑی ہو' کتنی سبکی کی بات ہوگی یہ۔" جانز ابا گراز حد پریشانی سے گویا ہوا۔

"یہ تو دنیا میں بے عزتی کا معاملہ ہے یہ سوچیں کہ ہم خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔" جنیفر جو جانز سے زیادہ مذہبی تھی خدا اور مسیح سے زیادہ محبت کرنے والی تھی اسے اینا ابا گر کی اس حرکت سے سخت ٹھیس پہنچی تھی۔

"آنٹی ناشتا ریڈی ہے؟" اسی پل کروشو اپنی کتابیں لیے اپنے کمرے سے نکلا تو وہ دونوں چونکے۔

"ہاں آجاؤ۔" اس نے کہا اور جانز اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"آنٹی آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" کروشو نے جنیفر کو مخاطب کیا۔

"ہوں......" وہ اپنی پریشانی میں مکمل گم تھی۔

"آنٹی مجھے جاب کی آفر ہورہی ہے' میں سوچ رہا تھا کہ یہ موقع نہ گنواؤں' پہلے بھی انکل نے منع کردیا میں چپ ہوگیا جب جاب بھی کوئی خاص نہیں تھی لیکن اس بار جاب اچھی

ہے تو......" جنیفر چونک گئی کروشو کتنا بڑا ہوگیا تھا کہ اب اپنے فیصلے خود کرنے لگا تھا۔

"تم جاب کرلو۔" جنیفر نے اس بار اسے روکنا مناسب نہ سمجھا۔

"سچ آنٹی...... مگر انکل......؟" کروشو کا چہرہ چمک گیا۔

"وہ منع نہیں کریں گے' اب تمہاری شادی کی عمر ہوگئی ہے اچھا کماؤ گے تبھی تو کوئی لڑکی ملے گی۔" وہ مسکرائی۔

"لڑکی تو میں ڈھونڈ چکا ہوں۔" کروشو نے مسکراتے ہوئے کہا جنیفر نے چونک کے اسے دیکھا۔

"تمہارا مطلب کیا ہے' تم ہمیں بتائے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کیسے کرسکتے ہو۔ کیسی لڑکی ہے' کیا کرتی ہے' کہاں رہتی ہے دیکھو کروشو! میں نے ایسی پرورش نہیں کی تمہاری کہ...... مجھے ڈر ہے کروشو! کہیں تم مجھ سے دور نہ ہوجاؤ۔" اینا کے باعث اس کا دل پہلے ہی دکھا ہوا تھا' اس نے ساری بھڑاس اس کروشو پر نکالی۔

"آنٹی میں اینا سے پیار کرتا ہوں۔" کروشو نے سنجیدگی سے کہا اور وہ اس بار پہلے سے زیادہ بُری طرح چونکی۔

❁......❁......❁

"ہم نے کبھی اپنے رشتے داروں کے علاوہ کسی اور کی شادی میں شرکت تک نہیں کی پھر اب یہ کروشو کی فرینڈ پارٹی میں میری شرکت اتنی اہم کیسے ہوگئی؟" اس نے بڑی بے چارگی سے جنیفر سے پوچھا۔

"دیکھو اینا! تمہارے پاپا کو لگتا ہے تمہارے لیے کروشو ایک بہترین ہم سفر ثابت ہوگا۔" جنیفر اسے ایک پارٹی میں جانے کے لیے تیار کرنے آئی تھی پر اس کی اس بات پر وہ بُری طرح چونکی۔

"اینا! کروشو اچھا لڑکا ہے وہ تمہیں پسند بھی کرتا ہے تمہارے ڈیڈ بہت خوش ہیں اس رشتے سے۔" وہ بے دم قدموں سے بیڈ پر بیٹھتی چلی گئی۔

"دیکھو بیٹا یہ ہم تمہاری خوشی کے لیے ہی تو کررہے ہیں۔"

"آپ کو اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھا چاہیے۔" وہ بمشکل بول پائی۔

"کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے' کیا تم کسی کو پسند کرتی ہو؟" وہ جانتی تھی جواب نفی میں ہوگا اسی لیے بڑے سکون سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں تو ابھی تک پرانی راہ اور اس کے مسافروں کو ٹھیک سے سمجھ تک نہیں سکی پھر نئی راہ پر نئے ہم سفر کے ساتھ کیسے سفر شروع کردوں۔" رگ رگ میں پھیلتی بے چینی کے ساتھ وہ بڑبڑائی تھی جنیفر نے لب بھینچ لیے۔ اس نے ہی جانز کو اس رشتے کے لیے راضی کیا تھا کیونکہ اسے لگتا تھا کہ اینا لڑکی ہے فی الحال جس چکر میں پڑگئی اس میں سے نکالنے کے لیے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اسے ایک اچھے سے انسان کے ساتھ جوڑ دیا جائے جو اسے سپنوں کی ایسی دنیا میں لے جائے جہاں سے وہ کبھی نکل نہ سکے اور وہ شخص اسے کروشو کی صورت میں مل گیا وہ اپنی بیٹی اینا کے لیے خوش تھی۔

"اینا تیار ہوگئیں؟" کروشو نے اس کے روم میں جھانکا۔

"ہاں۔" اینا کے بجائے جنیفر نے مسکرا کر کہا۔

"واؤ...... زبردست سسٹر! تم تو بہت پیاری لگ رہی ہو۔" جولین نے بڑی حیرت سے اسے دیکھا وہ چاہ کر بھی جولین کو مسکرا کر نہ دیکھ پائی اسے اپنی اس چھوٹی سی فیملی میں سب عزیز تھے سب اس کی جان تھے۔

"چلیں اینا۔" کروشو نے کہا تو وہ بمشکل چلنے پر خود کو آمادہ کرپائی اور اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔

"اینا مجھے معلوم نہیں تھا کہ انکل اس رشتے کو قبول کرلیں گے میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں' اینا میں بہت خوش ہوں۔" کار اسٹارٹ کرکے مین روڈ پر لاتے ہوئے اس نے اینا سے کہا وہ ہمیشہ سے کہیں زیادہ سنجیدہ لگ رہی تھی۔

"تم خوش ہو اینا؟" کروشو کے سوال پر اس نے نظریں اٹھائیں' خوشی کروشو کے انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔

"پتا نہیں۔" اس نے رخ پھیر لیا۔

"میری آنکھیں دیکھو اینا! اس میں تمہارے پیار کے سوا کچھ نہیں۔" کروشو سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"میں تمہاری آنکھیں کیا دیکھوں کردشو تم دیکھو میری آنکھیں جو کسی کی تلاش میں اپنی نیند اور آرام جانے کب سے گنوا بیٹھی ہیں۔" اس کے لب آپس میں پیوست تھے' اسی لیے اس کی اس کی خاموشی پر لب بھینچ کر رہ گیا۔

"جب میں نے تمہیں دعوت نامہ دیا تھا تو مجھے لگا تھا میرا کارڈ بے کار جائے گا۔" کردشو کے دوست نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"یہ میری کزن ہے اینا لاباگر۔" کردشو نے اس کا تعارف کرایا۔

"تمہیں ان کا تعارف کروانے کی ضرورت نہیں' میں انہیں جانتا ہوں۔" اس کے کہنے پر اینا چونکی۔

"آپ مجھے جانتے ہیں' مگر کیسے؟"

"اتنے بڑے مذہبی اسکالر جانز لاباگر کی بیٹی کسی تعارف کی محتاج نہیں' اپنے مذہب کے بارے میں زیادہ تو نہیں جانتا لیکن بڑے بڑے اسکالرز کو جانتا ہوں۔" وہ مسکرایا اور اینا کی سنجیدگی مزید بڑھ گئی۔

"آئیں پلیز اندر چلیں۔" وہ دونوں اس کے پیچھے اندر داخل ہو گئے وہاں اس کے کالج فیلو بھی تھے اس کے باوجود اسے ہر لمحہ گزارنا مشکل لگ رہا تھا۔

"کردشو چلیں۔" دو گھنٹے بعد اس کی بے چینی حد سے بڑھی تو اس سے وہاں بیٹھنا محال ہو گیا۔ وہ کردشو کی طرف مڑی جو بے قراری چھپائے لب بھینچے داخلی دروازے کو دیکھ رہا تھا' چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"چلو۔" اس کا اپنا ماحول ایسا نہیں تھا پارٹی میں خود وہ بھی ایزی فیل نہیں کر رہا تھا اگر جنیفر نے نہ کہا ہوتا تو وہ خود کبھی نہ آتا۔ وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ دروازے پر ایک ہیوی بائیک آ کر رکی اس نے بے اختیار ایک گہری سانس لی' اس کا آنا بے کار نہ جا سکا وہ جس مقصد کے لیے یہاں آیا تھا وہ بس اب چند قدم کے فاصلے پر تھا۔

"تمہاری پارٹی میں رونق تو اب آئی ہے۔" بہت سے لوگ اٹھ کر آنے والے کے استقبال کے لیے چلے گئے دروازے پر رش لگ جانے کے باعث وہ دونوں وہیں بیٹھے رہ گئے۔

"اینا دیکھو اس لڑکے کے گلے لڑکوں سے زیادہ لڑکیاں لگ رہی ہیں۔" کردشو نے اسے مخاطب کیا۔

"جہنم میں عورتیں زیادہ ہوں گی۔" اس نے اس طرف سے نظریں پھیر لی تھیں' کردشو کے لب بھینچے تھے یہ کس مذہب کا ماننا تھا وہ جانتا تھا۔ اس شخص کا فاصلہ ان کی ٹیبل پر سے گزرتے ہوئے رکا۔

"ہائے کردشو...... تم یہاں کیسے نظر آ رہے ہو؟" وہ مخاطب کردشو سے تھا لیکن اس کی نظریں اینا پر تھیں اور جن نظروں سے دیکھ رہا تھا' کردشو کو خاصا ناگوار گزرا اس کی بے باک نظروں کو برداشت کرنا اینا کے بس میں نہیں تھا۔ اس کا جی چاہا اس شخص کے منہ پر کھینچ کر تھپڑ مارے۔

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی عورتوں سے کہو چادر کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈال لو۔" اسے یہ آیت پوری عبارت کے ساتھ یاد نہ آئی لیکن یہ حصہ بھی اسے گونگا بہرہ بنا گیا' اس کا باپ جس مذہب کو برا کہتا تھا خدا نے ہر اچھائی اسی مذہب میں اتاری تھی' مگر کیوں......؟

"اگر میں نے اپنا جسم چہرے سمیت چھپا رکھا ہوتا تو یقیناً یہ بے ہودہ نظریں مجھ پر یوں نہ گڑی ہوتیں۔" پچھلے ایک سال سے وہ اسلام کو اسٹڈی کر رہی تھی جس کی ہر بات حق اور سچ تھی یہ بات اکثر مواقع پر اس پر ثابت ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں بھیگتی چلی گئیں' سامنے کھڑا شخص بری طرح چونکا۔ وہ نہ تو نظریں جھکا رہی تھی نہ ہی کسی قسم کا کوئی رسپانس دے رہی تھی۔

"تم کیسے ہو غازان عصر؟" کردشو نے کہا مگر وہ اینا لاباگر کو ہی دیکھے جا رہا تھا۔ جو پتا نہیں کس سوچ میں گم تھی۔

"غازان عصر......" کردشو کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اینا کو وہاں سے غائب کر دیتا۔

"غزنی آؤ تمہارے لیے میں نے آج زبردست شراب منگوائی ہے۔" پارٹی میزبان اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے گیا وہاں شراب کی بوتلیں رکھی تھیں اور سب سے زیادہ وہی پی رہا تھا۔

"کتابوں میں بڑی بڑی باتیں لکھنے والوں کی حقیقت دیکھو ذرا یہ ہیں مسلمان۔" کروشو تنفر سے کہتا کھڑا ہوا اور اینا ابا گر کو ہوش سا آیا اسے یوں زبردستی پارٹی میں لانا اتنی دیر تک بیٹھنا اور اس شخص کے آتے ہی واپسی کے لیے چل دینا تو یہ سب ایک گمراہ مسلمان کی نمائش کا ڈرامہ تھا وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"اتنے عیسائیوں کو گمراہ دیکھ کر تم مذہب عیسائی سے بدظن نہیں ہوئے میں ایک گمراہ مسلمان کو دیکھ کر اسلام سے بدظن ہو جاؤں گی' ایسا کیونکر لگا تمہیں؟" وہ درشتگی سے بولی' کروشو نے چونک کر اسے دیکھا وہ سچ مچ ایک ذہین لڑکی تھی یہ جنیفر کا ہی پلان تھا کہ اس کا دل اسلام سے برا ہو سکتا ہے جب وہ گمراہ مسلمانوں کو دیکھے گی کہ یہ مسلمان کہتے کچھ ہیں' کرتے کچھ ہیں وہ اپنی بات مکمل کر کے باہر نکل گئی۔ بمشکل کروشو نے بھی اس کی تقلید کی۔

❁......❁......❁

"آنٹی اینا مذہب اسلام کو بہت زیادہ پڑھ چکی ہے بلکہ شاید وہ یہ مذہب قبول کر چکی ہے۔" کروشو نے گویا دھماکہ کیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو کروشو۔" جنیفر کو لگا جیسے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا ہو۔

"جس لمحے میں نے اسلام قبول کیا اس پل میں یہ گھر چھوڑ دوں گی۔" اسی پل اینا نے لاؤنج میں قدم رکھا۔

"اینا......تم......" جنیفر کی پیشانی پر پسینہ پھوٹ نکلا۔

"تمہارے دل میں جو بھی سوال اٹھتے ہیں تم اس پر اپنے ڈیڈ سے بات کرو' تم یقین کرو اینا تمہیں پتا چلے گا تمہارا مذہب کتنا سچا ہے اور اسلام سے بڑا سخت اور مشکل کوئی مذہب نہیں۔ تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب ملے گا۔" وہ اس کے پاس آئی وہ اسے بے تحاشا پیار کرتے ہوئے بولی۔

"میں آپ لوگوں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتی مام! لیکن آپ لوگ میرے ساتھ ایسا کریں گے تو میں رئیلی یہ گھر چھوڑ دوں گی۔ مجھے میری زندگی جینے کا حق دیں مجھ سے یہ حق مت چھینیں آپ لوگ۔ مجھے کسی بھی بے عمل مسلمان کو دکھا کر اسلام سے بدگمان کرنے کی کوشش مت کریں اور میں کروشو سے شادی بھی نہیں کروں گی کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہے میں تھک گئی ہو مام اس جھوٹے راستے پر چلتے ہوئے میں نے پندرہ دن پہلے اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں چرچ بھی اسی لیے نہیں جاتی کیونکہ میں......" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی جنیفر نے اسے دھکا دے کر خود سے الگ کیا وہ لڑکھڑا گئی اگلے پل جنیفر نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا اس بار وہ خود کو سنبھال نہ پائی اور گھوم کر صوفے پر جا گری۔ جنیفر نے آگے بڑھ کر اس پر تھپڑوں کی برسات کر دی۔

"یہ کیا کیا تو نے اینا......! مسیح کی منکر ہو گئی تو......"

جنیفر اس کی آخرت تباہ ہو جانے پر روتے ہوئے اسے بے تحاشا پیٹ رہی تھی اور وہ آواز نکالے بغیر خاموشی سے پٹ رہی تھی۔ جنیفر اس کی سگی ماں نہیں تھی مگر اینا ابا گر اس سے بدگمان نہیں تھی اینا ابا گر کے دل میں ایک بار بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اس کی سگی ماں ہوتی تو اسے سمجھنے کی کوشش کرتی۔ جنیفر کا اس پر احسان تھا اس نے اسے سگی ماں سے زیادہ پیار دیا تھا لیکن یہ خاموشی سے پٹنا اور اپنے بچاؤ کی کوشش تک نہ کرنا' کسی احسان کے تحت نہ تھا بلکہ یہ تو اس کے رب عزوجل کا فرمان تھا کہ "ماں باپ کو اُف تک نہ کہو" اور نماز کے بعد یہ دوسرا حکم تھا جس پر عمل کی سعادت نصیب ہو رہی تھی۔

"پلیز آنٹی چھوڑیں اسے۔" اس کے سفید چہرے پر نیلے نیلے داغ پڑ گئے تھے جنیفر کے جوتوں نے اسے بہت زخمی کر دیا تھا۔ کروشو سے اس کی یہ حالت برداشت نہ ہوئی اس نے آگے بڑھ کر اینا کو چھڑانا چاہا۔

"کیسے چھوڑوں اسے' یہ جانے کن باتوں کو پڑھ کر پاگل ہو گئی ہے ایسے کیسے اسے خود کو تباہ کرتے دیکھوں۔" وہ پھر اسے مارنے کو لپکی۔

"پلیز آنٹی! انکل کو آنے دیں وہ خود اس سے پوچھ لیں گے۔" کروشو نے جنیفر کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا ورنہ شاید آج وہ جان سے مار دیتی۔ کروشو اسے بڑی مشکل سے قابو میں کیے ہوئے تھا۔ جانز ابا گر گھر آیا تو اینا ابا گر کو صوفے پر نیم مردہ حالت میں دیکھ کر ساکت رہ گیا۔

"جانز! اینا نے اسلام قبول کر لیا۔" جنیفر کی روتی آواز نے اس کے قدموں سے زمین کھینچ ڈالی وہ لڑکھڑا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ آج ہی اسے اس کی تنظیم کا صدر بنایا گیا تھا۔ آج اسے اتنی بڑی خوشی ملی تھی عمر بھر کی ریاضت کا صلہ ملا تھا اور آج جنیفر یہ کیا کہہ رہی تھی' اسے لگا وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہے ابھی آنکھ کھلے گی اور سب ٹھیک ہوگا۔ اس کی اینا اس سے اس کی خوشی شیئر کرے گی دن بھر کے واقعات بتائے گی' وہ ابھی اٹھے گی اور اس کی پسند کا کھانا بنائے گی مگر نہیں اینا ابا گر تو مر چکی تھی یہ جو سامنے ہے یہ تو پتا نہیں کون تھی' اس نے تاسف سے پوچھا۔

"وہ یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہے۔" جنیفر نے سسکیاں لیتے ہوئے بمشکل کہا۔ وہ تو بورڈنگ بھی نہیں جانا چاہتی تھی اسے چھوڑ کر پھر بھلا وہ کہیں اور کیسے جا سکتی تھی وہ اسے کیسے چھوڑ سکتی تھی' اس نے ہاتھ بڑھا کر اینا ابا گر کو اٹھایا' کیا پتا جنیفر کو غلط فہمی ہوئی ہو کیا پتا اینا نے کچھ اور کہا ہو جنیفر نے کچھ اور سنا ہو اس نے اینا ابا گر کو جھنجوڑ ڈالا اس نے آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں۔ جنیفر نے اسے بہت مارا تھا اس کے بدن پر پڑے نشان جانز ابا گر کے دل کو چیر رہے تھے۔

"اینا اٹھو......اٹھو بیٹا!" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا اینا ابا گر نے بڑی مشکل سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ کروشو نے پانی لا کر دیا' اس نے اسے پانی پلایا' اس کی حالت بحال ہوئی تھی وہ اٹھ بیٹھی۔

"مام کیا کہہ رہی ہیں اینا!" جانز نے اس سے تصدیق چاہی شاید وہ جنیفر کی بات کا یقین نہیں کر پا رہا تھا' اسے لگ رہا تھا جنیفر اس کی بیٹی کے بارے میں جھوٹ بول رہی ہے بھلے لاکھ پیار سے اس نے اینا کو پالا تھا لیکن تھی تو سوتیلی ماں۔

"مام مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں ڈیڈ! وہ میرے بارے میں کچھ بھی غلط نہیں کہہ سکتیں۔" اس کی دلیری پر کروشو کے لب بھینچے جنیفر نے اسے صرف مذہب کی خاطر مارا تھا لیکن جانز ابا گر کی تو عزت اور ساکھ کا معاملہ تھا وہ تو پتا نہیں کیا حشر کرے گا۔

"وہ کہہ رہی ہیں تم نے اسلام قبول کر لیا۔" کوئی گنجائش تھی شاید ابھی بھی اس نے یہ سوال پوچھا۔

"میں نے جو راہ سچی دیکھی اس پر قدم رکھ دیا۔" اینا نے دلیری سے کہا۔

"اینا تم کچھ نہیں جانتیں' ابھی بچی ہو تم۔" اس نے حد درجہ برداشت سے کام لیا تھا۔

"جو جان گئی ہوں وہ کافی ہے ڈیڈ!"

"کیا جان گئی ہو تم؟" وہ دہاڑ اٹھا۔

"یہی کہ اللہ ایک ہے' اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم برحق آ چکا ہے اور قرآن اس کی کتاب ہے' اس کے نبی علیہ صلوۃ والسلام بے شک اور بھی ہیں لیکن ان کے ماننے کا صحیح طریقہ صرف قرآن میں درج ہے اور قرآن ہی وہ کتاب ہے جو جس طرح نازل ہوئی اب تک ویسی ہے اس کے لاتعداد نسخے ہیں' ایک حرف کا معمولی سا فرق بھی نہیں ملے گا چاہے کسی بھی ملک کے' کسی بھی شہر کی کسی بھی گلی کے' کسی بھی مکان میں موجود قرآن کو پڑھا جائے' نقطے کا بھی فرق نہیں ملے گا جب کہ بائبل ایک ہی شہر کے تین چرچ میں تین الگ الگ بائبل موجود ہیں' بتائیں آپ ایسا کیوں ہے؟" اس نے نہایت اطمینان سے اپنی بات مکمل کی۔ جانز ابا گر کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

"ایک بائبل میں ایک واقعہ پر پانچ لاکھ لوگ بتائیں جاتے ہیں تو دوسری بائبل میں اسی واقعہ کے لیے دس ہزار لوگ بتائے جاتے ہیں' اب سچ کیا ہے پانچ لاکھ یا دس ہزار......آپ بتائیں سچ کیا ہے؟ لیکن نہیں مجھے آپ سے یہ سوال نہیں کرنے چاہیے کیونکہ آپ کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں۔ بائبل میں اتنا فرق اور قرآن میں کوئی فرق نہیں اس کی وجہ میں آپ کو بتاتی ہوں قرآن وہی حق ہے ڈیڈ! جس کی حفاظت کا ذمہ خدا نے خود لے رکھا ہے اور خدا نے مجھ پر کرم کیا ہے ڈیڈ! دیکھنے کے لیے جو آنکھیں دی ہیں ان سے مجھے حق دکھا دیا' پلیز ڈیڈ مجھے سمجھئے' میری محبت کو سمجھئے مجھے اپنے رب سے محبت ہے۔" اس نے روتے روتے اپنی بات

مکمل کی۔ جانز ابا گر کا ہاتھ اٹھا اور اس کے زخمی چہرے پر اپنے نشان چھوڑ گیا۔ جانز نے اسے جانوروں کی طرح پیٹنا شروع کردیا اور اس وقت تک نہیں رکا جب تک خود نہیں تھک گیا۔ جنیفر زبردستی اسے کمرے میں لے گئی' کروشو نے آگے بڑھ کر اسے دیکھا لیکن وہ بے سدھ تھی۔ وہ رات سبھی کے لیے بھاری تھی اس کی معمولی سی بیماری پر ساری رات اس کے سرہانے گزارنے والے ماں باپ اس کی بے تحاشا کراہوں اور سسکیوں پر بھی نہ پگھلے تھے۔ صبح جانز ایک بار پھر ناممکن سی کوشش کرنے چلا آیا۔

"اینا! وہ مذہب چھوڑ دو مجھے تمہاری وجہ سے رسوا ہونا پڑے یہ میں کبھی گوارا نہیں کروں گا۔"

"اور یہ تو میں بھی گوارا نہیں کروں گی کہ میں آپ کی وجہ سے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منکر ہوجاؤں۔" اس نے خاموشی سے سوچا وہ یہ کہہ کر باپ کو اور مشتعل نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اینا میں کیا کہہ رہا ہوں تم سے؟" وہ غصے سے دہاڑا۔

"میں ایسا نہیں کرسکتی ڈیڈ!" اس نے بے بسی سے کہا۔ دین اسلام کی محبت اللہ نے اس کے دل میں ڈالی تھی اب پھر غلط راہوں پر قدم نہیں رکھ سکتی تھی یہ طے تھا۔

"بکواس نہیں سننی ہے مجھے تمہاری۔" اس کی داہنی آنکھ پر خاصا بڑا زخم تھا' جس کے باعث اس کی آنکھ بند تھی اور پورا چہرہ سوج کر نیلا ہورہا تھا' جانز نے ایک تاسف زدہ نظر اس پر ڈالی۔

"میں واپسی پر تم سے بات کرتا ہوں لیکن تب تک تمہارا کھانا پینا بند۔"

"آپ مجھے جان سے بھی مار ڈالیں گے تو میں اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گی۔" یہ اللہ کی محبت تھی جس نے اسے اتنا مضبوط کرڈالا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں تم کب تک اس پر قائم رہتی ہو۔" اس کے باپ نے باہر سے دروازہ لاک کردیا تھا' دو دن تک بند کمرے میں وہ تڑپتی سسکتی رہی لیکن اسے اپنے اللہ پر پورا بھروسہ تھا وہ بے سدھ بیڈ پر پڑی تھی جب اچانک دروازہ کھلا۔

"کہو اینا! کیا فیصلہ ہے تمہارا؟" ایک پل کے لیے جانز ابا گر کا دل کانپا وہ یوں بے سدھ پڑی تھی گویا مرچکی ہے لیکن بڑی دیر بعد اس نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں۔

"وہی......" اس کی آواز تو نہ آئی بس ہونٹ ہلے تھے۔

"ٹھیک ہے مجھے لگا تم بھوکی رہو گی تو مان جاؤ گی لیکن یہ میری بھول تھی۔"

"میں نے تو کہا تھا آپ مجھے جان سے بھی مار ڈالیں گے تو میں اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گی۔" اس کا لہجہ پہلے سے زیادہ مستحکم اور مضبوط تھا۔ جانز سر ہلا کر رہ گیا اپنی نام نہاد عزت بچانے کے لیے جانز کچھ بھی کرسکتا تھا اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"جنیفر وہ لوہے کی سلاخیں گرم کرکے لاؤ۔"

"جان سے ماردیں گے کیا اسے؟" جنیفر لرز گئی۔

"نہیں...... جب تک وہ واپس اپنی زبان سے اقرار نہیں کرتی عیسائی ہونے کا تب تک میں اسے مرنے نہیں دوں گا۔" اسے لگا تھا وہ اس کے باپ ہیں اس کے ساتھ بہت بُرا نہیں کریں گے اس کی محبت کو سمجھیں گے اور شاید اسے گھر سے نکال دیں مگر وہ اسے یوں اذیت دیں گے اس کا اس نے تصور تک نہیں کیا تھا کروشو سے اس کے منہ پر پٹی بندھوا کے اس کے باپ نے وہ گرم گرم سلاخیں اس کے ہاتھ پر رکھ دی تھیں وہ جی سکی نہ مرسکی جنیفر باہر نکل گئی وہ اس سے واقعی محبت کرتی تھی تبھی اس سے دیکھا نہ گیا۔

"اپنا فیصلہ بدل رہی ہو؟" اس کے باپ نے پوچھا وہ تکلیف سے بے ہوش ہوگئی لیکن اسے یاد تھا بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا' اس کی آنکھیں کھلیں تو مزید دو دن گزر چکے تھے' اس کے ہاتھوں پر پٹی بندھی تھی اس نے سامنے لگے شیشے پر نظر ڈالی چہرہ بہت بدنما ہوچکا تھا۔

"اے ربّ العالمین! اگر میں اس حال میں مرجاؤں تو میری پندرہ دن کی عبادتوں کے طفیل میری عمر بھر کی خطاؤں کو معاف کردینا۔" اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اندازہ ہوا یہ خاصا مشکل کام ہے اس کا انگ انگ شدت درد سے بے حال تھا

کچھ دیر بعد دروازہ کھول کر اندر آتی اس کی ماں چونک گئی۔

"اینا! تم اٹھ گئیں۔" وہ کچھ نہ بول سکی ماں پلٹ گئی واپسی پر اس کے ساتھ کھانا تھا۔

"مجھے افسوس ہے بیٹا! تمہارے ڈیڈ تمہارے ساتھ اتنی سختی سے پیش آئے مگر وہ سب تمہاری بھلائی کے لیے کررہے ہیں۔" وہ پھر بھی چپ رہی۔ "کچھ کھالو بیٹا! تم نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا۔" انہوں نے اسے اٹھنے کے لیے سہارا دیا مگر وہ بُری طرح کراہ اٹھی جانے کہاں کہاں زخم تھے جو دوا نہ ہونے کے سبب پھوڑے کی طرح دکھ رہے تھے اور اس وقت انجانے میں جنیفر کا ہاتھ لگنے کی وجہ سے تکلیف مزید بڑھ گئی۔

"تم کچھ کھالو میں تمہارے لیے دوا لاتی ہوں۔" اس کا سر نفی میں ہلنے لگا' اس سے یہ درد سہا نہیں جارہا تھا جنیفر باہر نکل گئی۔

"یہ درد کی ٹیبلٹ ہے یہ کھالو۔" اس نے خالی پیٹ وہ گولیاں کھالیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے' جنیفر سے اس کی حالت دیکھی نہیں جاسکی۔

"اینا اپنے ڈیڈ کی بات مان لو بیٹا!" اس نے نفی میں سر ہلایا' جنیفر تڑپ کے رہ گئی۔ جنیفر سے اسے اس حال میں دیکھا نہ گیا وہ باہر نکل گئی لیکن جانز کو اس نے اینا پر تشدد نہ کرنے کے لیے منالیا تھا' پر وہ جس وجہ سے رکا تھا وہ اینا کے لیے زیادہ پُرتشدد تھی۔

"آج رات ہم تمہاری شادی کروشو سے کررہے ہیں۔" ابھی تو وہ زخموں کی تاب نہ لا پارہی تھی' بھوک سے حلق میں جان آگئی تھی لیکن مزید روح فرساں خبر اسے سنادی گئی وہ اپنے دفاع کے لیے یہاں سے بھاگتی بھی تو کہاں جاتی' اسے لگا اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔

"میرے مولا میں مجبور ہوں' میں اب کچھ نہیں کرسکتی' مجھے تجھ سے محبت ہے اللہ مگر میں کیا کروں کیسے انہیں روکوں۔" روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ "میں ہار گئی مولا...... ہار گئی۔" معاً اسے کچھ یاد آیا تو اس کی ویران آنکھوں میں چمک اتر آئی جب وہ اسلام کو اسٹڈی کررہی تھی تب ایک واقعہ پڑھا تھا' غزوہ بدر کا جس میں تین سو تیرہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتعداد مشرکوں کا مقابلہ کیا تھا حالانکہ یہ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے کہیں نہ کہیں ان کے دل میں ہارنے کا ڈر تھا لیکن تب خدا نے فرشتے بھیجے تھے ان کی مدد کی تھی۔ اس واقعہ میں مسلمانوں کی ہمت و استقامت نے اسے ازحد متاثر کیا تھا' وہ سب خدا سے محبت کرنے والے تھے اور ان کی جیت خدا کی ان سے محبت کی نشانی تھی۔

"میں مقابلہ کروں گی' میں ضرور لڑوں گی۔" اس نے پُرعزم انداز میں عہد کیا۔ اسے لگ رہا تھا اس کا اللہ اس کے ساتھ ہے وہی ہے جو اس حال میں بھی اسے ہمت و عزم سے نواز رہا ہے۔

❁......❁......❁

"چھ سال پہلے جب تم میرے پاس آئی تھیں تو میں نے تمہارے سامنے سب سے پہلے یہ آپشن رکھا تھا کہ تم شادی کرلو۔" ڈاکٹر زبیر داؤد کے بلانے پر آج وہ ان سے ملنے آئی تھی۔ ان چھ سالوں میں کسی باپ کی طرح انہوں نے اس کا خیال رکھا تھا۔ گھر چھوڑنے کے بعد اس نے اسلامک سینٹر میں ان سے ہی رابطہ کیا تھا' وہ ان کے پاس اسی شرط پر آئی تھی کہ وہ اسے کسی بھی طرح شو نہیں کریں گے' وہ اپنے باپ کی رسوائی کا سبب نہیں بننا چاہتی تھی۔ گھر چھوڑنے کے بعد باپ سے بچنے کے لیے اس نے اپنی شناخت چھپانے کے لیے قرۃ العین نام رکھ لیا تھا' عبایا اور حجاب لینا بھی شروع کردیا تھا۔ ڈاکٹر زبیر داؤد کے اسپتال میں ریسپشن پر حجاب کے ساتھ جاب کرکے اس نے اپنی پڑھائی مکمل کی تھی اور آج کل وہ یونیسیف میں جاب کررہی تھی جو کہ بالکل اس کے مزاج کے مطابق تھی۔ ڈاکٹر زبیر داؤد اس کی جاب کے لیے راضی نہ تھے مگر وہ کسی کا احسان نہیں لینا چاہتی تھی کیونکہ ایک شخص کا احسان لے کر وہ آج تک اس کا بدلہ نہ چکا پائی تھی۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ آج آپ نے مجھے ان باتوں کے لیے بلایا ہے۔"

"قرۃ العین یہ کوئی بُری بات تو نہیں ہے۔" مسز زبیر داؤد نے کہا۔ وہ دھیمے سے مسکرادی۔

"میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ سب بُرا ہے مگر میں بے سائبانی کے عالم میں شادی نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ اس طرح میں اپنے شریک سفر پر بوجھ بن جاتی' کسی بے سہارا کی مدد چند دن تو ہوسکتی ہے لیکن یہ بوجھ ساری زندگی نہیں اٹھایا جاسکتا۔" اس کی آنکھیں جانے کیوں نم ہوگئی تھیں۔

"قرۃ العین......" وہ دونوں میاں بیوی اس کے کھوئے کھوئے انداز کو دیکھ کر محبت سے بولے۔

"تم نے ایسا کیسے سوچا...... مذہب اسلام میں مرد خود سے وابستہ عورت کو کبھی بوجھ نہیں سمجھتے' وہ یہ ذمہ داری تاحیات خوشی سے نبھاتے ہیں۔" مسز زبیر داؤد کے خفگی سے کہنے پر وہ کچھ نہ بولی۔

"اب تو تم یقیناً مستحکم ہو ایک اچھی پوزیشن رکھتی ہو اسی لیے اب یقیناً تمہیں شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" ڈاکٹر زبیر داؤد نے جواز پیش کیا۔

"تمہارے لیے ایک رشتہ آیا ہے۔" اس نے اضطراب سے پہلو بدلا' وہ دونوں اس کی بے چینی و اضطراب پر پریشان ہوگئے۔

"قرۃ العین کوئی مسئلہ ہے بیٹا!" مسز زبیر داؤد نے محبت سے پوچھا' وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی اور نفی میں سر ہلانے لگی۔

"تم اس لڑکے سے ایک بار مل لو مجھے امید ہے کہ وہ تمہیں پسند آئے گا۔" زبیر داؤد نے ہر رشتہ کے لیے یہ جملہ بولا تھا اور اس نے ہر بار ملے بغیر انکار کردیا تھا۔ اس کا سر خود بخود نفی میں ہلنے لگا' دانتوں تلے ہونٹ دبائے اپنی اضطراری سی کیفیت پر قابو پانے میں مگن ان دونوں کو قدرے چونکا سی گئی۔

"یہ انکار کسی کا انتظار ہے کیا؟" مسز زبیر داؤد کے کہنے پر وہ اچھل کر کھڑی ہوئی اور پھر نفی میں سر ہلاتے تیزی سے باہر نکل گئی' بہت دیر تک اس نے خود پر قابو پایا' اس سے ڈرائیونگ تک نہیں ہو پا رہی تھی' گھر پہنچنے تک ایک ہی فقرے کی گونج اس کے ساتھ تھی۔

"یہ انکار کسی کا انتظار ہے؟" بستر پر اوندھے منہ گرتے ہوئے اس نے کانوں پر تکیہ رکھ لیا تھا مگر یہ آواز پھر بھی بند نہ ہوسکی۔

"اینا! یہ انتظار لاحاصل ہے۔" دل نے چپکے سے کہا تھا آنکھوں سے ایک آنسو ٹپکا اور تکیہ میں جذب ہوگیا۔ وہ چونکی سب اسے قرۃ العین کہتے تھے پھر یہ اینا...... دل نے یہ نام کس سے سیکھا۔

"میرے خدا یہ خواہش کب دل میں پنپ اٹھی مجھے نہیں معلوم۔ یا خدا مجھ پر اتنی مہربانیاں ہیں تیری کہ شکر کی بھی استطاعت نہیں ہے میری اور تجھ سے مزید کی طلب بھی ختم نہیں ہوتی۔ تُو ہی میرا مالک پروردگار ہے تجھ سے ہی مانگوں گی' میرے دل کو قرار دے' میرے دل کو قرار دے۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ساری زندگی اس کا انتظار...... مولا مجھ پر رحم فرما' میرے دل سے اس کو نکال دے' میں نے تیری شناخت سے اطاعت تک ہر کام خود کیا' میں نے جو کیا تیری چاہت میں کیا پھر یہ کیسے ہوگیا مجھے نہیں خبر۔ وہ کس راستے میرے اندر آیا' مجھے تو اب تک اس راستے کا ہی پتا نہیں مل سکا۔ ساری زندگی اس کا انتظار' جسے کبھی نظر بھر کر دیکھا نہیں' اس کا ہر نقش دل پر نقش ہوگیا۔ یہ کیا ہے یا ربّ تیری بے شمار نعمتوں میں ایک نئی نعمت یا مجھ گناہ گار کی کوئی آزمائش' یہ نعمت ہے تو شکر گزار بنادے کوئی آزمائش ہے تو صبر عطا فرما۔" ہر پرپوزل پر وہ ایسے ہی تڑپ جاتی تھی' یہ کچھ نیا نہیں تھا دو سال سے یہ سلسلہ بھی جاری تھا۔ رات دھیرے دھیرے گزرنے لگی مگر اس کی بے چینی کم نہ ہوئی۔

❁......❁......❁

"میم! یونیسیف کے ہیڈ کوارٹر سے کچھ لوگ آئے ہیں' اندر ان سے میٹنگ ہورہی ہے۔" وہ چونکی' اسے اس بات کا بالکل دھیان نہیں رہا تھا وہ لب بھینچتی میٹنگ ہال کی طرف آ گئی۔

"آیئے مس......" میڈم نے اسے گھورا تو وہ اپنی چیئر کھسکا کر بیٹھ گئی۔

"جی سر! آپ کیا کہہ رہے تھے۔" سر کی آواز پر اس کی نظریں اٹھیں اور پھر پلٹنا بھول گئیں۔ بے حد مغرور نقوش میں بے پناہ وجاہت سمیٹے وہ چیئرمین کی سیٹ پر بیٹھا شخص اسے اردگرد کا سب بھلا گیا تھا۔ اس کی اٹھی ہوئی ناک بڑی بڑی سرخ سی آنکھیں اور پیشانی پر آئی کچھ سلوٹیں کسی کو بھی بے تکلف ہونے نہیں دے رہی تھیں وگرنہ یہاں تو سبھی بے تکلفی سے ملنے والے لوگ تھے۔

دوپہر ایک بجے کے قریب وہ لوگ اس میٹنگ سے فارغ ہوئے تھے' وہاں موجود لڑکیاں ہی نہیں بلکہ لڑکے بھی اس سے خاصے متاثر تھے۔ میٹنگ کے بعد کھانے کا انتظام تھا' وہ اپنے حجاب کی وجہ سے یہاں کھانا نہیں کھا سکتی تھی اسی لیے وہ اپنے روم کی طرف جانے لگی۔

"قرۃ العین......" وہ جو اس کی طرف پشت کیے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا چونک کر مڑا' سامنے میڈم کھڑی تھیں مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھیں وہ کہیں اور دیکھ رہی تھیں' اس نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا' عبایا اور حجاب میں موجود لڑکی کو اس نے تبھی دیکھ لیا تھا جب وہ ہال کے اندر داخل ہوئی تھی مگر وہ قرۃ العین ہوگی وہ ساکت رہ گیا۔ کیا وہ ابھی تک قرۃ العین ہی تھی ایسا کیسے ہوسکتا تھا ایک وقتی طور پر دیئے جانے والے نام کو اس نے ہمیشہ کے لیے اپنا لیا تھا مگر کیوں...... کیا چھ سال گزر جانے کے بعد وہ اسے بھولی نہیں تھی لیکن یہ وہی قرۃ العین تھی اس کا کیا بھروسہ تھا۔ وہ کیا کرے کیا اس سے جا کر پوچھے' لیکن پوچھے کیا کہ تم وہی قرۃ العین ہو جس کے جانے کے ساتھ میری نیند میرا چین بھی کہیں چلا گیا۔

"اوہ......" وہ اپنے خیالوں سے باہر نکلا تو چونکا وہ عین اس کے سامنے کھڑا تھا۔ حیرت کی بات نہیں تھی اس نے کبھی اس لڑکی کے لیے کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا۔

"تم اینا ہو...... تم پر میرے کچھ قرض ہیں۔" حجاب کے باوجود اس کا ٹھٹکنا محسوس کیا جاسکتا تھا' اسے یوں لگ رہا تھا اردگرد سب خالی ہوچکا ہے وہاں کوئی موجود نہ تھا' وہ پلٹ کر باہر نکل گئی اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اسے حجاب کے باوجود پہچان لے گا مگر وہ تو اسے اس کے نام کے باعث پہچانا تھا جو نام خود اس نے دیا تھا۔ وہ حیرت سے ساکت کھڑا رہ گیا۔ یہ وہ قرۃ العین نہیں تھی ان دونوں کے بیچ کوئی لڑائی نہیں تھی کہ انہیں ایک دوسرے سے بھاگنا پڑتا۔ یہ تو کوئی اور تھی جو شاید اس سے ڈر گئی تھی کیونکہ اس قرۃ العین کو نگاہیں جھکانا نہیں آتی تھیں وہ تو بڑے غور سے اسے دیکھا کرتی تھی اور دیکھتی ہی رہتی تھی۔ یہ شاید کوئی اور تھی جسے اس نے ڈسٹرب کردیا تھا اس نے سر جھٹک کے اپنے خیال کی نفی کی اور باہر نکل گیا۔

"یا ربّ میں تیرا بہت گناہ گار بندہ ہوں' تیری بارگاہ میں جب ہاتھ اٹھاتا ہوں اسے ہی طلب کرتا ہوں' جو مجھ گناہ گار کو تیرے رستے پر ڈال گئی' مجھے اس سے ملادے الٰہی! مجھے اس سے ملادے پھر تیری عبادت جب کروں گا تو فقط تیرے لیے کسی اور کی طلب ہوگی نہ خواہش' میری عبادتوں کو خالص کردے اس محبت سے بے چین دل کو قرار دے مجھے اس سے ملادے۔" وہ ساری رات ہر رات کی طرح گزری تھی خدا سے دعا کرتے اور تڑپتے۔ صبح ایک منی آرڈر اسے موصول ہوا جس میں اس کے قرض کی رقم تھی' وہ اتنی ہی رقم تھی جتنی وہ اس پر کبھی خرچ کرچکا تھا' اس نے ایک گہرا سانس لیا خدا نے اس کی ساری دعائیں قبول کرلی تھیں۔

❁......❁......❁

"اوہ مائی گاڈ!" جینیفر اسے اٹھانے کے لیے روم میں آئی تو چونک پڑی' جانز نے حالات کے پیش نظر اس کی شادی میں کسی کو نہ بلانا بہتر سمجھا تھا' سو اس وقت گھر میں وہ تینوں ہی تھے۔

"جانز جلدی آئیں یہ دیکھیں۔" جانز ایا گر اور کروشو تیزی سے اٹھ کر اینا کے کمرے میں آئے اور وہ بھی جینیفر کی طرح چونک پڑے کیونکہ بیڈ شیٹس کو آپس میں گرہ لگا کر جوڑا گیا تھا اور وہ پچھلی طرف کھلنے والی کھڑکی سے باہر زمین پر جا گری تھی۔

"یہ...... یہ اینا نے...... یہ کیا کیا؟" وہ سب بُری طرح بوکھلا کر باہر نکل گئے۔ وہ آہستہ آہستہ بیڈ کے نیچے سے کھسکتی

ہوئی باہر نکلی تھی، وہ بُری طرح سے پریشانی میں یہ بھول گئے کہ اس سے تو ہلا جانا مشکل تھا پھر وہ دوسری منزل سے نیچے کیسے اترے گی۔ وہ تینوں باہر کا دروازہ کھول کر پیچھے والے حصے کی طرف بھاگے تو مین گیٹ پر کھڑا چوکیدار اچھل پڑا اور غیر ارادی طور پر ان کے پیچھے چل دیا وہ بھاگ تو نہیں پارہی تھی لیکن تیز چلنے کی کوشش ضرور کررہی تھی اور مین گیٹ کو خالی پاکر اسے خدا کی مدد کا یقین ہو چلا تھا اس نے باہر آتے ہی چادر اوڑھ لی تھی، اسے اب کہاں جانا ہے یہ اسے نہیں پتا تھا لیکن یہاں سے بہت دور جانا تھا اور اس کے لیے سب سے پہلے ٹیکسی اسٹینڈ پہنچنا تھا اس نے اپنے چہرے کو اچھی طرح سے ڈھانپ لیا تھا رات کے سائے گہرے ہو چکے تھے سے ڈر تھا کہ کہیں وہ اس کے پیچھے نہ آئیں مگر اللہ کی مدد مسلسل ساتھ تھی، وہ اتنی آرام سے وہاں سے نکل آئے گی اسے اندازہ نہ تھا۔

"مجھے اسپتال جانا چاہیے۔" اسے اپنی جسمانی تکلیف کا اندازہ بخوبی تھا، وہ ٹیکسی میں بیٹھنے کے لیے روڈ کراس کررہی تھی کہ ایک تیز رفتار کار نے اسے زمین سے کئی فٹ بلند اچھال دیا اور جب واپس زمین پر گری تو اسے لگا ملک الموت اس کے قریب آگئے مرتے ہوئے کلمہ نصیب ہو جائے۔ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس نے نیم بے ہوشی میں کہا، کوئی تیزی سے اس کے قریب آیا اس پر جھکا اور چونک کر پیچھے ہٹا تھا اس کی آنکھیں کھلیں تو اسے محسوس ہوا وہ ایک نرم بستر پر موجود ہے، اسے اپنے اردگرد کا ماحول بہت اچھا محسوس ہو رہا تھا، اس کا مطلب تھا اس کا راستہ سیدھا راستہ تھا تبھی مرنے کے بعد اس پر اس انعام سے نوازا گیا۔

"میرے مولا تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے حق راستہ پہچاننے اور اس پر چلنے کی سعادت دی۔" اس کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو رواں ہو گئے تبھی دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا۔

"میں مسلمان ہوں۔" اس سے پہلے کہ وہ کوئی سوال کرتا وہ جواب دے بیٹھی، یہ جانے بغیر کہ وہ کون ہے اور وہ جو اسے بیٹھے دیکھ کر چونکا تھا اس کی بات پر مسکرا دیا۔

"پہلے شاید ملک الموت سمجھ کر کلمہ پڑھ لیا تھا اور اب منکر نکیر سمجھ کر جواب دے رہی ہو مگر سنو میں ایک انسان ہوں۔" وہ بُری طرح چونکی۔

"تو کیا میں مری نہیں تھی، میں ابھی زندہ ہوں۔" وہ پریشان ہوئی، یہ اجنبی جانے کون تھا اور اب اس کا پتا نہیں کیا حشر ہونے والا تھا۔

"آپ کے گھر والوں نے یہ مشہور کردیا ہے کہ آپ اور کروشو نیو یارک گئے ہوئے ہیں۔" وہ حقیقتاً اچھل پڑی لمحہ بھر میں اس نے سوچا تھا کہ وہ یادداشت کھو جانے کا ڈرامہ کرے گی اور موقع پاکر یہاں سے چلی جائے گی لیکن وہ جو بھی تھا بخوبی اسے جانتا تھا۔

"میرا خیال ہے واپسی پر تمہیں مارنے کا پلان ہے ان کا۔" وہ اس کی بات پر اتنی نہیں بلکہ اس کے اپنے پیروں کے قریب آدھا لیٹ کر کہنی کھڑی کرکے ہتھیلی پر سر رکھ لینے پر ضرور چونکی اور اپنے پیر سمیٹ لیے، وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھنے لگا۔ "بہت مارا ہے انہوں نے تمہیں۔" اینا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اس کے چہرے پر کوئی ہمدردی نہ تھی وہ بڑی محظوظ کن نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ویسے تمہیں اسلام قبول کرنے کی کیا سوجھی؟" اینا کو لگا کہ سر پھٹ جائے گا، یہ کون تھا جو سب کچھ جانتا ہے، کہیں وہ اسے تنہا اور لاوارث سمجھ کر کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ وہ خائف ہوئی مگر نہیں، وہ ایسا نہیں کرسکتا تھا وہ خدا کی مدد تھا، جیسے خدا نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے فرشتے بھیجے تھے ایسے ہی اس کے لیے اس انسان کو بھیجا تھا۔

"لگتا ہے تمہیں تفصیل سے بتانا ہوگا ورنہ شاید تم حیرت کے سبب گونگی ہی نہ ہو جاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے اس کے حیرت زدہ چہرے دیکھا، وہ شاید ہر بات میں مزہ لینے کا عادی تھا اس کی حیرت اسے مزہ دے رہی تھی۔

"میری اپنے دوست سے ریس لگی ہوئی تھی اور میں اس سے بہت آگے تھا تبھی میں نے دیکھا کہ کوئی روڈ کراس کرنے کی کوشش کررہا ہے مجھے لگا جب تک میں وہاں پہنچوں گا وہ کراس کرلے گا مگر نہیں جی وہ تو روڈ کراس کرنے کی نہیں خود کشی کرنے کی کوشش میں تھا اور نتیجتاً میری گاڑی سے زبردست قسم کا ایکسیڈنٹ ہوا جب میں اس کے قریب پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ عیسائی اسکالر جانز ابا گر کی بیٹی کلمہ پڑھ رہی تھی اور پھر جو کچھ ہوا وہ میں نے نہیں کیا، کسی اور نے کروایا میں نے اسے اٹھا کر اپنی گاڑی میں ڈالا اور مسلمانوں کے اسپتال لے گیا، وہاں سے ایک مسلم لیڈی ڈاکٹر کو راز دار بنا کر اس کا علاج شروع کروایا لیکن تیسرے ہی دن جانز ابا گر وہاں پہنچ گئے کیونکہ اپنے گھر کے مین روڈ پر ہونے والے ایکسیڈنٹ کی خبر انہیں مل گئی تھی جس وقت وہ حادثہ ہوا تھا اینا ابا گر نے اس سے کچھ دیر پہلے ہی گھر چھوڑا تھا انہیں قوی امید ہو چلی تھی کہ وہ ہی اینا ہو گی لیکن ڈاکٹر زرین نے نہایت ہوشیاری سے تمہیں بیڈ کے نیچے لٹا دیا اور خود اوپر لیٹ گئی وہ لوگ چلے گئے لیکن سمجھ گئے کہ یہ کوئی ڈرامہ ہے سوزرین نے مجھے فون کرکے بلایا اور کہا جب تک یہ ہوش میں نہیں آجاتی تب تک سب سے بہترین اور محفوظ جگہ تمہارا گھر ہے اور میں تمہیں یہاں لے آیا اور اس کے بعد وہاں غنڈے پہنچ گئے اور پورا اسپتال الٹ پلٹ کردیا مگر انہیں یقین کرنا پڑا کہ تم وہاں نہیں ہو۔" وہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔

"اور آج تمہیں پانچ دن بعد ہوش آیا ہے اور تم پچھلے دو دن سے میرے بیڈروم پر قابض ہو، ڈاکٹر زرین تمہیں چیک کرنے روز آتی ہیں، آج میں گھر آیا تو سوچا تمہیں دیکھوں کہ ہوش آیا یا نہیں ویسے تمہارا نام کیا ہے؟" وہ ایک بار پھر چونکی اس کے بارے میں سب کچھ جاننے کے باوجود وہ اس کا نام نہیں جانتا تھا اسے یقین نہ ہوا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے اس کی سمت دیکھا اور پھر اس کی حیرانگی پر مسکرا دیا۔ "میں وہ نام نہیں پوچھ رہا جو تمہارے باپ نے تمہیں دیا، میں تو وہ نام پوچھ رہا ہوں جو مذہب اسلام نے تمہیں دیا ہے۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا، یہ شخص خطرناک حد تک ذہین تھا اس کے اندر اٹھنے والے سارے سوالوں کو وہ بخوبی سمجھ رہا تھا۔

"تم کون ہو؟" اس کے سوال پر اس نے حیرت سے دیکھا۔

"کیا کہا تم نے؟" وہ اٹھ بیٹھا۔ وہ اس کی حیرانگی پر کنفیوژ ہو گئی۔ وہ واقعی اسے نہیں جانتی تھی لیکن اس کی طرف سے جو حیرانگی ابھری تھی وہ تو یہ ظاہر کررہی تھی گویا وہ گہرے دوست رہ چکے ہوں۔

"تم مجھے واقعی نہیں جانتیں یا میری تفصیل معلوم کرنا چاہ رہی ہو، مطلب میرے ماں باپ وغیرہ۔"

"میں نے...... میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" اس نے تھوک نگلا اور اس کی سمجھ نہیں آرہا تھا وہ روئے یا ہنسے۔ جس لڑکی کی وجہ سے خود اس کی اپنی جان پچھلے پانچ دن سے خطرے میں تھی وہ لڑکی اسے جانتی تک نہیں تھی۔

"اینا ابا گر! ہم دونوں پچھلے دو سالوں سے ایک ہی کالج میں پڑھتے ہیں لیکن اس بات کے لیے آپ کو معاف کیا جاسکتا ہے کیونکہ میں نے آپ کو کبھی کالج میں نہیں دیکھا تو آپ مجھے کیسے دیکھ سکتی ہیں لیکن میں اپنے کالج کی مشہور و معروف شخصیت ہوں جب کہ آپ تو کلاس میں بھی ایک دو کے علاوہ کوئی نہیں جانتا پھر بھی مجھ تک آپ کی پہنچ کہاں، میں ٹھہرا لوگوں کا محبوب......" بے حد تفاخر سے اس نے اپنی تعریف کی، اینا لب بھینچ کر رہ گئی کیونکہ اس نے سچ مچ اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"جب ہم ہنری کی پارٹی میں ملے تبھی مجھے معلوم ہوا کہ آپ میرے کالج میں مجھ سے دو سال جونیئر ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوا۔

"کون ہنری......؟" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا اور اس نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

"ابھی ہفتہ قبل آپ نے کسی پارٹی میں شرکت کی تھی کروشو کے ساتھ۔" اور اس بار وہ چپ رہی، اسے یہ یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ اس شخص سے پہلے بھی مل چکی ہے۔

"اوکے میں چلتا ہوں۔ یہ تو نہیں کہوں گا آپ آرام کریں کیونکہ آپ تو پہلے ہی کافی آرام کرچکی ہیں۔" عجیب الجھن

میں چھوڑ کر چل دیا، دروازے پر پہنچ کر اس نے رک کر پوچھا۔

"بھوک لگے تو فریج سے کچھ بھی نکال کر کھا لیجیے گا۔"

اس نے چھوٹے سے روم فریزر کی طرف اشارہ کیا اور باہر نکل گیا۔ وہ آہستگی سے آگے بڑھ کر بیڈ سے اتری، اسے بھوک کا احساس یکلخت ہوا تھا، فریج بھرا ہوا تھا اس نے فروٹ چاٹ نکالی، کھانے کے بعد اس نے شیشہ دیکھا اس کے چہرے پر جابجا نیل اور چوٹوں کے نشان تھے، مگر ان میں زیادہ درد نہیں تھا اس کے ہاتھوں پر پٹی بندھی تھی، خود پر نگاہ ڈالتی ہوئی وہ واش روم میں آ گئی، اپنی پٹیوں کے ساتھ اس نے وضو کیا اور پھر باہر نکل کر اپنی چادر تلاش کی، وہ نہ ملی تو اس نے صوفے پر پڑی چادر اٹھالی اور خدا کے حضور شکرانے کے نفل پڑھنے کے لیے کھڑی ہوگئی، اللہ کی عبادت میں کیسا سرور تھا ساری رات گزر گئی مگر اس کا شوق ختم نہ ہوا۔

"اے اللہ! تیری رحمت کے طفیل میں یہاں تک حفاظت سے آ گئی، آئندہ بھی تُو اسی طرح مجھ پر کرم کرنا، مالک جو بھی آزمائش دے اس میں مجھے ثابت قدم رکھنا۔" اس نے خلوصِ دل سے دعا کی۔

❁ .... ❁ .... ❁

"تمہارا نام کیا ہے؟" صبح دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک کر پلٹی تھی، وہ اس کے سامنے کھڑا مسکراتا ہوا اس سے مخاطب تھا۔

"میں نے اس بارے میں ابھی تک نہیں سوچا۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"او کے، میں تمہیں قرۃ العین کہوں گا یا اینا بلاؤں گا۔" شاید وہ بولنے کا بہت شوقین تھا، وہ جائے نماز کے طور پر بچھائی ہوئی چادر کو تہہ کرتے ہوئے مسکرا اٹھی۔

"باہر آؤ گی یا ناشتا ادھر لے آؤں؟" اس نے جواب نہیں دیا اور دھیرے دھیرے قدم اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"میں آپ کا کمپیوٹر استعمال کر سکتی ہوں؟" اس کی نظریں لاؤنج میں رکھے کمپیوٹر پر تھیں، وہ جو ناشتا کرنے کے بعد باہر جا رہا تھا چونک کر واپس پلٹا۔

"اینا! میں نے تم سے کیا کہا تھا، میں نے جو کچھ کیا وہ سب میں نے نہیں کیا بلکہ مجھ سے کسی نے کروالیا اور یہ کس نے کروالیا تم اس کی حقیقت کو شاید مجھ سے زیادہ جانتی ہو۔ وہ اللہ ہے، جس نے مجھ بُرے انسان سے تمہارے لیے اتنا اچھا کام کروا دیا، تم جب تک یہاں رہو اس گھر کو نہ صرف اپنی محفوظ پناہ گاہ سمجھو بلکہ اسے اپنی ملکیت بھی سمجھو اور کسی بھی چیز کے استعمال کے لیے میری اجازت مت طلب کرنا، او کے۔"

وہ آخر میں مسکرایا تھا مگر وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتی رہی وہ جو کہہ رہا تھا بالکل سچ کہہ رہا تھا لیکن وہ تھا کون؟ اسے یہ ابھی تک یاد نہیں آ سکا، وہ پلٹ گیا۔

"تم کون ہو؟" اس کے لبوں سے بے اختیار پھسلا تو وہ رکا، اس کے لبوں پر دھیمی سی مسکان در آئی مگر وہ پلٹے بغیر باہر نکل گیا، اس کے لب بھنچ گئے جانے کیوں اس کا محسن اسے اس الجھن سے نکال نہیں رہا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

"پتا ہے میں نے آج سے پہلے کبھی کسی لڑکی کے لیے شاپنگ نہیں کی، پہلی بار لیڈیز شاپنگ کی ہے پسند نہ آئیں تو پیشگی معذرت۔" اس نے بہت سے شاپنگ بیگ اس کے آگے رکھتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر زرین آپ کی طرف سے پریشان تھیں میں نے انہیں اطلاع کر دی کہ تمہیں ہوش آ گیا تو وہ بہت خوش ہوئیں، وہ آ رہی تھیں میرے ساتھ مگر راستے میں ان کی بیٹی کا فون آیا، ان کے شوہر کی طبیعت خراب ہو گئی وہ واپس چلی گئیں۔" وہ چپ ہوا تو وہ شاپر اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف چلی آئی پھر جس وقت وہ کپڑے چینج کر کے باہر آئی وہ شاپر سے کھانا نکال کر ٹیبل پر لگا چکا تھا۔

"آ جاؤ اینا! کھانا گرم ہے۔" وہ ٹیبل پر آ گئی کھانا کھاتے وہ یک دم چونکا۔

"اینا! تمہارا ہاتھوں کی پٹیاں گیلی کیوں ہو رہی ہیں؟"

"میں نے نماز کے لیے وضو کیا تھا۔" اس کے جواب پر وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"اینا جب سے تم سے ملا ہوں سوائے اپنا سر پیٹنے کے میرے پاس دوسرا کام نہیں ہے' کس قدر بے وقوف ہو تم پتا ہے اس طرح یہ زخم اور خراب ہوجائے گا۔" وہ تشویش سے بولا۔

"مجھے پتا ہے مگر ایک بھی نماز چھوڑنے سے میرا رب مجھ سے ناراض ہوجائے گا۔" اس بار وہ اسے بس خاموشی سے دیکھے گیا وہ کتنا خوش قسمت تھا کہ پیدائشی مسلمان تھا لیکن پھر بھی اس کا علم اس کی محبت اس لڑکی کے علم اور محبت کے نقطے جتنے بھی نہیں تھی' کھانے کے بعد وہ فرسٹ ایڈ باکس لے آیا۔

"پٹی چینج کرلو زخم خراب ہوگیا تو نماز تو کیا کسی بھی کام کے قابل نہیں رہو گی۔" اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور اس نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے بڑی مہارت سے اس کی ڈریسنگ کی پھر اس کے بعد اس نے اس کی پیشانی کے زخم کی پٹی بھی چینج کی جو اس ایکسیڈنٹ کے باعث لگی تھی۔

"تمہاری آنکھ کے اوپر موجود زخم ابھی بھی تازہ ہے۔"

"میں لگا لوں گی۔" اس نے ٹیوب اس کے ہاتھ سے لی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور وہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ ایک ہفتے میں اس کے زخم ٹھیک ہونے لگے تھے یہ جسمانی زخم دوا سے ٹھیک ہو رہے تھے لیکن دل کے زخم ابھی تک تازہ تھے کوئی ایک لمحہ ایسا نہیں گزرا تھا کہ اسے گھر اور گھر والے یاد نہ آئے ہوں' انہیں چھوڑ آنے کا اسے کوئی پچھتاوا نہیں ہو رہا تھا' اس نے اپنی محبت کو پالیا تھا۔ اب اسے کوئی دکھ ہرگز نہیں تھا لیکن اب آگے کی زندگی کے لیے کچھ فکریں تھیں جو اس کے نہ چاہنے کے باوجود اس کے اندر پنپ رہی تھیں اور وہ بہت کوشش کرکے بھی ان سے چھٹکارا نہیں حاصل کر پارہی تھی۔

"یہ ٹاپس آپ بیچ سکیں گے۔" وہ جو ٹی وی پر ڈسکوری چینل دیکھ رہا تھا چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس نے دونوں ٹاپس سامنے ٹیبل پر رکھ دیئے اس کی نگاہیں لمحہ بھر میں خیرہ ہوئیں' سونے کے وہ ٹاپس بہت خوب صورت تھے۔

"کیوں بیچ رہی ہو؟" اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے وہ ٹاپس کو دیکھے گئی' یہ اس کی بارہویں سالگرہ پر ڈیڈ نے گفٹ کیے تھے' وہ ہندوستان کے ایک بین الاقوامی جلسے میں گئے تھے وہیں کسی نے انہیں دیئے تھے' خالص ایشین ڈیزائن کے وہ نازک سے ٹاپس اسے بہت پسند آئے اور انہیں خاص طور سے پہننے کے لیے اس نے کان چھدوائے تھے۔

"کب تک بک جائیں گے؟" اس نے ٹاپس پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"میں نے پوچھا کیوں بیچ رہی ہو؟" اس نے سوال دہرایا۔

"تاکہ آپ نے اب تک جو مجھ پر خرچ کیا ہے اسے لوٹا سکوں۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا۔

"مطلب میرا احسان اتارنا چاہتی ہیں آپ۔" وہ مسکرایا اس لڑکی کی خودداری نے اسے کافی متاثر کیا۔

"میں آپ کا احسان کبھی نہیں اتار سکتی۔" اس نے تصحیح کرنی چاہی۔

"مجھے روپے لوٹا رہی ہو پھر کون سا احسان باقی رہے گا۔" وہ حیران ہوا۔

"آپ کے روپے مجھ پر احسان نہیں قرض ہیں اور قرض تو لوٹانا ہی ہوتا ہے' مجھے حفاظت سے رکھنا مجھ پر آپ کا ایسا احسان ہے جسے اتارنا تو دور کبھی بھول بھی نہیں سکتی۔" اس نے اداسی سے کہا اور پلٹ گئی' وہ گہرا سانس لے کر ان ٹاپس کو دیکھنے لگا' اسی شام ان ٹاپس کی رقم اس کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔

"مجھے لگا تھا اس ٹاپس سے شاید آپ کے قرض اتارنے کے لیے رقم مل سکے۔" جو رقم سامنے پڑی تھی وہ اس کے اندازے کے مطابق اتنی نہیں تھی بلکہ اس شخص کی خرچ کی ہوئی رقم سے بہت کم تھی۔ وہ اسے بغور دیکھنے لگا' وہ بہت کم عمر لڑکی تھی اور اس نے اپنی عمر سے کئی گنا بڑا فیصلہ کیا تھا اس کے آگے پوری زندگی پڑی تھی اس کا تعلیمی کیریئر رک چکا تھا وہ جب تک اس گھر میں تھی جانز ابا گر سے محفوظ تھی باہر نکلتی تو یقیناً جانز ابا گر کو مل جائے گی لیکن وہ اپنی ساری زندگی تو ایسے نہیں گزار سکتی' اس کے لیے کچھ کرنا ہوگا مگر کیا؟ یہیں آ کر اس کی سوچ رک سی جاتی تھی۔

"تم یہ رقم اپنے پاس رکھو اور رہی میرے قرض کی بات تو وہ پھر کبھی چکا دینا۔" اس نے پیسے ٹیبل پر ہی چھوڑ دیئے اور اٹھ کر چلا گیا لیکن ساتھ یہ خیال بھی لے گیا کہ اس لڑکی کی زندگی کو پھر سے شروع کروانا ہے اس کی پڑھائی اسٹارٹ کروانی ہے' اس لڑکی کی زندگی کے لیے جو بھی پلان تھے وہ پورے کروانے ہیں' اسے اس تنہا اور بے سہارا لڑکی کے لیے کچھ کرنا تھا یہ طے تھا۔

❁......❁......❁

"آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟" وہ جونہی گھر میں داخل ہوا لاؤنج میں بے قراری سے ٹہلتی وہ تیزی سے لپک کر اس کے قریب آ ئی۔

"آپ...... آپ کہاں تھے ساری رات' میں کتنا پریشان رہی؟"

"ایک دوست مل گیا تھا وہ زبردستی اپنے گھر پارٹی میں لے گیا۔" وہ تھکا تھکا صوفے پر گرا۔

"اور وہاں جا کر آپ یہ بھول گئے کہ کوئی گھر پر آپ کا منتظر ہے۔" وہ سلگ اٹھی۔

"میں ساری رات اللہ سے آپ کی خیریت کے لیے دعائیں کرتی رہی اور آپ...... آپ کو ایک بار بھی خیال نہیں آیا کہ مجھے ایک فون کردیتے' یہاں میری جان پر بنی تھی اور وہاں آپ......" بے حد غصے میں دانتوں پر دانت جمائے وہ اسے چونکا گئی۔ وہ بنا کچھ بولے اس پریشانی' غصہ' خفگی لمحہ لمحہ بدلتے رنگوں کو دیکھتا رہا۔

"سوری......" ایک پل کو چپ ہوئی پھر بولی اس کی خاموشی کو اس نے جانے کن معنی میں لیا تبھی معافی مانگنے لگی۔

"مجھے آپ پر غصہ کرنے کا حق نہیں ہے مگر میں آپ کے نہ آنے پر بہت ڈر گئی تھی' مجھے لگا کہیں خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو نہ گیا ہو' اسی لیے میں نے نیویارک کی اپنی فلائٹ کینسل کردی لیکن اگر مجھے یہ پتا ہوتا کہ آپ اپنے دوست کے گھر بخیریت اس کی پارٹی میں ہیں تو میں چلی جاتی۔" اس بار اسے حقیقتاً شاک لگا۔

"تم کہاں...... کہاں جارہی ہو؟" اسی نے از حد حیرانی سے پوچھا۔

"اصل میں ہوش آنے کے دوسرے دن ہی میں نے اسلامک سینٹر سے رابطہ کیا تھا کیونکہ میری تعلیم اور جاب اینا ابا گر کے نام سے شروع کرتے ہی جانز ابا گر مجھ تک پہنچ جائیں گے میں یوں بھی یہ کرسچن نام استعمال نہیں کرنا چاہتی۔ ڈاکٹر زبیر داؤد نے مجھے بتایا کہ ڈیڈ اسلامک سینٹر کی نگرانی کروا رہے ہیں انہیں لگا ہے میں انہی لوگوں سے رابطہ کروں گی پہلے تو ڈیڈ کی پوچھ گچھ کی وجہ ان لوگوں کو سمجھ نہیں آرہی تھی لیکن میری کال کے بعد انہیں یقین ہوگیا کہ یہ سب میرے لیے ہے انہوں نے کہا کہ وہ موقع دیکھتے ہی مجھے اپنے پاس بلالیں گے اور پرسوں ڈیڈ نے جب یہ اعلان کیا اپنی کمیونٹی میں کہ میں نیویارک سے واپسی پر ایکسیڈنٹ میں مرگئی تو ڈاکٹر زبیر داؤد کو لگا کہ اب مجھے ان کے پاس آ جانا چاہیے لیکن میں آپ کی وجہ سے نہیں جاپائی۔" اس نے رکے بنا اسے تفصیل سنائی وہ اسے بالکل چپ چاپ دیکھتا رہا۔

"کچھ کھانے کے لیے ہوگا مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" وہ رکی تو وہ بولا اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہ سب کہے گا' اس نے ایک پل کو بے یقینی سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں لاتی ہوں۔" پچھلے پانچ دن سے کھانے کی ذمہ داری خود بخود اس پر آ پڑی تھی۔

"تف ہے تمہاری ذہانت پر' پندرہ دن میں تم اس کے لیے کوئی خاص لائحہ عمل سوچ بھی نہ سکے اور وہ عمل درآمد بھی کرگئی لیکن تمہیں اس کے لیے سوچنے کی ضرورت بھی کیا تھی' بیس سال اپنے باپ پر انحصار کرنے والی اینا ابا گر اس دنیا کا ہی نہیں اگلی دنیا کا فیصلہ بھی اپنی مرضی سے کرگئی تو بیس دن سے بھی کم وقت میں اپنی پوری زندگی کے فیصلہ کی ڈور کسی اور کے ہاتھ میں کیسے سونپ سکتی ہے' وہ تنہا ضرور ہے لیکن بے سہارا نہیں۔" وہ لب بھینچے کچن میں کام کرتی اینا ابا گر کو دیکھے گیا۔ ابھی وہ ناشتا کر رہے تھے کہ فون بجنے لگا اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا' فون اینا ابا گر کے لیے تھا۔

"ڈاکٹر زبیر داؤد مجھے لینے آرہے ہیں۔" اس نے

ریسیور رکھتے ہوئے بتایا وہ اجنبی سا بنا کافی کے سپ لیتا رہا' وہ خاموشی سے بیٹھ گئی وہ بہت بولتا تھا اور اینا کو اس کو سننے کی عادت ہوچکی تھی پھر اب وہ اتنا چپ کیوں تھا' کیا اسے خود کو بتائے بغیر اینا کا یہ سب کرنا اچھا نہیں لگا مگر کیوں......؟

"میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔" اس نے رک کر اسے دیکھا۔

"کیا میں جاتے جاتے اپنے محسن کا نام جان سکتی ہوں؟" دروازے پر بیل ہوئی تو اینا چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی' بیگ اپنے کندھوں پر ڈالتے ہوئے اس نے بڑی التجائیہ نظروں سے اسے دیکھا' وہ سپاٹ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا دروازے پر پھر بیل ہوئی اس بار اینا بے چین ہوگئی' وہ اس کا نام جان کر ہی یہاں سے جانا چاہتی تھی مگر اس نے نگاہیں پھیر لیں' اینا نے بے یقینی سے اسے دیکھا' دروازے پر پھر بیل ہوئی لب بھینچتی اینا دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

اس گھر سے باہر نکل کر اینا کی زندگی نے ایک نیا روپ بدلا' اس کا نام' اس کی سوچ' خیالات' حالات بدلے۔ اس نئے دور نے پرانا بہت کچھ بدل دیا تھا۔ کبھی یاد بھی کچھ کرنے بیٹھتی تو اسے بہت کچھ تو یاد تک نہ آتا تھا' اس کے باپ نے کہا تھا کہ وہ رسوا ہوجائے گی وہ جو انہیں چھوڑ کے جانے کا کہہ رہی ہے تو ضرور لوٹ کر ان کے پاس آئے گی۔" پر ایسا کچھ نہ ہوا' پرانے خواب چھوڑنے پڑے تھے لیکن نئی زندگی بھی بہت اچھی تھی' وہ ڈاکٹر زبیر کے ساتھ ان کے گھر میں اپنی تعلیم مکمل ہونے تک رہی پھر ایک اچھی جاب مل گئی جہاں اسے خاصی بہترین مراعات میسر آئیں' چھ سال کا عرصہ گزر گیا تھا وہ ربّ تعالیٰ کی مہربانی پر شکر گزار تھی۔

❁......❁......❁

وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی آفس سے لوٹی تھی جب دروازے پر بیل ہوئی۔

"اینا......" لاک پر رکھا اس کا ہاتھ لرز اٹھا' باہر کھڑا شخص اتنا اجنبی تھا کہ وہ اس کا نام تک نہیں جانتی تھی اور اتنا اپنا تھا کہ دل کو سوائے اس کے اور کسی چیز کی خواہش نہ تھی' لاک کھول کے وہ اندر آ گئی وہ اس کے پیچھے اندر چلا آیا۔

"میں نے آپ کا قرض لوٹا دیا ہے۔" وہ اس کی جانب پشت کیے کھڑی رہی۔

"اور احسان......وہ بھی تو لوٹا دو۔" اس کی بات پر اس نے پلٹ کے دیکھا۔

"کیسے لوٹاؤں' کسی بھی احسان کا بدلہ نہیں دیا جاسکتا۔"

"بدلے میں احسان کیا تو جاسکتا ہے نا۔" اس نے جواباً کہا۔

"خدا نہ کرے جو آپ پر وہ وقت آئے جب کسی کا احسان لینا پڑے۔" اس نے بے اختیار کہا وہ سنجیدہ ہوگیا۔

"بہت عام سا انسان ہوں اور بہت عام سی میری کہانی ہے ایک امیر ماں باپ کی وہ اولاد ہوں جسے بن مانگے سب کچھ ملتا ہے بے بہا ہے۔ بن مانگے جن کو سب کچھ ملتا ہے وہ اکثر خدا کو بھول جاتے ہیں اور میں بھی ان میں سے ہی ایک تھا پھر مجھے وہ لڑکی ملی جو ایسے لوگوں کے بیچ پلی بڑھی تھی جو خدا کو صحیح سے جانتے تک نہیں تھے مگر وہ اپنے ربّ کو پہچان کر بلا خوف وخطر اس کے راستے پر چل پڑی' وہ میرے گھر میں چند دن رکی اور جب گئی تو میرا سب کچھ لے گئی۔ میں بے چین' بے قرار ہوکر بس اسے سوچتا رہا' وہ کیسی تھی' کیا کرتی تھی' کیوں کرتی تھی حتیٰ کہ میں یہ بھی سوچنے لگا کہ اس نے مذہب اسلام قبول کیوں کیا؟ میرا دل کہیں نہ لگتا پھر میں نے اپنے مذہب کو پڑھا تو مجھ پر انکشاف ہوا میں خود کون ہوں اور کیا کررہا ہوں' بس پھر میں اس خدا کے راستے پر چل پڑا' اپنی دعاؤں میں جسے سب سے زیادہ مانگا وہ تم ہو اینا وہ صرف تم ہو۔" وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی وہ جو سمجھتی تھی کہ اب تو وہ اس اجنبی کو یاد بھی نہیں ہوگی تو ایسا نہیں تھا وہ تو لمحہ بھر کے لیے بھی اسے بھول نہیں تھا' اس کا دل خوشی سے بھرنے لگا۔ اس شخص کی محبت اس کے دل میں کیوں پیدا ہوئی تو وہ اسی شخص کی دعاؤں کا سبب تھا' یہ اس کے ربّ کی اس پر ایک اور عنایت تھی۔

"اینا! مجھے لگتا ہے ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں تبھی تو نہ کسی سے جڑ سکے اور نہ اپنے ہی رہ سکے۔ مجھ سے شادی کروگی؟" اس نے پوچھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ اس کی مسکراہٹ کہاں چلی گئی وہ تو ہر بات مسکراتے ہوئے کرنے کا عادی تھا۔

"جواب دو اینا! مجھ سے شادی کروگی؟" اس کی خاموشی سے پریشان ہوکر اس نے دوبارہ پوچھا۔

"مگر......" اس نے کچھ کہنا چاہا پھر کچھ سوچ کر رک گئی۔

"کیا ہوا اینا......کہو ناں۔" وہ حیران ہوا۔

"آپ ناراض تو نہیں ہوں گے۔" وہ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"دیکھو اینا! ایک بات سنو اور اسے ہمیشہ یاد رکھنا تمہارے دل میں جو بھی بات آئے مجھ سے کہنا اور کبھی یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے ناراض ہوجاؤں گا' تم مجھے جان سے زیادہ عزیز ہو میں کبھی تم سے ناراض ہو ہی نہیں سکتا۔" اس کی پلکیں نم ہوئیں' کبھی ایسا ہی کچھ اس کے باپ نے بھی تو اس سے کہا تھا' اس کی نظریں جھک گئیں۔

"آپ مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے ناں......" وہ بے دھیانی میں اس سے یہ سوال کر گئی۔

"موت لینے آئی تو تمہیں ساتھ نہیں لے جاؤں گا' باقی کہیں بھی گیا تو تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا' وہ ابھی تک سنجیدہ تھا شاید اس کی مسکراہٹ کھو چکی تھی۔

"مگر......" وہ ہچکچائی۔

"اب کیا......اگر مگر......" وہ چڑا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا جواباً اس کے سینے سے ایک گہری سانس خارج ہوئی۔ چھ سالوں میں اس نے کوئی دعا ایسی نہیں مانگی تھی جس میں اپنے ربّ سے اس نے اس لڑکی کو نہ مانگا ہو اس لڑکی کو جو اس کا نام تک نہیں جانتی۔ اس کے لبوں پر در آنے والی مسکراہٹ اینا کے لیے بالکل اجنبی تھی' اس کے اندر کہیں سکون سا اتر آیا' لیکن جب وہ واپسی کے لیے پلٹا تو وہ بُری طرح چونکی۔

"آپ......" اس نے کچھ کہنا چاہا۔

"میرا نام جاننے کے لیے تم نے چھ سال انتظار کیا ہے اب چھ منٹ اور رکو۔ میرا نام بھی میری طرح بہت خاص ہے اور کسی خاص طریقے سے ہی تمہارے علم میں آئے۔" وہ ملنے بنا گردن کو فخر سے اکڑاتے ہوئے بولا تو اس کے چہرے پر خود بخود الجھن سی نمودار ہوئی۔

"غازان عمر ولد عمر احمد تمہیں قبول ہے۔" ڈاکٹر زبیر داؤد کے ساتھ مسز زبیر داؤد اور ان کے ساتھ نکاح خواں کو دیکھ کر وہ حیرت سے بُت بنی کھڑی رہ گئی۔ پورے چھ منٹ بعد ہی اسے اس شخص کا نام پتا چلا تھا جواب میں قبول ہے کہنے کے بجائے وہ ہنس پڑی' وہ شاید پہلی ایسی دلہن تھی جو قبول ہے کہتے ہوئے رونے کے بجائے ہنس رہی تھی ان تینوں نے اسے حیرت سے دیکھا' سامنے صوفے پر وہ بڑی شان سے بیٹھا بھنویں اچکاتے ہوئے اس سے اشاروں میں پوچھ رہا تھا کہ کیسا لگا؟ اسے اچھا لگا' اسے سچ مچ اپنے ساتھی کا یہ انداز بھایا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اسے لے کر اپنے گھر کی جانب رواں دواں تھا ڈاکٹر زبیر اور مسز زبیر داؤد اس کے لیے بہت خوش تھے غازان عمر انہیں بہت پسند آیا تھا۔

"چلیں مسز غازان! ہمارا گھر آ گیا۔" کار کو ایک سائیڈ پر روک کر وہ اترا تو وہ بھی اس کے پیچھے اتر آئی' وہ ایک بڑے سے فلیٹ کا لاک کھول کر اندر داخل ہوا۔ پیچھے سے دروازہ بند ہونے کے بعد اس نے حجاب اوپر کرنا چاہا تو غازان عمر نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"پہلے رونمائی گفٹ لو پھر منہ دکھانا۔" وہ حیران ہوئی' وہ مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر اسے بیڈ روم کی طرف لے آیا' اس کا ہاتھ تھامے اس نے وارڈ روب کھولی اور اس میں سے ایک ڈبیا نکال کر اس کی طرف بڑھائی اور اسے بیڈ پر بٹھا دیا۔ اینا نے جس لمحے ڈبیا کھولی غازان عمر نے اسی پل اس کا حجاب اوپر کیا' گفٹ دیکھ کر وہ حیران نگاہوں سے غازان عمر کو دیکھے گئی کیونکہ وہ کچھ اور نہیں اسی کے ٹاپس تھے اور غازان عمر بڑی بڑی محظوظ کن نگاہوں سے اس کی حیرانگی کو
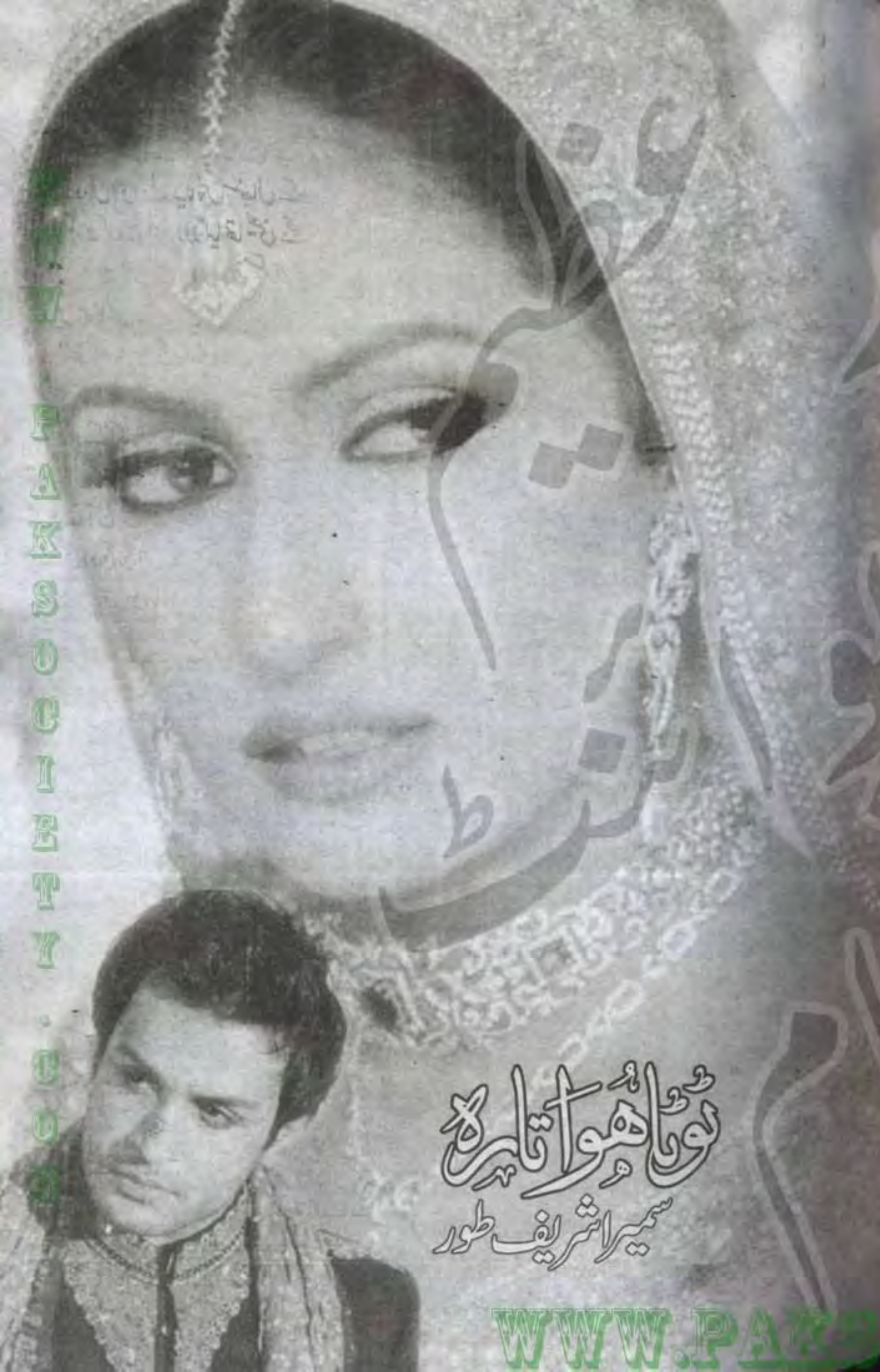
دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر ہر اعضاء میں مسکراہٹ رچی تھی۔

"ہماری پہلی ملاقات میں بھی تم یونہی حیران ہوکر مجھے دیکھ رہی تھیں' میں نے سوچا کہ کہیں اب تم شرما کے نظریں جھکا نہ لو بس اسی لیے یہ ٹاپس سنبھال کے رکھے تاکہ تم وہی ری ایکٹ کرو جو اس روز کیا تھا یعنی مجھے دیکھتی رہو۔" وہ شرارت سے مسکرا کر بولا اس نے مسکراتے ہوئے شرم سے نظریں جھکالیں۔

"اف اوہ یار! مجھے دیکھو ناں۔" وہ چڑ گیا مگر اس نے نظریں نہیں اٹھائیں۔

"اوکے' ایک اور گفٹ لو۔" اس نے سائیڈ ٹیبل سے ایک لفافہ نکال کر اسے دیا' وہ چونکی۔ "اس میں عمرے کے ٹکٹس ہیں میں نے آج صبح ہی بک کروائے ہیں۔" وہ دم بخود اسے دیکھے گئی وہ سچ مچ اس کے بہت اندر تک اترا ہوا تھا' ہمیشہ اس کے بنا کہے اس کی بات جان لیتا تھا۔ اس کی نگاہیں بھیگ گئیں اس کے ربّ نے جو نعمتیں دی تھیں وہ کہاں ان کے قابل تھی' وہ کیسے شکر کرے اپنے ربّ کا۔ ایسا حسین ہم سفر دیا تھا اسے کہ وہ لب کھلنے سے پہلے اس کی خواہشوں کو پورا کردیتا تھا' وہ جو اسے شوخ نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھیں بھیگ جانے پر سنجیدہ ہوگیا۔

"یہ خوشی کے آنسو ہیں انہیں بہنے دو غازان!" اس نے غازان کے کندھے پر سر ٹکادیا اور وہ خوشی سے نہال ہوگیا۔ اس کے ربّ نے اسے ایسا شریک سفر دیا تھا جو اس کے لب کھولے بغیر اسے جان لیتا تھا۔ اس نے کبھی خدا کا شکر ادا نہیں کیا تھا لیکن خدا نے ہمیشہ اس پر بہت سے احسان کیے تھے اور یہ مزید ایک احسان تھا جس کا وہ تاحیات بھی شکر ادا کرتا تو بھی کم تھا۔

❁......❁......❁

"اور اپنے ربّ کے لیے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔" وہ اور غازان عمر دونوں خانہ کعبہ کے صحن میں بالکل حرم پاک کے دروازے کے سامنے تھے اور اس کا ہم سفر سورۃ بقرہ کی تلاوت کررہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا تو قرۃ العین غازان کو یک دم اپنا باپ یاد آیا' وہ بھی تو ہر بات کو جانتا تھا اس سے زیادہ علم والا تھا پھر کیوں اپنے ربّ کے ساتھ برابر والے ٹھہرا رہا تھا۔

"اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی۔" غازان عمر کی دل موہ لینے والی آواز پر اس کی اداس نظریں جھک گئیں۔

"ہاں اللہ نے مہر لگادی کافروں کے دلوں پر۔ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تُو نے میرے دل کو یہ توفیق دی کہ اس نے تجھے ڈھونڈ لیا' مالک وہ میرے ماں باپ ہیں کیا ان کے لیے یہ دعا کرلوں کہ تُو انہیں ہدایت عطا فرما' انہیں ایسی ہدایت دے جیسی تُو نے مجھے اور میرے شریک سفر کو عطا کی ہے۔ ہمارے دلوں میں تُو نے اجالا بکھیرا ہے۔ یا اللہ ہدایت عطا فرما ان گمراہوں کو۔" وہ اسے پیدا کرنے والے تھے اس پر دنیا میں لانے کا احسان کرنے والے تھے ان کے لیے یہ دعا تو شاید وہ کرہی سکتی تھی۔ وہ اللہ کی خود پر رحمت کردینے کے شکر میں سجدے میں چلی گئی تھی' غازان عمر نے ایک پل کو اسے مسکرا کر دیکھا اور خود بھی شکرانے کے لیے سجدے میں چلا گیا۔

❁

گزشتہ قسط کا خلاصہ

ہادیہ رابعہ کو خالہ بی کے گھر لے آتی ہے جہاں آپی جان کے دلسوز و دلنشیں حسن کو دیکھ کر رابعہ اس میں کھوسی جاتی ہے واپسی میں رابعہ ہادیہ کو سر عباس اور ان کی وائف کے مابین ہونے والے جھگڑے کے متعلق بتاتی ہے پھر ماموں کی نصیحت یاد کر کے چپ سی ہو جاتی ہے۔

مصطفیٰ ولید کو کال کر کے اپنے نکاح کی خبر سناتا ہے ساتھ ہی انا اور روشی اور سب گھر والوں کو ساتھ لانے کی تاکید کرتے ہوئے وہ اسے انوائٹ کرتا ہے۔ ولید اس کے اس طرح اچانک نکاح طے ہو جانے پر حیرت و خوشی کے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ مصطفیٰ ماں جی، عائشہ اور صبا وغیرہ کے اصرار پر نکاح کا سوٹ لینے کی غرض سے مارکیٹ چلا جاتا ہے سب اس کی پسند کو سراہتے ہیں اور نوک جھونک کرتے ہیں۔ ولید مصطفیٰ کو کال کر کے حویلی کا ایڈریس وغیرہ سمجھ لیتا ہے اور ساتھ ہی اسے کسی وجہ سے اپنے بعد میں آنے کے متعلق بتاتا ہے۔ انا کسی طور بھی ولید اور روشی کے ساتھ شادی میں جانے پر آمادہ نہیں ہوتی شہوار کے متعلق سوچ سوچ کر وہ کافی پریشان ہو رہی ہوتی ہے مگر ماموں کے سمجھانے پر بجھے دل کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ حویلی پہنچ کر اسے اور روشی کو لائبہ بھابی مل جاتی ہیں انا انہیں دیکھ کر چونک جاتی ہے سب سمجھتے ہیں کہ انہیں شہوار نے انوائٹ کیا ہے۔ ماں جی انہیں شہوار کے پاس بھیج دیتی ہیں انا کو اس کے نکاح کا سن کر حیرت ہوتی ہے ساتھ ہی وہ حویلی میں اچانک شہوار سے مل کر خوش بھی ہو جاتی ہے شہوار انا کو تمام حالات سے آگاہ کر دیتی ہے۔ انا بڑی مشکل سے شہوار کو سنبھالتی ہے اور ولید کو کال کر کے لان میں آنے کا کہتی ہے ساتھ ہی شہوار اور مصطفیٰ کے نکاح کے متعلق حیرانی کا اظہار کرتی ہے ولید اس کے مزاج کو دیکھ کر الجھ سا جاتا ہے انا مصطفیٰ کو شہوار کے حوالے سے کافی سمجھاتی ہے جبکہ مصطفیٰ اپنے موقف پر ڈٹا رہتا ہے کہ شہوار بلاوجہ ہی احساس کمتری کا شکار ہے جس پر انا خفا سی ہو کر پلٹ جاتی ہے ولید مصطفیٰ سے استفسار کرتا ہے جس پر مصطفیٰ اسے ٹال جاتا ہے۔ نکاح سے ایک رات قبل نوک جھونک اور خوشگوار ماحول میں تمام خواتین ایک دوسرے کو مہندی لگا رہی ہوتی ہیں انا اس سلسلے کو کافی انجوائے کر رہی ہوتی ہے جب ہی تمام مرد حضرات اچانک چلے آتے ہیں شہوار مصطفیٰ کی موجودگی میں خود میں سمٹ سی جاتی اور ایک کونے میں چھپ جاتی ہے تاکہ کسی کی نظر اس پر نہ پڑے۔ انا ولید سے مصطفیٰ اور شہوار کے معاملے کو ڈسکس کرتی ہے جبھی ولید کی نظر اس کے ہاتھ پر لگی مہندی پر پڑتی ہے اور وہ بے ساختہ تعریف کر بیٹھتا ہے جبکہ انا گھبرا کر باہر نکل جاتی ہے۔ دلہن کے الوہی روپ میں شہوار کا حسن دو آتشہ ہو جاتا ہے انا اس کے ساتھ ہی ہوتی ہے نکاح نامے پر دستخط کرتے ہوئے وہ کھوسی جاتی ہے اسے رہ رہ کر ملال ہو رہا

ہوتا ہے سب کے اصرار پر وہ سائن کر دیتی ہے اور تابندہ بی کے گلے لگ کر بے تحاشا رو پڑتی ہے انا اسے زبردستی ان سے الگ کرتی ہے۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ ہوش و خرد سے بے گانہ ہو جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁......❁......❁
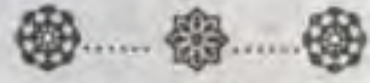
کچھ دیر بعد اسے ہوش آ جاتا ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ پھر سے بہت شدت کے ساتھ رونے لگتی ہے۔ اس قدر کہ ہر آنکھ اشک بار ہو جاتی ہے۔ ماں جی نے تابندہ بی کو وہاں سے ہٹا کر باہر لے جاتی ہیں اور پھر خود ہی اس کو سنبھالتیں ہیں اور وہ کچھ دیر بعد سنبھلی تو وہ اسے لڑکیوں کے حوالے کر کے چلی جاتیں ہیں۔

"اس قدر رونا اور بے ہوش ہو جانا کچھ سمجھ نہیں آ رہا' خاندان کا سب سے چہیتا' لاڈلا اور زبردست لڑکا ملا ہے ان کو۔" ماریہ کی حیرت دو چند تھی۔ لائبہ بھابی نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"تم پر ابھی ایسا وقت آیا نہیں اس لیے بڑی بڑی باتیں کر رہی ہو۔ جب تم پر ایسا وقت آیا تو پھر تمہیں پوچھیں گے؟" شائستہ بھابی نے اسے دھمکایا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"دیکھیں یہ تو طے ہے نا کہ جس سے بھی شادی ہوگی وہ اسی خاندان کا کوئی لڑکا ہوگا پھر تیرا جانا پہچانا ہی ہوگا۔ خیر ہے نمٹ لیں گے ہم۔" ادھر پرواہی نہ تھی۔ سبھی مسکرا دیں۔

"تمہاری اماں جان کو تمہارے نادر خیالات بتاتی ہوں۔" عاصمہ نے دھمکایا تو وہاں ماحول پر چھائی افسردگی قدرے کم ہوئی۔

"وہاں باہر ساری ینگ جنریشن تیار بیٹھی ہے کہ کب دلہن کی رونمائی ہو اور دلہا کے پہلو کو آباد ہوتا دیکھیں۔ اس کا میک اپ درست کریں اور دوپٹا ٹھیک کریں ابھی عائشہ کو سب باہر یہی کہہ رہے تھے کہ دلہن کو باہر لے آئیں اب۔" رمشا بھابی باہر سے آئی تھیں شہوار کے کمرے میں آتے ہی کہنے لگیں تو سبھی چونکیں۔

"نہیں بھئی ہماری دلہن کی طبیعت ایسی نہیں کہ ادھر لے جائیں۔" انا جو مسلسل شہوار کے ساتھ تھی اس نے فوراً کہا۔

"مگر سبھی لڑکے اسی آس میں بیٹھے ہیں۔ باقاعدہ ہاتھوں میں موبائل اور کیمرے لیے کھڑے ہیں۔ ان کا باقاعدہ فوٹو سیکشن کا ارادہ ہے۔" رمشا نے مزید بتایا تو تکیے کے سہارے نیم دراز شہوار یکدم اٹھ بیٹھی۔

"میں باہر نہیں جاؤں گی۔" رو رو کر تو پہلے ہی برا حال کر رکھا تھا اس نے۔

"اوکم آن یار تم کونسا اجنبی لوگوں میں جا رہی ہو وہاں سبھی اپنے ہی ہوں گے پھر رات جس طرح ہم نے ان کو تمہیں دیکھنے نہیں دیا تھا تو اس وقت وہ بہت کچھ ڈیسائیڈ کیے ہوئے ہیں۔ باقاعدہ بڑوں سے اجازت لے چکے ہیں۔ ماں جی کہہ رہی تھیں کہ ہمارے گھر کی آخری خوشی ہے بڑے تو سبھی سلامی دے کر ایک طرف ہو جائیں گے کچھ دیر یہ ینگ جنریشن انجوائے کر لیں۔ ہال کمرے میں لے جانے کی تیاری ہو رہی ہے وہاں سبھی اپنے ہی لڑکے ہوں گے باہر کا کوئی نہیں ہوگا۔" رمشا نے تسلی دی تو اس نے انا کو دیکھا اس نے اس کا ہاتھ دبایا۔

"کوئی بات نہیں۔ پھر ایسے موقعوں پر یہ سب تو ہوتا ہی ہے۔"

"میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔" انا کی ہنسی نکل گئی۔

"ہم سب سنبھال لیں گے۔" سبھی پرسکون تھیں شہوار نے انا کو دیکھا۔

"اب تو ایک بار سب کے سامنے جانا ہی پڑے گا نا کچھ نہیں ہوتا ہم سب ایسا کریں گی کہ صرف تمہیں تب تک وہاں

بیٹھنے دیں گی جب تک سارے بڑے سلامی دیں گے۔ اس کے بعد رات کی طرح لڑکوں کو موقع دیے بغیر تمہیں نکال لے آئیں گے۔" شائستہ بھابی نے تسلی دی تو وہ چپ ہوگئی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا میک اپ ٹھیک کیا جو رونے دھونے میں کافی بہہ چکا تھا۔ دوپٹا نئے سرے سے سیٹ کرکے گھونگھٹ نکال دیا تھا۔ اس طرح کہ گھونگھٹ اٹھا کر دیکھے بنا دلہن کا چہرہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اس سے شہوار کو قدرے تسلی ہوئی تھی۔ عائشہ اور صبا اسے لینے آئیں اس نے تب بھی انا کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔

"آج تو تم بالکل چھوٹے بچوں والا بی ہیو کررہی ہو۔ چھوڑ دو بے چاری کا ہاتھ یہ بھی باہر ہمارے ساتھ ہی ہوگی۔" عائشہ نے ڈپٹا تو مجبوراً اسے ہاتھ چھوڑنا پڑا۔ وہ لوگ اسے لے کر ہال میں آئیں تو سبھی نے کھڑے ہوکر اسے ویلکم کیا۔

مصطفیٰ کی آج چھب ہی نرالی تھی بلیک تھری پیس اور ٹائی میں ملبوس وہ آج عام روٹین سے بہت مختلف لگ رہا تھا۔ انداز تو ہمیشہ سے زیادہ پراعتماد تھا مگر آج آنکھوں کی چمک سے یوں لگ رہا تھا کہ گویا دنیا فتح کرلی ہو انا نے دیکھ کر سراہا۔

"واؤ......" دلہن کو لاکر مصطفیٰ کے پہلو میں بٹھایا گیا تو لڑکوں نے شرارت سے آوازیں نکالیں شہوار کا سر مزید جھک گیا۔ وہ تو گھونگھٹ تھا ورنہ بدحواسی اس کے چہرے سے صاف نظر آتی۔

بابا صاحب، شاہزیب صاحب، حسن انکل اور دیگر مرد حضرات بھی ادھر ہی تھے اسی لیے لڑکے فی الحال دائرہ تمیز میں ہی تھے۔ باری باری سبھی نے دلہا دلہن کو سلامی، دعاؤں اور پیار سے نوازا تھا مرد حضرات سلامی دے کر وہاں سے چلے گئے تو اب خواتین کی باری تھی اور خواتین کے سامنے بھی شیر ہوجاتے تھے اب بھی ایک دم یہی حال ہوا بس تابندہ بی منظر سے غائب تھیں۔ وہ شاید کسی کام سے باہر ہی تھیں۔

"دلہن کا چہرہ تو دکھا دیں؟" ماں جی نے جیسے ہی جھک کر اس کا چہرہ دیکھ کر اس کی پیشانی چومی تو کہیں سے آواز آئی۔

"دلہا صاحب فرمائش کرتے تو ہم غور بھی کرتے اب ہر ایرے غیرے کو دلہن نہیں دکھائیں گے ہم۔" صبا نے شرارت سے کہا تو ایک زبردست قہقہہ پڑا۔

"عدیل بھائی سن لیں آپ کو آپ کی مسز ایرا غیرا کہہ رہی ہیں۔" زبیر نے کہا تو صبا جھینپ گئی۔

"یہ زیادتی ہے۔" پھر کوئی اور بولا انداز دہائی دینے والا تھا۔

"دلہا میاں کے ساتھ۔" شائستہ نے شرارت سے کہا تو پھر سب ہنس دیے۔

"لو مصطفیٰ یہ دلہن کو پہناؤ۔" ماں جی نے اپنے پرس میں سے دو بہت ہی نفیس اور خوب صورت کنگن نکال کر مصطفیٰ کو تھمائے۔

"اوئے ہوئے سبھی کے سامنے۔" زاہد بھائی نے کہا تو مصطفیٰ بھی جھینپ گیا۔ اس کے لیے بھی یہ ساری صورت حال خاصی نئی اور دلچسپ تھی۔ خوب صورت بھاری جوڑے میں آج شہوار کا وجود دو آتشہ لگ رہا تھا۔ یوں کہ نگاہ اسی وجود پر جم کر رہ جائے مگر چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"ہاں تو اس کی جائز منکوحہ ہے وہ جو مرضی کرے۔" عائشہ نے لڑکوں کو آنکھیں دکھاتے اور جوش میں آکر جوابی کارروائی کی تھی۔

"سبھی کے سامنے۔" لڑکے اتنے بدتمیز تھے کہ سبھی لڑکیاں ہنس دیں بلکہ جھینپ کر رہ گئیں۔ عائشہ کہہ کر پچھتائی۔ ماں جی نے شہوار کا ہاتھ پکڑ کر مصطفیٰ کو تھمایا تا کہ وہ کنگن پہنا سکے۔

مصطفیٰ نے دیکھا مہندی، گجرے اور کنگن سے سجا اس کا ہاتھ لرز رہا تھا۔ مصطفیٰ نے غیر محسوس انداز میں اس کے ہاتھ

پر اپنی گرفت سخت کی اور نرم، سبک، مہندی کے گل بوٹوں سے سجا ہاتھ اس وقت بہت دلفریب لگ رہا تھا۔ مصطفیٰ کی نگاہ بے اختیار اس کے پاؤں کی طرف گئی تھی مگر لمبے فراک کے گھیر میں اس کے پاؤں چھپے ہوئے تھے۔ مصطفیٰ نے آہستگی سے اسے کنگن پہنائے۔ بہت احتیاط اور محبت سے۔ سبھی لڑکوں کا اشتیاق دیدنی تھا۔ عباس بھائی اور سجاد مصطفیٰ کے عقب میں کھڑے تھے۔

"دیکھو ہاتھ کیسے تھاما ہوا ہے؟" کوئی شریر لڑکا بولا تو شہوار نے تیزی سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"ماں جی پلیز دلہن کا گھونگھٹ اٹھا دیں صرف ایک جھلک دیکھنے دیں۔ ہم پر نہیں تو اپنے بھتیجے پر ہی ترس کھالیں بے چارے کے دل کے ارمان پورے ہوجائیں گے ایک جھلک سے ہی۔" آفاق بھائی کی شریر آواز آئی۔ ماں جی بھی ہنس دیں۔ وہ گھونگھٹ اٹھانے لگیں تو انا نے ایک دم آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑا۔

"آنٹی پلیز......"

"نہیں، یہ فاؤل ہے۔ مصطفیٰ بھائی نے اگر دیکھنا ہے تو وہ روم میں اکیلے جاکر دیکھ لیں ادھر نہیں۔" اس کے کہنے پر ماں جی ہنس دیں اور پھر دونوں کو پیار اور دعائیں دے کر اٹھ گئیں۔

"یہ...... یہ...... زیادتی کی ہے آپ نے ہمارے ساتھ...... دلہن کے رخ زیبا کے بغیر تصویریں خاک اچھی لگیں گی۔" لڑکے اب انا کو آنکھیں دکھا رہے تھے۔ انا نے آج گرے اور آف وائٹ نگوں والا سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا۔ میک اپ کے نام پر اس نے صرف ہلکی سی لپ اسٹک لگائی ہوئی تھی مگر وہ اچھی خاصی پیاری لگ رہی تھی۔ دور کھڑے حماد نے کئی بار اسے دیکھا تھا۔ اسے یہ لڑکی بہت اچھی لگ رہی تھی اس نے دور سے ہی اپنے موبائل میں اس کی تصویر کھینچ لی تھی۔

"کوئی بات نہیں کیمرا آپ ہمیں دے دیجیے گا ہم روم میں جاکر تصویریں بنالیں گی اور پھر واپس کردیں گی۔" انا کا انداز پراعتماد تھا لڑکے ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر رہ گئے۔ اب وہ اس مہمان لڑکی کو بھلا کیا کہتے خاندان کی لڑکی

ہوتی تو صاف جواب دیتے۔ اس کے بعد دیگر خواتین نے باری باری آ کر دلہن کا چہرہ دیکھا اور پھر سلامی دی۔ یہ سلسلہ کچھ دیر تک چلا تھا۔ جیسے ہی خواتین باہر نکلیں لڑکیوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا۔ ان کا ارادہ اب دلہن کو یہاں سے نکالنے کا تھا۔

"یہ اشارے بازی کس لیے ہو رہی ہے۔" سجاد بھائی نے فوراً نوٹ کیا۔

"آپ کے لیے تو نہیں ہو رہی ہے۔" انا نے کہا تو وہ لاجواب سے ہو گئے۔ انا نے آگے بڑھ کر شہوار کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانا چاہا تو سبھی لڑکے چیخ اٹھے۔

"یہ...... یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟" عدیل فوراً آگے آیا۔

"دلہن کی طبیعت ٹھیک نہیں اس کو کمرے میں لے جا رہی ہوں۔" انا نے ہی جواب دیا۔

"ہرگز نہیں، رات بھی آپ لوگوں نے یہی کیا تھا اب تو دلہن دیکھے بغیر ہم جانے ہی نہیں دیں گے۔" زبیر اور آفاق بھائی بھی میدان میں اتر آئے تھے انا نے بھی لڑکیوں کو دیکھا۔ شائستہ بھابی نے نفی میں گردن ہلائی۔ ماریہ بھی انا کے دوسری طرف آ گئی تھی لڑکوں کے چیخنے دہائیاں دینے کے باوجود دونوں نے دائیں بائیں سے شہوار کو تھام کر آگے قدم بڑھا دیے تھے۔

"مصطفیٰ یار تم بھی تو بولو تمہارا دل نہیں کر رہا اپنی دلہن دیکھنے کو۔" زبیر نے مصطفیٰ کو میدان میں اتارنا چاہا۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اس کو ایک طرف کر کے خود ہی گھونگھٹ الٹ دیتے۔ مگر وہ مہمان تھی سو اس کو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے سبھی لحاظ کر رہے تھے۔

"فی الحال تو کوئی حسرت نہیں دیکھنے کی۔ اب ہماری جائز ملکیت ہے ساری عمر انہی کو تو دیکھنا ہے۔ کیا فائدہ اب دیکھ کر دل خراب کرنے کا۔" مصطفیٰ بولا تو انا کے قدم رک گئے۔

"کیا......؟ اب ایسی بھی بدصورت نہیں ہے کہ آپ کو دیکھ کر برا لگے۔" اس نے فوراً کہا تو لڑکوں کے قہقہے نے احساس دلایا کہ وہ کچھ غلط کہہ گئی ہے۔ اس نے زبان دانتوں تلے دبالی۔

"اتنی حسین ہوتی تو تم لوگ چہرہ ہی کیوں چھپاتیں؟" لڑکوں کی طرف سے جوابی حملہ ہوا۔ وہ لوگ وہیں جم کر رہ گئی تھیں۔ اب بات ان کی عزت کی تھی۔

"یہ گھونگھٹ محض فارمیلٹی تھی۔" ماریہ نے بھی کہا۔ ان میں سے کسی کو بھی بدصورتی والا طعنہ ہضم نہیں ہوا تھا۔

"ہاں میں نے سنا ہے کوئی کہہ رہا تھا کہ دلہن خاصی بدصورت لگ رہی ہے۔ ذرا بھی روپ نہیں آیا۔" زبیر نے بہت سنجیدگی سے کہا تو شائستہ بھابی نے دل تھاما۔

"ہائے...... یہ ہوائی کس نے اڑائی۔" شائستہ چیخیں۔

"یہ شائستہ بھابی کے ہاتھوں کا کمال ہے سنا ہے انہی نے تیار کیا تھا محترمہ کو اب ان کے ہاتھوں کی پول کھل رہی ہے تو دلہن کا چہرہ چھپا دیا ہے۔" عدیل نے کہا اور شرارت سے شائستہ کو دیکھا جس نے انتہائی غصے سے اسے دیکھا۔

"خوامخواہ، اتنا برا تیار نہیں کرتی میں۔"

"چلیں مان تو رہی ہیں کہ کچھ حد تک تو برا تیار کر لیتی ہیں۔" وہ سب کون سا کم تھے رج کے زچ کر رہے تھے۔

"ہاں اس بات کا تو میں بھی گواہ ہوں روز کمرے سے چیخیں مار کر باہر بھاگتا ہوں۔" زاہد بھائی بھی ان کی شرارت میں شامل ہو گئے تھے اور شائستہ بھابی کے واقعی دل پر لگی تھی یہ بات۔

"کوئی نہیں، میرے ہنر کی کسی کو قدر ہی نہیں، خود ہی دیکھ لیں کتنی پیاری لگ رہی ہے آج شہوار۔" بھابی نے ایک دم جذبات میں آ کر بغیر سوچے سمجھے شہوار کا گھونگھٹ الٹ دیا۔

"واؤ......"

"اوئے...... ہوئے جیو بھابی۔" لڑکوں نے تو باقاعدہ بھنگڑا ڈالنا اور تالیاں پیٹ شروع کر دیں تھیں۔ مصطفیٰ کی بھی نگاہ اٹھی تو گویا جم سی گئی تھی۔

وہ حسین تو تھی ہی مگر اس وقت رنگ و روپ دوآتشہ ہوا تھا۔ روایتی دلہنوں کی طرح زیورات سے اجتناب کیا گیا تھا مگر حزن سوز حسن دیکھنے والے کو پہلی نگاہ میں ہی مبہوت کر دینے کو کافی تھا۔ سبھی مبہوت ہوئے تھے۔

"یہ کیا کر دیا آپ نے؟" لڑکیوں کو لڑکوں کی ساری شرارت جب سمجھ میں آئی تو انہوں نے سر پیٹ لیے۔ شائستہ بھابی نے خود زبان دانتوں تلے دبالی اور سب سے برا شہوار کا حال تھا اس نے فوراً چہرہ موڑا اور ماریہ نے تیزی سے دوبارہ گھونگھٹ الٹا دیا۔

"اب کیا فائدہ ہم نے تو دلہن دیکھ ہی لی ہے۔" عباس بھائی نے بھی ہنس کر کہا۔

"آپ سے کیا پردہ آپ تو نکاح نامے پر سائن کروانے آئے تھے۔ پردہ تو ان سب سے تھا۔" شائستہ نے اپنی حرکت پر شرمندہ ہوتے کہا۔

"دراصل ہم دونوں دلہن کی طرف سے گواہوں میں شامل تھے نا اس لیے ہمیں ہی آنا پڑا۔" سجاد بھائی نے بھی وضاحت دی۔

"چلو تم شہوار کو اندر لے جاؤ اب ادھر ایک منٹ بھی نہیں رکنا۔ بدتمیز کہیں کے لے کر ساری عقل ہی کھا گئے ذرا بھی سمجھ نہیں آئی کہ طیش دلا رہے ہیں۔" شائستہ نے ناراضی سے لڑکوں کو دیکھتے ہوئے کہا تو دونوں نے قدم بڑھا دیے۔

"دیکھیں اس میں بھی آپ کا کوئی قصور نہیں، ساری بات بلکہ کمال تو زاہد بھائی کا ہے کیا طعنہ دل پر لگا تھا ٹھاہ کر کے۔" زبیر نے کہا تو وہ جھینپ گئیں۔

"چلو اس بہانے ہمارے دلہا میاں نے اپنی منکوحہ کو دیکھ لیا۔" مصطفیٰ کا مسکراتا چہرہ عدیل کو اس کی طرف مبذول کر رہا تھا وہ سب دلہن کو نکال کر لے گئی تھیں۔ اب ادھر بیٹھنا فضول تھا جانتا تھا کہ اب سب مل کر اس کا ریکارڈ لگائیں گے۔

"مجھے ویسے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہتے کندھے اچکاتے باہر کی طرف قدم بڑھائے تو سبھی نے اس کا رستا روکا۔

"کدھر......؟"

"میں احسن اور ولید کی خیر خبر لے لوں، خواتین کی وجہ سے وہ اندر تو آ نہیں رہے تھے صرف نکاح کے دوران آئے تھے اور پھر نکل گئے تھے مجھے ان کی فکر ہو رہی ہے کہیں بور نہ ہو رہے ہوں۔" اس نے یہاں سے بھاگنے کا بہانہ بنایا ورنہ جانتا تھا ایک دفعہ اگر ان کے ہاتھ لگ گیا تو بری طرح شامت آئے گی۔

"چلو پھر سبھی ادھر ہی چلتے ہیں ان کے پاس ہی بیٹھ کر محفل جماتے ہیں۔" آفاق نے فوراً پروگرام ترتیب دیا تو سبھی لڑکے مل کر باہر کی طرف چل دیے۔

❀......❀......❀

"دیکھو کتنے بدتمیز ہیں اور میں بھی کتنی پاگل ہو گئی کہ یہ سب اصل میں چاہ کیا رہے ہیں ذرا بھی اندازہ نہ لگا پائی۔"

بھابی شرمندہ تھیں اور لڑکوں کی شرارت پر ہنس بھی رہی تھی۔
"اس میں آپ کا بھی اتنا قصور نہیں جتنا زاہد بھائی کی طعنہ بازی کا تھا۔" صبا نے کہا تو وہ ہنس دیں۔
"ہاں واقعی ان کی بات تو دل پر لگی تھی۔" انہوں نے برملا اعتراف کیا۔
"مصطفیٰ بھائی کو دیکھا تھا کیسے ان کی نگاہ شہوار کے چہرے پر ہی جم سی گئی تھی اور باقی سارے لڑکے بدتمیز وہ بھنگڑا ڈالنے تالیاں پیٹنے لگ گئے تھے۔" عاصمہ نے بھی ایک نکتے کو اٹھایا تو انا کی توجہ فوراً اس طرف مبذول ہوئی۔
"کیا واقعی مصطفیٰ بھائی نے دیکھا تھا؟"
"ایسا ویسا...... میری نگاہیں بھی مصطفیٰ پر ہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں ایسی چمک در آئی تھی کہ جس کی کوئی حد نہیں۔" رمشا نے بھی ہنس کر کہا تو انا نے شہوار کو دیکھا وہ بغیر توجہ دیے گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے تھی اندر آتے ہی وہ چینج کرنا چاہتی تھی مگر سبھی نے زبردستی بٹھالیا تھا۔
"نگران کے جملے تو بڑا دل توڑنے والے تھے۔" انا نے کہا۔
"چھوڑو...... یہ سارے مرد جب شوہر بنتے ہیں نا تو ایسے ہی بیویوں کو ستاتے ہیں۔ بلکہ دل جلاتے ہیں تم بتاؤ روشی کہاں ہے۔" صبا کی زبان سے زیادہ اس کا تجربہ بول رہا تھا۔
"نکاح کے وقت بھی صرف ایک جھلک دیکھی تھی پھر نظر نہیں آئی۔"
"وہ دوسرے کمرے میں سوگئی ہے۔ پتا نہیں کیا ہوا ہے کہ یہاں آتے ہی اس کے سر میں درد ہونے لگ گیا تھا میں نے ٹیبلٹ دی تو لے کر سوگئی ہے۔ بس نکاح کے بعد ایک دومنٹ باہر آئی تھی۔"
"ہاں میں بھی کہہ رہی تھی کہ رات کو سب کے درمیان تھی آج کدھر ہے۔"
"نکاح کے بعد وہ آئی تھی شہوار کو دیکھا اور پھر جاکر لیٹ گئی تھی۔" انا نے بتایا۔
"ہاں شہوار کی امی (بواء جی) بھی کہہ رہی تھیں مہمان لڑکیاں ان سے ملیں ہی نہیں کیا واقعی تم لوگوں کی ملاقات نہیں ہوئی؟" صبا نے بھی پوچھا۔
"ہاں ان سے باقاعدہ تعارف نہیں ہوا بس آتے جاتے سرسری نگاہ پڑی ہے وہ خود بھی خاصی بزی رہی ہیں انہوں نے بھی توجہ نہیں دی میں تو ان کی مصروفیت دیکھ کر یہی سمجھی کہ کوئی مہمان خاتون میں سے یا نگران ہوں گی مگر نکاح کے وقت شہوار کے پاس موجود دیکھ کر پتا چلا کہ وہ شہوار کی امی ہیں۔"
"ہاں یوں سمجھو ساری حویلی کا انتظام ان کے ہاتھوں میں ہی ہے تو دو دن سے وہ خاصی مصروف رہی ہیں ہم خود بھی ان کے پاس جاکر مل کر آئی تھیں۔" عائشہ نے بھی بتایا تو اس نے سر ہلایا۔
"میں نے سرسری سا ہی دیکھا ہے دراصل اتنے مہمانوں میں ٹھیک سے دیکھ نہیں پائی روشا نے تو سرے سے ان سے ناواقف ہی ہے۔ اس کا تو ان سے سامنا ہی نہیں ہو پایا۔" انا نے بتایا۔
"ہوں...... وہ فارغ ہوتی ہیں تو میں تم دونوں سے ملواتی ہوں میں۔" عائشہ نے فوراً کہا۔
"پتا ہے عائشہ روشا نے کو دیکھ کر لگتا ہے کہ میں نے اسے کہیں دیکھ رکھا ہے یہ تو مجھے کل ان لوگوں کے یہاں آنے کے بعد یاد آیا کہ میں نے روشا نے کو کہاں دیکھا ہوا ہے۔" صبا نے انکشاف کیا تو شہوار نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔
"کیا واقعی۔" انا نے پوچھا۔ روشا نے کو دیکھ کر شہوار ماں جی اور لائبہ بھابی بھی اسی قسم کی فیلنگز کا شکار ہوئی تھیں۔
"اچھا کہاں دیکھا تھا۔" عائشہ نے پوچھا۔

"مصطفیٰ بھائی کی فوٹوگرافس میں۔" صبا نے انکشاف کیا۔
"مطلب......!" انا نے الجھ کر پوچھا۔
"مصطفیٰ بھائی جب پاکستان لوٹے تھے تو ان کی وہاں کی بہت ساری تصاویر تھیں۔ ان میں کئی تصاویر میں ولید اور روشا نے بھی تھیں۔ شروع ہی کی تصاویر دیکھ کر ماں جی پریشان بھی ہوئی تھیں کہ پتا نہیں اس لڑکی کا کیا سلسلہ ہے؟ ماں جی براہ راست مصطفیٰ سے پوچھ بھی نہیں سکتی تھیں کہ لڑکی محض دوست کی بہن ہی ہے یا کچھ اور بھی ہے۔ بہرحال پاکستان آنے کے بعد وہ ان لوگوں کی بہت تعریفیں کرتے تھے پھر رفتہ رفتہ یہ موضوع دھیما پڑا تو ماں جی سمجھنے لگیں کہ مصطفیٰ بھائی ان کو بھول گئے ہیں۔ یہ تو کل روشا نے کو مصطفیٰ بھائی کے حوالے سے یہاں دیکھ کر سارا قصہ یاد آ گیا تھا۔"
"اوہ......" انا بے اختیار کھلکھلا کر ہنس دی۔ تو یہ وہ سارا سسپنس تھا۔
"مصطفیٰ بھائی کا وہاں ہماری فیملی کے ساتھ بڑا اچھا ریلیشن رہا ہے۔ یوں کہہ لیں ہماری فیملی کے ایک فرد کی حیثیت سے اپنے اپارٹمنٹ کے بجائے ہر وقت ہمارے گھر میں ہی پائے جاتے تھے۔ پھر ہم لوگ پاکستان آ گئے اور روشا نے ماموں اور ولی ادھر ہی رہے۔ مصطفیٰ بھائی روشا نے کو بہن کہا کرتے تھے اور جب تک وہ وہاں رہے ہیں روشا نے بتاتی ہے کہ انہوں نے بالکل ولی کی طرح ہر جگہ ہر مقام پر ایک بڑے بھائی کی ہی حیثیت سے اس کا خیال رکھا۔ حتیٰ کہ باہر آتے جاتے یونیورسٹی بھی وہ لے جایا کرتے تھے۔"
"باقی بھائیوں کی نسبت مصطفیٰ بھائی ان معاملوں میں بڑے ذمہ دار ہیں۔ عباس بھائی اور سجاد بھائی اکثر ہمیں ڈرائیور کی ذمہ داری میں دے جاتے تھے مگر جب سے مصطفیٰ پاکستان آیا ہے کہیں جانا ہو گھر میں ڈرائیور بھی ہو تو خود ہی لے جاتا ہے۔ اس معاملے میں وہ بہت ذمہ دار ہے۔ وہ کہتا ہے اپنی بہنوں کی ذمہ داری جس طرح ہم خود ادا کر سکتے ہیں کوئی نہیں دوسرا نہیں کر سکتا۔ ان کا موقف ہے کہ گھر کی خواتین کو ملازمین کی ذمہ داری میں دے دینا کوئی خوبی نہیں اصل خوبی تو یہ ہے کہ اپنی خواتین کو خود اپنی ذات سے تحفظ فراہم کیا جائے۔" صبا کے الفاظ پر انا ایک دم متاثر ہوئی۔
"بہت اچھی سوچ ہے آج کل کے مردوں میں اب ایسی سوچ بھلا کہاں باقی رہی ہے۔" اس نے دل سے سراہا۔
"میں اب چینج کرنے لگی ہوں۔" شہوار جوان کے کہنے پر بیٹھی ہوئی تھی کہ سبھی اکٹھی ہوتی ہیں تو تصاویر بنوانی ہیں۔ اب اکتا کر بستر سے اتری تھی۔
"ابھی رہنے دو میں نے مصطفیٰ بھائی کو بلوایا ہے وہ آجائیں تو چند تصاویر بنوالو وہ بھی تمہیں دیکھ لیں گے پھر چینج کرلینا۔" عائشہ نے شرارتی انداز میں کہا تو وہ سرخ ہوگئی۔
"مجھے نہیں بنوانی کوئی تصویر...... میں بہت تھک گئی ہوں۔" وہ اندرونی طور پر اس قدر پریشان اور ڈسٹرب تھی کہ یہ چھیڑخانی بھی اسے متاثر نہیں کر پارہی تھی۔ بس دل چاہ رہا تھا کہ سب کچھ ایک دم اتار کر منہ لپیٹ کر بستر پر آ لیٹے۔
"شہوار حرج تو کوئی نہیں۔" انا نے کہا تو اس نے بہت ضبط سے اسے دیکھا۔ پھر بغیر کچھ کہے الماری سے اپنا لباس نکال کر عروسی جوڑے کو سنبھالتی وہ واش روم میں گھس گئی۔
"شہوار کے تیور کچھ عجیب سے نہیں؟" شائستہ بھابی نے کہا تو انا نے فوراً سر ہلایا۔
"نہیں...... اس کی طبیعت واقعی بہت خراب ہے۔ آپ کے سامنے ہی تو بے ہوش ہوگئی تھی۔ زندگی کا بہت بڑا فیصلہ ہوتا ہے یہ ایک دم ذہن بننے سے تو رہا۔ آہستہ آہستہ وہ ٹھیک ہوجائے گی۔ اسے واقعی اس وقت آرام کی ضرورت ہے۔" انا نے اس کا دفاع کیا۔ تبھی دروازے پر ناک ہوئی تھی عائشہ نے اٹھ کر دیکھا تو مصطفیٰ تھا۔ وہ مسکرادی اس نے ہی کچھ

دیر قبل تاج کو مصطفیٰ کو بلوانے بھیجا تھا۔

"تم نے بلوایا تھا خیر ہے؟" مصطفیٰ سنجیدگی سے کھڑا پوچھ رہا تھا وہ اندر نہیں آیا تھا دروازے پر ہی کھڑا تھا۔

"ہاں بلوایا تو تھا کہ آ کر اپنی دلہن کو دیکھ لو ساتھ میں تصاویر بھی بنوالینا مگر شہوار کی طبیعت ٹھیک نہیں وہ چینج کرنے چلی گئی ہے۔" اس نے بتایا۔

"اوہ......! میں سمجھا کہ پتا نہیں کیا معاملہ درپیش ہے جو تاج کو بھیج کر بلوایا۔ ایسے فضول کاموں کی توقع مجھ سے مت کرو۔" وہ کچھ خفگی سے کہہ کر پلٹا تو عائشہ فوراً سامنے آ گئی۔

"کیا بات ہے ادھر تم خفا تیور لیے ہوئے ہو ادھر وہ بھی پریشان ہے کوئی بات ہوئی ہے کیا؟ یہ نکاح تو طے تھا نا۔" دھیمے لہجے میں عائشہ نے کہا تو مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں نارمل ہی ہوں خفا نہیں ہوں اب ان محترمہ کا کیا ری ایکشن ہے مجھے خبر نہیں۔" اس نے اپنا دفاع کیا۔

"وہ محترمہ اب تمہاری بیوی ہوتی ہیں۔" عائشہ نے لطیف سی شرارت کرنا چاہی۔

"وہ بھی بالکل جائز ملکیت۔" شائستہ بھابی بھی قریب آ گئی تھی اور ہنس کر کہا۔

"اب ادھر آ ہی گئے ہو تو اندر آنے میں کیا حرج ہے۔ اتنے لوگوں میں ایک نظر خاک اچھی طرح دیکھا ہوگا۔ اب دیکھ لو۔" بھابی نے شرارت کی تو وہ مسکرا دیا۔ مصطفیٰ نے ان کے عقب میں کمرے میں جھانکا وہاں چند ایک کے علاوہ تقریباً سبھی ہی تھیں۔

"اتنے ہجوم میں؟"

"اوئے...... ہوئے اب زیادہ خوش فہمیوں میں مت پڑ جانا۔ تمہاری بہن نے بلوایا ہے تو ہم رعایت دے رہے ہیں۔ مائنڈ اٹ ابھی صرف نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں۔ علیحدگی میں ملنے کی بات تو رخصتی کے بعد ہی کرنا۔" بھابی نے اس کے جملے پر گرفت کی تھی عائشہ ہنس دی۔

"اگر میں علیحدگی میں بھی ملنے کی خواہش کروں تو کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہونی چاہیے کہ آفٹر آل اب میرے پاس باقاعدہ ملنے کا پرمٹ موجود ہے جس کی ایک چشم دید گواہ آپ بھی ہیں۔" وہ کون سا کم تھا بھابی کا جملہ ان پر ہی الٹ دیا۔ تبھی لباس چینج کر کے وہ واش روم سے نکلی تھی۔ اس کی لمبی چٹیا پھولوں میں گندھی پشت پر موجود تھی۔ دوپٹے کے تکلف سے بے نیاز عروسی لباس بائیں بازو پر لیے وہ باہر نکلی تو اس بات سے بے خبر تھی کہ مصطفیٰ دروازے کی دہلیز پر کھڑا ہے۔

چہرے پر اب بھی میک اپ موجود تھا۔ زیورات بھی جوں کے توں تھے بس لباس بدلا تھا۔ سادہ سے لباس میں اس سنگھار کے سبب اس کا حسن برقرار تھا۔ مصطفیٰ کی نگاہیں اس کے وجود پر جم سی گئی تھیں۔

"آ جاؤ اب اندر کیا یاد کرو گے کہ ہم نے تمہیں تمہاری دلہن دیکھنے دی ہے؟" بھابی نے اس کی آنکھوں کی لپک واضح محسوس کی تھی ہلکا سا مسکرا کر شرارت سے کہتے انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ شہوار نے پلٹ کر دیکھا تو ساکت ہو گئی اسے عائشہ کی بات مذاق ہی لگی تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مصطفیٰ واقعی یہاں آ جائے گا۔ اس نے فوراً پلٹ کر اسی عروسی جوڑے کا دوپٹا سر پر لیا تھا۔ وہاں موجود سبھی لڑکیاں ہنس دی تھیں۔ انہیں مصطفیٰ کی موجودگی اور شہوار کی بوکھلاہٹ نے بڑا محظوظ کیا تھا۔

"اکیلے ہی آئے ہیں یا باقی ٹیم بھی ہمراہ ہے؟" صبا نے مسکرا کر پوچھا۔

"اتنا کم عقل نہیں ہے تمہارا بھائی عائشہ نے پیغام دے کر بلوایا تھا وہ بھی شہوار کے کمرے میں۔ دروازے پر ناک کرتے وقت نیند میں نہیں تھے حواس میں تھے کہ یہ شہوار کا ہی کمرا ہے ایسے میں پوری ٹیم کو ساتھ لا کر اپنا چانس مس نہیں کروانا تھا محترم نے۔" بھابی بھی پوری کائیاں تھیں مصطفیٰ جھینپ کر رہ گیا۔

"مجھے تو خوامخواہ بدنام کیا جا رہا ہے۔ مجھے تو یہی پیغام ملا تھا کہ باجی عائشہ اس کمرے میں بلوا رہی ہیں اور باقی سب کسی اور کمرے میں دلہن سمیت موجود ہیں۔" مصطفیٰ اب اندر آ گیا تھا آرام سے سینے پر ہاتھ باندھ کر بھابی کے جملے کا جواب دیا۔

"ہاں یہ بہانے تو وہ سچ سمجھیں جو کم عقل ہوں۔" شہوار ساکت سی تھی وہ نہ پلٹ سکتی تھی اور نہ ہی کہیں اور جا سکتی تھی۔

"دل میں تو یہی خیال لیے اس دروازے تک آئے ہو گے کہ عائشہ تمہیں شہوار سے ملوا رہی ہے۔" بھابی اتنی جلدی بخشنے والی نہ تھیں۔ سبھی لڑکیاں ہنس دیں۔

"چلیں ٹھیک ہے ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔ براہ مہربانی کچھ دیر کے لیے کمرا خالی کر سکتی ہیں آپ لوگ؟" رخ موڑے کھڑی شہوار کو دیکھتے مصطفیٰ نے ایک دم کچھ سوچ کر کہا تو سبھی چونکیں۔

"نہیں کمرا خالی نہیں کرنا ہم نے۔" عائشہ نے فوراً انکار کر دیا۔ اس کے پیش نظر شہوار کی ذات تھی یقیناً وہ بعد میں خفا ہوتی۔

"کوئی حرج بھی نہیں۔ ہم کمرا خالی کر دیتے ہیں بے چارے کی خواہش ہے آج کے دن پوری کر دیتے ہیں۔ آؤ شہوار ساتھ والے کمرے میں چلتے ہیں۔" شائستہ بھابی تو اس وقت پورے موڈ میں تھیں فوراً کانپتی لرزتی شہوار کو بازو میں لیا تھا انا نے ہنستے ہوئے سر تھاما۔ مصطفیٰ کی حالت دیکھنے والی تھی اس نے بڑی بے بسی سے سبھی لڑکیوں کو دیکھا۔ مصطفیٰ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں صبا کو کوئی اشارہ کیا تھا پہلے تو وہ تذبذب کی حالت میں کھڑی رہی اور پھر شہوار کی طرف بڑھی۔

"شہوار کو رہنے دیں آپ باقی سب کو لے کر نکلیں یہاں سے اب میرا بھائی اس سارے قصے کا برابر کا شراکت دار ہے اگر وہ علیحدگی میں دلہن کو دیکھنا چاہتا ہے تو حرج ہی کیا ہے۔" صبا نے ان کی گرفت سے شہوار کا ہاتھ نکالا۔

"اوئے ہوئے...... بھائی کی طرف داریاں ابھی باہر جا کر ڈھنڈورا پیٹ دوں تو؟" بھابی نے دھمکایا۔

"کوئی بات نہیں، ہم زاہد بھائی کو بلوا لیتے ہیں وہ آ کر لے جاتے ہیں آپ کو۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو بھابی کی شکل دیکھنے والی تھی۔

"آؤ لڑکیوں چلتے ہیں۔ آج کا دن ویسے بھی اسی کا ہے ایک اور سر خوشی سہی کیا یاد کرے گا۔" بھابی نے ہنستے ہوئے کہا تو مصطفیٰ مسکرا دیا۔

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔" اس نے سر تسلیم خم کیا۔ بھابی سمیت باقی سب بھی ایک ایک کر کے نکل گئی تھیں۔ عائشہ اور انا کے نکلنے کے بعد صبا نے لرزتی کانپتی شہوار کو بڑی شرارتی نظروں سے دیکھا تھا۔ بالکل سادہ سوٹ میں عروسی لباس کا دوپٹا لیے ہوئے بھی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ صبا نے اس کے ہاتھ سے لباس لے کر بستر پر رکھ دیا تھا۔

"صبا......" اس نے روہانسے انداز میں اس کا ہاتھ تھاما تو اس نے مسکرا کر دیکھا۔

"میرا بھائی اتنا خوفناک نہیں ہے کہ تم اتنا ڈرو۔" اس نے شرارت کی۔

"آ رہے چلتی ہوں۔ کچھ نہیں کہیں گے بس تھوڑی دیر ٹھہریں گے اور پھر چلے جائیں گے۔ ہم باہر ہی ہیں۔" اس نے

دھیمے سے اسے تسلی دی اور اپنا ہاتھ چھڑوا کر دروازے کی طرف بڑھی۔
''مصطفیٰ بھائی، دیکھیں خیال رکھیے گا پہلے ہی اس کی طبیعت خراب ہے۔'' جاتے جاتے اس نے تاکید کی تو مصطفیٰ مسکرا دیا۔
صبا باہر نکلی تو مصطفیٰ نے پلٹ کر دروازہ لاک کر دیا۔

❁......❁......❁
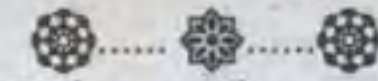
وہ عائشہ کے ساتھ مسکراتی ہوئی باہر نکلی تھی مگر ہاتھ میں پکڑے موبائل کی بیل بجنے لگی تو اس نے دیکھا ولید کی کال تھی اس نے مسکراتے ہوئے کال اٹینڈ کی۔ اس وقت اس کا اپنا دل بھی ولید کے پاس جانے کو چارہ رہا تھا۔
''جی ولی......''
''انا یہ میں ہوں احسن! تم ذرا باہر آؤ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔'' احسن نے کہتے ہی کال بند کر دی تھی۔
''میں ابھی آتی ہوں۔'' وہ عائشہ سے کہہ کر فوراً باہر آ گئی تھی۔ وہ لان سے گزر رہی تھی جب کوئی ایک دم سامنے آیا تھا وہ ایک دم ٹھٹک کر رکی۔
''ک......کون......'' شام کا اندھیر ہر سو پھیل رہا تھا عصر کے بعد نکاح ہوا پھر کھانا کھایا گیا اب تو رات پھیل رہی تھی۔
''السلام علیکم!'' انا سامنے والے کو دیکھ کر الجھی۔ یہ انہی لوگوں میں سے کوئی لڑکا تھا' رات اور دن میں بھی ایک دو بار دکھائی دیا تھا۔ باقاعدہ کسی لڑکے سے کوئی تعارف تو ہوا نہیں تھا اب ہر کوئی اپنے شوہر یا بھائی کا نام لے کر ذکر کر رہی تھیں اس لڑکے کے بارے میں وہ بے خبر ہی تھی کہ کون ہے۔
''کیسی ہیں آپ؟'' وہ باقاعدہ نزدیک آ کھڑا ہوا تھا۔ انا نے ناگواری سے دیکھا۔
''آپ کون......؟'' اس خاندان کا ایسا لڑکا تو کوئی تھا نہیں کہ یوں اچانک روک کر حال چال پوچھتا۔ اب تک تو اچھا خاصا مہذبانہ رویہ رہا تھا سبھی کا' مہمان سمجھ کر خاصی عزت سے پیش آ رہے تھے۔
''جی حماد......'' لڑکے نے تعارف کروایا تو بھی وہ اسے دیکھے گئی' تعارف نامکمل سا تھا۔
''آپ کا نام بہت پیارا ہے بالکل آپ کی ہی طرح' بالکل یونیک سا۔ آپ کو پریشان کرنا میرا مقصد نہ تھا' آپ کو ادھر سے گزرتے دیکھا تو روک لیا۔ میں زاہد بھائی کا سب سے چھوٹا بھائی ہوں۔'' وہ کہہ رہا تھا انا نے خاصی حیرت اور الجھن سے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں موجود موبائل پھر بجنے لگا تو وہ اسے وہیں چھوڑ کر فوراً وہاں سے بھاگ گئی تھی۔
''پتا نہیں کیوں روکا مجھے اور نام کی تعریف کا بھلا کیا مقصد تھا؟'' وہ الجھتے ہوئے ولید اور احسن کے کمرے کی طرف چلی آئی۔ ولید تھا نہیں' احسن موجود تھا۔
''خیریت بھائی......ولید کہاں ہے......ان کا موبائل آپ کے پاس کیوں ہے؟''
''ولید مصطفیٰ کے بھائیوں کے ساتھ ذرا باہر نکلا ہے' وہ اپنا موبائل یہیں بھول گیا تھا' گھر سے کال آئی تھی پاپا چاہ رہے ہیں کہ ہم فوراً واپس پہنچیں۔'' احسن نے بلانے کی وجہ بتائی تو وہ چونکی۔
''کیوں خیریت؟ ہمارا تو کل کا دن بھی رکنے کا پروگرام تھا نا۔''
''ماموں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' ان کا بی پی کافی شوٹ کر گیا ہے' وہ آج سارا دن اسپتال میں گزار کر آئے ہیں۔'' احسن بتا رہا تھا۔

''اوہ......''
''اب کیسی طبیعت ہے؟'' وہ فوراً فکر مند ہو گئی۔
''پاپا بتا رہے ہیں کہ پہلے سے بہتر ہے مگر وہ ولید اور روشانے کو یاد کر رہے ہیں اور پاپا کا خیال ہے کہ ہم آج ہی واپس آ جائیں۔'' احسن نے مزید بتایا۔
''ولید کو علم ہے؟''
''نہیں ابھی میرے نمبر پر ہی کال آئی تو میں نے اسے کال کی تو پتا چلا کہ وہ موبائل یہیں چھوڑ گیا ہے' روشانے کہاں ہے؟'' انہوں نے مزید پوچھا۔
''پتا نہیں کیا ہوا ہے اسے رات تک ٹھیک تھی صبح بھی ٹھیک تھی عصر کے بعد سے شدید سر درد ہو رہا تھا اسے' میں نے دوائی دی تو لیٹ گئی۔ نکاح کے وقت بھی بس تھوڑی دیر بیٹھی تھی۔ اب بھی سوئی ہوئی ہے۔''
''اوہ......اچھا ایسا کرو اندر کسی سے مصطفیٰ کے کسی بھائی کا نمبر لے کر ولید کو خبر کرو میں پیکنگ کر لیتا ہوں اتنی دیر میں اور روشانے کی طبیعت زیادہ خراب ہے کیا؟'' احسن نے فطری فکر مندی سے پوچھا۔
''بس سر درد ہے۔ اچھا ایسا کریں میں روشانے کو ادھر بھیجتی ہوں خود ہی اس سے بات کر لیں۔ میں بتاؤں گی تو وہ پریشان ہو گی مجھے تو خود سن کر ماموں کی طرف سے اتنی فکر ہونے لگی ہے۔ ماموں کو لے کر تو وہ بہت جلد پریشان ہو جاتی ہے۔''
''اچھا ٹھیک ہے۔ اپنے نمبر سے رابطہ نہیں کرنا یہ ولید کا سیل لے جاؤ اسی سے کال کرنا' اوکے۔'' احسن نے اسے ولید کا موبائل تھمایا تو وہ اسے لے کر باہر نکل آئی۔ اب کے اس نے بے پروائی سے گزرنے کے بجائے احتیاطاً اطراف میں دیکھا تھا کوئی نہ تھا اس نے سکون کا سانس لیا۔ اندر آ کر روشانے کو اٹھا کر احسن کے پاس بھیجا اور خود عائشہ سے اس کے بھائی سجاد کا نمبر لے کر اسی کمرے میں آ گئی جہاں روشانے لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے سجاد کا نمبر ملایا انہوں نے چند بیلز کے بعد کال ریسیو کر لی تھی۔
''السلام علیکم! میں انا بات کر رہی ہوں ولید کی کزن......ولید اگر آپ کے ساتھ ہے تو اس سے بات کروا دیں۔'' اس نے فوراً کہا۔
''جی ولید ہمارے ساتھ ہی ہے میں ابھی بات کرواتا ہوں۔'' انہوں نے فوراً ولید کو موبائل تھما دیا۔
''ہیلو کون۔'' وہ لائن پر تھا۔
''میں انا بات کر رہی ہوں۔''
''اوہ......خیریت؟'' وہ سجاد کے نمبر پر انا کی آواز سن کر چونکا۔
''جی......گھر سے پاپا کی احسن بھائی کے نمبر پر کال آئی تھی ماموں کی طبیعت تھوڑی سی خراب ہے پاپا کہہ رہے ہیں کہ گھر پہنچیں۔'' اس نے بتایا تو دوسری طرف حسب توقع ولید پریشان ہوا تھا۔
''کیا ہوا ہے بابا کو؟''
''احسن بھائی بتا رہے تھے کہ ان کا بی پی شوٹ کر گیا تھا آج سارا دن وہ اسپتال میں رہے ہیں۔ آپ اپنا سیل ادھر ہی چھوڑ گئے تھے اسی لیے عائشہ سے نمبر لے کر اس نمبر پر کال کرنا پڑی۔'' اس نے تفصیلاً کہا۔
''اوکے......ہم ابھی واپس آتے ہیں۔'' اس نے کال بند کی۔ موبائل ابھی اس کے ہاتھ میں ہی تھا کہ بجنے لگا۔ ولید

کے موبائل پر کال تھی اس نے اسکرین دیکھی تو وہاں ''کیتھی'' کے حروف جگمگا رہے تھے انا کے ٹھٹکنے کی بڑی وجہ نام نہیں بلکہ نام کے ساتھ اسکرین پر جلوہ افروز تصویر تھی۔

اس نے کبھی ولید کا موبائل نہیں پکڑا تھا اسے نہیں خبر تھی کہ اس کا موبائل کیسا ہے' کس ماڈل کا ہے اور کس قسم کا ہے؟ مگر اب موبائل پر جلوہ افروز تصویر اسے ساکت کر رہی تھی یہ تصویر کیتھی نام کے نمبر کے ساتھ مخصوص کی گئی تھی۔ بہت ہی خوب صورت امریکن لڑکی' اتنی دلکش تو ضرور تھی کہ وہ اسے دیکھ کر ساکت رہ جاتی مگر اس وقت ساکت ہونے کی اہم وجہ لڑکی کے ساتھ کھڑا ولید تھا جس نے ایک بہت خاص انداز میں لڑکی کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے کال ریسیو کی تھی۔

''کہاں تھے میں کب سے کال کر رہی تھی۔'' امریکن لب و لہجے میں کہتی وہ لڑکی انا کو لڑکھڑانے پر مجبور کر گئی تھی۔ وہ ایک دم بستر کے کنارے گری تھی۔

''ابھی مصطفیٰ سے میری بات ہوئی تھی وہ بتا رہا تھا کہ تم اس کے نکاح کے سلسلے میں اس کے ہاں آئے ہوئے ہو۔'' وہ لڑکی انگلش میں کہہ رہی تھی انا نے خاموشی سے لب دانتوں تلے دبا لیے۔ یہ لڑکی کون تھی' اس کا ولید سے کیا تعلق تھا؟ وہ ولید کے ساتھ اس تصویر میں کیا کر رہی تھی وہ گم صم حواس باختہ سی بس کان سے موبائل لگائے سن رہی تھی۔

''ولید...... ویئر آر یو آر یو لسننگ می؟'' وہ کوئی جواب نہ پا کر کہہ رہی تھی۔ انا نے کال بند کی۔ اس کی آنکھوں میں ایک دم نمی سمٹ آئی۔

کال بند ہوتے ہی تصویر غائب ہو گئی تھی مگر انا ابھی بھی اذیت کی گہری کشمکش میں تھی۔ اس نے آج پہلی بار ولید کا موبائل تھاما تھا اور پہلی بار ہی جھٹکا لگا تھا۔ تو کیا ولید اس لیے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا کوئی اس کے اندر سے پکارا۔ کیا یہ کشش تھی جو اس کو ولید کے سامنے بے مایا کر دیتی تھی اور ولید نے کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا کہ وہ بھی کہیں موجود ہے۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے ولید کے موبائل کو تھاما۔ اس کا موبائل دیکھتے مختلف فنکشنز چیک کرتے مختلف فائلز کھولتے بند کرتے اس کا ذہن بالکل خالی تھا۔ پھر ایک فائل کھولتے وہ ٹھٹکی تھی۔ اس میں مختلف تصاویر تھیں۔

ولید کی مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف جگہوں' مقامات کی تصاویر تھیں کچھ ماموں اور روشی کے ساتھ بھی تھیں۔ بعض تصاویر کسی پارک کسی جھیل کے کنارے کی تھیں۔ ہر تصویر میں ولید کا ایک الگ انداز تھا۔ ایک خاص اسٹائل میں مگر ہر تصویر میں اس کی شخصیت کی وجاہت و خوب صورتی برقرار تھی اور ایک تصویر دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی تھی یہ وہی تصویر تھی جو کیتھی نام کے نمبر کے ساتھ محفوظ تھی مگر اگلی تصویر ایسی تھی کہ وہ کتنی دیر تک بے حس و حرکت تصویر کو گھورے گئی تھی۔ ولید کی اسی لڑکی کے ساتھ اسی لباس اور ماحول میں کھینچی گئی تصویر تھی مگر تصویر میں یہ خاص بات تھی کہ ولید سر جھکائے لڑکی کا ہاتھ پکڑے اسے کوئی چیز پہنا رہا تھا۔ دونوں کے ہونٹوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ تھی۔ انا کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہتے چلے گئے۔ اس سے زیادہ اس کی ہمت نہ تھی کہ وہ کچھ دیکھتی اس نے ایک دم فائلز بند کرتے موبائل ایک طرف ڈال دیا تھا۔ اسے لگا کہ اس کا دل ٹوٹ گیا ہے۔ پہلے کوئی امید تھی' کوئی آس تھی مگر اب ایک دم لگا کہ جیسے سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ اب کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اس نے خود کو مزید بکھرنے سے بچانے کے لیے واش روم میں بند کر لیا تھا۔

❀......❀......❀

مصطفیٰ دروازہ بند کر کے پلٹا تو وہ اسی طرح رخ موڑے کھڑی تھی۔ سادہ لباس کے اوپر عروسی دوپٹا اوڑھے وہ خاصی دلکش لگ رہی تھی بڑا سا بھاری کامدار دوپٹا بمشکل سر پر ٹکا ہوا تھا۔ اس دن جب وہ اس کے کمرے میں آیا اور اس کا زخم

دیکھا تو بے پناہ غصے میں آ گیا تھا اس کے بعد وہ سیدھا آفس گیا تھا اور ایاز کو روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیا تھا۔ وہ تو اس کے سامنے کچھ بھی نہ تھا چند ضربوں سے ہی ادھ موا ہو گیا تھا۔ تب امجد خان اور باقی ساتھیوں نے زبردستی اس پر قابو پاتے اسے ایاز سے دور ہٹایا تھا ورنہ اس دن ایاز اس کے ہاتھوں مر جاتا۔ اس کے بعد دوبارہ امجد خان نے اسے ایاز کے پاس نہیں جانے دیا تھا بلکہ اس وقت بابا کو بلوا کر اسے باز رکھنے کے اقدامات کر دیے تھے ورنہ ایاز کو مار دینے کی تحریک تو ابھی بھی دل میں اٹھتی تھی۔ اس دن کے بعد وہ دانستہ شہوار کے سامنے نہیں آیا تھا یوں لگتا تھا کہ اس کے آنسو اب بھی انگاروں کی مانند سینے پر دہک رہے تھے۔ پھر اگلے دن وہ گاؤں چلی آئی تھی اور اس کے بعد اب سامنا ہو رہا تھا رات تو وہ چادر میں چھپی ہوئی تھی وہ دیکھ ہی نہیں پایا تھا کچھ دیر قبل اگر گھونگٹ الٹا بھی تھا تو دل کو سیری نہ ہوئی تھی۔ وہ آہستگی سے چلتا ہوا اس کے عقب میں آ ٹھہرا تھا۔

''شہوار......'' اس نے پکارا تو شہوار نے سر سے سرکتے دوپٹے کو ہاتھ سے تھاما۔ وہ سخت پریشان اور کنفیوژ تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ گر جائے گی وہ آہستگی سے رخ بدلے بغیر بستر کے کنارے ٹک گئی۔ بہر حال وہ اس شخص کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ کہاں وہ کوئی بھی بندھن باندھنے کو تیار نہ تھی اور اب ایک نئی حیثیت سے اس کے سامنے تھی۔ خجالت و شرمندگی سے برا حال ہو رہا تھا۔ نجانے یہ شخص اس کے بارے میں کیا سوچتا ہوگا؟ جی چاہ رہا تھا کہ شرمندگی و خجالت سے مر جائے۔ مصطفیٰ اس کے بیٹھنے پر دوسری طرف ہوتے اس کے ساتھ ہی کنارے پر ٹک گیا۔ اب اس کا رخ مصطفیٰ کے سامنے تھا۔ مصطفیٰ نے چند پل اسے بغور دیکھا۔

''کوئی بات نہیں کرو گی؟'' مصطفیٰ نے بہت اپنائیت سے پوچھا تو وہ ایک دم نفی میں سر ہلا گئی۔

''آپ جائیں پلیز؟'' جھکے سر سمیت اس نے کہا۔

''اگر میں نہ جاؤں تو؟'' مصطفیٰ کا انداز فوراً سنجیدہ ہوا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ مصطفیٰ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ شہوار کی آنکھوں میں نمی تھی۔ مصطفیٰ کے دل کو ایک عجیب سے احساس نے چھوا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا تو اس نے فوراً پیچھے کر لیا مصطفیٰ نے لب بھینچ لیے۔

''شہوار...... یہ تو سب طے شدہ بات تھی' ایک فائنل فیصلہ اب تمہارے اس ری ایکشن کو کیا سمجھوں؟'' مصطفیٰ کے لہجے میں برہمی سی تھی۔ شہوار اسی طرح بیٹھی رہی۔

''شہوار۔'' مصطفیٰ ایک دم اٹھا۔

''تم جانتی ہو تمہارے اس طرح کے ری ایکشن اور اس بی ہیویئر سے ہمارے ریلیشن میں کس قسم کے مسائل جنم لے سکتے ہیں۔''

''میں نے کسی کو مجبور نہیں کیا تھا کہ میرے ساتھ یہ ریلیشن بنائے۔'' آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلتے شہوار نے حد درجہ تلخی سے کہا تو مصطفیٰ کئی ثانیے اسے دیکھے گیا۔

''مجبوروں کو کوئی نہیں پوچھتا کہ ان کا مسئلہ کیا ہے۔ آپ کے دل میں جو آتا ہے کریں مگر مجھے اس سے زیادہ کچھ کرنے پر مجبور مت کریں۔ میں پہلے ہی آپ لوگوں کے احسانوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہوں مجھ پر مہربانی ہوگی اگر مجھے مزید کسی امتحان کے لیے نامزد نہیں کریں گے تو۔'' شہوار کے لہجے میں تلخی کے ساتھ ساتھ تنفر بھی تھا۔

''شہوار......'' مصطفیٰ نے غصے سے ٹوکا۔

''مجھے اندازہ تھا تمہاری مینٹلی ایبلیٹی کا مگر افسوس ہو رہا ہے کہ تم ہماری محبتوں کو غلط رنگ دے رہی ہو۔'' مصطفیٰ نے

تاسف سے کہا تو اس نے بہت برہمی سے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"جب آپ کو میری مینٹلیٹی اینڈ ایبلیٹی کا اندازہ تھا تو پھر اس آزمائش گاہ میں کیوں لا کھڑا کیا؟ نہیں چاہیے تھیں مجھے ایسی محبتیں جس میں میری ذات کا سارا فخر، سارا مان، سارا غرور کسی کے احسانوں تلے دب جائے اور میں ساری عمر کسی کے سامنے سر اٹھا کر جینے کی خواہش نہ کرسکوں۔" وہ پھٹ ہی پڑی تھی۔

"شٹ اپ شہوار۔" مصطفیٰ نے درشتی سے اسے ٹوکا۔

"یہ تمہارا ذہنی کمپلیکس ہے بس، ورنہ ہم آج بھی وہی ہیں اور ہمارے رویے بھی۔" مصطفیٰ نے بمشکل اپنے اندر سے امڈتے شدید غم و غصے کو روکتے بظاہر ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہا۔

"تمہیں ہم نے مجبور نہیں کیا تھا تم انکار کردیتی یہ تمہارا رائٹ تھا۔ زبردستی پھر کوئی تمہیں مجبور نہیں کرسکتا تھا کہ تم یہ ریلیشن بناتی۔"

"مجھے اب آپ سے یا کسی سے بھی اس سلسلے میں کچھ نہیں کہنا۔ بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ آئندہ میرے سامنے نہیں آئیں تو؟" شہوار نے صاف اور واضح الفاظ میں جتایا تھا۔ مصطفیٰ کا احساس توہین سے ایک دم چہرہ سرخ ہوا تھا۔ کتنی واضح نفی کی گئی تھی اس سے متعلق رشتے اور تعلق کی۔ وہ جتنا بھی برداشت کرتا مگر اب بات اس کی ذات کی تھی وہ ایک دم اس کی طرف بڑھا تھا۔ بہت برہمی سے اس کا بازو پکڑ کر ایک جھٹکے سے اسے اپنے سامنے کھڑا کیا تو اس کا دوپٹا سر سے پھسل گیا تھا۔

"جانتی ہو کیا کہہ رہی ہو تم؟" بہت پتھریلے لہجے میں کہتے مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں براہ راست جھانکا تھا۔ کانچ سی آنکھوں میں ایک دم نمی سی سمٹ آئی۔

"میری امی اور آپ کے بڑے جو بھی چاہتے تھے وہ ہوچکا آپ نہ میری ذہنی حالت سے بے خبر ہیں اور نہ میرے اندر پلتے کمپلیکسز سے، پھر فائدہ ایک دوسرے کے سامنے آنے یا بات کرنے کا۔ آنٹی اور انکل کو پتا تھا کہ میں ان کے سامنے انکار نہیں کر پاؤں گی انہوں نے صرف مجھے فیصلہ سنایا تھا میری مرضی نہیں پوچھی تھی ورنہ میں انکار کردیتی۔" مصطفیٰ اس قدر واضح اور صاف انکار سن کر کئی پل تک ساکت رہا تھا۔ کتنی توہین کی بات تھی کہ ایک لڑکی ہو کر وہ اسے رد کر رہی تھی۔

"یہ ایک بے جوڑ رشتہ تھا ہے اور رہے گا نا آپ کی مالی و نسبی حیثیت کو چیلنج کرسکتے ہیں اور نا ہی میری زندگی میں در آنے والے اس احساس کمتری کو آج میرے سامنے ایک سوالیہ نشان ہے کہ میرا ننھیال و ددھیال کون ہے، کہاں ہے کیا آپ کے پاس کوئی گارنٹی ہے کہ آپ اپنی آنے والی نسلوں کو اس احساس کمتری سے بچا سکیں گے۔ اگر کسی دن آپ کے سامنے کسی اور نے سوال کیا کہ میں کس خاندان کس باپ کی اولاد ہوں تو کیا آپ کے پاس کوئی جواب ہوگا؟" مصطفیٰ کی برہمی نے اسے اور زیادہ آتش فشاں بنا ڈالا تھا۔

"اوہ یو شٹ اپ۔" مصطفیٰ نے ایک دم گہرے غضب اور تناؤ کا شکار ہوتے اسے بستر پر دھکیل دیا تھا۔ وہ منہ کے بل بستر پر گری تھی۔ عروسی دوپٹا کندھے سے لڑھکتا سائیڈ پر گر گیا تھا لمبے بالوں کی چٹیا بستر پر لچک گئی تھی۔ مصطفیٰ نے ایک غصیلی نگاہ اس پر ڈالی وہ بستر پر گر کر سسک اٹھی تھی۔ اس کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگیں۔

"ہر رشتے کی بنیاد محض مالی و نسبی معیار پر نہیں ہوتی، کچھ رشتے دل سے بنتے ہیں خلوص، محبت، چاہت اور وفا سے بننے والے یہ رشتے مالی و نسبی معیار سے بلند تر ہوتے ہیں۔ تابندہ بوا سے بننے والا یہ رشتہ انہی بنیادوں پر تشکیل پایا تھا۔"

بہت غضب سے اِدھر سے اُدھر ٹہلتے مصطفیٰ نے کہا تو شہوار نے ایک دم سر اٹھا کر دیکھا۔

"آپ کہہ سکتے ہیں آپ کے پاس سب کچھ موجود جو ہے کبھی آپ وہ ذلت وہ پشیمانی سہہ کر دیکھیں جو میں نے سہی ہے عادلہ بھابی اور ایاز جیسے لوگ محض کسی کی صورت دیکھ کر اس کی زندگی عذاب بنانے کو آ موجود نہیں ہوئے آج میرے پاس ایک اعلیٰ خاندان کا حوالہ ہوتا، تو کس کی مجال تھی جو میرے پیچھے آتا اور یہ تعلق اس کو کیا نام دوں محض ایک مجبوری آج آپ کو پتا چلے کہ سکندر علی کے نام کا حوالہ کچھ بھی نہیں تو آپ کو خود بھی اس تعلق پر ندامت محسوس ہوگی۔" مصطفیٰ نے بمشکل اپنے اندر اٹھتے اشتعال کو اپنی مٹھیاں بھینچ کر کنٹرول کیا ورنہ دل چاہ رہا تھا کہ اس بدتمیز لڑکی کو ضرور کچھ کہہ دے۔ وہ تو نجانے کن احساسات کے تحت ادھر تک آیا تھا مگر اب لگتا تھا دل میں موجود تمام جذبات بجھ گئے ہیں بالکل نیست و نابود ہوئے تھے۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" اپنے اوپر قابو پا کر بہت سرد انداز میں پوچھا۔

"آپ یہاں سے چلے جائیں اور آئندہ مجھ سے کلام مت کیجیے گا۔ آپ جب جب میرے سامنے آئیں گے مجھے اپنے نقصان کا شدید احساس ہوگا۔" شہوار کا انداز دوٹوک تھا بہت سخت اور تنفر بھرا۔

مصطفیٰ نے ایک دم بغیر کچھ کہے، فوراً باہر کی طرف قدم بڑھائے تھے۔ اس قدر واضح توہین اور نفی کے بعد وہ اب وہاں رکنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ باہر نکل کر اس نے اپنے پیچھے بڑے زور سے دروازہ بند کیا تھا۔

❁ ❁ ❁

ان لوگوں کے جانے کا سن کر بھی افسردہ ہوگئے تھے مگر ان کی مجبوری تھی وہاں سے یہ لوگ آٹھ بجے نکلے تھے حویلی کی خواتین سے ملاقات نہیں ہو پائی تھی، بس مہر النساء بیگم سے مل کر وہ دونوں آ گئی تھیں شہوار بھی افسردہ تھی اس کی والدہ سے ملاقات نہ ہوسکی تھی۔ دوسری طرف مصطفیٰ بھی ولید اور احسن کو اللہ حافظ کہتے خاموش ہی تھا۔ ورنہ ان سب کا پروگرام تھا کہ یہ چاروں ایک دن مزید تو ضرور رکیں گے۔ ان کی مجبوری جان کر کسی نے بھی مزید رکنے پر اصرار نہ کیا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ احسن بھائی نے سنبھال لی تھی۔ آتے وقت تو وہ خفا تھی مگر اب واپسی پر انا بالکل گم صم تھی۔ روشانے نے کئی بار پکارا مگر وہ آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔

"یہ انا کو کیا ہوا ہے اس کی طبیعت ٹھیک ہے؟" ڈرائیونگ کرتے احسن نے پوچھا۔ مگر وہ ہنوز آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔ اس کا دل بالکل ٹوٹ چکا تھا۔ وہ کسی کونے میں بیٹھ کر خوب سارا رونا چاہتی تھی اپنے دل کی حالت اپنی بے بسی پر خوب ماتم کرنا چاہتی تھی مگر موقع نہیں مل رہا تھا ایسے میں آنکھوں کی طغیانی کو چھپانے کا ایک ہی حل تھا کہ چپ چاپ آنکھیں بند کیے پڑی رہی۔

"تھک گئی ہوگی، نیند آ رہی ہوگی۔" روشانے نے کہا تو وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ ولید نے بھی بیک ویو مرر سے دیکھا کار کی روشنی میں وہ واضح تو نہ دیکھ سکا مگر اس کی پلکوں کی حرکت سے نوٹ کرلیا کہ وہ جاگ رہی ہے۔

"کیسا رہا فنکشن، انجوائے کیا تم نے۔" ولید نے بہن سے پوچھا۔

"اچھا تھا، خاصے اچھے پرخلوص اور ملنسار لوگ ہیں۔ بہت مزہ آیا۔ بس یہ ہوا کہ ایک دم میرے سر میں شدید درد ہونے لگا میں ٹیبلٹ کھا کر سوگئی تھی۔ نکاح کے وقت تھوڑی دیر جاگی کھانا کھایا اور پھر لیٹ گئی تھی۔ مجھے جو کمرہ رہنے کو دیا گیا تھا ادھر ہی رہی ہوں گھومی پھری نہیں ہوں ہاں انا نے خوب انجوائے کیا ہے یہ شہوار کے ساتھ ہی رہی تھی۔"

"ہوں....." ولید نے سر ہلایا۔

"اور آپ لوگوں نے؟" آپ دونوں تو اندر آئے ہی نہیں تھے سارا وقت دوسری طرف مردوں والے حصے میں ہی رہے تھے۔"

"بھئی ہم لوگ تو یہاں مہمان تھے کون سا ان کی فیملی کے ممبرز تھے جو دندناتے پھرتے ہر جگہ جا گھستے۔ ان لوگوں نے کئی بار اندر چلنے کو کہا تھا مگر ہمیں اچھا نہیں لگا۔ ہاں نکاح کے وقت سارا ٹائم میں اور احسن مصطفیٰ کے پاس ہی رہے تھے کھانا بھی اکٹھے کھایا تھا اس کے بعد ان لوگوں کے خاندان کی عورتیں اندر آنا شروع ہوئیں تو ہم وہاں سے نکل آئے تھے۔" ولید نے تفصیلاً بتایا۔

"خاصی روایتی قسم کی فیملی ہے۔" احسن نے تبصرہ کیا۔

"ہوں......"

"آپ دونوں نے مصطفیٰ بھائی کی دلہن دیکھی؟" روشانے نے مزید پوچھا۔

"نہیں اتفاق ہی نہیں ہوا۔ ویسے کیسا عجیب اتفاق ہے یہ شہوار انا کی دوست ٹھہری ایک بار انا کو کالج سے پک کرتے ملا تھا مگر تب وہ خاتون چہرہ چھپائے ہوئے تھیں۔ ان کے بعد ایک بار انا کے موبائل پر بات بھی کی تھی اس کے علاوہ موقع ہی نہیں ملا دیکھنے یا ملنے کا۔"

"شہوار بہت پیاری لڑکی ہے جب بھی اس سے ملی ہوں عجیب سی فیلنگز ہوتی ہیں ویسے شہوار کی والدہ سے باقاعدہ ملاقات نہیں ہو سکی ایک دفعہ آتے جاتے دیکھا تھا۔ خاصی سوبر سی خاتون لگی ہیں مگر ساری تقریب میں بہت کم ان رہی ہیں وہ زیادہ تر اپنے مہمانوں میں، کمرے یا کچن میں مصروف رہی ہیں۔ ہم سے تو ملی بھی نہیں براہ راست تعارف کا موقع ہی نہیں ملا ہاں آتے جاتے دیکھا ضرور ہے۔"

"کیوں کیا کچھ مغرور ہیں؟" احسن نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"نہیں...... دور سے ہی سرسری سا دیکھا ہے ایسی خاص مغرور تو نہیں لگیں ہاں خاموش اور کم گو ضرور لگی تھیں۔ زیادہ تر کسی نہ کسی کام میں بزی دکھائی دی تھیں۔"

"چلو چھوڑو ہوتے ہیں بہت سے لوگ ایسے بھی۔ مجھے تو بابا کی فکر ہو رہی ہے گھر میں تم تو ہر وقت ان کا خیال رکھنے کو موجود ہوتی تھی اب نجانے ایسا کیوں ہوا ہے کہ بی پی اس حد تک شوٹ کر گیا اور نوبت اسپتال لے جانے تک پہنچ گئی تھی۔" ولید متفکر تھا تبھی بیک ویو مرر پر یونہی نگاہ پڑی تو چونکا۔ اسے لگا کہ انا نے بہت آہستگی سے غیر محسوس انداز میں اپنے رخسار صاف کیے تھے یوں وہ جیسے روئی تھی۔ اس کے اندر کچھ ہوا وہ فوراً پلٹا تھا۔

یہ اس قدر زندہ دل لڑکی ایک دم بیٹھے بٹھائے نجانے کیوں اس قدر رنجور اور نڈھال سی لگنے لگتی تھی۔ نجانے کیوں اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ کوئی وجہ تو تھی؟ کوئی ایسی بات یا کوئی سنگین دکھ جو اسے اندر ہی اندر کاٹ رہا تھا اس طرح کہ آنکھوں سے آنسو بہتے تھے مگر وہ کسی سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ کسی کے سامنے رو نہیں سکتی تھی۔ ولید کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچا تھا۔

"انا......؟" وہ پچھلی طرف مڑ گیا تھا وہ خاموش رہی تھی۔

"انا......" اس نے دوبارہ پکارا تو اس کی آنکھوں میں جنبش ہوئی۔ صرف پلکیں لرزیں تھیں۔

"ہوں......؟"

"سو رہی ہو کیا؟" اس نے پوچھا۔

"ہوں۔" انداز ہنوز وہی تھا اسی طرح آنکھیں بند تھیں۔ گویا وہ کسی سے بھی کلام نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ولید کو لگا کہ وہ بولنا نہیں چاہتی اگر وہ بولے گی تو سب کے سامنے رو دے گی اور اس وقت وہ رونا نہیں چاہتی تھی تو سونے کا بہانہ کر رہی تھی۔ وہ ایسا کیوں کر رہی تھی وہ کون سی بات، کون سا دکھ تھا جو اسے رلا رہا تھا۔

ولید نے بہت ضبط سے خود پر کنٹرول کیا۔ وہ اس کی پھوپی زاد تھی کوئی غیر نہ تھی اگر کوئی غیر ہوتی تو بھی اس کا دکھ بانٹنے کی کوشش کرتا۔ نجانے کیا بات تھی کہ وہ اسے یوں بکھرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اسے جھنجوڑ کر رکھ دے اور اس کو اس حد تک مجبور کرے کہ جب تک وہ اس کے سامنے دل کی بات نہ کہہ لے اپنا دکھ نہ آشکار کر لے وہ اسے چھوڑے نہیں مگر یہ تو دکھ تھا کہ وہ اس سے کیا کسی سے بھی اپنے دل کی بات کہنے کو تیار ہی نہ تھی اپنے دل کا درد کھولنے پر آمادہ ہی نہ تھی۔ ولید نے بہت دکھ سے چہرہ واپس موڑتے اندھیرے میں نظریں گاڑھ دی تھیں۔

❁......❁......❁

تابندہ بی کو بخار تھا پچھلے تین چار دن سے وہ مسلسل جس طرح مصروف رہی تھیں اس سے ان کی طبیعت مزید بگڑ گئی تھی اوپر سے شہوار کی ناراضی کی ٹینشن، وہ خفا تھی ان سے بات تک نہیں کر رہی تھی ان کے لیے یہ اور بھی اذیت بھرے لمحات تھے۔ کل جس طرح شہوار نکاح کے وقت ٹوٹ کر بکھری تھی ایک لمحے کو انہیں لگا تھا کہ یہ اتنا بڑا انتہائی قدم اٹھا کر انہوں غلط کیا ہے؟ انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ ایک عمر گزاری تھی اب یہ لوگ ان پر اعتبار کرتے تھے انہوں نے جو بتا دیا تھا وہی سب جانتے تھے اور شاہزیب بھائی ماضی میں بھی اتنے اعلیٰ عہدے پر ہونے کے باوجود انہوں نے کبھی ان کی ذات کو نہیں کریدا تھا۔ کبھی ثبوت نہیں مانگے تھے۔ انہوں نے سب کو جو بتا دیا تھا سب نے اس پر ہی یقین کر لیا تھا اور کبھی کسی کو حقیقت پتا چل گئی تو؟ تابندہ بی کا دل کانپ اٹھا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے شہوار کا معصوم چہرہ گھوم گیا۔ وہ تو جیتے جی مر جائے گی۔ وہ بلک بلک کر روتی لڑکی عین نکاح کے وقت ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی اور اس کے بعد تابندہ بی کو لگا تھا کہ وہ کبھی خود سے بھی نگاہیں نہ ملا پائیں گی۔ برسوں کی ریاضت ضائع ہوتی لگ رہی تھی اور یہ خاندان ان لوگوں نے ان کو اس قدر عزت دی تھی محبت، خلوص، وفا، ایثار کا رشتہ بنایا تھا اور انہوں نے بھی ان کا اعتبار حاصل کرنے کے لیے ایک عمر لگا دی تھی اور اگر کسی دن حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آ کھڑی ہوئی تو کیا وہ پھر ان کا اعتبار کریں گے؟ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان تھا۔

ان کے دل کو پتنگے لگ گئے تھے وہ نکاح کے بعد سے تقریباً کمرے میں بند تھیں اور اس سے پہلے تک انہوں نے خود کو کچن اور باہر کے کاموں کی حد تک مخصوص کر لیا تھا کون آ رہا ہے، کون جا رہا ہے کس نے شرکت کی ہے انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھی وہ تو بس غائب دماغی سے چل پھر رہی تھیں اور گزری رات نے ان کی ساری ہمت نچوڑ لی تھی۔ اور بابا صاحب وہ جس امتحان سے گزر رہے تھے ان کی وہ اذیت، ان کے خوابوں کی وہ حقیقت وہ تو سب کچھ جانتی تھیں اور جان بوجھ کر انجان بن رہی تھیں۔

"کیوں......؟" کوئی ان کے اندر سے چیخا۔

"تو کیا مجھے شہوار کو سب بتا دینا چاہیے۔ اسے بتا دینا چاہیے کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے اس کا باپ کون ہے اور...... اور میں کون ہوں؟" ان کے اندر اس سوال کے ساتھ طوفان سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں لگا کہ ان کے بستر پر انگارے دہک اٹھے ہوں۔

"اور اگر ساری حقیقت جان کر اس خاندان نے کچھ بھی قبول نہ کیا مجھ جیسی بے سہارا عورت کو پناہ دینا تو دوسری بات

ہے اگر سب کو علم ہوگیا کہ شہوار کون ہے اس کا باپ کون ہے اور میں اس حویلی میں کس مقصد کے تحت آئی تھی تو کیا یہ قبول کرلیں گے۔ شہوار کو سب جان کر اتنی اعلیٰ ظرفی سے دوبارہ قبول کریں گے۔" وہ نہایت بے قراری سے بستر سے اتری تھیں مگر انہیں لگ رہا تھا کہ ان کا سر چکرا رہا ہے۔ دل کانپ رہا ہے اور ان کے پیروں سے زمین کھسک رہی ہے۔

"نہیں...... مصطفیٰ قبول نہیں کرے گا وہ کبھی قبول نہیں کرے گا۔" ان کے اندر کا خوف چیخیں مار مار کر کہنے لگا۔ وہ رو رہی تھیں۔

"ہائے...... یہ میں نے کیا کردیا' شہوار تو مرجائے گی۔" یہ خیال ایسا تھا کہ ان کا دل بالکل بند ہونے لگا۔ ان کو لگا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے بالکل اندھیرا چھا گیا ہے اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتیں وہ مسلسل ذہنی اذیت اور ٹینشن کے سبب بے ہوش ہوکر گر گئی تھیں۔

❁...... ❁...... ❁

"وہ لڑکا کون تھا؟" بابا صاحب اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے مگر ان کی نگاہوں کے سامنے کل والے نوجوان کی تصویر آ ٹھہری تھی۔ اونچا لمبا' نہایت خوب صورت وجیہہ اور شاندار سا لڑکا اور اس کے ساتھ ایک اور نوجوان یہ دونوں مصطفیٰ کے شہری مہمان تھے ان دونوں کو دیکھتے خصوصاً اس لڑکے کو دیکھنے کے بعد وہ کئی لمحوں تک بے حواس سے رہے تھے گم صم اور سوچوں میں غلطاں۔

"تم زندہ ہوتے تو میں سمجھتا کہ تم میرے سامنے آ کھڑے ہوئے ہو' ہاں میں مان بھی لیتا کہ یہ تم ہی ہو اگر درمیان میں سالوں کا یہ طویل فاصلہ نہ ہوتا۔" وہ اپنے تصور میں کسی سے ہم کلام تھے۔

"مجھے تو ازالے کا موقع بھی نہیں ملا' میں تو اپنی جلائی پچھتاؤں کی آگ میں خود ہی جل کر مر رہا ہوں۔ راکھ ہو رہا ہوں مگر کوئی شنوائی ہی نہیں۔" انہوں نے بہت دلگرفتگی سے اپنے دل کو سنبھالا۔

"آہ......" ان کے ہونٹوں سے یہ آہ جاری ہوئی تو لگا کہ وہ ابھی چیخ چیخ کر رونے لگیں گے گریبان چاک کر کے باہر نکل جائیں گے۔ بالکل دیوانے ہوجائیں گے۔

"یہ میں کس امتحان میں پھنسا ہوا ہوں یا اللہ اگر یہ آزمائش ہے تو عمریں بیت گئی ہیں اس آگ میں جلتے اب تو معاف کردے۔ وہ مر گیا تھا میں نے صبر کرلیا تھا اس کا سارا گھر اجڑ گیا تھا یہ بھی مان لیا تھا اپنے گناہوں کا بوجھ خود ہی اٹھائے پھرتا ہوں اور ندامت کا عالم یہ ہے کہ کسی سے کہنے سے ڈرتا ہوں۔" وہ ہچکیاں لے لے کر رو رہے تھے۔

اس اونچے لمبے خوب صورت نہایت باوقار نوجوان نے انہیں پھر سے ایک جان لیوا عذاب نما اذیت سے دوچار کردیا تھا۔

"اپنی لغزشیں' اپنی غلطیاں اسی عمر میں اپنی اولاد اور اس کی اولاد کے سامنے کیسے بیان کردوں کہ مجھ سے جوانی میں ایک گناہ سرزد ہوا تھا اور اس گناہ کی پاداش میں آج بھی اپنی لاش اپنے کندھوں پر اٹھائے چلتا ہوں۔ سب مر گئے مگر میں زندہ ہوں کوئی معاف کرنے والا نہیں کہ سوچوں کہ نزع کے عالم میں کوئی معاف کردے گا اور مجھ بوڑھے پر تو کئی سالوں سے اک مسلسل نزع کا عالم طاری ہے اور کوئی نظر نہیں آتا کہ اس سے معافی مانگوں۔" ان کے رونے میں شدت آ گئی تھی۔ وہ جو پچھلے دنوں اسپتال سے آنے کے بعد کچھ سنبھل رہے تھے ایک دم پھر بکھرنے لگے تھے اور اس بار انہیں لگ رہا تھا کہ وہ اب اتنی جلدی سنبھل نہ پائیں گے۔

❁...... ❁...... ❁

وہ لوگ رات گئے واپس لوٹے تھے۔ تب تک ماموں سو چکے تھے وہ ماموں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اپنے کمرے میں آ گئی تھی جبکہ روشانے اور ولید ان کے پاس ہی بیٹھ گئے تھے۔ دونوں باپ کو دیکھ کر خاصے پریشان ہوگئے تھے۔ انا کی باقی ماندہ رات آنکھوں میں کٹ گئی تھی۔ صبح وہ ناشتا کیے بغیر کالج چلی گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کچھ وقت اپنوں سے اور اپنی ذات سے نکل کر اپنی سوچوں سے بے نیاز ہوکر گزار لے تو شاید سنبھل جائے۔ شہوار کے بغیر تو کالج میں ویسے بھی دل نہیں لگ رہا تھا مگر آج تو حد ہی تھی اس کے باوجود وہ سارا دن کالج میں رہی تھی وقت پر گھر لوٹی تھی۔ چینج کر کے برائے نام کھانا کھا کر ماموں کے کمرے میں آئی تو وہاں ولید اور روشانے دونوں موجود تھے۔ روشانے ماموں کو زبردستی جوس پلا رہی تھی جبکہ ولید ان کے قریب بستر پر بیٹھا ان کے پاؤں دبا رہا تھا بڑا گھریلو سا ماحول تھا اور بڑا محبت سے لبریز انداز۔

"ادھر کیوں کھڑی ہو...... آؤ نا؟" ماموں کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ اندر بڑھ آئی۔

"تم تو نظر ہی نہیں آئی سارا دن؟" وہ ان کے بستر پر پاس بیٹھی تو انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر نہایت شفقت سے پوچھا۔

"کالج چلی گئی تھی۔" اس نے سنجیدگی سے بتایا تو ولید نے دیکھا وہ خاصی بے زار اور گم صم لگ رہی تھی۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" اس نے یونہی پوچھا۔

"شکر ہے میں ٹھیک تھا بس تم تینوں کو مس کر رہا تھا یہ تو صبوحی ایک دم پریشان ہوگئی تھی تو وقار میرے منع کرنے کے باوجود اسپتال لے گیا۔ بالکل ہٹا کٹا ہوں مگر انہوں نے ایک نہ چلنے دی بمشکل سارا دن گزار کر واپس آیا تھا۔" انہوں نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ مسکرا دی۔

"ہم پہلی بار تو جدا نہیں ہوئے تھے پچھلے دو سالوں سے آپ ہم سے دور پاکستان میں ہی تھے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے بہت بے پروا ہوتے جارہے ہیں۔ اس لیے اتنی جلدی طبیعت خراب کرلیتے ہیں۔" روشانے نے کہا تو وہ ہنس دیے۔

"تم لوگوں کا فنکشن خراب کردیا میں نے؟"

"نہیں...... وہ تو ہمیں واپس آنا ہی تھا کل رات نہ آتے تو آج رات آجاتے مگر مجھے دکھ ہوتا ہے جب آپ اپنی طرف سے یوں بے پروائی برتتے ہیں پھپھو اور انکل خوامخواہ آپ کو اسپتال لے کر نہیں بھاگے ہوں گے کوئی شدید ٹینشن ہوئی ہوگی تو لے کر گئے ہوں گے۔" ولید نے بھی سنجیدہ انداز میں کہا تو انہوں نے مسکراتے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے قریب کرلیا۔

"کہا ناں کہ کوئی ٹینشن نہیں بس تم لوگوں کی فکر تھی۔" ان کے انداز میں بے پناہ محبت تھی انا کو رشک نے آ لیا۔

"ہم کوئی کوہ قاف نہیں گئے تھے کہ جہاں سے ہماری واپسی ناممکن تھی۔" ولید نے کہا تو انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تم دونوں کو میں نے بڑی مشکل سے پالا پوسا ہے اس مقام پر لایا ہوں اب اک ذرا سا بھی وہم ہو تو دل رکنے لگتا ہے۔" وہ ایک دم ٹینشن میں آ گئے تھے۔ ان کے اعصاب کھنچ گئے تھے۔

"کیسا وہم؟" روشانے نے چونک کر پوچھا۔

"بوڑھا ہوگیا ہوں بڑھاپے میں عجیب سے وہم ستاتے ہیں اب لگتا ہے کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ اتنی

ناراضگی سے کہ آوازیں بھی دوں گا تو تم دونوں لوٹو گے نہیں۔" ان کا انداز عجیب سا تھا انا اور دونوں نے خاص چونک کر انہیں دیکھا۔

"حد ہوتی ہے الٹی سیدھی باتیں سوچتے رہتے ہیں۔ ہم کیوں آپ کو چھوڑ کر جائیں گے۔ روشی کی شادی احسن کے ساتھ ہو رہی ہے ہمیشہ آپ کی آنکھوں کے سامنے رہے گی۔ رہ گیا میں تو میں تو ہمیشہ آپ کے پاس ہوں آپ کے ساتھ۔"

"تم بھی جان جاؤ تو میرے دل میں جو ایک خوف ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ دیکھو عمر کا کوئی بھروسہ نہیں کب یہ نقدی ختم ہو جائے۔ میں نے زندگی میں بہت کچھ جھیلا اور برداشت کیا ہے۔ صرف ایک آس تھی ایک امید تھی جو جینے کے لیے کافی تھی۔ مگر اب اس مقام پر آ کر لگنے لگا ہے کہ جیسے میں نے کبھی کچھ پایا ہی نہیں جو پایا ہے وہ بھی ایک دن کھو دوں گا۔ روشانے کو تو بیاہ دوں گا مگر تمہارے چھن جانے کا خطرہ رہے گا۔ اپنے باپ کی اتنی سی خواہش بھی پوری نہیں کر سکتے کیا؟"

روشانے اور ولید ان کی خواہش کے پس منظر سے بخوبی آگاہ تھے سو سمجھ رہے تھے جبکہ انا سرے سے بے خبر تھی وہ بس ناسمجھی سے سب سن رہی تھی۔

"آپ ایسی باتیں مت کیا کریں انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا آپ کو ہزاروں سال جینا ہے ہمارے لیے۔ روشی کے لیے ہم سب کے لیے۔ آپ ایسی باتیں مت سوچا کریں۔ یہ بالکل سارا دن گھر بیٹھنے کا نتیجہ ہے آپ کل سے میرے ساتھ آفس چلیں۔ وہاں جا کر بھلے کچھ نہ کریں مگر دھیان تو آپ کا بٹ جائے گا نا وہم کا کوئی علاج نہیں ہوتا اور آپ کا پرابلم یہ ہے کہ آپ لاتعداد بے معنی اوہام کا شکار ہیں۔" ولید نے سرے سے ہی ان کی خواہش کو ایک طرف کرتے بہت محبت سے کہا تو انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔

کاش وہ اپنے دل میں پلتے خوف کو اس سے بیان کر سکتے۔ وہ بتا سکتے کہ وہ کس طرح ایک مسلسل کرب اور اذیت سے دوچار ہیں۔ بس اب تو ان کی یہی خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح روشانے اور احسن کے بعد ولید اور انا کی بھی شادی کر دیں۔ اسی بہانے ولید ان سے دور نہیں جا سکے گا اور اگر کبھی دور ہوا تو انا کے بہانے ان سے ملنے کا سبب تو بنا رہے گا مگر وہ اس کو مجبور نہیں کر سکتے تھے۔ محض خوف میں لپٹی اپنی خواہش بار بار بیان کر سکتے تھے سو اب بھی کر دی تھی مگر ہمیشہ کی طرح وہ ایک بار پھر ٹال گیا تھا۔

"مصطفیٰ کیسا ہے؟ دلہا بن کر تو بہت اچھا لگ رہا ہوگا؟" انہوں نے خود ہی موضوع بدل دیا تھا۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا ورنہ انا کے سامنے اسے بات سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔

"مصطفیٰ کی تو کیا بات ہے؟" دلہا بن کر تو کیا شان تھی اس کی بالکل پرنس چارمنگ لگ رہا تھا۔ بہت ڈیسنٹ اور بہت خوب صورت۔" ولید نے ہنس کر بتایا۔

"میں نے تصاویر بنائی ہیں ٹھہریں میں آپ کو دکھاتا ہوں۔" ولید نے ہاتھ مار کر اپنی جیبیں ٹٹولی تھیں ادھر سامنے والی جیب سے اپنا موبائل نکال لیا تھا۔ ٹچ سسٹم والا یہ موبائل جدید ٹیکنالوجی پر مشتمل تھا۔ تقریباً پورا کمپیوٹر فیڈ تھا اس میں۔

"یہ دیکھیں مصطفیٰ ہے۔" اس نے ایک تصویر نکال کر باپ کے سامنے کی تھی۔

"یہ اس کے والد ہیں۔ یہ دونوں اس کے بھائی عباس اور سجاد ہیں۔ یہ بہنوئی ہیں آفاق اور عدیل یہ کزنز ہیں۔" وہ ایک ایک کر کے انہیں ساری تصاویر دکھا رہا تھا ایک تصویر پر آ کر وہ رکے تھے۔

"یہ...... یہ کون ہیں؟" ولید تصویر کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"یہ مصطفیٰ کے بابا صاحب ہیں یعنی دادا جان۔"

"دادا جان مصطفیٰ کے دادا ابھی حیات ہیں کیا؟" تصویر کو بغور دیکھتے انہوں نے پوچھا۔

"مجھے ان سے مل کر بڑا اچھا لگا تھا۔ خاصے زبردست انسان ہیں اس عمر میں بھی بڑے ذمہ دار ہیں۔ سب فیصلے خود ہی کرتے ہیں۔ مصطفیٰ کا نکاح بھی انہی کے فیصلے کے تحت ہوا ہے ویسے مجھے دیکھ کر ایسے لگا کہ وہ کچھ چونک گئے تھے ان کا ساکت ہو کر کچھ دیر بغور دیکھتے رہنا میں نے واضح محسوس کیا تھا۔" ضیاء صاحب کے ہاتھ میں موبائل لرز گیا تھا جو ولید نے فوراً تھام لیا۔

"کیا......؟" ان کا رنگ ایک دم سفید ہوا تھا۔

"جی...... بالکل۔"

"کیا نام ہے ان کا؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"آئی تھنک چوہدری حیات علی نام ہے۔" ولید نے بتایا تو ان کا سانس بحال ہوا وہ قدرے پرسکون ہوئے۔ انہوں نے اپنے ذہن کو دوڑایا اور دور تک انہیں اس نام کا کوئی شخص یاد نہ آیا۔

"مصطفیٰ نے ہمارا تعارف کروایا تو انہوں نے مجھ سے میرے والد کا نام پوچھا تھا۔"

"پھر...... تم نے کیا بتایا؟" وہ ایک دم پھر گم صم ہوئے تھے۔

"بھئی جو آپ کا نام تھا وہی بتایا تھا مگر وہ پھر بھی مجھے دیکھتے رہے تھے اور جب تک میں وہاں رہا تھا محسوس کرتا رہا کہ ان کی نگاہیں مجھ پر ہی تھیں۔" ولید نے ہنس کر کہا تو روشانے بھی ہنسی۔

"ہاں جی شہزادہ عالم جیسی پرسنالٹی رکھتے ہیں نا جو بھی دیکھتا ہے دل تھام کر رہ جاتا ہے۔" بابا بھی ہنس دیے۔

"اس میں تو کوئی شک نہیں میرا ولید تو لاکھوں میں ایک ہے۔" ولید بابا کے اس انداز پر ایک دم جھینپا تھا۔ روشانے نے شرارت سے گلا کھنکارا جبکہ انا اسی طرح سنجیدہ تاثرات لیے بیٹھی ہوئی تھی۔

"بابا ایک بات پوچھوں؟" کچھ سوچتے ولید نے کہا۔

"ہاں پوچھو؟" وہ اب موبائل میں مزید تصویریں دیکھ رہے تھے نکاح کے وقت کی کئی تصویریں تھیں۔ مصطفیٰ کے نکاح پر دستخط کرتے وقت کی مختلف لوگوں سے گلے ملتے وقت کی کھانا کھاتے وقت کی۔ وہ دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

"ہماری امی کا تعلق کس خاندان سے تھا؟" ولید کا سوال اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھا کہ موبائل ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر جھولی میں جا گرا تھا۔

"تم نے یہ سوال کیوں پوچھا؟" وہ حیرت زدہ تھے۔ ان کے اندر اذیت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا مگر وہ ضبط کیے بیٹھے رہے اور پھر کچھ دیر بعد سنبھل کر پوچھا۔

"کل تک مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ مگر کل وہاں جا کر اتنے لوگوں میں کچھ وقت گزار کر مجھے لگا کہ ہماری زندگی میں کوئی چیز کم ہے۔ ہمارے بھی اپنے رشتہ دار ہوں گے ایسے ہی پیارے اور خوب صورت رشتے دار وہاں پل پل وقت گزارتے محسوس ہوا کہ ہم ایک عجیب سی زندگی گزار رہے تھے جس کا مدار آپ اور صرف پھپو کی فیملی تک ہی ہے۔"

"ولید کیا میں نے کبھی کہیں کوئی کمی آنے دی ہے جو تم یہ سب پوچھ رہے ہو؟" وہ ایک دم بہت ہی زیادہ نڈھال لگنے لگے تھے۔ روشانے نے ایک دم ولید کا ہاتھ تھام کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"دفع کریں بابا اس سارے سلسلے کو ہماری ماما کی ڈیتھ کے بعد انہوں نے ہی سارے رشتے ختم کیے تھے جب کسی کو ہماری پروا نہیں تو ہم کیوں کسی کے بارے میں جاننے کی جستجو کریں۔ ہمارے لیے بس آپ اور پھپو کی فیملی ہی کافی ہے باقی کسی تعلق، کسی رشتے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔" روشانے نے فوراً بہت محبت سے کہتے باپ کے کندھے سے لگ کر انہیں احساس دلایا تو ان کی آنکھوں میں نمی سمٹ آئی۔

شاید یہی خوف تھا جو اب انہیں دن بہ دن نڈھال کرتا چلا جارہا تھا اور ہر لمحہ ہر آن انہیں مختلف اوہام گھیرے رکھتے تھے۔ نجانے کیوں انہیں لگنے لگ گیا تھا کہ وہ جتنی بھی کوشش کرلیں اس نادیدہ طوفان کے آگے بند باندھنے کی مگر ایک نہ ایک دن طوفان آئے گا اور ان کا سب کچھ بہالے جائے گا یوں کہ پھر زندہ رہنے کا کوئی بہانہ نہ رہے گا۔

"کہاں کھوگئی ہوائے زندگی، دیکھو آکر ہم محبت نبھاتے نبھاتے کیسے نڈھال ہوگئے ہیں۔ زندہ رہنا چاہتے ہیں مگر ہاتھوں سے عمر بھر کی پونجی پھسلتی جارہی ہے بالکل ریت کے ذروں کی طرح۔" وہ بڑی دلگرفتگی سے ہنسے تھے۔ روشانے نے بڑے دکھ سے بھائی کو دیکھا اس کی نگاہ میں ناراضی تھی۔ ولید کے اندر بھی ایک احساس ندامت سا ابھرا۔ وہ فوراً سنبھلا۔

"آئی ایم سوری، میں آپ کو قطعی ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا آپ ٹینشن نہ لیں میرا مقصد صرف صورتحال جاننا تھا کسی سے ملنا ملانا نہیں۔ اتنی خودداری تو ہم میں بھی ہے کہ برسوں جنہوں نے ہم سے پلٹ کر ہمارا حال نہیں پوچھا ہم خود ان سے کیوں ملیں؟ یہ محض ایک تجسس تھا یا ایک سوال اس سے زیادہ اس خواہش میں کوئی اور عمل کارفرما نہیں تھا۔ آپ بالکل ٹینشن نہ لیں۔" اس نے فوراً بابا کے ہاتھ تھام کر ازحد محبت سے کہا تو وہ دھیرے سے مسکرادیے اور پھر ایک دم وہ سنجیدہ ہوئے۔

"ولید، میری خواہش ابھی بھی قائم ہے، بہت اچھی طرح سوچ سمجھ لو ایک بات یاد رکھنا یہ زندگی کا چراغ نجانے کب گل ہوجائے مگر اس وقت سے پہلے مجھے انتظار کی اس کشمکش سے نکال لینا۔ اس لیے میں وطن نہیں لوٹتا تھا یہاں بہت دکھ ہیں۔ بہت پچھتاوے ہیں اور تم دونوں میری عمر بھر کی جمع پونجی ہو اور یہ عمر رسیدہ شخص اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی ساری جمع پونجی لٹتے نہیں دیکھ سکتا۔" بابا کا لہجہ نم آلود تھا۔ ولید کے اندر احساس جرم سا کروٹیں لینے لگا کہ اس کے سوال نے باپ کو جذبات تکلیف اور اذیت سے دوچار کیا تھا۔

"تم دونوں بہن بھائی میرے جینے کا آسرا تھے۔ تم دونوں کو پاکر میں نے عمر بھر خود پر ہر خوشی ہر نعمت حرام کرلی تنہائی کی چادر اوڑھ کر نہایت ایمانداری سے تم دونوں کو پالا پوسا، پڑھایا لکھایا، اس مقام تک لایا ہوں۔ تم دونوں کو دیکھتا تھا تو مجھے جینے کی خواہش ہوتی تھی۔ اب تم میں سے کسی کو بھی کھونے کا حوصلہ نہیں ہے۔"

"ایم سوری بابا۔" ولید ایک دم ان کے سامنے بچوں کی طرح جھکا تھا۔ انہوں نے بہت محبت سے اس کا چہرہ تھام کر پیشانی کو چوما تھا۔

"بعض رشتے خون کے نہیں ہوتے پر خونی رشتوں سے بڑھ کر ہوتے ہیں بیٹا۔ محبت، خلوص اور وفا کے رشتوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ مجھے فخر ہے کہ میری اولاد بہت فرمانبردار اور باتمیز ہے بس ایک خواہش ہے..... اگر پوری کردو تو دل میں کوئی حسرت نہیں رہے گی میں سکون سے مرسکوں گا۔"

"جیسا آپ چاہیں گے ویسا ہی ہوگا مگر ابھی کچھ وقت دیں مجھے پلیز۔" وہ فوراً باپ کی حالت دیکھ کر پگھلا تھا ان کے چہرے پر ایک دم خوشی کی لہر ابھری تھی۔

"تم سچ کہہ رہے ہو نا۔" ولید نے سر ہلا دیا۔ انہوں نے دوسری طرف بیٹھی انا کو دیکھا تو ان کے چہرے پر کھلی مسکراہٹ ایک دم نمایاں ہوگئی۔

"اتنی دیر سے خاموش بیٹھی ہو کیا بات ہے بیٹا ادھر آؤ میرے پاس۔" انہوں نے کہا تو انا سرک کر ان کے پاس ہوگئی تھی۔ انہوں نے بہت شفقت سے اس کو بھی اپنے بازو میں سمیٹ لیا تھا۔ ولید نے دیکھا بابا انا کو اپنے حصار میں لے کر بہت خوش تھے جبکہ انا بہت سنجیدہ تھی۔ بالکل بےزار چہرہ لیے، ولید کے اندر ایک عجیب سا طوفان اٹھا۔ ولید فوراً اٹھا تو بابا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"آپ آرام کریں میں آتا ہوں اور پلیز بالکل ریلیکس رہنا ہے کوئی ایسی ویسی ٹینشن والی بات نہیں کرنی، اوکے۔" وہ تاکید کررہا تھا۔ بابا کھلکھلا کر ہنس دیے۔

"جو حکم بیٹا جی۔ آپ ہماری ایک خواہش مان رہے ہیں تو اب ہم پر بھی فرض ہے کہ ہم بھی آپ کی تمام باتوں کو مانیں۔" بابا کا انداز شرارتی تھی۔

"آپ کی خواہش ابھی صرف ہمارے درمیان ہی رہے گی اوکے۔" انا کو مکمل طور پر نظرانداز کرتا وہ صرف بابا سے مخاطب تھا۔ انہوں نے سر ہلا دیا۔ وہ اس کا اشارہ سمجھ چکے تھے اور انہیں ماننے میں کوئی تامل نہ تھا۔

"بالکل..... مگر خیال رہے انتظار طویل نہ ہوجائے۔" انہوں نے سرزنش کی تو وہ سر ہلاتا باہر نکل گیا تھا۔

"یہ کوڈ ورڈز میں کیا بات ہورہی تھی۔ کیسی خواہش کا ذکر ہورہا تھا۔" اس نے ماموں سے پوچھا تو روشانے مسکرادی۔ اس کا مسکرانا معنی خیز تھا۔ انا کو خاصا عجیب سا محسوس ہوا۔

"یہ ہماری یعنی ولید اور میری بڑی سیکرٹ قسم کی بات ہے تم سناؤ آج کالج میں وقت کیسا گزرا۔" ضیاء ماموں نے اسے ٹالا تو اس کے دل پر ایک عجیب سا بوجھ آگرا۔ وہ چند پل تو کچھ نہ بول سکی تھی اور پھر آہستگی سے آج کی روٹین سنانے لگی۔

❁......❁......❁

"تابندہ بی کی طبیعت خراب ہے۔ ان کو بخار تھا اور وہ بےہوش ہوگئی ہیں۔" یہ وہ بات تھی جسے سن کر دل میں ماں سے لاکھ ناراضگی و بدگمانی سہی مگر وہ دل کو پتھر نہ بناسکی۔ وہ فوراً ان کے کمرے میں پہنچی تھی۔ تبھی ان ہی کے پاس تھے وہ بستر پر دراز تھیں۔ اس وقت ہوش میں تھیں مگر نڈھال تھیں۔ اسے دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"کیا ہوا تھا آپ بےہوش کیسے ہوگئیں؟" وہ ان کے پاس ہی ہاتھ تھام کر بیٹھ گئی تھی انہوں نے نم آلود آنکھوں سے اسے دیکھا کہہ نہ سکیں کہ تمہاری ناراضگی کے خوف نے مجھے نڈھال کرڈالا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا بس یونہی چکر آگیا تھا۔" انہوں نے کہا تو وہ خاموشی سے انہیں دیکھے گئی۔ اس وقت عصر کا وقت تھا زینب پھپو اور زہرہ پھپو دونوں کی فیملیاں صبح روانہ ہوگئی تھیں۔ ان کے ساتھ عائشہ اور صبا بھی جاچکی تھیں۔ حسن انکل بھی دوپہر کو نکل گئے تھے باقی کے مہمان رات اور صبح کو چلے گئے تھے اس وقت حویلی میں صرف شاہزیب صاحب کی فیملی تھی۔

"پتا نہیں کیا ہوا تھا کمرے میں ہی تھی یہ کچھ دیر پہلے مجھے تابندہ سے کوئی بات کرنے کا خیال آیا تو ادھر آئی تھی دیکھا تو یہ زمین پر بےہوش پڑی ہوئی تھی۔ وہ تو شکر ہے کہ میرے ہلانے، جلانے، پانی پلانے پر فوراً ہوش آگیا۔" ماں جی اسے بتا رہی تھیں جبکہ ماسوائے شاہزیب انکل اور بابا صاحب کے باقی سبھی اردگرد موجود تھے۔ سبھی متفکر تھے۔ اس نے ان کا

ہاتھ تھام کر نبض چیک کی۔ بخار کی حالت میں نبض کی رفتار بڑھ گئی تھی۔

"کھانا کھایا آپ نے؟" سنجیدگی سے پوچھا۔

"کہاں، سارا وقت یا تو کمرے میں بند رہی ہیں یا پھر کسی نہ کسی کام میں مصروف۔ صبح بھی بھوک نہیں کہہ کر انکار کر دیا دوپہر میں بھی منع کر دیا۔" ماں جی نے کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ تو خود کمرے میں بند تھی اسے نہیں خبر تھی کہ باہر کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں۔

"میں کھانا لاتی ہوں پہلے وہ کھالیں پھر میڈیسن دیتی ہوں۔" اس نے اٹھنا چاہا تو تابندہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم بیٹھو میرے پاس، ابھی بھوک نہیں۔" انہوں نے منع کر دیا۔

"میں لے آتی ہوں کھانا تم بوا جی کو اچھی طرح ٹریٹ کرو۔" لائبہ مسکرا کر کہتے باہر نکل گئی تھی۔

سجاد بھائی اور عباس ایک طرف کھڑے تھے جبکہ مصطفیٰ سنجیدگی سے دونوں کو دیکھتا پلٹا تھا۔ رات کے بعد دونوں کا یہ پہلا سامنا تھا مگر شہوار نے صاف نظر انداز کر دیا تھا۔ یوں جیسے دیکھا ہی نہ ہو۔ رات شہوار کے رویے کے بعد نجانے اس نے خود کو کس طرح کمپوز کیا مگر اب یہ حالت تھی کہ شہوار پر نگاہ پڑتے ہی اس کے اندر اپنے یوں اس قدر صاف اور واضح انداز میں رد کیے جانے پر ایک آگ بھڑک اٹھی تھی۔ وہ بہت تنفر سے اسے دیکھتا باہر نکل گیا تھا۔

لائبہ کھانا لائی تو اس نے زبردستی انہیں کھانا کھلا کر میڈیسن دی تھی اور پھر انہیں کچھ دیر سو جانے کا کہا۔ انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ شہوار کو قریب پا کر ان کا اضطراب قدرے کم ہوا تھا۔ سو وہ کچھ دیر پرسکون ہوئی تھیں۔ سبھی ایک ایک کر کے وہاں سے چلے گئے تھے۔ پھر تابندہ بی کی آنکھ لگ گئی تھی۔ ان کی طرف کافی دیر تک وہ بڑی بے چینی سے دیکھتی رہی تھی۔

"امی کی یہ حالت کیا میری اس لاتعلقی کی وجہ سے ہوئی ہے؟" اس نے خود سے پوچھا۔

"مگر میں کیا کروں، میرے یہ رویے خود میرے بھی اپنے بس کی بات نہیں رہے اب۔" وہ انہیں بغور دیکھتی اور الجھتی رہی تھی۔ وہ کچھ دیر بعد تابندہ بی کے کمرے سے باہر آئی تو لاؤنج سے سبھی کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ سب کل صبح صبح روانگی کے پروگرام کو ڈسکس کر رہے تھے۔ وہ اندر جانے کے بجائے باہر برآمدے کی سیڑھیوں پر آ بیٹھی۔ کوریڈور کے ستون سے سر ٹکا کر وہ تاحد نگاہ پھیلے نیلے آسمان کو دیکھے گئی۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہو چکا تھا وہ سب ایک فلم کی طرح ذہن کے پردہ پر چلنے لگا تو وہ نہایت اذیت سے آنکھیں میچ گئی۔ وہ نہایت سخت لب و لہجے میں رات مصطفیٰ کی ذات کو رد کر گئی تھی۔ وہ لمحے رہ رہ کر یاد آنے لگے تو اندر کی اذیت ایکدم شدت اختیار کر گئی۔ پتا نہیں اس نے اچھا کیا تھا یا برا مگر اس کے بعد تو وہ خود بھی پرسکون نہ تھی۔ ایک مسلسل عذاب سے دوچار تھی۔

"اس رشتے کا کیا انجام ہوگا؟" وہ سوچ سوچ کر تھکنے لگی۔ اور پھر تھک کر الجھنے لگی مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

"کیا واقعی میں مینٹلی طور پر اس قدر ڈسٹرب ہو چکی ہوں کہ یہ ساری باتیں محض میرے کمپلیکسز ہیں اور کچھ نہیں۔" اس نے اپنا محاسبہ کرنا چاہا مگر خیالات پر گرفت نہیں ہو پا رہی تھی۔

"کیا اب مجھے سمجھوتا کر لینا چاہیے، جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا، سب ایسے ہی قبول کر لوں، مقدر کا لکھا سمجھ کر۔" اس نے خود کو بہلانا چاہا مگر اندر درد کا یہ عالم تھا کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور اس نے سختی سے لب بھینچ لیے۔

"اور اگر عادلہ بھابی جیسے لوگوں نے کسی مقام پر آ کر پھر سے مجھے آئینہ دکھاتے میرے اصل کی نشاندہی کر دی تو......؟" یہ سوال ایسا جان لیوا تھا کہ وہ بس خالی خالی نظروں سے اپنی مہندی سے رچی ہتھیلیوں کو دیکھے گئی جن پر بہت

گہرا رنگ آیا تھا اور ابھی بھی یہ رنگ موجود تھا۔

"بہت مشکل ہے یہ سب سہنا، بہت مشکل......" اس نے نہایت کرب سے زمین پر ہاتھ مارا۔

"کیا میں نے واقعی مصطفیٰ کے ساتھ زیادتی کی ہے؟" کچھ دیر قبل مصطفیٰ کو تابندہ کے روم میں دیکھ کر وہ انجان بن گئی تھی اس کے بعد مصطفیٰ وہاں سے چلا گیا تھا اور جب وہ کمرے سے نکل رہا تھا تو اس نے دیکھا تھا کہ وہ بہت غصے میں تھا اب رہ رہ کر اسے وہ لمحے یاد آنے لگے۔

"زیادتی تو میرے ساتھ بھی ہوئی ہے، نہ میرے دل میں اس رشتے کے لیے کوئی جذبہ ہے اور نہ ہی کوئی احساس محض خالی خولی وجود کب تک دوسروں کو دھوکے میں رکھ سکتا ہے۔ آخر ایک نہ ایک دن سب کو پتا چل ہی جانا تھا کہ میں راضی نہیں ہوں۔ چلو میرے رویے سے یہ تو ہوا ہے کہ کسی کو اب میری ذات سے کوئی خوش فہمی نہیں رہے گی۔ یہ تعلق بنتا ہے یا بگڑتا ہے چلتا ہے یا ٹوٹتا ہے کم از کم میں تو اپنے ضمیر کے آگے سرخرو ہوں گی کہ میں نے کسی کو کوئی آس نہیں دلائی تھی۔" وہ اپنے خیالوں میں اس قدر غلطاں تھی کہ اس کے عقب میں مضبوط قدموں کی دھمک گونجی تو وہ چونک کر پلٹی۔ مصطفیٰ کندھے پر بیگ ڈالے اِدھر ہی آ رہا تھا اس کے ساتھ عباس بھائی اور ماں جی بھی تھے۔

"ایک رات کا کیا ہوتا ہے بھلا رک جاتے کل ہم سب اکٹھے ہی نکلتے۔" ماں جی کہہ رہی تھیں شہوار ان کو اسی طرف آتے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے ماں جی کا ادب لحاظ ابھی بھی تھا۔

"نہیں...... میرے آفس کے بہت سے کام رکے ہوئے ہیں، پہلے ہی بہت سا وقت ضائع کر دیا ہے۔" مصطفیٰ کا انداز دوٹوک تھا۔

"خالی گھر میں جا کر کیا کرو گے؟" ماں جی نے پھر کہا۔

"خالی کیوں، ملازم تو ہوں گے نا؟" وہ شاید واپس شہر جا رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہوتا جانے دیں، واقعی اس کے آفس کے کام ہوں گے۔" عباس بھائی نے اس کی طرف داری کی تھی وہ شہوار کے قریب آ گئے تھے۔ ماں جی شہوار کے قریب ہی رک گئی تھیں مجبوراً مصطفیٰ کو بھی قدم روکنے پڑے تھے مگر اس نے شہوار پر نگاہ نہیں ڈالی تھی۔

"چلو ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔ گھر پہنچتے ہی اطلاع کر دینا۔" اس کا اٹل انداز دیکھ کر آخر کار ماں جی کو بھی ماننا پڑا تھا۔

"او کے پھر اللہ حافظ۔" وہ خود سے تھوڑا سا ماں جی کے قریب ہوا تھا ایسا کرنے سے اس کی نگاہ ماں جی کے پاس کھڑی شہوار کی طرف اٹھی تھی۔ شہوار جو اسے ہی دیکھ رہی تھی، اس نے فوراً نگاہ کا زاویہ بدل لیا، مصطفیٰ نے لب بھینچ لیے۔

"اللہ حافظ۔" ماں جی نے مصطفیٰ کا چہرہ تھام کر پیشانی چومتے اسے الوداع کہا تو وہ ہاتھ ہلاتا تیزی سے قدم اٹھاتا پورچ میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ عباس بھائی ہاتھ وے پر جا رکے تھے۔ مصطفیٰ نے گاڑی نکال کر ان کے پاس لا کر روکی تھی دونوں میں کوئی بات چیت ہوئی تھی، مصطفیٰ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ شہوار لاشعوری طور پر متوجہ ہوئی تھی، مصطفیٰ گاڑی وہاں سے نکال کر لے گیا تھا۔ شہوار چند ثانیے تک اس خالی گیٹ کو تکے گئی۔

"چلو آؤ اندر چلتے ہیں۔" ماں جی نے کہا تو وہ ان کے ساتھ ہولی۔

"کل صبح سویرے ہم واپس چلے جائیں گے، تم بھی تیار رہنا۔" ساتھ چلتے ماں جی نے کہا تو وہ ٹھٹکی۔ پھر اس نے سختی سے لب دبا لیے۔

"پیکنگ کر لینا۔" انہوں نے مزید کہا۔

"میں ابھی رکنا چاہتی ہوں امی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" غصہ دبا کر اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تابندہ کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں بلکہ میں کہہ رہی تھی کہ چند دن بابا صاحب بھی ہمارے ساتھ چلیں ہوا بدلی ہوجائے گی۔" انہوں نے اپنا پروگرام بتایا تو اس نے نفی میں سر ہلادیا۔

"نہیں میں ابھی کچھ دن یہاں رکنا چاہتی ہوں چند دن امی کے پاس۔" اب کے مہر النساء بیگم نے چونک کر شہوار کے جھکے سر کو دیکھا تو کیا وہ نکاح کی وجہ سے یہ کہہ رہی تھی۔ وہ اس کے جذبات سے بے خبر تھیں مگر انکار سے تو نہیں۔

"ضرور رکو مگر اس طرح تمہاری پڑھائی کا حرج ہوگا۔" انہوں نے نحیف لہجے میں کہا تو وہ چپ رہی اور پھر کچھ توقف کے بعد کہا۔

"چند دن رہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔" اس کا انداز دوٹوک تھا مہر النساء بیگم نے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔" انہوں نے کہا تو وہ بھی خاموش رہی۔ اندر ہی اندر وہ آئندہ دنوں کے متعلق حساب کتاب لگانے میں مگن ہوگئی تھی۔

❁ ❁ ❁

"ہیلو......" ولید جو بابا کو لے کر اسپتال آیا تھا ڈاکٹر سے اپائمنٹ تھی کچھ ٹیسٹ بھی کروانے تھے شام کے وقت وہ اور احسن ان کو لے کر ادھر آئے تھے احسن بابا کے ساتھ ویٹنگ روم میں تھا جبکہ ولید بابا کی رپورٹس لینے لیبارٹری روم میں آیا تھا جب آواز سن کر پلٹا۔ اس کے سامنے جو لڑکی کھڑی تھی اسے دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا تھا۔

"آپ نے شاید مجھے پہچانا نہیں۔" وہ پوچھ رہی تھی ولید نے ایک گہرا سانس لیا وہ اس لڑکی کو بہت اچھی طرح پہچان گیا تھا۔

"جی نہیں میں نے پہچان لیا ہے آپ کو کیسی ہیں آپ؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں آپ سنائیں یہاں کیسے؟" اس لڑکی کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ اسے ولید کو یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے اور بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے۔

"آئی ایم فائن میرے بابا کی طبیعت خراب تھی انہی کے ساتھ آیا تھا اور آپ؟ میرا خیال تھا کہ آپ تو ڈسچارج ہوچکی تھیں۔" اس نے اخلاقاً پوچھا وہ مسکرائی۔

"ادھر سے رپورٹس لینی تھیں تو میری میڈ اندر گئی ہوئی ہے۔" اس کی اس لڑکی سے کیا اس کی فیملی کے کسی ممبر سے بھی برائے نام ذرا بھی بے تکلفی تک نہ ہوئی تھی بڑا الیا دیا انداز رکھتا تھا وہ۔

"میں نے آپ کو بہت مس کیا ہے۔ میں نے کافی انتظار کیا آپ اس کے بعد آئے ہی نہیں پھر میں گھر شفٹ ہوگئی۔ ڈیڈ سے ابھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں ورنہ میں آپ سے ملنے ضرور آتی۔" وہ لڑکی مزید بے تکلفی سے کہہ رہی تھی ولید چونک گیا۔

"مجھ سے ملنے وہ کیوں بھلا؟"

"آپ میرے محسن ہیں مجھے ہسپتال لے کر آئے اب مجھ پر فرض تھا کہ آپ کے پاس آ کر آپ کا شکریہ ادا کرتی۔" وہ لڑکی مسکرائی تھی وہ دیوار کے سہارے کھڑی تھی شاید اسے کھڑے ہونے میں تکلیف تھی۔

"جی ایسی کوئی بات نہیں آپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا میں اس کی مدد کرتا۔" ولید نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہی بات تو مجھے اٹریکٹ کی ہے ورنہ آج کے دور میں کون ایسے اخلاق نبھاتا ہے۔"

"جی اپنی اپنی سوچ ہے میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔" ولید نے کندھے اچکائے۔ تبھی اس کی میڈ رپورٹس لیے اس کے پاس آ گئی تھی اور اس کا بازو تھام کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"آپ کو شاید چلنے میں دشواری ہے؟" ولید نے یونہی پوچھ لیا۔

"جی بس ٹانگ کی چوٹ پرابلم کررہی تھی اسی لیے تو آج ٹیسٹ کروائے ہیں۔" اپنی میڈ کے سہارے کھڑی وہ بتارہی تھی۔

"ولید صاحب آپ کا کوئی وزیٹنگ کارڈ ہے تو پلیز مجھے دے دیں میں جب بھی ٹھیک ہوئی آپ سے ملنے آؤں گی۔ آپ کا ایک وزیٹنگ کارڈ ڈیڈ کے پاس ہے تو سہی مگر آپ مجھے دے دیں تو مہربانی ہوگی۔" ولید بھلا کیا کہہ سکتا تھا بس مسکرا دیا۔

"وائے ناٹ۔" ولید نے اپنی پاکٹ میں سے اپنا والٹ نکال کر اپنا اور احسن کا مشترکہ وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس لڑکی کو تھمادیا۔

"شکریہ۔"

"اس میں آپ کا سیل نمبر کون سا ہے؟" کارڈ کو غور سے دیکھتے اس نے سر اٹھا کر پوچھا۔

"یہ دوسرے نمبر والا۔" ولید نے کارڈ پر انگلی رکھ کر نشاندہی کی تو وہ لڑکی مسکرادی۔

"بہت بہت شکریہ۔"

"ایکسکیوزمی۔ آپ کو میرا نام تو یاد ہے مگر میں آپ کا نام بھول چکا ہوں۔" ولید نے کہا تو وہ حیرت زدہ رہ گئی۔ وہ اچھی خاصی حسین لڑکی تھی لڑکے اس کا نام ایک بار سن کر کبھی بھولتے نہیں تھے اور یہ شخص بھول چکا تھا۔

"آپ واقعی مجھے بھول چکے ہیں۔" وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں خیر آپ کو تو نہیں بھولا ہاں آپ کا نام ذہن میں نہیں آرہا۔" ولید نے کہا تو لڑکی محض سر ہلا کر رہ گئی۔

"کاشفہ نام ہے میرا سب پیار سے مجھے کاشی کہتے ہیں۔"

"آئیں کہیں بیٹھتے ہیں اب مجھ سے مزید کھڑا نہیں ہوا جائے گا۔" لیبارٹری روم کے باہر بیٹھنے کا کوئی انتظام نہ تھا سو کاشفہ نے کہا۔

"نہیں آئی ایم سوری میں بیٹھ نہیں سکتا وہاں ڈاکٹر کے روم میں بابا میرا انتظار کررہے ہوں گے میں نے ادھر سے رپورٹس لینی تھیں۔" ولید نے معذرت کرلی تھی۔

"اوکے پھر میں آپ سے رابطہ کروں گی اب آپ کا سیل نمبر تو میرے پاس ہے ہی میں کال بھی کروں گی سی یو۔" وہ کہہ کر اپنی میڈ کے سہارے چلتی وہاں سے نکلی تو ولید غیر معمولی طور پر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

"عجیب لڑکی تھی۔" ولید کو یاد آیا کہ اس نے رپورٹ لینی ہے وہ سر جھٹکتے روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

تابندہ بی کو اگلی صبح پتا چلا تھا کہ شہوار نہیں جارہی فطری طور پر ان کے دل میں اس کے نہ جانے سے پریشانی پیدا ہوئی تھی مگر اس نے سب کو ماں کی خراب طبیعت کا کہہ کر مطمئن کردیا تھا۔ وہ لوگ چلے گئے تو شام تک تابندہ بی کی طبیعت کافی بحال ہوچکی تھی وہ رات گزری اور اگلا دن شروع ہوگیا۔ شہوار کا رویہ ان کے ساتھ بدستور تھا مگر یہ تھا کہ وہ بغیر کوئی بات کیے صرف ان کی طبیعت کا خیال رکھ رہی تھی وقت پر کھانا میڈیسن اور آرام سب دیکھ رہی تھی۔ انہیں بستر سے

اترنے نہیں دے رہی تھی۔ کئی بار تابندہ بی کا جی چاہا کہ اس سے مصطفیٰ سے متعلق رشتے پر بات کریں مگر شہوار کا انداز ایسا دو ٹوک اور لاتعلقی والا تھا کہ وہ چاہ کر بھی اس سے کچھ کہہ نہ سکیں۔

اس سے اگلا دن گزرا تو انہیں فکر مندی سی ہونے لگی تھی' شہوار کا رویہ بہت ہی ڈس ہارٹ کرنے والا تھا وہ ان سے سوائے آپ کیسی ہیں؟ بخار اترا؟ تھکن تو محسوس نہیں ہو رہی؟ کچھ کھانے کو دوں؟ وغیرہ کے سوالات کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کر رہی تھی۔ بابا صاحب خود کئی بار پوچھ چکے تھے کہ شہوار سب کے ساتھ کیوں نہیں گئی۔ وہ ساری رات تابندہ بی نے بہت کچھ سوچتے گزاری تھی۔ سب کو واپس لوٹے دو دن ہو چکے تھے' نکاح کے بعد واپس سب کے ساتھ شہوار کا چلے جانا اس لیے بھی ضروری تھا کہ وہاں اس کی تعلیم کا حرج ہو رہا تھا۔ نکاح سے پہلے وہ چند دن آئی تھی اب نکاح کے بعد یہ دن انہیں پریشان کر رہے تھے۔ اگلی صبح نماز کے بعد انہوں نے شہوار کو اپنے کمرے میں آنے سے پہلے خود اس کے کمرے میں جانا ضروری سمجھا تھا۔ وہ اب شہوار سے واپسی کے پروگرام کے متعلق بات کرنا چاہتی تھیں۔ شہوار انہیں دیکھ کر چونکی تھی۔ وہ اندر آ گئیں تو وہ جائے نماز لپیٹتے ان کے پاس چلی آئی۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے اب؟" حسب توقع سوال تھا تابندہ بی مسکرائیں۔

"میں اب بالکل ٹھیک ہوں مجھے تم سے بات کرنی تھی سوچا خود ہی آ کر کر لوں۔" وہ اس کے بستر پر بیٹھ گئی تھیں۔

"تم سب کے ساتھ واپس کیوں نہیں گئیں؟" شہوار کی خاموشی پر انہوں نے پوچھا۔

"کیونکہ میں اب وہاں واپس جانا ہی نہیں چاہتی۔" شہوار کا جواب ان کے خدشے کے عین مطابق تھا۔ تابندہ بی کا دل کانپا تو وہ بلاوجہ خوف زدہ نہ تھیں یہی خدشے تھے جو انہیں ہولا رہے تھے۔

"کیوں......؟"

"وجہ آپ کو معلوم ہے۔" شہوار کا اٹل انداز تھا۔

"شہوار میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں' میرے لیے اور پریشانیاں مت بڑھاؤ۔" انہوں نے بہت دکھ سے اسے دیکھا۔

"میں آپ کی پریشانی کی وجہ نہیں پوچھوں گی کیونکہ اول روز سے آپ نے نہ مجھے اپنی پریشانیوں میں شامل کیا اور نہ ہی اپنے رازوں میں' اس لیے میں اب آپ سے کیا کسی سے بھی اب کوئی بحث نہیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"شہوار...... تمہارے اس طرح کے رویے سے تمہیں خود کو کتنا نقصان پہنچ رہا ہے' جانتی ہو۔ خاص طور پر تمہاری تعلیم' تمہارا اتنا قیمتی سال ہے نکاح سے پہلے یہاں آ کر رکنا چلو طے تھا مگر اب رکنے کا کوئی جواز نہیں۔ تمہاری تعلیم کا حرج ہو رہا ہے۔" انہوں نے سمجھانا چاہا۔

"اول تو یہ کہ میں آپ پر واضح کر دوں کہ میں اگر یہاں آئی تھی تو یہ سوچ کر نہیں آئی تھی کہ یہاں آ کر مجھے نکاح کروانا ہے بلکہ جب نکاح کا فیصلہ مجھے سنا دیا گیا تو میں یہ طے کر کے آئی تھی کہ مجھے اب واپس نہیں جانا جب رشتے ناطوں میں بھروسہ' اعتماد' اعتبار ہی نہ ہو تو وہاں تعلیم کچھ کام نہیں آتی۔ میرا اعتماد' میرا بھروسہ اور اعتبار ہر جذبہ صرف آپ کی ذات سے تھا جب آپ نے اس رات میری کوئی کال ریسیو نہیں کی تھی تو میں وہاں کیوں رکتی اور کس لیے؟ وہ میرے خون کے رشتے نہ تھے میرا خون کا صرف ایک رشتہ تھا اور وہ آپ تھیں' جب آپ نے مجھے غیروں کی طرح ٹریٹ کیا تو وہاں رک کر میں کیا کرتی؟ ان لوگوں کے مجھ پر اس قدر احسانات ہیں کہ میں مر کر بھی اس کا بدلہ نہیں چکا سکتی' ہاں بس احسان شناسی کی یہ حد نبھائی کہ اس نکاح کے لیے گردن جھکا دی۔ اس سے زیادہ نہ میرے بس کی بات تھی اور نہ کر سکتی ہوں۔" شہوار کے لب و

لہجے میں اس قدر تلخی تھی کہ تابندہ بی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"تم...... تم...... واپس نہیں جاؤ گی۔ تمہاری تعلیم' تمہارا کالج......؟" وہ ایک دم خوف زدہ ہوئی۔

"میں آپ کو اس رات جب بابا صاحب کی وجہ سے اِدھر آئی تھی اور اگلی صبح ماں جی وغیرہ کے ساتھ واپس جا رہی تھی تب بہت تفصیل سے کہہ چکی تھی کہ اگر آپ لوگوں نے یہ فیصلہ کرنا ہے تو پھر میں اپنی تعلیم چھوڑ کر حویلی آ جاؤں گی۔ وہ سب میں نے محض کلامی نہیں کہا تھا مجھے اب واپس نہیں جانا' مزید نہیں پڑھنا' اس رات اگر آپ میری کال ریسیو کر لیتیں تو شاید میں یہاں نہ آتی مگر اب واپس جانا میرے لیے ممکن نہیں۔" اس کا انداز بہت حتمی تھا۔

"تم پڑھائی چھوڑ چکی ہو؟" وہ حیرت زدہ تھیں۔ انہیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایک ایسا انتہائی فیصلہ بھی کر سکتی ہے۔

"یہی سمجھ لیں۔" شہوار کا لہجہ قطعی تھا۔ تابندہ بی کے اندر شدید اذیت نے سر ابھارا۔

"تم اپنا نقصان کر رہی ہو؟" ان کی آواز شدت کرب سے کپکپا اٹھی تھی۔

"جب عزتِ نفس جیسے نقصان گوارا کر لیے ہیں تو پھر یہ تو کوئی نقصان ہی نہیں۔ امی! مجھ جیسے لوگ جو دوسروں کے ٹکڑوں پر پلتے ہیں یا تو ان کے اندر انا' خودداری اور عزتِ نفس جیسے جذبات سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتے اگر اگر کسی میں پیدا ہو جائیں تو انتہا کی حد تک زور آور ہوتے ہیں اور ان لوگوں کا احسان کیوں جھٹلاؤں ان لوگوں نے ہمیں اپنے احسانات کے نیچے اس قدر دبا لیا ہے کہ اب عزتِ نفس کا سوا دبہت تکلیف دے رہا ہے۔ امی! میں نے آج تک ان لوگوں کو سر اٹھا کر کبھی غور سے نہیں دیکھا' اس لیے نہیں کہ میرے اندر احساسِ کمتری تھا صرف اس لیے کہ ان لوگوں کے احسانات نے مجھے کبھی گردن اٹھانے ہی نہیں دی انہوں نے پہلے دل خریدے تھے احسانات کی بدولت اور میں نے ان کو بہت اونچا مقام دیا تھا اب بھی مقام برقرار ہے مگر مجھے یا تو عزتِ نفس کا سودا گوارا نہیں اگر کر بھی لوں تو پھر یہ رشتہ گوارا نہیں۔" کتنی مشکل باتیں کر رہی تھی شہوار۔ تابندہ بی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ کیا یہ وہی شہوار تھی جو کبھی ان کے سامنے سر اٹھا کر کلام نہ کرتی اور آج ان کا دل دکھ سے بھر گیا۔ ان کا دل چاہا کہ اس کے سامنے ہر بات آشکار کر دیں مگر اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔ پانی سر سے گزر چکا تھا یہ وہ جوا تھا کہ اسی کھیل میں انہوں نے اپنی جوانی' اپنے جذبات' اپنے احساسات ہر چیز داؤ پر لگا دی تھی اور آج حاصل حصول زیرو تھا۔ محض ایک محبت کے لیے انہوں نے ہر چیز قربان کر دی تھی مگر آج خالی ہاتھ تھیں۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں' انہیں لگ رہا تھا کہ ان کے پاؤں لڑکھڑا رہے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے کئی چہرے آ رہے تھے بہت سے چہرے اور ایک چہرہ ان کی خالہ بی کا تھا۔

"یہ غلطی مت کرو واپس آ جاؤ' کس کے لیے یہ سب کر رہی ہے جس کے لیے کر رہی ہے وہ تو رہا نہیں پھر کس نے تیرے احسانوں کو دیکھا ہے؟ ایک بہت لمبا اور طویل سفر ہے' تھک جائے گی تُو نجانے راہ میں کیا کیا دکھ سہنا پڑیں؟" کوئی آواز اب بھی کہہ رہی تھی۔

"نہیں خالہ میں کر لوں گی' میں سب سہہ لوں گی محبت میں نفع نقصان نہیں دیکھا جاتا۔ محبت تو بس دینے کا نام ہے وہ نہیں رہا مگر اس کی اولاد ہے اور اس جود کو میں دشمنوں میں چھوڑ نہیں سکتی' مجھے اب اس کا سہارا بننا ہے اور یہ حویلی ہی مجھے پناہ دے گی' باہر کی دنیا میں اب میرے لیے کچھ نہیں رہا۔ مجھے بار بار مت اکسائیں میں نے فیصلہ کر لیا ہے اور فیصلے بدلا نہیں کرتے۔" برسوں پہلے کی کہی ان کی اپنی آواز کی بازگشت ان کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ آج ان کو بیتا وقت یاد آ رہا تھا۔ انہوں نے ایک مردے سے محبت نبھائی تھی مگر زندہ وجود ان کی قربانیوں سے

بے خبر تھا۔ انہوں نے بہت دکھ سے شہوار کو دیکھا وہ نظریں جھکا گئی۔ کہنے کو ان کے پاس بہت سی باتیں تھیں، بہت سی دلیلیں مگر انہوں نے لب سی لیے۔ شہوار نے انہیں یوں لرزتے قدموں سے چلتے دیکھا تو اس کا دل کانپا، اسے احساس ہوا کہ وہ بہت سخت الفاظ استعمال کرچکی ہے۔

''امی......!'' وہ فوراً آگے بڑھی تھی ماں کا بازو تھاما تھا۔

''تمہارے باپ کے لیے میں نے ایک زندگی وار دی، میں نے وعدہ وفا کیا۔ میرا مقصد پورا ہوا، خوش رہو آباد رہو۔'' انہوں نے اس کا بازو ہٹاتے باہر کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔

''امی! آپ میرے لیے سب کچھ ہیں آپ اگر مجھے نہیں سمجھیں گی تو پھر میں کس سے جا کر کہوں؟ یہ سودے انسان تب قبول کرتا ہے جب کہیں دل میں گنجائش نکلتی ہو۔ اس گھر میں رہتے ہوئے ہر آن، ہر لمحہ میرے ذہن نے مجھے صرف یہی باور کروایا کہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں، بہت اونچے مرتبے والے اور عزت دار لوگ ہیں ہم جو اُن کے ملازمین میں بھی شمار نہیں ہوتیں ہم پر اگر احسان کیا جارہا ہے تو اس کے عوض آپ نے ہر آن، ہر لمحہ اس حویلی کا خیال بھی تو رکھا ہے بابا صاحب کا دھیان رکھا مگر ذہن میں کبھی وہم و گمان نہ کیا ان سے کوئی نیا رشتہ بنانا پڑے گا کیونکہ ادھر دل میں گنجائش نہ تھی میں ان لوگوں کو آقا کے طور پر قبول کر کے ساری عمر غلامی قبول کرنے کو تیار تھی مگر یہ رشتہ داری طلب نہ تھی؟'' ماں کے سامنے دوبارہ کھڑے ہوکر ان کے دونوں ہاتھ تھام کر کہا تو آنسو بے اختیار بہہ نکلے تھے۔

''شہوار میں نے کبھی نہیں سوچا کہ زندگی میں ایک ایسا موڑ بھی آئے گا آج مجھے لگ رہا ہے کہ اس حویلی میں آنے کا برسوں پہلے جو فیصلہ میں نے کیا وہ غلط تھا۔ آج مجھے شدت سے اپنے فیصلے کے غلط ہونے کا احساس ہورہا ہے۔'' تابندہ بی ایک دم رو دیں تو شہوار کو لگا کہ اس کے دل کو کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا ہے۔

''امی واپس چلیں وہیں جہاں سے ہم آئی تھیں۔'' ماں کو روتے دیکھ کر وہ خود بھی ضبط کھو بیٹھی تھی، ایک دم ان کو بازوؤں کے حصار میں لے کر کہا۔

''نہیں...... بہت مشکل ہے اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں بچا۔ اب کچھ نہیں رہا...... اب ناممکن ہے وہاں صرف راکھ باقی ہے، کوئی نشان باقی نہیں، کن رستوں پر چلوں مجھے تو خود علم نہیں؟'' وہ سسک اٹھی تھیں۔

''میرے باپ کا خاندان......؟'' شہوار نے کہا تو تابندہ نے اسے دیکھا۔

''کیا ابھی ہر سوال کا جواب چاہیے تمہیں؟'' انہوں نے خود کو سنبھالا۔

''امی آپ میری ذہنی کنڈیشن کا اندازہ نہیں لگا سکتیں، مجھے لگتا ہے کہ اگر مجھے میرے سوالوں کا جواب نہ ملے تو میرا دماغ پھٹ جائے گا۔'' وہ بڑی بے بس تھی اس معاملے میں۔ تابندہ نے اسے دیکھا تو اس پر ترس آیا۔ انہوں نے ایک گہرا سانس لیتے خود کو پرسکون کرنا چاہا۔

''تم واپس نہیں جارہیں پھر؟'' انہوں نے پھر وہی بات کی تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔ تابندہ بی چند پل اسے دیکھتی رہیں اور پھر آہستگی سے اس کا بازو ہٹا کر حصار ختم کرتے وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

شہوار بس خاموشی سے انہیں باہر جاتا دیکھتی رہی۔

(انشاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

[illegible]

اُم ثمامہ

بس ایک ہی خواہش تھی کہ ہم چاند کو چھولیں
اس ایک ہی خواہش نے ہمیں مار دیا
کس کس سے چھپائیں دلِ بیمار کی حالت
احوال کی پرستش نے ہمیں مار دیا

اماں جی تسبیح پڑھتی ہوئی کچن میں داخل ہوئیں تو انابیہ اور صابرہ کو مصروف دیکھ کر واپس پلٹنے لگیں۔ آج فائز کے کچھ کولیگ رات کے کھانے پر آرہے تھے وہ دونوں اس کی تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں۔

''کوئی کام تھا اماں بی!'' انابیہ نے اماں بی کو چپ چاپ واپس پلٹتے ہوئے دیکھ کرنا گواری سے پوچھا۔

''بس بیٹی! کچھ خاص نہیں، آج صابرہ شام کی چائے دینے نہیں آئی تو دیکھنے چلی آئی، سب خیر تو ہے تم دونوں کو کام میں مصروف دیکھ کر اندازہ ہوگیا۔'' وہ دھیرے سے بولیں جیسے کوئی جرم کرلیا ہو۔

''آپ کو پتا تو ہے کہ فائز ابھی آفس سے نہیں آئے، ال سو رہی ہے اور میں شام کی چائے پیتی نہیں ہوں، اس لیے ابھی تک چائے نہیں بنائی۔'' انابیہ نے اماں بی کو وضاحت دی، لہجے کی بے زاری کو اماں بی نے واضح طور پر محسوس کیا اور وہ چپ چاپ لاؤنج پر رکھے صوفے پر جا کر بیٹھ گئیں۔

''آج کل کے بوڑھے بھی ناں، کسی کام میں ذرا دیر سویر ہوجائے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔'' کچن سے اپنے بیڈ روم کی طرف واپس جاتے ہوئے انابیہ کی آواز بخوبی لاؤنج تک آرہی تھی، اماں بی کی بوڑھی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

تھوڑی دیر بعد صابرہ بھی کچن کا کام ختم کر کے جاچکی تھی اور جاتے ہوئے وہ بھی چائے بنانا بھول گئی تھی، ملازم بھی تو گھر کے افراد کو مالک کی منشا کے مطابق اہمیت اور عزت دیتے ہیں، اس میں بھلا صابرہ بے چاری کا کیا قصور، سدا کی بھولی اماں یہ سوچتے ہوئے خود ہی اپنے لیے چائے بنانے کچن کی طرف چل دیں (دراصل اماں بی کو شام کی چائے پیے بنا عجیب سی بے چینی کا احساس ہوتا تھا اس لیے پوچھنے چلی آئیں ورنہ وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی رہتی تھیں)۔

ماسٹر جی کے ہوتے ہوئے اماں بی نے بڑا اچھا وقت گزارا تھا۔ اپنی مرضی سے کھایا، پیا اچھے سے اچھا پہنا، سب

کام احسن طریقے سے کیے اب ماسٹر جی رہے نا وہ اچھا وقت...... دیگچی میں پانی کب سے کھول رہا تھا' اماں بی نے اس میں چائے کی پتی ڈالی اور دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کرنے لگیں۔

انابیہ کسی کام سے کچن کی طرف آئی تو اماں بی کو چائے بناتے دیکھ کر بولی۔

''اماں اگر آپ چائے بنا ہی رہی ہیں تو ایک کپ میرا ابھی بنا لیں' پلیز ویسے تو میں شام کی چائے پیتی نہیں ہوں پر صبح سے اتنا کام تھا کہ اب سر میں درد ہونے لگا ہے۔'' اماں بی نے چپ چاپ چائے کے پانی میں ایک کپ کا اضافہ کردیا۔

☆......☆......☆

ابھی فائز دس سال کا تھا کہ ماسٹر جی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے' اماں بی نے جوانی میں ہی بیوگی کا داغ ماتھے پر سجائے بڑے کٹھن حالات کا نہایت صبر وشکر سے مقابلہ کیا' ماسٹر جی کی پنشن آتی تھی کچھ گھر میں سلائی کڑھائی کا کام کیا' ایک ہی بیٹا تھا دن رات محنت مشقت کرکے اسے اعلیٰ تعلیم دلوائی اور پھر اماں بی کی دعاؤں سے اسے ایک فرم میں اچھی پوسٹ پر جاب مل گئی تھی' اماں بی اسے دیکھ کر ہی جیتی تھیں' ہر ماں کی طرح اب ان کی بھی آرزو تھی کہ گھر میں بہو آئے اور گھر کا خاموش آنگن ننھے بچوں کی قلقاریوں سے گونج اٹھے' اماں بی نے فائز سے بات کی تو انہوں نے کچھ ہچکچاتے ہوئے اماں بی کو انابیہ کے بارے میں بتایا۔

انابیہ سے فائز کی ملاقات آفس کی طرف سے ہونے والی ایک کانفرنس میں ہوئی تھی' وہ خوب صورت اور پڑھی لکھی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک الٹرا ماڈرن گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اور پھر ہمیشہ دعائیں دینے والی اماں بی کو کیا اختلاف ہوسکتا تھا وہ تو اپنے بیٹے کی خوشی میں خوش تھیں اور یوں انابیہ لاہور سے بیاہ کر کراچی آگئیں۔

☆......☆......☆

صبح کاذب کا وقت تھا سورج کی ننھی ننھی کرنیں اندھیرے کو شکست دے کر روشنی پھیلانے کو بے تاب تھیں' اماں بی نمازِ فجر سے فارغ ہوکر لان میں بیٹھی رنگ برنگی چڑیوں کو اپنے پروردگار کی حمد وثناء کرتے دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں کہ اتنے میں اہل کے کمرے میں سے عجیب بے ہنگم شور کی آوازیں آنے لگیں' اماں بی کی تسبیح پر چلتا ہاتھ تھم گیا وہ آہستہ روی سے اوپر پوتی کے کمرے کی سیڑھیاں چڑھنے لگیں' کئی بار دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد اہل نے دروازہ کھولا تو سامنے دادی کو دیکھ کر ناگواری کا ایک احساس چہرے پر واضح تحریر کی طرح ثبت ہوگیا تھا۔

''کیا بات ہے گرینڈ مام! آپ نے آج صبح صبح تکلیف کی؟'' وہ ماں باپ کے رنگ میں پوری طرح رنگ چکی تھی۔

''بیٹا! اس کان کو پھاڑتی آواز کو بند کردو تو کوئی آواز سنائی دے۔'' اہل نے بڑبڑاتے ہوئے میوزک سسٹم کو آف کیا اور دروازے پر کھڑی دادی کے سامنے پھر سے کھڑی ہوگئی' نہ اس نے اماں بی کو اندر آنے کا کہا نہ وہ اندر آئیں۔

''بیٹا! ہم مسلمان ہیں صبح صبح یہ ناچ گانا ہم کو زیب نہیں دیتا' صبح سویرے اٹھ کر سب سے پہلے اپنے ربّ کے آگے سجدہ ریز اور پھر کلامِ الٰہی سے فیض یاب ہونا چاہیے اور پھر صبح کی سیر تو انمول نعمت ہے۔''

''گرینڈ مام! آپ اتنا اچھا اسلامک لیکچر دیتی ہیں' آپ کوئی مدرسہ جوائن کرلیں آپ کا ٹائم بھی پاس ہوجائے گا اور خرچا بھی نکل آئے گا۔'' اتنے نایاب مشورے کے بعد دروازہ کھٹ سے بند ہوگیا تھا' لفظوں کی گونج اور میوزک کا شور اعصاب پر ہتھوڑے برسانے لگا اور اماں بی بوڑھے قدموں کے ساتھ دھیرے دھیرے سیڑھیاں اترنے لگیں۔

☆......☆......☆

اماں بی نے بہو کے سارے چاؤ پورے کیے ایک مہینے تک کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیا' سونے آنگن میں جب انابیہ کی چوڑیاں کھنکتیں' دھانی آنچل لہراتا اور فائز ڈھیر ساری محبت آنکھوں میں سموئے اسے دیکھے جاتا تو اماں جی نہال ہوجاتیں۔

مہینے بعد اماں نے اس کے ہاتھ سے کھیر پکوانی چاہی تو اس نے دو ٹوک لہجے میں منع کردیا کہ مجھ سے یہ گھرداری کے کام نہیں ہوتے نہ تو مجھے یہ کام آتے ہیں اور نہ مجھے ان کے لیے فرصت ہے' اس نے کراچی آفس میں اپنا تبادلہ کروالیا تھا' سو اماں بی جو سوچ رہی تھیں کہ اب سب کچھ بہو کی نگرانی میں دے کر بڑھاپا اللہ اللہ کرتے گزاریں گی مزید کاموں کے بوجھ تلے دب کر رہ گئیں۔

انابیہ اور فائز صبح سویرے آفس چلے جاتے شام کو واپسی کے بعد تیار ہوتے اور کہیں نہ کہیں گھومنے نکل جاتے اور اکثر رات گئے تک واپسی ہوتی رات کا کھانا وہ باہر ہی کھالیتے' اماں بی دسترخوان پر کھانا سجائے سجائے بھوکی ہی سوجاتیں' اماں بی کی تنہائی میں اب بیٹے اور بہو کی بے رخی کا دکھ بھی شامل ہوگیا تھا مگر ہمیشہ کی صابر وشاکر اماں بی کو شکوہ کرنا تو آتا ہی نہیں تھا۔

وقت دھیرے دھیرے گزرنے لگا' ایک دن ایک خبر نے اماں بی کی تنہا اور اداس دنیا میں خوشیوں کے ڈھیروں پھول کھلا دیئے' شادی کے تین سال بعد انابیہ نے انہیں خبر دی کہ وہ دادی بننے والی ہیں اس وقت کا تو وہ دن گن گن کر انتظار کررہی تھیں۔ اماں بی نے انابیہ کو ہتھیلی کا چھالا بنالیا وہ اسے ہل کر پانی بھی نہیں پینے دیتی تھیں' سارا دن گھن چکر بنی رہتیں' فائز نے انہیں ایک جز وقتی ملازمہ رکھ دی تھی' کبھی انابیہ کے لیے بکرے کے پائے کا سوپ بنتا تو کبھی لال لال اناروں کا جوس' جو وقت بچتا وہ اپنی بوڑھی انگلیوں میں سلائیاں پھنسائے آنے والے ننھے مہمان کے لیے سوئیٹر بننے لگتیں۔

بالآخر انتظار ختم ہوا انابیہ کے یہاں ایک خوب صورت اور صحت مند بچی کی ولادت ہوئی' اماں کو تو ہفت اقلیم کی دولت مل گئی' بچی کا نام اماں بی نے اہل رکھا' اماں بی اہل کے ننھے ننھے کاموں میں الجھ کر ساری تنہائی اور اداسی بھول بیٹھی تھیں' کبھی وہ اس کی زیتون کے تیل کی مالش کرتیں' کبھی اس کی بڑی بڑی غلافی آنکھوں میں گھر کا پسا سُرمہ لگاتیں' کبھی اللہ ہو اللہ ہو کی لوری سے روتی ہوئی اہل کو چپ کرواتیں' اماں بی بنا تھکے سب کچھ کیے جاتیں حالانکہ ان کی عمر اب آرام کرنے کی تھی۔

انابیہ کو بچی سے کوئی خاص انسیت نہیں تھی وہ پھر سے آفس جانے لگی تھی۔ وقت کے پنچھی نے ایک اور اڑان بھری' اہل پاؤں پاؤں چلنے لگی تھی۔ انابیہ کے آزادانہ طرزِ زندگی اور آفس کے باس کے ساتھ دوستی کی وجہ سے فائز کی ترقی ہوگئی گھر بیچ کر بنگلہ لے لیا گیا گھر سے شفٹ ہوتے ہوئے اماں بی بے تحاشا روئیں' یہ گھر ان کے مرحوم شوہر نے بہت چاہ سے بنوایا تھا مگر اب یہاں انابیہ اور فائز کا دم گھٹتا تھا اور پھر یہ کوئی اسٹیٹس سمبل ایریا بھی نہیں تھا۔

اہل اسکول جانے لگی تھی گھر میں حرام کمائی آنے لگی تو گھر سے برکت اٹھ گئی' گھر بڑا مگر دل چھوٹے ہوگئے' انابیہ نے اہل کے لیے ایک آیا رکھ لی تھی بقول اس کے اماں بی اہل کی پرورش دقیانوسی طریقے سے کررہی ہیں' اس طرح میری بیٹی دب کر رہ جائے گی اور بڑے ہوکر ہماری سوسائٹی میں موو نہیں کرسکے گی۔

اماں بی اب تمام کاموں سے فارغ تھیں وہ اک عضو معطل کی طرح بس اپنے کمرے میں پڑی رہتی تھیں' ایک بار پھر تنہائی اماں بی کا مقدر ٹھہری تھی۔ عشاء کی اذان کی آواز کانوں میں پڑی تو اماں بی نے یادوں کا البم دل کے طاق پر سنبھال کر رکھا اور وضو کرنے چل دیں۔

''اہل ڈارلنگ جلدی سے تیار ہوکر نیچے آجاؤ' دیر ہو رہی ہے۔ تمہارے پاپا پارٹی میں ہمارا انتظار کررہے ہوں گے۔'' انابیہ نے مختصر سے شیفون کے بلاؤز کے ساتھ نیٹ کی ساڑھی پہن رکھی تھی' اپنی ساڑھی کے فال ٹھیک کرتے ہوئے وہ نیچے کھڑی اہل کو آوازیں دے رہی تھیں۔

اماں بی عشاء کی نماز پڑھنے اور کھانا کھانے کے بعد اپنے کمرے کی طرف جارہی تھیں' جب اہل اپنے بیڈ روم سے برآمد ہوئی' بغیر آستینوں کی قمیص حد سے زیادہ باریک کپڑے کا پاجامہ کافی کھلا گریبان اور گلے میں دوپٹے کی زحمت بھی نہیں کی گئی تھی۔ لڑکی ذات کم عمری کا حسن اور اتنا کھلا دعوتِ نظارہ اماں بی کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔

''بیٹا اگر باہر جارہی ہو تو کوئی ڈھنگ کے کپڑے پہن لیتیں۔'' اماں بی نے عادت سے مجبور ہوکر مشورہ دے ڈالا۔

''فارگاڈ سیک گرینڈ مام! یہ فیشن ہے اور پاپا نے چند دن پہلے میری اسکولنگ ختم ہونے پر یہ ڈریس مجھے گفٹ کیا ہے۔'' وہ کھٹ کھٹ کرتی حیا اور شرم کو اپنی ہائی ہیل کے

نیچے رونق سیڑھیاں اتر گئی۔

''اب ساری پارٹی بور گزرے گی' گرینڈ مام کو کتنی بار کہا ہے جاتے ہوئے مت ٹوکا کریں' مام مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ہم ایک جیل میں رہتے ہیں اور ایک پہرے دار آل ٹائم ہمارے سروں پر سوار رہتا ہے۔'' کمرے کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے ہر بار کی طرح اماں بی نے دل دکھانے والے چند جملے ضرور سن لیے تھے۔

یہ وہی امل تھی جس کے لیے اماں بی بڑھاپے میں جوان ہوگئی تھیں مگر والدین نے بچی کو جو ماحول دیا جیسی تربیت کی یہ سب اس کا ردِعمل تھا لیکن مغربی معاشرے کی اندھی تقلید نے انسان کو اتنا بے حمیت کردیا ہے کہ اسے باپ بیٹی کے رشتے کے تقدس کا پاس بھی نہیں تھا ایسے کپڑے امل کو فائز نے دلائے تھے' اماں بی نے فائز کی تمام ضرورتیں بطریق احسن پوری کی تھیں یا پھر یہ انابیہ کی صحبت کا اثر تھا۔ اماں بی ساری رات فائز' انابیہ اور امل کی سلامتی اور راہ راست پر آنے کی دعائیں کرتی رہیں۔

''فائز مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی؟'' انابیہ نے بیڈ ٹی بناتے ہوئے فائز کو پکارا۔ رات پارٹی میں بہت دیر ہوگئی تھی اور اب تقریباً بارہ بجے سب کی صبح ہوئی تھی۔

''فرمائیے بیگم صاحبہ! بندہ ایک عرصے سے آپ کی ہی سن رہا ہے۔'' فائز نے شیشے میں اپنے بال سنوارتے ہوئے خوش گوار موڈ میں کہا۔ رات والی پارٹی بڑی شان دار رہی تھی انابیہ اور امل کی وجہ سے فائز ہر سین میں آگے آگے رہا تھا اور اب ترقی کی ایک اور سیڑھی چڑھنا اس کے لیے آسان ہوگیا تھا۔

''وہ دراصل فائز......'' انابیہ نے ایک لمحے کے لیے رک کر بات کرنے کے لیے صحیح الفاظ کا چناؤ کیا۔ ''اماں بی کی وجہ سے امل گھر میں کافی ان ایزی فیل کرنے لگی ہے وہ اسے ہر کام میں ٹوکتی ہیں بلاوجہ کی نصیحتیں کرتی ہیں' مجھے ڈر ہے یہ روک ٹوک بچی کے ذہن پر بُرا اثر ڈالے گی' ان کا حلیہ اور لائف اسٹائل بھی کافی بیک ورڈ ہے' امل کے دوست باتیں بناتے ہیں۔'' انابیہ نے کیوٹکس کو کھرچتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو انابیہ! صاف صاف کہو؟'' فائز نے الجھے ہوئے لہجے میں ٹوکا۔

''فائز ہم تینوں کی اپنی اپنی مصروفیات ہیں' اپنی اپنی لائف ہے' ہم راتوں کو دیر سے گھر آتے ہیں ایسے میں اماں بی اکیلی گھر پر پڑی رہتی ہیں' ان کی دوائیاں' کھانا کچھ بھی انہیں وقت پر نہیں ملتا' صابرہ سے کتنی بار کہا کہ وہ شام کے بعد بھی رک جایا کرے مگر وہ مانتی ہی نہیں' ایسے میں اگر آپ بُرا نہ مانیں تو ایک مشورہ دوں؟'' ہاتھوں پر لوشن لگاتے ہوئے کن انکھیوں سے فائز کو دیکھتے ہوئے انابیہ نے بات آگے بڑھائی۔

''مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آیا' تم کیا کہنا چاہتی ہو؟'' فائز نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے انابیہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''میری ایک بہت اچھی دوست ہے مسز نایاب! انہوں نے ایسے تنہا بوڑھوں کے لیے ایک اولڈ ہوم کھولا ہے' وہاں کا نظام بہت اچھا ہے بالکل گھر جیسا ماحول ہے میں خود وہاں ہوکر آئی ہوں' ہم اماں بی کو وہاں بھیج دیتے ہیں' وقت پر کھانا' وقت پر دوائی اور سب سے بڑھ کر اپنی عمر کے لوگوں میں رہیں گی تو ان کا دل بہلا رہے گا اور پھر ہر ویک اینڈ پر ہم انہیں لے آیا کریں گے اور پھر دیکھا جائے تو یہ سب کچھ ہم ان کے بھلے کے لیے تو کررہے ہیں۔''

''مجھے بھی ان کی تنہائی کا خیال رہتا ہے مگر کیا کروں وقت ہی نہیں ملتا بات تو تمہاری کسی حد تک ٹھیک ہے مگر وہ اس بات پر کیسے راضی ہوں گی' انہیں دکھ ہوگا۔'' فائز نے پُرسوچ لہجے میں کہا۔

''ارے آپ فکر مت کریں میں نے اس کا حل سوچ لیا ہے' اماں بی کو پتا ہی نہیں چلے گا اور پھر ہم دیگر لوگوں کی طرح انہیں ہمیشہ کے لیے تھوڑا ہی بھیج رہے ہیں' ہر ویک اینڈ پر ہم انہیں گھر لایا کریں گے' تم دیکھنا ان کا دل جلدی ہی وہاں لگ جائے گا۔''

اور پھر انابیہ فائز کو دھیرے دھیرے کچھ سمجھانے لگی اور وہ ناسمجھ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اپنی جنت گنوا رہا ہے' وہ ان دعاؤں سے محروم ہونے جارہا ہے جو ہزار گناہوں اور غلطیوں کے باوجود اس پر ہمہ وقت سایہ فگن رہتی ہیں' وہ اس جھریوں سے بھرے دست شفقت کو کھو رہا ہے' جس کے لمس میں سوائے بے لوث پیار کے اور کچھ نہیں ہے۔

''اماں بی!'' فائز نے کمرے میں داخل ہوکر انہیں آواز دی جو آنکھوں کو بند کیے چپ چاپ گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک سن رہی تھیں۔ انہوں نے چونک کر فائز کی آواز پر آنکھیں کھول دیں' آج وہ جانے کتنے دنوں بعد ان کے کمرے میں آیا تھا' انہوں نے جلدی سے اٹھ کر اس کا ماتھا چوم لیا اور اسے صحت' ترقی اور نیکی کی ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں ان سے خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔

''اماں بی آپ سے ایک بات کرنی تھی؟'' فائز نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''بول بیٹا! بول میں تو تیری باتیں سننے کو ترس گئی ہوں' جب تو چھوٹا ہوتا تھا اپنی ہر بات مجھے بتاتا تھا' میں سن سن کر تھک جاتی تھی مگر تیری باتیں ختم نہیں ہوتی تھیں۔'' انہوں نے نم ناک لہجے میں کہا۔

''وہ دراصل اماں بی گھر میں کچھ تعمیراتی کام کروانا ہے' امل اور انابیہ تو لاہور آنٹی کے پاس چلی جائیں گی' آپ اتنا لمبا سفر کر نہیں سکتیں اور شہر میں ایسا کوئی عزیز ہے نہیں جس کے پاس آپ ٹھہر سکیں اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میرے دوست کی بیوی نے ایسے ہی کاموں کے لیے چند دن رہنے والوں کے لیے ایک گھر بنایا ہوا ہے' بہت اچھا ماحول ہے آپ کو وہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں چند دنوں کے لیے وہاں چھوڑ آؤں تاکہ آرام سے کام کرواسکوں۔'' فائز نے جلدی سے بات مکمل کی وہ ضمیر کی عدالت میں کھڑا نہیں ہونا چاہتا تھا۔

''ہاں ہاں بچے! تم بے فکر ہوکر مجھے چھوڑ آؤ' چند دن کی بات ہے کوئی بات نہیں' کام کے دوران میں اکیلی بوڑھی جان یہاں کہاں رہ پاؤں گی' انابیہ اور امل کب جارہی ہیں؟'' انہوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''بس اماں بی! ان کی کل کی فلائٹ ہے' آپ اپنا سامان پیک کرلیجیے گا' میں آپ کو کل شام وہاں چھوڑ آؤں گا۔'' یہ کہہ کر فائز جلدی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆......☆......☆

اماں بی کو اولڈ ہوم آئے آج تیسرا دن تھا یہاں کافی سارے بوڑھے اور بیمار لوگ رہتے تھے' اداس پریشان اور زندگی سے ہارے ہوئے مگر ان تین دنوں میں انہوں نے یہ بات ضرور نوٹ کی تھی کہ ان لوگوں کو کسی کا انتظار نہیں تھا' اماں بی زیادہ کسی سے بات چیت نہیں کرتی تھیں اور زیادہ تر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتی تھیں' انہیں انتظار تھا کہ کب کام ختم ہو' کب فائز انہیں آکر لے جائے' یہاں ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھا جاتا تھا مگر گھر تو گھر ہی ہوتا ہے۔ ایک مہینہ گزر گیا تھا' فائز صرف ایک بار ان سے ملنے آیا تھا اور ابھی کام ختم نہیں ہوا یہ کہہ کر چلتا بنا تھا۔

انہوں نے دبی دبی سرگوشیوں میں سنا کہ یہاں جو آتا ہے وہ کبھی گھر واپس نہیں جاتا' یہاں سے صرف اسے موت ہی لینے آتی ہے۔

مگر اماں بی کو پورا یقین تھا کہ ان کا فائز ایسا نہیں کرسکتا وہ کس طرح مشکل اور تنگدستی کے دن بھول سکتا ہے' جب اماں بی نے بھری جوانی میں کس کسمپرسی کے عالم میں اس کی پرورش کی خود بھوکے رہ کر اس کو کھلایا' انہیں پتا تھا کہ کام ختم ہوتے ہی وہ انہیں لے جائے گا مگر ان کا دل ان سب بوڑھے لوگوں کو دیکھ کر بہت کڑھتا تھا جن کے بچے کسی نا کسی وجہ سے انہیں چھوڑ گئے تھے' جیسے ان کا کوئی تعلق ہی ناں ہو' کیا ماں باپ انگلی پکڑ کر بچوں کو اس لیے چلنا سکھاتے ہیں کہ جب وہ زمانے کے ہم قدم ہو جائیں' دوڑنا سیکھ لیں تو ماں باپ کو لے کر اولڈ ہوم کے رستوں پر چل پڑیں؟

☆......☆......☆

''فائز میں سوچ رہی ہوں' ہم اماں بی کو واپس لے آئیں وہ گھر سے گئیں تو مجھے احساس ہوا گھر میں ایک بزرگ ہونا چاہیے' ان کے بغیر گھر بہت ویران لگتا ہے اور کل تو امل بھی انہیں یاد کررہی تھی۔'' انابیہ نے آفس سے گھر لوٹتے ہوئے فائز سے کہا۔ خود فائز کے دل پر اتنے دنوں سے اک بوجھ تھا جو انابیہ کی بات سن کر ہٹتا چلا گیا مگر انابیہ کی کایا پلٹ پر اسے حد درجہ حیرت ضرور ہوئی تھی اور پھر شام کو ہی وہ دونوں اماں بی کو لینے اولڈ ہوم پہنچ گئے۔

انابیہ اور فائز کو دیکھ کر اماں بی پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی' انہیں لگا وہ ان سب لوگوں کے سامنے سرخرو ہوگئیں' انہوں نے جلدی جلدی اپنا سامان

بیگ میں رکھا' بچپن میں جب بھی فائز حد درجہ تنگ کرتا اور اماں بی عاجز آجاتیں تو ماسٹر جی سے اس کی شکایت کرتیں اور وہ ہنس کر کہتے۔

''نیک بخت! آج کی یہ تھکن کل کو یہ بچے ہمیں آرام دے کر اتاریں گے۔''

وارڈن سے ملتے ہوئے انہیں اپنے مرحوم شوہر کی بات یاد آ گئی تو لب خود بخود مسکرانے لگے۔ انابیہ کا رویہ بھی کافی اچھا تھا وہ گاڑی میں سارے رستے اماں بی سے باتیں کرتی رہی' گھر واپس آ کر اماں بی کو کافی حیرانی ہوئی گھر جوں کا توں ہی تھا' کوئی کمی بیشی ظاہرا تو نظر نہیں آ رہی تھی' مگر انہیں ان چیزوں سے کیا فرق پڑتا تھا ان کے شکر کرنے اور خوش ہونے کے لیے یہی وجہ کافی تھی کہ ان کا بیٹا اور بہو انہیں گھر واپس لے آئے تھے۔

☆......☆......☆

صبح نماز فجر کے بعد اماں بی ایک کپ چائے بنانے کچن میں گئیں تو لاؤنج کچن سب کچھ ابتر حالت میں تھا' سامان بکھرا ہوا جا بجا کچرا پڑا ہوا' سنک میں گندے برتنوں کا ڈھیر' چائے پینے کے بعد وہ دھیرے دھیرے سب کچھ سمیٹنے لگیں' شاید کل صابرہ نے چھٹی کر لی ہو تبھی اتنا بکھیڑا ہو رہا ہے' یہ سوچتے ہوئے انہوں نے جھوٹے برتن بھی دھونے شروع کر دیئے' انہیں گندگی بالکل پسند نہیں تھی' انہوں نے اپنی زندگی صفائی نصف ایمان ہے کہ اصول پر گزاری تھی۔

انابیہ دیر سے اٹھی اس نے خود ناشتہ بنایا' اماں بی کو بھی دیا کھانے کی ٹیبل پر اہل بھی محبت سے ملی' اماں بی بار بار اس تبدیلی کے لیے شکر ادا کرتیں' پھر فائز آفس اور اہل کالج چلی گئی اور انابیہ اپنے کمرے میں چلی گئی آج پھر صابرہ نے چھٹی کر لی تھی تبھی تو سارے کام انابیہ نے خود کیے تھے' خدا خیر کرے صابرہ کے یہاں سب خیر ہو وہ دعائیں دیتیں' بوڑھے ہاتھوں سے پھر لاؤنج کا بکھیڑا سمیٹنے لگیں۔ دوپہر کے دو بج چکے تھے' انابیہ ابھی تک کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی' سب کچھ سمیٹ کر اماں بی کھانے اور صابرہ کے بابت پوچھنے کے لیے اس کے کمرے کی طرف چل دیں۔

وہ کمرے میں دستک دینے والی تھیں کہ انہیں انابیہ کی آواز آئی وہ فون پر کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھی' وہ چپ چاپ واپس پلٹنے لگیں مگر انابیہ کے منہ سے کہے گئے جملے نے ان کے قدم جکڑ لیے۔

''یار نایاب! تمہیں تو پتا ہے کتنا دماغ لڑا کر اماں بی کو اولڈ ہوم بھیجا تھا' مگر لگتا ہے قسمت میں اماں بی کا دُم چھلا جدا ہونا لکھا ہی نہیں ہے' کم بخت صابرہ کے میاں کا ایکسیڈنٹ ہو گیا' اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے اور وہ اس کی دیکھ بھال کے لیے دو مہینے کی چھٹی لے کر چلی گئی ہے۔ تمہیں تو پتا ہے آج کل بھروسے والی ماسیاں کہاں ملتی ہیں اور پھر چوکیدار کی بیوی بھی امید سے ہے۔''

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا' انابیہ چند لمحوں کے لیے چپ ہوئی۔

''نہیں یار! صابرہ سے بہتر ہی مل گئی ہے اور نئی کام والی رکھ لو تو پرانی کے مزاج خراب ہو جاتے ہیں' اس لیے دو مہینے تو گزارنے تھے' سو اماں بی کو واپس لانا پڑا' مجھے تو ٹائم ہی نہیں ہے اور اہل کو کچھ آتا نہیں ہے۔''

''ہاں ہاں وہ اس عمر میں بھی کافی چاق و چوبند ہیں' گھر کا کافی کام سنبھال لیں گی اور باہر کے کاموں کے لیے چوکیدار کا لڑکا رکھ لیا ہے' دو مہینے بعد پھر کچھ سوچیں گے۔'' یہ کہتے ہوئے انابیہ نے قہقہہ لگایا۔

اماں بی کو اپنے پیروں پر کھڑا رہنا محال ہو رہا تھا ان کے کانوں میں وارڈن کے الفاظ گونجنے لگے۔

''اماں تم پہلی خوش نصیب ہو جسے اولڈ ہوم میں چھوڑنے کے بعد اس کے اپنے واپس لینے آئے ہیں ورنہ یہاں سے تو لوگ قبرستان جاتے ہیں۔''

آگے کیا باتیں ہوئیں انابیہ نے کب فون رکھا' اماں بی اپنے کمرے تک کیسے پہنچیں انہیں کچھ پتا نہیں تھا' وہ بس اتنا جانتی تھیں کہ انابیہ کے کمرے تک جا کر انہوں نے بے خبری کا سکھ گنوا کر آگہی کا عذاب خرید لیا تھا۔

وہ لان میں لگے پودوں، پھولوں پر پائپ لگا کر چھڑکاؤ کر رہی تھی اور اس کام میں پوری طرح منہمک تھی۔ اسے پھولوں سے عشق تھا، ہر طرح کے پھول اس کی کمزوری تھے اس لیے یہ کام مالی بابا کے ذمہ ہونے کے باوجود اکثر وہ خود سرانجام دیتی تھی۔ مالی بابا تھوڑے ہی فاصلے پر گھاس کی صفائی میں مصروف تھے، کافی دیر سے کسی کی گہری نظروں کی تپش کا احساس اسے یہاں وہاں دیکھنے پر مجبور کر رہا تھا پر کوئی نظر نہ آیا، اس بار اس کی نگاہ سیدھی بالکونی کی طرف اٹھی تو وہ ٹھٹک گئی۔ وہ دونوں ہاتھ ریلنگ پر ٹکائے قدرے آگے کو جھکا اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اس کے دیکھنے پر مسکرایا۔ مشل نے گھبرا کر نظریں جھکائیں اور پائپ چھوڑ کر مالی بابا کی طرف آئی۔

"بابا! میں نے چھڑکاؤ کر دیا اور کوئی مدد کروں آپ کی......؟"

"نا بیٹا جی! بس تھوڑا کام باقی ہے میں کر لوں گا۔" مالی بابا نے اسے ممنون نگاہوں سے دیکھا اور محبت سے گویا ہوئے۔

"ٹھیک ہے تو میں کوارٹر کی طرف جا رہی ہوں۔" وہ مڑی تو نظریں بے اختیار بالکونی کی طرف اٹھ گئیں۔ وہاں اب کوئی نہیں تھا، اس نے سکھ کا سانس لیا۔

"عجیب آدمی ہے، کیسی عجیب آنکھیں تھیں چبھتی ہوئی سی۔" وہ سوچتی ہوئی ملازمین کے رہائشی حصہ کی جانب آئی جہاں اس کی ماں اور بھائی سمیت رہائش تھی۔

"کیا بنا رہے ہو سنی؟" کمرے میں آئی تو سنی کو ایک طرف رکھی میز پر جھکا پایا تو پوچھ بیٹھی۔

"کچھ نہیں باجی! یہ ڈرائنگ دی تھی ٹیچر نے بنانے کو...... دیکھیں، اچھی بنی ہے نا!" وہ ڈرائنگ اسے دکھاتا اشتیاق سے بولا۔

"واہ زبردست! بہت خوب صورت ہے۔" اس نے سنی کی بنائی ڈرائنگ کی دل کھول کر تعریف کی۔ بہت پیارا منظر تھا۔ ایک خوب صورت بنگلہ تھا، بنگلے کے باہر سفید لباس میں ایک لڑکی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی جس کا ایک ہاتھ اوپر کی طرف اٹھا تھا آسمان پر جہاز بنایا گیا تھا جو اوپر کی طرف پرواز کر رہا تھا۔

"سنی! تم بہت اچھے مصور بنو گے۔" مشل نے اسے سراہا۔ وہ آٹھویں جماعت کا بے حد ذہین طالب علم تھا۔

"شکریہ باجی!" وہ کہہ کر پھر سے کام میں لگ گیا تو مشل کچن میں آئی۔ اسے اس وقت چائے کی طلب ہو رہی تھی۔

"مشل...... مشی بیٹا!" وہ چائے بنا کر کپوں میں ڈال رہی تھی جب اماں کی پکار سنائی دی تو وہ اماں کے لیے چائے دوسرے کپ میں ڈالتی ٹرے لے کر باہر آئی۔

"جی اماں! کیا ہوا......؟" وہ ایک کپ سنی کو دیتی چارپائی پر اماں کے برابر بیٹھ کر پوچھنے لگی۔

"مشی بیٹا! نائمہ تمہیں بلا رہی تھی۔" وہ چائے کا ایک گھونٹ لے کر بولیں۔

"اچھا، میں چلی جاؤں گی۔" وہ چائے کا خالی کپ ٹرے میں رکھتی بولی پھر اچانک کچھ یاد آنے پر ماں سے پوچھا۔ "اماں! نائمہ بھابی کے یہاں کون آیا ہے؟"

"کون......؟" وہ چونکیں پھر کچھ خیال آنے پر کہا۔

"اچھا وہ...... وہ خضر صاحب ہیں، نائمہ بیٹا کے دور کے رشتے دار ہیں۔ بڑا ہی خوش اخلاق ہے، باہر ملک سے آیا ہے پڑھنے گیا تھا پھر وہیں اچھی نوکری پر لگ گیا، اب آٹھ سال بعد آیا ہے اور سنا ہے بیاہ رچائے گا اور اپنی بیوی کو لے کر وہیں چلا جائے گا۔" اماں نے جو سنا تھا تفصیل سے اس کے گوش گزار کر دیا۔

"اوہ...... اچھا اماں میں دیکھ لوں، نائمہ بھابی نے کیوں بلایا ہے۔" وہ ٹرے اٹھا کر کچن میں رکھ آئی پھر اچھی طرح دوپٹا اوڑھ کر باہر نکلی۔ اماں بھی تھک گئی تھیں۔ وہ بنگلے کے اندر آئی تو پہلا سامنا اسی شخص سے ہوا جو گاڑی کی چابی گھماتا شاید کہیں جانے کو تیار تھا۔ مشل ایک طرف ہو کر گزرنا چاہتی تھی لیکن وہ سامنے آ گیا تو ناچار اسے رکنا پڑا، نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا جو مسکراتا ہوا بہت دلچسپی سے اس پر نظر جمائے کھڑا تھا۔

"راستہ چھوڑیں پلیز......" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"ٹھیک ہے چھوڑ دیں گے، پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو؟"

"جی......!" وہ حیران ہوئی۔ "کیا سوال......؟"

"یہی کہ میں تمہیں کیسا لگتا ہوں......"

"مطلب...... میں کچھ سمجھی نہیں......"

"اس میں مطلب کیا ہوتا ہے ایک عام سا سوال ہے، جواب دے دو۔" بے پروائی سے کہتا اسے غصہ دلا گیا۔

"دیکھیے...... آپ ہمارے مالکوں کے مہمان ہیں، آپ جیسے بھی ہو آپ کی عزت کرنا ہم پر لازم ہے۔ پلیز مہربانی کر کے آئندہ اس طرح میرے راستے میں مت آئیے گا ورنہ ہو سکتا ہے میں کچھ ایسا کر بیٹھوں جو آپ کی طبیعت پر گراں گزرے۔" وہ حتی الامکان لہجے کو سخت ہونے سے روکتی، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی پھر دوسری طرف سے نکل کر نائمہ بھابی کے کمرے کی طرف بڑھی۔ خضر پرسوچ نگاہوں سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

❁......⌘⁘......❁

"خضر! میری تو سمجھ میں نہیں آتا آخر تمہیں کیسی لڑکی چاہیے......؟" نائمہ قدرے جھنجلائی تھی۔ اب تک وہ اسے پچاسوں لڑکیوں کی تصویریں دکھا چکی تھی جو اس نے ایک نظر دیکھ کر رد کر دی تھیں، آج بھی وہ اپنی ایک دوست کی بہن کی فوٹو اسے بڑے شوق سے دکھانے لگی پر اس نے اس تصویر کے ساتھ بھی وہی کیا ایک نظر ڈال کر اسے میز پر رکھ دیا۔

"بھابی! میں نے ارسل کو سلا دیا ہے اب جاؤں؟ اماں کی طبیعت تھوڑی خراب ہے۔"

"ہاں، ٹھیک ہے تم جاؤ۔" وہ اسے کہہ کر خضر کی طرف متوجہ ہوئی اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"نائمہ! اب تک تم نے جتنی بھی تصویریں دکھائی ہیں، وہ سب فیشن ایبل لڑکیوں کی تصویریں ہیں پھر اگر میری پسند یہی تھی تو میں اتنی دور سے یہاں کیوں آتا۔ وہاں ایسی لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔" وہ مڑ کر جاتی مشل پر نظر جمائے رسان سے گویا ہوا۔

"پر خضر! جہاں تک مجھے یاد ہے، تمہیں فیشن ایبل اور تیز طرار لڑکیاں پسند تھیں تو اب خیالات میں یہ تبدیلی کیسی؟" اس کے سوال پر ایک پل کو خاموش رہ گیا پھر بے پروائی سے گویا ہوا۔

"دراصل اتنے سالوں سے جہاں ہوں وہاں یہ سب دیکھ دیکھ کر جی بھر گیا ہے، زندگی گزارنے کے لیے مجھے سیدھی سادی لڑکی چاہیے۔"

"اُف خضر! تو تمہیں پہلے بتانا چاہیے تھا خوامخواہ مجھے اتنا خوار کیا۔" وہ سخت بدول ہوئی۔

"تو میں نے یہ بھی تو نہیں کہا تھا کہ تم ایسی لڑکیاں ڈھونڈو......"

......☆☆☆......

"السلام علیکم! رافع آفس سے آئے اور بیوی اور رشتے کے سالے صاحب کو ٹی وی لاؤنج میں محو گفتگو پایا تو سیدھے وہیں چلے آئے۔ دونوں نے ایک ساتھ جواب دیا۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" وہ نائمہ کے قریب ہی صوفے پر ڈھے گئے۔

''باتیں نہیں بحث ہورہی ہے' اس لڑکے کا دماغ خراب ہوگیا ہے' کہتا ہے مڈل کلاس کی لڑکی ہو اور میں بڑے امیر گھرانوں میں رشتے تلاشتی رہی ہوں۔'' نائمہ کے بیزاری سے کہنے پر رافع کے تھکن زدہ چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

''تو اس میں اتنی بےزاری دکھانے کی کیا بات ہے' یہ تو بہت اچھا فیصلہ ہے۔'' اس نے خضر کے فیصلے کو سراہا۔

''اور ایک بات کہنی تھی آپ لوگوں سے......'' خاموش بیٹھے خضر نے دونوں کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ لوگوں کو لڑکی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے' لڑکی میں نے پسند کرلی ہے۔'' اس کے سکون بھرے لہجے پر دونوں نے ناسمجھتے ہوئے اسے دیکھا۔ ''دراصل رافع بھائی! میری واپسی میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ کمپنی والے فون کررہے ہیں' اس لیے میں انتظار نہیں کرسکتا' مجھے جلد از جلد جانا ہوگا۔'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگیا۔

''لیکن خضر! ابھی لڑکی کا ذکر کیا تم نے' کون ہے وہ اور کس خاندان سے ہے؟'' نائمہ الجھ گئی تھی۔

''نائمہ! وہ...... وہ...... یہ مشل مجھے ٹھیک لگی ہے۔'' وہ تھوڑا جھجک کر گویا ہوا اور نائمہ تو گنگ ہوگئی جب کہ رافع اسے پُرسوچ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

''خضر! یہ کیا کہہ رہے ہو تم...... تم ہوش میں تو ہو؟ مطلب وہ ہمارے یہاں کام کرتی ہے اور تم......'' نائمہ حیرت کی زیادتی کی وجہ سے زیادہ کچھ بول نہ پائی۔

''وہ چاہے جو بھی ہو لیکن میرے معیار کے مطابق ہے۔ مجھے ایسی ہی لڑکی چاہیے۔''

''ہاں' میں جانتی ہوں وہ بہت اچھی ہے لیکن......'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ خضر اور رافع اس کے ادھورے جملے کا مطلب سمجھ گئے تھے۔

''دیکھو نائمہ! تمہارا اعتراض بجا ہے لیکن میرا خیال ہے' ہمیں خضر کا ساتھ دینا چاہیے' مشل ہر لحاظ سے بہتر ہے۔'' رافع کے سمجھانے پر وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن پھر یہ سوچ کر چپ ہوگئی کہ زندگی خضر کی تھی جب وہ ایسا چاہتا تھا تو اسے بھی اعتراض کا کوئی حق نہ تھا۔

''پلیز نائمہ میری مدد کروگی نا!'' خضر کی امید بھری نگاہوں پر نائمہ نے ہلکے سے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

❁......⌘ ❖......❁

کافی دیر سے وہ اماں کے آنے کا انتظار کررہی تھی جو بنگلے میں گئی تھیں کہ نائمہ بھابی نے بلایا تھا پر اب تو انہیں گھنٹے سے اوپر ہوچکا تھا۔

''پتا نہیں کیا کام ہوگا جو اس وقت بلایا وہ بھی اکیلے......'' وہ سوچتی ہوئی دروازے تک آئی' نگاہیں بنگلے کے گیٹ پر تھیں۔ اس وقت رات کے نو بج رہے تھے' اس کا اور اماں کا کام آٹھ بجے تک ختم ہوجاتا تھا پر آج نائمہ نے اماں کو اسی وقت واپس بلایا تھا تو وہ حیرت میں تھی۔ وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی' اس کا ذہن بہت پیچھے چلا گیا۔ چوکھٹ سے سر ٹکائے وہ آنکھیں موند گئی۔ وقت اور حالات ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے اور زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔ مشل کو ان باتوں پر پورا یقین تھا کیونکہ زندگی نے اسے بھی ایسے وقت کا سامنا کروایا تھا۔ وہ لوگ امیر کبیر نہ سہی پر بہت خوش حال ضرور تھے۔ اس کے والد ایک نجی کمپنی میں منیجر کے عہدے پر فائز تھے۔ معقول تنخواہ تھی پر سب سے بڑی پریشانی گھر کی تھی' بہت بچا کر خرچ کرنے کے باوجود اتنا جمع نہ ہوسکا تھا کہ کرائے کا گھر چھوڑ کر اپنا ذاتی گھر خرید سکیں۔ جو پیسے ملتے وہ کچھ کرائے پر کچھ ان کی پڑھائی پر اور زیادہ حصہ گھر کے خرچ پر پورا ہوجاتا پھر بھی وہ مطمئن تھے۔ ایک دن اچانک زندگی نے وہ دن دکھایا جسے دیکھنے سے پہلے وہ مرنا پسند کرتیں۔ ایک حادثہ میں شفیق اپنی زندگی کی بازی ہار گئے اور ان کی نظروں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور ہوگئے۔ اماں نے جو کچھ جمع جوڑ رکھا تھا' وہ سب خرچ ہوتا گیا۔ پھر مالک مکان نے بھی تنگ کرنا شروع کردیا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ لوگ گھر خالی کردیں کیونکہ وہ اس جگہ کی نئے سرے سے تعمیر کرنا چاہتا تھا تب کوئی آسرا نہ ہونے پر مجبور ہوکر اماں نے باہر قدم نکالنے وہ پڑھی لکھی نہ تھیں اس لیے کوئی ایسا کام چاہتی تھیں جو آسانی سے کرسکیں تب انہیں پڑوسی کی مدد سے ایک کمپنی میں سلائی کا کام ملا پر مالک مکان کا تقاضہ

بڑھتا گیا پھر وہ سخت لہجے کا استعمال کرنے لگا' ان ہی پریشانیوں میں گم ایک روز فیکٹری جاتے ہوئے وہ اپنے پیچھے تیز ہارن کی آواز بھی نہ سن پائیں تو بہت کوشش کے باوجود گاڑی انہیں لگ گئی۔ رافع نے فوراً بریک دبادیا تھا زمین پر گرنے کی وجہ سے کچھ خراشیں آئی تھیں' اماں کے منع کرنے کے باوجود رافع انہیں زبردستی کلینک لے آئے۔ ڈاکٹر نے انجکشن لگایا اور کچھ دوائیاں لکھ دیں۔ رافع نے اسٹور سے دوا لے کر ڈاکٹر کی فیس جمع کی اور ان کے پاس آئے۔

''معاف کیجیے اماں جی! میں جلدی میں تھا پر میں نے دو تین بار ہارن بجایا تھا شاید آپ نے سنا نہیں۔'' رافع شرمندہ تھے۔

''نہیں بیٹا! آپ کی غلطی نہیں' میں ہی اپنی پریشانی میں دھیان نہ دے پائی۔'' اماں نے نڈھال سے لہجے میں کہا۔

''معاف کریں اماں جی! میرا حق تو نہیں ہے پر پھر بھی کیا میں جان سکتا ہوں ایسی کیا پریشانی ہے جو آپ اس قدر الجھی ہوئی ہیں؟ ڈاکٹر نے بے حد کمزوری کا بتایا ہے۔'' رافع فطرتاً نرم دل تھے' اپنی رحم دلی سے مجبور ہوکر وہ پوچھ بیٹھے تو اماں جو پہلے ہی دکھی تھیں اس کی ہمدردی پر سب کچھ بتاتی چلی گئیں تب رافع نے ان سے اپنے سرونٹ کوارٹر میں رہنے کا اصرار کیا تو اماں دعائیں دیتے نہ تھکیں اور اس طرح وہ یہاں آگئے اور اب ان لوگوں کو یہاں رہائش پزیر ہوئے پانچ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ مشل نے پرائیویٹ ایم اے کیا تھا۔ نائمہ ان ماں بیٹی سے خوش تھی۔ اسے ایسے ہی قابل بھروسا لوگوں کی ضرورت تھی۔ سوچتے' سوچتے مشل کب غنودگی میں چلی گئی اسے پتا بھی نہ چلا' کسی کے ہلانے پر وہ ایک دم چونک گئی' آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا تو اماں کھڑی تھیں۔

''مشی! یہاں کیوں بیٹھی ہو بیٹا!''

''ایسے ہی اماں! یہاں ٹھنڈی ہوا لگ رہی تھی تو اچھا محسوس ہورہا تھا' آپ نے اتنی دیر لگادی' سب ٹھیک تو ہے۔'' وہ اماں کے ساتھ اندر آئی اور دروازہ بند کردیا۔

''ہاں وہ......!'' اماں نے چارپائی پر بیٹھ کر اسے بھی ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر جو اماں نے بتایا اسے سن کر مشل ساکت رہ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اماں کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا ابھی جو اس نے سنا ہے اماں نے وہی کہا ہے' اسے لگا اس نے سننے میں کوئی غلطی کی ہے۔

''اماں......! یہ...... یہ کیا کررہی ہو تم...... ایسا...... ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔'' بہت مشکل سے وہ کچھ کہنے کے قابل ہوئی تھی۔

''ایسا ہی ہے مشی! جب نائمہ نے مجھ سے بات کی تو میں بھی حیران رہ گئی' مجھے تو یقین ہی نہ آیا تب خضر بیٹا خود میرے پاس آیا اور جس طرح اس نے تمہیں مانگا میں تو کچھ بول ہی نہ سکی' دو دن کی مہلت مانگ سکی۔'' اماں کے لہجے میں کہیں نہ کہیں بےپناہ خوشی چھپی تھی' جسے وہ صاف محسوس کرگئی۔

''اماں...... اماں لیکن...... اتنی...... اتنی دور نہیں اماں! مجھے اتنی دور نہیں جانا۔ میں...... میں...... آپ کے اور کسی کے بغیر اتنی دور...... نہیں اماں آپ...... آپ منع کردیں۔'' وہ ماں بھائی سے سات سمندر دور ہونے کا سوچ کر ہی بےچین ہوئی اور قطعیت سے کہا۔

''پاگل ہوگئی ہے' اتنا اچھا رشتہ تو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے اور تم کہہ رہی ہو میں بنا سوچے سمجھے انکار کردوں؟''

''لیکن اماں میں......''

''دیکھ مشی! بیٹیاں تو پرایا دھن ہوتی ہیں' تجھے دور تو جانا ہوگا پھر چاہے وہ سات قدم ہو یا سات سمندر پار...... خدا نے جہاں تیرا نصیب لکھا ہے تجھے وہیں جانا ہے اور پھر رافع کتنا نیک دل انسان ہے تو خضر بھی انہی کا رشتے دار ہے ان کی طرح ہی ہوگا۔ مجھے تو وہ بہت پسند ہے۔'' اماں نے اسے بہت پیار سے سمجھایا تو وہ خاموش رہ گئی پھر ان کے کندھے پر سر رکھ کر اپنے آنسوؤں کو روک نہ پائی' اماں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دینے کی کوشش کی

لیکن اپنے آنسو بھی روک نہ پائیں۔

❁......❖......❁

پھر سب کچھ اتنا آناً فاناً ہوا کہ وہ دیکھتی رہ گئی' اس کا نکاح خضر کے ساتھ ہو چکا تھا اور خضر اسے اپنے ساتھ لے جانے کا سب انتظام کر چکا تھا۔ اگلے ہفتے ان دونوں کی فلائٹ تھی' اس کی رخصتی بھی اگلے ہفتے ہی تھی' مشل قسمت کے اس لکھے پر اب تک بے یقین تھی' جب سے نکاح ہوا تھا' اس نے بنگلے میں جانا چھوڑ دیا تھا۔ نائمہ کا بیٹا مشل سے بہت مانوس تھا۔ اماں اسے کوارٹر میں ہی اس کے پاس لے آتی تھیں۔ اس وقت بھی وہ ارسل کو سلا رہی تھی کہ سنی اس کے پاس آیا۔

''آپی! وہ ارسل کو سلا چکی تھی اور اس کے سوئے ہوئے معصوم چہرے پر نظر جمائے گہری سوچ میں گم تھی' سنی کی آواز پر جیسے خواب سے جاگی' سر اٹھا کر اسے دیکھا تو چونک گئی وہ بہت رنجیدہ لگ رہا تھا۔

''کیا ہوا سنی! اتنے اداس کیوں ہو؟'' اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھایا اور پیار سے پوچھا تو وہ ایک دم اچانک اس کے گلے لگا اور بھرائی آواز میں بولا۔

''آپی! کیا تم سچی میں ہم سے دور چلی جاؤ گی؟'' وہ اب ہچکیوں سے رونے لگا۔ ''تم چلی گئیں تو میں...... مجھے اسکول کے کام میں مدد کون دے گا۔ صبح صبح میرا لنچ کون بنائے گا۔ مجھے اچھی...... اچھی چیزیں بنا کر کون کھلائے گا؟ آپی تم مت جاؤ۔ آپی تم مت جاؤ......'' وہ رو رو کر بول رہا تھا اور اسے بھی رلا رہا تھا۔ اس نے سختی سے اسے خود میں بھینچا جیسے کبھی الگ نہ ہونے دے گی اور دروازے میں کھڑی اماں کا دل بھی بھر آیا۔ وہ وہیں سے پلٹ گئیں کہ آنسوؤں پر اختیار نہ ہو رہا تھا۔

''سنی! میری جان' چپ ہو جاؤ۔'' کافی دیر رونے کے بعد وہ کچھ سنبھل گئی' اس نے پیار سے اسے الگ کیا اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اسے بہلانے کی کوشش کی۔ ''دیکھو سنی! میں...... مجھے جانا تو ہوگا نا! اپنی بہن کی مجبوری کو سمجھو' اس طرح روؤ گے تو میں کیسے جا پاؤں گی' تم تو میرے بہت پیارے بھائی ہو نا! بہت ہمت والے......'' سنی رونا بند کر کے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں تو بہت حوصلہ کرنا ہے' صرف اپنا ہی نہیں اماں کا بھی خیال رکھنا ہے' بہت سا پڑھنا ہے اور بڑا آدمی بننا ہے اگر ایسے ہمت ہار و گے تو یہ اتنے سارے کام کیسے کرو گے؟ ہاں!''

''نہیں آپی! میں نہیں روؤں گا۔ میں پڑھوں گا اور اماں کا خیال بھی رکھوں گا۔ ٹھیک نا!''

''وعدہ؟'' اس نے ہاتھ اس کے سامنے کیا۔

''پکا وعدہ!'' اس کی پھیلی ہتھیلی پر ہاتھ رکھ کر وہ جوش سے بولا تو مشل پُرسکون ہوئی۔

''شاباش میرا پیارا سا بھیا!'' اس نے بے اختیار اسے گلے لگایا اور اس کے سر پر رخسار ٹکا کر آنکھیں موند لیں پر بہت روکنے کے باوجود ایک باغی آنسو پلکوں کی باڑھ توڑ کر بہہ گیا۔

❁......❖......❁

آج صبح سے ہی وہ بہت اداس تھی۔ آنسو تھے کہ بار بار اس کے گالوں پر پھسل آتے۔ آج رات نو بجے ان کی فلائٹ تھی۔ اماں صبح سے اس کے کپڑے اور کچھ ضروری سامان بیگ میں رکھ رہی تھیں۔ خضر نے سوائے کپڑوں کے ہر چیز سے انکار کر دیا تھا پھر بھی تین بڑے بیگ وہ تیار کر چکی تھیں۔ پورے دن میں کتنی ہی بار کونے کھدروں میں چھپ کر اپنے آنسو پونچھ چکی تھیں۔ مشل بہت گھبرائی ہوئی تھی' وہ تو بچپن سے لے کر اب تک کبھی ایک دن کے لیے بھی اماں سے دور نہ ہوئی تھی اور اب اتنی دور جانا تھا' وہ بھی غیر معینہ مدت کے لیے' اس کی پریشانی جائز تھی۔

''اماں...... اماں اب بس بھی کرو' پلیز میرے پاس بیٹھو نا! اماں کسی کام سے اندر آئیں تو مشل نے بے ساختہ انہیں پکارا تھا۔ اماں کے قدم اس کی التجا پر رک گئے۔ وہ اس کے برابر میں بیٹھ گئیں۔ اس نے اپنا سر ان کے کندھوں پر رکھا تو بہت سکون ملا تھا اسے۔

''اماں! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ پتا نہیں پھر کب اس طرح تمہارے کندھے پر سر رکھ پاؤں گی' کب تم سے ملوں گی اماں! مجھے...... مجھے بہت عجیب سا محسوس ہو رہا ہے جیسے...... جیسے کچھ ٹھیک نہیں ہے۔'' اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔

''مشی بیٹا! کیوں تم ایسا سوچتی ہو؟'' اماں نے اسے بازو کے حصار میں لے لیا۔ ''اچھا اچھا سوچو۔ اچھا سوچو گی تو اچھا ہی ہوگا۔ زندگی نے بہت سے امتحان لیے ہیں پر اب مجھے اپنے اللہ پر پورا بھروسا ہے' وہ اور ہمارا امتحان نہ لے گا' سب اچھا ہوگا اور کیوں نہیں ملیں گے ہم' خضر نے وعدہ کیا ہے وہ ایک سال کے اندر تمہیں ہم سے ملانے لائے گا۔'' اماں نے جیسے اسے بہلایا تھا۔

''اماں! ایک سال تو بہت ہوتا ہے۔ مجھ پر تو ایک ایک پل بھاری ہوگا۔'' اس نے سر اٹھا کر اماں کی طرف بے بسی سے دیکھا تو وہ نظریں چرا گئیں پھر اٹھ کر اس پر نگاہ ڈالے بغیر کہا۔

''میں نے سب کچھ رکھ دیا ہے پھر بھی اگر تجھے کچھ رکھوانا ہے تو بتا دینا۔'' وہ جلدی جلدی کہہ کر باہر نکل گئیں۔

❁......❖......❁

ائرپورٹ پر انہیں سی آف کرنے رافع بھائی' نائمہ' اماں اور سنی بھی تھا۔ مشل زرد رنگ کے لباس میں کندھوں پر دوپٹا پھیلائے عادت کے مطابق سر پر اسکارف پہنے اپنی دودھیا چمپئی رنگت کے ساتھ ہلکے لائٹ میک اپ میں ہر کسی کی توجہ کا مرکز بن رہی تھی۔ خضر کی گہری نگاہوں سے وہ گھبرا رہی تھی' وہ سب بیٹھے ہلکی پھلکی گفتگو میں مگن تھے کہ ائرہوسٹس کی خوب صورت آواز نے ان کی توجہ کھینچ لی جو فلائٹ کا وقت پورا ہونے کا بتا رہی تھی۔ مشل کا دل ڈوب کر ابھرا۔ یہ احساس ہی سوہانِ روح تھا کہ کچھ دیر بعد وہ ان سب سے بہت دور ہو جائے گی۔ خضر اٹھ کھڑا ہوا تو ان سب نے بھی اس کی تقلید کی' نائمہ سے ملنے کے بعد وہ رافع بھائی کی طرف آئی تو رافع نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دی' اماں اور سنی سے ملنے تک وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی اور بلکنے لگی۔ خضر نے کوفت بھری نظروں سے اس منظر کو دیکھا' نائمہ نے بڑھ کر انہیں الگ کیا اور وقت گزرنے کا احساس دلایا۔ مشل نے آنسو صاف کیے لاتعداد آخری بار سنی کو گلے لگایا۔

''تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا!''

''ہاں آپی! مجھے یاد ہے اور دیکھیں میں آج بالکل بھی نہیں رویا۔'' وہ بہت بردبار لہجے میں بولا تو مشل کو ہنسی آ گئی جب کہ باقی سب کے چہروں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

''خضر بیٹا! جیسے پہنچو' فون ضرور کر دینا' ورنہ میرا دل پریشان ہوتا رہے گا۔'' اماں کی التجا پر خضر نے اثبات میں سر ہلایا اور مشل کو چلنے کا اشارہ کیا۔ رافع سے بغل گیر ہو کر وہ آگے بڑھا تو مشل نے بھی سب پر الوداعی نگاہ ڈالی اور اس کی معیت میں آگے بڑھی' جب تک وہ نظر آئے وہ ہاتھ ہلاتی رہی پھر تھک کر خضر کی طرف نگاہ کی جو ضروری کارروائیوں میں مصروف تھا۔

''یا اللہ! مجھے ہمت دینا کہ میں اماں اور سنی کی دوری سہہ پاؤں اور اپنی نئی زندگی کی شروعات اچھے طریقے سے کروں۔'' سوچوں میں گم وہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

❁......❖......❁

پرائے دیس پہنچ کر اس کے قدم لڑکھڑا سے گئے۔ نیا ماحول' نئے لوگ اور نئی جگہ تھی۔ اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو گیا تھا۔

''تم یہاں بیٹھو' میں ایک فون کر کے آتا ہوں۔'' وہ عجلت میں اسے انتظار گاہ میں بٹھا کر غائب ہو گیا۔ وہ جو اسے روکنا چاہتی تھی' دیکھتی رہ گئی پھر اپنے اردگرد نگاہ کی۔ ہر کوئی اپنے آپ میں مصروف تھا۔ اس کی طرف کسی کی توجہ نہ تھی' وہ قدرے پُرسکون ہوئی۔ پھر بنچ پر بیٹھ گئی اور اپنے پاس رکھے سامان پر نظریں جما دیں۔ درحقیقت اس کا ذہن اماں کی طرف چلا گیا تھا۔

پتا نہیں اس وقت کیا کر رہی ہوں گی اور...... اور سنی وہ کیسا ہوگا۔ ارسل وہ بھی تو مجھے ڈھونڈ رہا ہوگا۔

ایک ایک کے بارے میں سوچتے اس کی پلکیں بھیگ گئیں اور اسے احساس تک نہ ہوا کب آنسو پلکوں کی باڑھ توڑ کر رخساروں پر بہہ نکلے۔

وہ بہت دیر سے اس پر نظر جمائے کھڑا تھا' شاید کوئی پاکستانی ہے۔ اس نے اندازہ لگایا پھر اس کے دیکھتے

دیکھتے اس لڑکی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بہنے لگی' جس کا شاید اسے احساس بھی نہیں تھا' وہ اس تک آیا پھر سوچ میں پڑ گیا کہ کیسے مخاطب کرے' کہیں اسے غلط نہ سمجھے لیکن پھر ہمت کر ہی ڈالی۔

"مس...... میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟" وہ اس سے تھوڑے فاصلے پر بنچ پر ہی بیٹھ گیا' نظریں اس کے چہرے پر تھیں' جو قدرے جھکا ہوا تھا۔ مشل نے نامانوس مردانہ آواز پر چونک کر سر اٹھایا پھر اپنے دائیں طرف نگاہ کی تو ایک اجنبی کو اپنے سے ذرا فاصلے پر براجمان دیکھ کر گھبرا گئی۔ اس کے آنسو تھم چکے تھے' پر چہرہ اب بھی بھیگا ہوا تھا۔ روئی روئی آنکھیں حیرت سے پھیلی اس پر تھیں' اس کی طرف دیکھتا ساحل اس کی بڑی بڑی غلافی آنکھوں کے سحر میں کھو سا گیا' اسے لگا اگر کچھ دیر اور ان آنکھوں میں دیکھا تو اپنا سب کچھ ہار بیٹھے گا۔ اس نے حسن تو بہت دیکھتے تھے پر ایسا معصوم پاکیزہ حسن وہ پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

"کیا آپ پاکستانی ہیں؟" ساحل کے دوسرے سوال پر وہ اس پر سے نظر ہٹا کر اِدھر اُدھر خضر کی تلاش میں نظریں گھمانے لگی۔ جسے گئے تقریباً آدھا گھنٹہ بیت چکا تھا۔ اسے نئی فکر نے آن گھیرا' پتا نہیں وہ کہاں رہ گیا تھا۔ ساحل اس کے چہرے کے ایک ایک تاثر کو دیکھ رہا تھا۔ "کسی کو ڈھونڈ رہی ہیں آپ؟" اس نے پھر سے سوال کیا اور اس بار وہ نظر انداز نہ کر پائی اس کی طرف دیکھ کر گہرا سانس لیا اور مختصر جواب دیا۔

"جی ہاں......!"

"اچھا! کسے ڈھونڈ رہی ہیں آپ' کہیں تو میں......!"

"نن...... نہیں شکریہ! وہ بس آتے ہی ہوں گے اور اگر آپ واقعی میری مدد کرنا چاہتے ہیں تو پلیز یہاں سے اٹھ جائیں' میرے شوہر کو شاید یہ ٹھیک نہ لگے اور مجھے...... مجھے بھی کسی اجنبی سے گفتگو کرنا اچھا نہیں لگتا۔" وہ بہت مدھم اور سبک روی سے بولی۔ پر ساحل کا ذہن تو اس کے الفاظ میں ٹھہر گیا تھا۔ "شوہر" وہ تو کہیں سے بھی شادی شدہ نہیں لگ رہی تھی۔ مشل نے اس کو ایک نظر دیکھا پھر نظریں اسی طرف گئیں جدھر خضر گیا تھا۔ اسے خضر دور سے آتا دکھائی دیا تو وہ اٹھ کر تیز تیز قدموں سے اس تک پہنچی۔

"کہاں چلے گئے تھے آپ؟ آپ کو اندازہ بھی ہے' میں کتنا گھبرا گئی تھی۔ آپ مجھے ایک اجنبی دیس میں پرایوں کے بیچ تنہا چھوڑ کر چلے گئے؟"

"اوہ! جانے دو۔ میں تم کو چھوڑ کر کہیں نہیں گیا تھا بلکہ رافع بھائی کو فون کرنے گیا تھا کہ ہم خیریت سے پہنچ گئے ہیں اور پھر اتنی دیر کہاں ہوئی ہے مجھے! تم خوامخواہ اتنا واویلا کر رہی ہو؟" وہ حد درجہ بے پروائی سے گویا ہوا تو مشل کو اس کی بے حسی پر دکھ ہوا۔ خضر سامان کی طرف بڑھا تو وہ بھی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے پیچھے آئی۔ بنچ تک آ کر اسے اس اجنبی کا خیال آیا جو اب کہیں نہیں تھا۔

"اچھا ہوا چلا گیا۔ خوامخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔" وہ سوچتی ہوئی خضر کی معیت میں ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

❀......❖......❀

خضر جہاں اسے لے کر آیا وہ دو کمروں کا خوب صورت اپارٹمنٹ تھا۔ ٹی وی لاؤنج جو بہت خوب صورت تھا' پر چیزیں ہر جگہ بے ترتیبی سے پڑی ہوئی تھیں۔ خضر اسے چھوڑ کر کھانے کے لیے کچھ لانے گیا تھا' اس لیے وہ بہت سکون سے ہر چیز کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ بند دروازوں میں سے ایک کی طرف بڑھی' ابھی گھومی ہی تھی کہ اسے رکنا پڑا۔

"مشل! کیا کر رہی ہو؟" خضر ہاتھ میں تھیلا اٹھائے بالکل اس کے پیچھے کھڑا تھا' وہ اس کی طرف مڑی۔

"وہ...... وہ میں کمرا......!"

"ہاں...... ہاں دیکھ لینا' پہلے کچھ کھا لو' تمہیں بھوک لگی ہوگی۔" کہہ کر وہ صوفے کی طرف بڑھا تو مشل نے بھی اس کی تقلید کی۔ کھانا اس نے برائے نام کھایا جب کہ خضر نے ڈٹ کے کھایا پھر وہ کچن کی طرف گیا کچھ دیر بعد لوٹا تو ہاتھ میں کافی کے دو مگ تھے۔

"آپ...... آپ نے کیوں بنائی' مجھے کہہ دیتے' میں بنا دیتی۔" وہ شرمندہ سی ہوئی۔

"کوئی بات نہیں۔ آج کے دن تم آرام کرو۔ کل سے سب کچھ تمہیں ہی کرنا ہے۔" اس کے سکون سے کہنے پر وہ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی۔ کافی پینے کے بعد وہ اسے کمرے کی طرف لایا۔ یہ دوسرا کمرا تھا۔ پہلے وہ جس کمرے کی طرف گئی تھی اس کے سیدھے رخ پر تھا۔

"تم تازہ دم ہو کر آرام کرو میں...... میں بعد میں ملوں گا تم سے۔ اوکے!" وہ کہتے ہی باہر نکلا اور دروازہ بند کر دیا۔ مشل نے بیگ سے ایک سوٹ نکالا اور باتھ روم میں گھس گئی۔

❀......❖......❀

اس کی آنکھیں عجیب سے احساس سے کھل گئی تھیں۔ شاور لینے کے بعد نیند اس کی آنکھوں میں اس قدر ٹوٹ کر آئی کہ بستر میں لیٹتے ہی اس کی پلکیں خود بہ خود بند ہو گئیں حالانکہ سفر میں اسے کوئی تکلیف نہ ہوئی تھی لیکن تھکن اتنی تھی جیسے میلوں کی مسافت پیدل طے کی ہو' اسے اپنا سر اس وقت بھی بھاری محسوس ہو رہا تھا پھر اس کا ذہن پوری طرح جاگ گیا۔ باہر سے کسی کے تیز تیز بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور بلاشبہ آواز نسوانی تھی۔ اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔

"کون ہو سکتی ہے یہ اور اتنا چلا کر کیوں بول رہی ہے؟" وہ سوچتی ہوئی بیڈ سے اتری دروازہ ذرا سا وا کیا تو سیدھی نظر اس وجود پر پڑی۔ وہ کوئی فرنگن تھی اور بہت غصے میں لگ رہی تھی۔

"یہ کس پر اتنا غصہ کر رہی ہے؟" اس نے دروازہ تھوڑا اور کھولا تو اسے دوسرا وجود بھی نظر آ گیا۔ وہ خضر تھا جو سر جھکائے اس عورت کی بدتمیزی سہہ رہا تھا۔ وہ دھیان لگا کر اس عورت کے الفاظ پر غور کرنے لگی۔ جو انگریزی میں بول رہی تھی۔ اس نے انگلش میں ایم اے کر رکھا تھا۔ اس کی انگلش بہت اچھی نہ سہی لیکن ایسی بھی نہیں تھی کہ وہ سمجھ ہی نہ سکے۔

"آخر تم اسے جا کر جگاتے کیوں نہیں' کیا اس مہارانی کو یہاں آرام کرنے کے لیے لے کر آئے ہو؟" وہ تنفر سے بولی۔

"ہاں ہاں ابھی جگا دیتا ہوں۔ مائی ڈیئر میری! غصہ تھوک دو۔ تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔" اس کا لہجہ چاپلوسی لیے ہوئے تھا۔

"کیا تم نے اسے بتایا ہے کہ تم اسے کس مقصد کے لیے یہاں لائے ہو؟"

"نہیں' ابھی تو نہیں بتایا پر جیسے ہی جگاؤں گا سب بتا دوں گا۔" وہ اس کے قریب آ کر محبت سے چور لہجے میں بولا اور دروازے کے پٹ کو مضبوطی سے تھامے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سب دیکھ اور سن رہی تھی۔ یہ خضر وہ تو نہ تھا جو بہت سوبر سا ہوا کرتا تھا' یہ تو کسی انگریز کا غلام لگ رہا تھا۔ "ڈیئر! تم تو جانتی ہو نا میں صرف تمہارا ہوں۔ پیار کرتا ہوں تم سے' تمہیں کیا اندازہ تمہارے بنا اتنا وقت پاکستان میں کیسے گزارا ہے' ہر پل ہر لمحہ تمہاری یاد دل و دماغ میں رہتی تھی۔ آئی لو یو میری! آئی لو یو سو مچ......!" اور بس اس سے زیادہ سننے کی اس میں ہمت تھی نہ خواہش۔ وہ دروازہ بند کر کے شکستہ قدموں سے مڑی پر دو قدم بھی چل نہ پائی اور گھٹنوں کے بل گر سی گئی۔ آنسوؤں کی جھڑی سی لگ گئی تھی پھر دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر اپنی چیخوں کو روکنے لگی اور گھٹ گھٹ کر رونے لگی۔

"اماں...... اماں تم غلط تھیں اماں! ابھی ہمارے امتحان ختم نہیں ہوئے ہیں بلکہ آپ کی بیٹی کا امتحان تو اب شروع ہوا ہے اماں! اماں میرا دل صحیح تھا بالکل صحیح تھا اماں!" وہ بآواز بلند روتی ماں کے لیے تڑپ رہی تھی۔ اسے اس وقت ماں کی محبت بھری آغوش کی سخت ضرورت محسوس ہوئی۔

"اماں! میرے پاس آ جاؤ اماں! دیکھو تمہاری لاڈلی کیسے برباد ہوئی ہے۔ کتنا بڑا دھوکا ہوا ہے ہمارے ساتھ......" وہ زار و قطار رو رہی تھی پر کوئی نہیں تھا جو اسے سنتا' اسے دلاسہ دیتا۔ بہت دیر رونے کے بعد وہ کچھ سنبھل پائی تھی۔ "کوئی ہو یا نہ ہو میرا ربّ ہر جگہ میرے ساتھ ہے' میں حوصلہ نہیں ہاروں گی' کبھی بھی نہیں۔" اس نے قطعی لہجے میں خود سے کہا اور اپنے آنسو پونچھے پھر اٹھ کر بیڈ تک آئی اور ایک ارادے سے بیٹھ کر نظریں دروازے پر جما دیں۔ اسی

وقت دھڑ سے دروازہ کھلا تھا اور خضر اندر آیا تو اسے جاگتا پاکر ایک لمحے کو گڑبڑا سا گیا پھر سنبھل کر اس کے پاس آیا۔

"اچھا ہوا تم اٹھ گئی ہو میں تمہیں ہی جگانے آیا تھا۔" وہ مصنوعی مسکراہٹ سے بولا۔

"وہ عورت کون تھی؟" جواب اسے معلوم تھا پھر بھی ایک امید کے تحت پوچھ بیٹھی۔ خضر اس کے غیر متوقع سوال پر ایک لمحے کو خاموش رہ گیا پھر اکھڑ کر بولا۔

"میری بیوی......!"

اس نے سختی سے آنکھیں میچی پھر ایک جھٹکے سے اس کے برابر کھڑی ہوئی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"تو میں کون ہوں؟" اس کے سوال پر وہ نظریں چرا گیا۔ "نظریں مت چرائیے مسٹر خضر! جواب دیجیے میں کون ہوں؟ اور یہاں کیوں ہوں؟ جب آپ شادی شدہ تھے اور...... اور اپنی بیوی سے محبت کے دعوے دار تھے تو میں بیچ میں کہاں سے آئی بلکہ لائی گئی۔ آخر ایسا کون سا مقصد تھا آپ کا جو آپ کو پاکستان کھینچ لایا اور آپ نے ایک مڈل کلاس یتیم لڑکی کو اپنا شکار بنایا' کیوں...... کیوں کیا آپ نے ایسا...... کیوں کیا؟" اس کا گریبان ہاتھوں میں پکڑے وہ پھٹ پڑی۔ چیختے چیختے اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"بکواس بند کرو اور اپنے آپ پر قابو رکھو۔" اس نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ ہٹائے اور بھپر کر گویا ہوا۔ "ہاں لایا ہوں تمہیں ایک مقصد کے تحت اور اب تم کو ہمارے مقصد پر پورا اترنا ہوگا' بنا کوئی سوال جواب کیے میرا اور میری بیوی میری کا ہر کام تمہیں کرنا ہوگا۔ ہمارے کھانے پینے کا' ہمارے کپڑوں کا' اس گھر کا' ہر کام تمہیں کرنا ہے' سمجھی تم!" اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑے وہ بے رحمی سے بولتا اس کی روح تک کو زخمی کر گیا یعنی وہ یہاں نوکرانی کی حیثیت سے لائی گئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"چھوڑیں مجھے درد ہو رہا ہے۔" اس نے بال چھڑانے کی کوشش کی' اس کی آواز میں درد محسوس کرکے اس نے ایک جھٹکے سے اسے بیڈ پر دھکا دیا تو وہ اوندھے منہ گر کر سسک پڑی۔

"بس بہت ہوگیا تمہارا ڈرامہ! بند کرو یہ رونا دھونا' اب تو شاید پوری زندگی تمہیں روتے ہوئے گزارنی پڑے گی۔ اس وقت میری باہر گئی ہے تھوڑی دیر میں واپس آجائے گی لیکن اس کے آنے سے پہلے رات کا کھانا تیار ہونا چاہیے اس لیے پانچ منٹ کے اندر باہر آؤ ورنہ......" اس کے ورنہ میں کیسی تنبیہہ چھپی تھی کہ اس کی روح کانپ اٹھی۔ وہ ایک جھٹکے سے دروازہ بند کرتا باہر نکل گیا اور مشل جو کچھ دیر پہلے خود کو بہت حوصلہ مند سمجھ رہی تھی' اس کا سب حوصلہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔ خضر کے بہیمانہ سلوک پر وہ بالکل ٹوٹ چکی تھی۔ اسے لگا وہ ایک ایسے بھنور میں پھنس چکی ہے' جس سے نکلنا بہت مشکل تھا بلکہ ناممکن' وہ پردیس میں بالکل تنہا اس کے رحم و کرم پر تھی' جو اس کا شوہر ہونے کے ناتے کچھ بھی کرنے کا مجاز تھا۔

"یااللہ! اب میرا سہارا صرف تو ہے' میری مدد کر مالک! مجھے ہمت و حوصلہ دے......" دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھا کر رب سوہنے سے فریاد کرنے لگی۔

❁......❖......❁

اسے یہاں آئے ایک ماہ کا عرصہ بیت چکا تھا' اس عرصہ میں وہ کتنی ہی بار ٹوٹی اور ٹوٹ کر پھر سے جڑی تھی۔ وہ بیچ میں صرف خادمہ بن کے رہ گئی تھی۔ میری کی فطرت میں غصہ' تفاخر' احساس برتری کوٹ کوٹ کر بھرا تھا' وہ دن میں کئی بار بات بے بات اس کی عزت کی دھجیاں بکھیر دیتی بلکہ کئی بار ذرا سی غلطی پر وہ اس پر ہاتھ بھی اٹھا چکی تھی۔ خضر سب کچھ دیکھ اور سن کر بھی اندھا' بہرا' گونگا بنا رہتا۔ مشل چپ چاپ آنسو بہانے کے سوا کچھ نہ کرسکتی تھی۔ وہ نا صرف مشل سے گھر کے کام کرواتی بلکہ باہر کے چھوٹے بڑے کام بھی اسی کے ذمہ تھے۔ وہ دونوں صبح آٹھ بجے ایک ساتھ نکلتے شام کو واپسی بھی آگے پیچھے ہوتی پھر رات کو اکثر دونوں گھومنے نکل جاتے اور جتنا وقت وہ باہر ہوتے وہ پُرسکون ہوتی اور خشوع خضوع سے اپنے اللہ کو یاد کرتی۔ نماز کی پابند تو شروع سے تھی پر اب تو

اس کی عبادت کا رنگ ہی جدا تھا۔ شروع شروع میں میری کو اس کے عبادت کرنے پر بھی اعتراض تھا لیکن اس معاملے میں وہ بالکل نہیں ڈری تھی تو میری نے بھی بولنا چھوڑ دیا' بس حکم صادر کیا کہ وہ چاہے جتنی عبادت کرے مگر اس کی ہر چیز اسے وقت پر تیار ملنی چاہیے اور وہ پوری کوشش کرتی کہ اس کو کچھ بھی بولنے کا موقع نہ ملے۔ آج اتوار تھا گزری رات وہ دونوں دیر تک ٹی وی دیکھتے اور مے نوشی سے لطف اندوز ہوتے رہے پھر جانے رات کو کس پہر وہ ایسے بے سدھ ہوئے کہ اب تک نہ جاگے تھے۔ سہ پہر چار بجے کا وقت تھا۔ وہ گھر کے سارے کاموں سے فراغت پاکر اپنے کمرے میں کلام پاک (جو وہ اپنے ساتھ لے کر آئی تھی) کھول کر پڑھنے میں مگن ہوئی پھر اسے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ خضر دروازے کے بیچ کھڑا ایک ہاتھ سے چوکھٹ تھامے دوسرا ہاتھ ٹراؤزر کی جیب میں ڈالے جانے کب سے اسے گھورنے میں مصروف تھا۔ سیاہ جارجٹ کے سادے لباس میں سیاہ دوپٹا نماز کے انداز میں لپیٹے وہ اردگرد سے بے نیاز تلاوت کررہی تھی۔ اس کی گوری رنگت کالے رنگ میں دمک رہی تھی۔ چہرے پر اس قدر معصومیت تھی کہ وہ اس پر سے نظریں نہیں ہٹا پارہا تھا پھر اچانک یہ احساس کہ وہ اس کی بیوی اس کی ملکیت ہے' اس کی نظروں میں استحقاق بھر گیا۔ مشل کو کسی کی گہری نظروں کی تپش کا احساس چونکا گیا' سر اٹھایا تو نظریں سیدھی اس کی نگاہوں سے جاملیں' اس کی گہری نظروں میں ایسا کچھ تھا کہ مشل کے رونگٹے کھڑے ہوگئے' اس نے غیر محسوس انداز میں قرآن پاک بند کیا' خضر نے آگے قدم بڑھائے' مشل نے سر جھکا کر قرآن پاک جزدان میں رکھا اور دونوں ہاتھوں سے سینے سے لگا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ناشتا ملے گا؟" خضر اس کے چہرے کے ایک ایک نقش پر نگاہ گاڑے گویا ہوا۔

"جی...... جی...... میں ابھی بنا دیتی ہوں۔" اس نے قرآن شریف سائیڈ ٹیبل پر رکھا پھر آگے بڑھنا چاہتی تھی کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر خضر نے روک دیا۔

"تم...... تم بہت خوب صورت ہو مشل!" اس کا لہجہ خمار آلود تھا۔ مشل کانپ اٹھی پھر ہاتھ چھڑاتی پیچھے ہوئی۔

"پلیز یہ مکالمہ بازی آپ اپنی بیوی کے ساتھ کیا کریں۔ مجھے ان سب کی بالکل چاہ نہیں......" وہ سپاٹ سے لہجے میں بولی۔

"بیوی سے ہی کررہا ہوں۔ تم بھی میری بیوی ہو شاید تمہیں یاد نہیں۔" خضر کو آج وہ کچھ اور ہی لگ رہی تھی یا رات کا نشہ اب تک طاری تھا۔

"نہیں خضر صاحب میں بالکل نہیں بھولی ہوں لیکن شاید آپ کو یہ یاد نہیں رہا کہ آپ مجھے یہاں بیوی نہیں خادمہ بنا کر لائے ہیں' اس لیے آئندہ میرے قریب آنے کی کوشش بھی مت کیجیے گا۔ آپ کو مہنگا پڑ سکتا ہے۔" وہ سخت لہجے میں اسے بہت کچھ باور کرا گئی' خضر کی مردانہ انا بلبلا اٹھی۔

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟" وہ درشت ہوا۔

"نا...... بالکل نہیں' میں تو صرف یاد دلا رہی ہوں کہ میری نہیں جانتی کہ میں آپ کی بیوی ہوں اگر غلطی سے بھی آپ کی فرنگن بیوی کو اس بارے میں پتا چلا تو......" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی سکون سے گویا ہوئی تو خضر خاموش رہ گیا۔ اس بارے میں تو اس نے سوچا بھی نہیں کہ اگر مشل نے میری کو اس کی ایسی کسی حرکت کا بتا دیا تو وہ تو اسے جان سے ماردے گی' اتنی ہی حساس تھی وہ اس کے بارے میں' اس سے محبت جو کرتی تھی۔ مشل اسے سوچوں میں گم چھوڑ کر نہایت پُرسکون سی باہر نکل گئی۔

❁......❖⌘......❁

"مشل یہ پکڑو اور نیچے شاپ سے یہ...... ساری...... سمان...... لے...... کر...... آؤ۔" میری نے مشل کی طرف سامان کی فہرست بڑھا کر ٹوٹی پھوٹی اردو میں اسے حکم دیا۔ اسے نہیں پتا تھا کہ مشل کو اچھی خاصی انگلش آتی ہے' وہ ہمیشہ اسے ایسے ہی ٹوٹی پھوٹی اردو میں حکم دیا کرتی تھی۔ مشل نے بھی کبھی بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ وہ خاموشی سے کاغذ اور روپے لے کر کھڑی ہوئی' سر پر اسکارف وہ پہلے ہی پہنے ہوئے تھی' دوپٹے کو مزید اچھی طرح اپنے گرد

پھیلا کر وہ باہر آئی۔ پہلے پہل اسے اس طرح اکیلے نکلنے سے عجیب سا احساس ہوتا تھا پھر وہ عادی ہوگئی اب وہ بڑے اعتماد سے خریداری کرتی تھی۔ وہ لفٹ سے نیچے آئی۔ مارکیٹ اپارٹمنٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھی اکثر وہ ایک ہی دکان سے سب کچھ لے لیا کرتی تھی۔ سردی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ باہر تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ وہ مخصوص دکان کے اندر آئی اور لسٹ پڑھ کر سامان ٹرالی میں ڈالتی گئی پر ایک چیز ایسی تھی جو اسے نہیں ملی کچھ عجیب سا نام لکھا تھا وہ سامان لے کر کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔

"اوہ اچھی لڑکی! کیسی ہو تم؟" کاؤنٹر پر کھڑی لڑکی اسے پہچان کر مسکراتی پوچھنے لگی۔ وہ انڈین تھی اسے مشل کی جامہ زیبی بہت متاثر کرتی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں شکریہ!" وہ بھی مسکرا کر جواب دیتی لسٹ اس کی طرف بڑھا کر پوچھنے لگی۔ "یہ مجھے کہیں ملی نہیں کیا ختم ہوچکی ہے؟" لڑکی نے لکھا نام پڑھا اور حیرت سے پوچھنے لگی۔

"یہ تم اپنے لیے لے رہی ہو؟"

"نہیں کسی اور کے لیے!" اس کے حیرت سے پوچھنے پر اچنبھا ہوا۔

"اوہ! یہ تمہیں دو دکانیں چھوڑ کر تیسری دکان سے مل جائے گی۔" وہ تھیلے اٹھا کر مڑی تھی کہ لڑکی نے اسے پکار لیا۔ "سنو مس!" اس کے پکارنے پر وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔ "اوہ یار! اتنے دن سے ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں لیکن ہمیں ایک دوسرے کا نام بھی نہیں معلوم......" وہ دوستانہ لہجے میں بولی تو مشل نے ہلکے سے مسکرا کر جواب دیا۔

"مشل نام ہے میرا اور تمہارا......؟"

"مشل! بہت پیارا نام ہے مجھے سندیا کہتے ہیں۔"

"نام تو تمہارا بھی اچھا ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"شکریہ! دوست بنوگی؟" سندیا کے ہاتھ بڑھانے پر اس نے بھی آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا تب وہ مسکرادی۔

"ٹھیک ہے! اب میں چلتی ہوں بہت دیر ہوگئی ہے۔" وہ ہاتھ ہلا کر باہر نکل گئی۔

"یااللہ! کبھی سوچا نہ تھا کہ زندگی کبھی ایسا دن بھی دکھائے گی مجھے ایک انگریزن کی غلامی کرنی پڑے گی میری کے ہر حکم کی تعمیل کرنا اس کی مجبوری تھی۔" وہ تھیلے اٹھائے دکان سے نکلی اور پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر تیز قدموں سے گھر کی طرف بڑھتی گئی۔ عمارت کے اندر پہنچ کر وہ لفٹ کی طرف بڑھی پر لفٹ اوپر تھی کچھ سوچ کر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی اور تھیلے سنبھالے۔ وہ بہت جلدی میں تھی تیسری منزل کی سیڑھیوں سے جیسے ہی مڑی اوپر سے اترتے وجود سے ٹکرا گئی۔ ٹکر شدید تھی کہ تھیلے اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچے اگر سامنے والا اسے دونوں ہاتھوں سے تھام نہ لیتا تو یقیناً وہ زمین بوس ہوجاتی سامان سمیت۔

"سوری مس! ویری سوری! لیکن......" ٹکر کی وجہ سے اس کا اسکارف کھل گیا تھا اور اس کا ایک کونا اس کے چہرے پر اس طرح گرا تھا کہ اس کا چہرہ تقریباً چھپ چکا تھا۔ پر جیسے ہی خود کو سنبھال کر وہ سیدھی ہوئی ساحل بولنا بھول گیا وہ چپ چاپ بس اسے دیکھے جارہا تھا جیسے کئی دن کا پیاسا اچانک نظر آنے والے کنوئیں کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس معصوم چہرے والی لڑکی کو بھولا نہیں تھا پچھلے چار ماہ وہ ہر پل اسے سوچتا رہا تھا اور آج اچانک سامنا ہونے پر وہ اپنی نظروں پر قابو نہ رکھ پایا حالانکہ اس نے اس کا تصور بھی ذہن سے مٹانے کی بہت کوشش کی تھی۔

"پلیز چھوڑیں مجھے......" اس کے ہاتھ اب تک مشل کے شانوں پر تھے وہ چونک گیا۔ اس کے شانوں سے ہاتھ ہٹا کر کھسیانا ہوا۔

"سوری! آپ کو لگی تو نہیں؟"

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔ غلطی میری ہے شاید میں کچھ زیادہ ہی جلدی میں تھی۔" وہ اس شخص کی غلطی نہ ہونے کے باوجود بار بار معذرت کرنے پر شرمندہ سی ہوئی اور تھیلے نیچے رکھ کر اسکارف کی پن لگانے لگی۔

"لگتا ہے آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟" مشل نے حیرت سے دیکھا۔ "کچھ دن پہلے ہم ائرپورٹ پر ملے تھے وہ بنچ پر......" اس کے یاد دلانے پر مشل کے دماغ میں جھماکا ہوا اسے وہ اجنبی شخص یاد آ گیا اس کی آنکھوں میں ہلکی شناسائی پاکر وہ مزید گویا ہوا۔ "آپ کے شوہر کیسے ہیں؟" اس کے سوال پر مشل کے دل پر چوٹ پڑی۔

"جی ٹھیک ہیں وہ!" اس کی ہلکی آواز میں گہرا دکھ چھپا تھا جسے ساحل نے صاف محسوس کیا مشل نے جھک کر تھیلے اٹھائے تو ساحل پکار اٹھا۔ "پلیز میری بات سنیں!" اس کی آواز پر وہ رک گئی لیکن مڑ کر نہیں دیکھا۔ "مس اگر آپ برا نہ منائیں تو کیا آپ کا نام جان سکتا ہوں؟" وہ ایک آس سے بولا۔ مشل کو حیرت تو ہوئی لیکن پھر کچھ سوچ کر بتادیا۔

"مشل!" وہ بتا کر ایک سیڑھی اوپر چڑھی تھی کہ وہ دو دو سیڑھیوں پھلانگتا اس تک آیا اور ایک کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ میرا کارڈ ہے اگر کبھی بھی کسی بھی وقت آپ کو لگے کہ آپ کو کسی کی مدد کی ضرورت ہے تو اس نمبر پر فون کرلیں آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔" مشل کے لہجے کا دکھ اور آنکھوں کی ویرانی اسے بے چین کرگئی تھی۔ پتا نہیں کیوں اسے یقین تھا وہ انکار نہیں کرے گی۔ وہ ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گئی پھر یوں ہی کارڈ اس سے لے کر اس کی طرف دیکھے بغیر آگے بڑھتی چلی گئی۔ ساحل تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوئی پھر گہری سانس لے کر نیچے اترنے لگا۔

❁......⌘❖......❁

آج کل وہ عجیب سی کیفیت میں پھنسا ہوا تھا۔ اسے خود اندازہ نہیں ہو پارہا تھا کہ اس کے ساتھ آخر کیا ہورہا ہے کیوں اس کا ضمیر اسے پل پل کچوکے لگا رہا تھا۔ کئی راتوں سے وہ ٹھیک سے سو نہیں پایا تھا جیسے ہی پلکیں موندتا مشل کی ماں کا رنجیدہ چہرہ اسے بے چین کر جاتا۔ آنکھیں کھولتا تو مشل کا معصوم چہرہ پاکیزہ سراپا سامنے دکھائی دیتا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا کہ میری دھپ سے اس کے برابر میں گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

"خضری! کیا بات ہے تم پریشان نظر آرہے ہو۔" اس نے خضر کے شانے پر سر ٹکایا اور محبت سے پوچھا۔

"ارے نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

"اچھا...... تمہیں پتا ہے مارک آرہا ہے؟" اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"کیا......!" خضر کو دھچکا لگا۔ مارک ایک نمبر کا اوباش آدمی تھا۔ آخری بار اس کی میری کے ساتھ تھوڑی ان بن ہوئی تو وہ گھر چھوڑ کر چلا گیا۔

"ہاں خضری! میں بہت خوش ہوں۔ آخرکار میرا بھائی گھر واپس آرہا ہے۔" میری کی خوشی دیدنی تھی۔ مارک اس کا چھوٹا بھائی تھا۔ اسے اپنے بھائی سے بے پناہ محبت تھی ماں باپ دونوں ہی بہت پہلے گزر گئے تھے بس وہ دو ہی بہن بھائی تھے۔ خضر گہری سوچ میں پڑ گیا پہلے کی بات اور تھی لیکن اب مارک کا اس گھر میں رہنا مشل کے لیے مصیبت کھڑی کرسکتا ہے۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے مارک کو آنے سے روک بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ بات میری کو پسند نہ آتی وہ نئی مشکل میں پڑ گیا تھا۔

❁......⌘❖......❁

"خضری! مارک آج شام کو آرہا ہے تو تم اس لڑکی کو اپنی زبان میں سمجھادو کہ اپنا بوریا بستر اٹھا کر کمرا خالی کردے اور اسے اچھی طرح صاف بھی کردے۔ مجھے تو اردو بولنے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے۔" میری کے نئے حکم پر خضر اسے دیکھتا رہ گیا۔

"میری لیکن وہ......" اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیسے اسے منع کرے۔

"کیا ہوا تمہیں کوئی پریشانی ہے؟" میری نے ابرو اچکا کر اسے شکی نظروں سے دیکھا۔ خضر اس کی نظروں سے گڑبڑا گیا۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے میں سمجھادوں گا اسے تم فکر مت کرو۔"

"ٹھیک ہے ابھی میں باہر جارہی ہوں شام کو مارک کو

ائرپورٹ سے لیتی ہوئی آؤں گی' پر اس سے پہلے سب کچھ بالکل ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا میں نے کہا ہے بائے بے بی!" وہ پرس اٹھا کر نکل گئی۔ خضر بھی مشل کے کمرے کی طرف گیا۔ اس نے کمرے کا دروازہ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا اندر آ کر اس کے قدم تھم سے گئے' سامنے وہ اپنے ربّ کے حضور سجدہ ریز فریاد کررہی تھی۔

"یااللہ! مجھے معاف کر۔ میرے گناہوں کو بخش دے اور جس امتحان کے لیے تُو نے میرا انتخاب کیا ہے' مجھے اس پر پورا اُترنے کے لیے حوصلہ دے مالک! میری ماں کو خبر دے مولا! تو رحیم ہے' کریم ہے۔ تیرے یہاں دیر ہے پر اندھیر نہیں مالک! میرے شوہر کو معاف کردے۔ اسے نہیں احساس کہ وہ کیا کررہا ہے' اسے معاف فرما کہ میں نے اسے معاف کردیا ہے۔ یااللہ میری مدد کر! میری مدد کر!" وہ اپنے ربّ کے سامنے گڑگڑا کر اپنے خضر کے گناہوں کی معافی مانگ رہی تھی۔ خضر کو لگا کہ وہ زمین کے اندر دھنستا جارہا ہے۔ اسے اپنا آپ اس دھان پان سی لڑکی کے آگے بہت چھوٹا محسوس ہورہا تھا۔ بس یہی وہ لمحہ تھا اس نے آن کی آن میں ایک فیصلہ کیا اور مطمئن ہوگیا۔ مشل نے اپنے آنسو پونچھے اور جائے نماز تہہ کرکے کھڑی ہوئی۔

"مشل! کچھ کہنا تھا تم سے' تم فارغ ہو......؟" وہ بہت نرم لہجے میں بولا۔ مشل اس کی آواز پر مڑی اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"دراصل وہ آج میری کا بھائی آنے والا ہے شام کو وہ ہمیشہ اسی کمرے میں ٹھہرتا ہے تو......وہ......"

"مجھے معلوم ہے خضر صاحب! آپ بے فکر رہیے۔ میں اپنا سامان باہر نکال دوں گی اور سب کچھ پہلے جیسا کردوں گی اور کچھ......؟" اس کے بردباری سے کہنے پر خضر کو اپنا وجود پستی میں اُترتا محسوس ہوا۔ وہ نفی میں سر ہلا کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔ شام چھ بجے تک وہ لوگ پہنچ گئے۔ مارک کا پہلا سامنا مشل سے ہوا تھا' جو کچن سے باہر نکلی تھی' مارک کا حلیہ دیکھ کر ہی مشل کو کوفت ہوئی تھی۔ گلے میں موٹی سلور چین بغیر آستینوں کی ٹی شرٹ' گھٹنے سے پھٹی جینز۔ وہ اسے پہلی نظر میں ہی سخت ناپسند ہوا جب کہ مارک اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر اس کی طرف بڑھا تھا۔ مشل نے غیر محسوس انداز میں دو الٹے قدم لیے۔

"ہائے پیاری لڑکی!" اس نے ہاتھ آگے کیا تو مشل گڑبڑا کر مدد طلب نظروں سے خضر کی طرف دیکھنے لگی۔ خضر اس کی نظروں کا مفہوم جان کر آگے بڑھا۔

"ہیلو مارک!" اس نے مارک کے بڑھتے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر مصافحہ کیا۔ مارک بھی اس کی طرف متوجہ ہوا تو مشل جلدی سے کچن کے اندر چلی آئی۔

"اوہ ہائے برادر اِن لا!" وہ تینوں صوفے کی طرف بڑھے۔ مگر مارک کا دھیان ابھی تک مشل میں ہی اٹکا ہوا تھا۔

"یار میری! یہ کیسی ڈھکی چھپی سی لڑکی ہے۔ پتا نہیں اس کے بالوں کا رنگ کیسا ہوگا۔ اسکارف کی وجہ سے کچھ ٹھیک سے دیکھ نہیں پایا۔" اس نے کہا تو میری نے بے ہنگم قہقہہ لگایا۔

"مارک! تم کبھی نہیں سدھرو گے۔ ارے وہ ہماری خادمہ ہے تم بھی نا!" وہ ہنستی ہوئی بولی تو خضر کو سخت گراں گزرا۔ وہ پہلو بدل کر رہ گیا اور ٹرالی گھسیٹ کر لاتی مشل کے دل پر گھونسہ پڑا لیکن وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ آگے آئی۔

"یہ سب چھوڑو' تم جاؤ یہاں سے۔" خضر کے کہنے پر اس نے ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا اور اسٹور کی طرف آ گئی' جو آج سے اس کی نئی پناہ گاہ تھی۔

❁......❖......❁

مارک کو آئے دو دن گزر گئے تھے اور یہ دو دن مشل کی زندگی کے سب سے مشکل دن تھے اس کی نظریں مشل کو اپنے جسم کے آر پار محسوس ہوتی تھیں' وہ پوری کوشش کرتی کہ اس سے سامنا کم سے کم ہو لیکن پھر بھی ٹکراؤ ہو ہی جاتا۔ ایک گھر میں وہ کتنی دیر اس سے چھپ سکتی تھی آخر گھر کے کام تو اسی کو کرنے تھے' جس کی وجہ سے کئی بار اسے اس کی غلیظ نگاہوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس وقت رات کے دس بجے تھے' وہ تینوں گھر پر نہیں تھے' کہیں گھومنے نکلے تھے تو مشل کچھ پُرسکون تھی' وہ کچن صاف کرکے نکلی تو اسے داخلی دروازے پر چابی گھمانے کی آواز آئی۔ مشل کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا' وہ ساکت کھڑی دروازے پر نظر جمائے ہوئے تھی' جواب کھل چکا تھا اور خضر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس تک آیا۔ مشل کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"آپ......اتنی جلدی......سب ٹھیک تو ہے؟"

"ہاں سب ٹھیک ہے بلکہ اب سب ٹھیک ہی ہوگا۔ بہت غلط کرچکا ہوں میں لیکن اب اور نہیں۔ میں نے ایک فیصلہ کیا ہے مشل!" وہ ایک عزم سے بول رہا تھا' وہ کچھ نا سمجھتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ "مشل! میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا۔ میں صرف تمہارا ہی نہیں اپنے اللہ کا بھی گناہ گار ہوں' شاید وہ مجھے بالکل بھی معافی نہیں دے گا' میرا گناہ معافی کے لائق ہے بھی کہ نہیں لیکن اب میں تمہیں اس مشکل سے نکالنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھ پر بھروسہ کروگی؟" وہ امید بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ مشل کو لگا خدا نے اس کی سن لی' اس کا امتحان ختم ہورہا تھا' اسے انجانی سی خوشی محسوس ہوئی۔ اس نے بے اختیار اثبات میں سر ہلایا' اس کی آنکھیں جانے کیوں نم ہوئی تھیں۔

"شکریہ مشل! میں جانتا ہوں تمہارا دل بہت بڑا ہے' تم نے مجھے معاف بھی کردیا ہے لیکن......" اس کے رکنے پر مشل کی سانس بھی رکی تھی۔ "اب میں ایک اور گناہ کرنے جارہا ہوں شاید اس کے لیے تم مجھے کبھی معاف بھی نہ کرسکو لیکن یقین جانو یہ تمہارے بھلے کے لیے ہے' مارک جیسے انسان کے رہتے تمہارا یہاں رہنا بالکل ٹھیک نہیں ہے' اس لیے......اس لیے تمہیں یہاں سے جانا ہوگا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے' میں مارک کو روک نہیں سکتا وہ میری کا بھائی ہے اور میری' میری محبت ہے۔ اس لیے تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔" اس کی طویل گفتگو سے مشل کچھ بھی اور کچھ نہیں۔

"خضر! آپ......آپ کیا کہہ رہے ہیں' میری کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا۔ میں......میں یہاں سے چلی جاؤں' ہمیشہ کے لیے لیکن کہاں......؟" اس کی آواز بھرا گئی۔

"مشل پلیز! رومت' میں مجبور ہوں' میں میری کو چھوڑ نہیں سکتا اور اس کی موجودگی میں تمہیں اپنا نہیں سکتا لیکن میرا ضمیر مجھے پل پل ملامت کرتا ہے۔ میں اب اور تمہیں ایسے نہیں رکھ سکتا پلیز مشل! مجھے معاف کردو۔" اس نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے۔ مشل کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

"میں آپ کی بیوی ہوں خضر! کاغذی صحیح پر رشتہ تو ہے نا! آپ مجھے جانے کو کیسے کہہ سکتے ہیں اس پردیس میں' میں کہاں جاؤں گی' میں نے تو کبھی آپ سے کوئی شکایت بھی نہیں کی پھر آپ......" وہ بہتے آنسوؤں سے بولی۔

"میں نے اس کا انتظام کردیا ہے یہ لو!" اس نے مشل کی طرف کچھ کاغذ بڑھائے' جس میں پاسپورٹ بھی تھا۔ "یہ تمہارا پاسپورٹ اور ویزا ہے' بہت کوشش کے باوجود ایک ہفتے بعد کی ٹکٹ ملی ہے لیکن تب تک تمہیں اس ہوٹل میں رہنا ہوگا۔" اس نے مشل کی طرف ایک کارڈ بڑھایا' جو کسی ہوٹل کا تھا۔ مشل کے رونے میں شدت آئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہورہا تھا۔ ایک بار پھر زندگی اس کے ساتھ کوئی نیا کھیل کھیل رہی تھی۔

"مشل یہاں سے جانے کے بعد تمہیں ایک نئی زندگی کی شروعات کرنی ہے' تمہیں اپنی زندگی کے ان آٹھ ماہ کو بھلانا ہوگا۔ پلیز اسے ایک بھیانک خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔"

"بھول جاؤں؟ آپ میرے شوہر ہیں۔ ایک مسلمان عورت اپنے شوہر کو کیسے بھلا سکتی ہے۔ آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟" وہ اسے جھنجوڑ کر بولی۔

"ہاں' ایک مسلمان عورت اپنے شوہر کو جیتے جی نہیں بھلا سکتی لیکن......" اس نے مشل کے ہاتھ ہٹائے اور دو قدم دور ہوا۔ "لیکن میں تمہارا شوہر نہیں رہا اس لفافے

میں تمہارا طلاق نامہ ہے۔ میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے۔" خضر نے دھماکا کیا' جس سے مشل کے وجود کے پرخچے اڑ گئے۔ وہ شکستگی سے اسے دیکھتے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ ایک پل کی جو خوشی اسے ملی تھی وہ ملیامیٹ ہو چکی تھی۔ اسے لگا سب کچھ ختم ہو گیا ہے' اب کس منہ سے پاکستان جائے گی' طلاق کا دھبا اس کے دامن کو داغ دار کر چکا تھا۔

"مشل پلیز! سنبھالو خود کو...... ابھی کچھ بھی نہیں بگڑا' یقیناً خدا نے تمہارے لیے تمہاری طرح ہی کوئی نیک بندہ بنایا ہوگا۔ میں کبھی بھی تمہارے قابل نہیں تھا۔" خضر اس کے ٹوٹے بکھرے وجود سے نظر چرا کر اسے سمجھانے لگا۔ "مجھے ابھی یہاں سے جانا ہوگا لیکن تم صبح سے پہلے اسٹور روم سے باہر مت آنا۔ صبح جب میں اور میری نکل جائیں اور پارک سو رہا ہوگا تو تم یہاں سے چلی جانا' کوئی بھی ٹیکسی تمہیں اس ہوٹل پر پہنچا دے گی۔ تمہارے نام پر ایک کمرا بک ہے منیجر سے میں نے بات کرلی ہے۔ تم کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔" وہ کچھ دیر خاموش ہوا۔ "ایک بار پھر معافی مانگتا ہوں' اللہ حافظ!" کہہ کر وہ اس پر ایک آخری نظر ڈالتا گھر سے نکل گیا۔ مشل اب تک بے یقین سی لفافے کو گھورے جا رہی تھی اس کے جاتے ہی لفافہ چاک کیا۔ طلاق نامہ کے ساتھ میں کچھ ڈالرز بھی تھے۔ جو یقیناً اس کی سہولت کے لیے تھے۔ مشل ٹوٹ کر روئی تھی پھر اپنے وجود کو گھسیٹتی ہوئی اسٹور روم میں آئی اور لاک لگایا پھر وہیں دروازے سے ٹیک لگائے ڈھے سی گئی۔ یہ صحیح تھا کہ اس کا کبھی بھی خضر سے کوئی جذباتی تعلق نہیں بنا لیکن اس نے ایسا بھی کبھی نہیں سوچا تھا پھر وہ اپنی زندگی سے سمجھوتا کر چکی تھی لیکن اب اسے یہاں سے جانا تھا کہ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ بچا نہ تھا پھر روتے روتے کب اس کی آنکھ لگی اسے خبر نہیں ہوئی۔ وہ وہیں بیٹھے بیٹھے سو گئی۔

❁......✣......❁

صبح اس کی آنکھ فجر کے وقت کھلی۔ اسے اپنے پورے وجود میں ٹیسیں سی اٹھتی محسوس ہوئیں۔ بیٹھے بیٹھے سونے کی وجہ سے اس کی کمر اور گردن اکڑ گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر کھڑی ہوئی پھر اس کی نظر زمین پر گرے کاغذوں پر پڑی تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس نے وہ سب اٹھایا اور اپنے ہینڈ بیگ میں ڈال کر اپنے ایک چھوٹے سے سوٹ کیس سمیت باہر آئی۔ سب لوگ سو رہے تھے۔ دبے پاؤں کچن میں آئی' وضو کر کے وہ واپس اسٹور روم میں آئی' نماز پڑھنے کے بعد پہلی بار اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ دعا میں کیا مانگے پھر یونہی ہاتھ چہرے پر پھیر کر کھڑی ہوئی اور ہینڈ بیگ اور سوٹ کیس سنبھالے گھر سے بھی نکل گئی۔ خضر نے جو کہا تھا اسے یاد تھا لیکن اب ایک پل بھی وہ اس گھر میں ٹھہرنا نہیں چاہتی تھی۔ باہر ابھی پوری طرح سویرا نہ ہوا تھا اور اتنی صبح اسے ٹیکسی ملنی بھی مشکل تھی۔ وہ پیدل ہی آگے بڑھتی گئی۔ اتنے وقت میں اسے آس پاس کے راستوں کا علم تو ہو ہی گیا تھا۔ وہ بس اسٹاپ پر بنے بنچ پر بیٹھ گئی۔ سامنے مین روڈ تھا یقیناً اسے کوئی نہ کوئی سروس تو مل ہی جاتی' اس نے پرس میں ہاتھ ڈال کر خضر کے دیئے کارڈ کو ڈھونڈا تو اس کے ہاتھ میں ایک دوسرا کارڈ آ گیا۔ وہ چونک گئی پھر کارڈ کو غور سے دیکھا' بہت خوب صورت لکھا ساحل کا نام اسے نئی راہ دکھا گیا۔ وہ اٹھی اور فون بوتھ کی طرف بڑھی۔

"کیا اتنی صبح فون کرنا ٹھیک ہوگا' پتا نہیں وہ کیا سوچے......" ایک پل کو اس کے ہاتھ کانپے لیکن پھر ہمت کر ہی ڈالی۔ کافی لمبی بیل کے بعد لائن ڈسکنیکٹ ہو گئی۔ اسے مایوسی ہوئی پھر سوچا آخری بار کوشش کرے اور اس بار تیسری بیل پر ہی کسی کی نیند میں ڈوبی آواز ماؤتھ پیس سے ابھری۔

"ہیلو!" مشل نے تھوک نگل کر اپنا گلا گیلا کیا اور کمزور سی آواز میں بولی۔ "ساحل صاحب!" دوسری طرف ساحل اتنی صبح ایک لڑکی کی آواز سن کر پوری آنکھیں کھول کر اٹھ بیٹھا۔

"جی! ساحل بات کر رہا ہوں۔"

"میں...... میں مشل......!" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوئی۔ ساحل کو یقین نہیں آیا کہ واقعی لائن پر مشل تھی وہ

مستعد ہوا۔

"ہاں مشل! میں...... سن رہا ہوں بولیے!"

"مجھے...... مجھے آپ کی...... مدد...... مدد کی ضرورت ہے...... آپ میری...... مدد...... کریں گے...... پلیز؟"

ٹوٹے لفظوں میں وہ بول پائی۔ اسے سچ میں اس وقت کسی ہمدرد کی اشد ضرورت تھی اور پتا نہیں کیوں اس کا دل کہتا تھا کہ ساحل پر بھروسا کرے۔

"ہاں مشل! میں حاضر ہوں' کہاں ہو تم...... میں ابھی آ رہا ہوں۔" مشل نے اسے جگہ کا بتا کر فون بند کیا اور واپس بنچ پر بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ بیس منٹ گزرنے کے بعد اسے سرخ کار آتی نظر آئی جو اسی طرف آ رہی تھی۔ کار اس کے قریب رکی اور ساحل کو دیکھ کر مشل کے آنسو بے ساختہ بہنے لگے' اسے خود بھی اندازہ نہیں ہوا کہ ایسا کیوں ہوا تھا۔

"مشل! تم ٹھیک تو ہو؟" مشل کی بکھری حالت دیکھ کر ساحل کو شدید دھچکا لگا۔ بے چین ہو کر اسے احساس بھی نہ ہوا کہ وہ آپ سے "تم" پر آ گیا ہے۔ "مشل پلیز! چپ ہو جاؤ' اچھا ٹھیک ہے تم چلو میرے ساتھ۔" اسے مشل کے آنسو اپنے دل پر گرتے محسوس ہو رہے تھے' اس نے اس کا سوٹ کیس گاڑی میں رکھا اور کار کا اگلا دروازہ کھولا تو مشل خاموشی سے بیٹھ گئی' ساحل نے دوسری طرف آ کر گاڑی اسٹارٹ کی اور مشل پر ایک نظر ڈالی۔ "پتا نہیں اس نازک سی لڑکی کے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے' جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں برستی رہتی ہیں۔" اس نے بے اختیار سوچا تھا۔

"مشل! اب بس کرو مجھ سے ڈرائیونگ نہیں ہو رہی ہے تمہارے رونے سے میں پریشان ہو رہا ہوں۔" وہ بے بسی سے گویا ہوا تو مشل نے اپنے آنسو پونچھے اور ساحل کچھ پرسکون ہوا ورنہ اس کا رونا اسے تکلیف دے رہا تھا۔ اپنے گھر کے باہر گاڑی روک کر وہ مشل سے بولا۔

"یہ میرا گھر ہے' یہاں میں اپنے ماں باپ اور بہن کے ساتھ رہتا ہوں' تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" کہہ کر وہ اترنے لگا کہ مشل نے پکار کر روکا وہ پھر سے اس کی طرف مڑا اور سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ساحل! آپ پوچھیں گے نہیں میں اس طرح کیوں......؟"

"نہیں مشل! تمہارے ساتھ جو ہوا یقیناً اچھا نہیں ہوا لیکن وہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے' میں کچھ بھی نہیں پوچھوں گا لیکن اگر مجھے بتا کر تمہارے دل کا بوجھ کم ہوتا ہے تو میں ضرور سنوں گا۔" وہ نرمی سے گویا ہوا تو مشل نے اس سے کچھ بھی نہ چھپایا' اپنی زندگی کا ایک ایک ورق اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ وہ بنا رکے بولے گئی اور ساحل خاموشی سے اسے سنے گیا۔ بولتے بولتے مشل جیسے تھک کر چپ ہوئی اور ساحل کا تنفس بڑھتا گیا۔ اسے اس انجان شخص سے بے پناہ نفرت محسوس ہوئی۔ اگر وہ اس کے سامنے آتا تو یقیناً وہ مار مار کر اس کا حلیہ بگاڑ دیتا۔ کوئی اتنا خود غرض کیسے ہو سکتا ہے۔

"اتنا سب ہوا اور تم نے اس شخص کو معاف کر دیا......؟ کیوں مشل! اتنا بڑا دل کیسے ہے تمہارا؟" وہ نازک سی لڑکی اپنے اندر کتنا درد چھپائے بیٹھی تھی' ساحل کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔ مشل خاموش رہی۔ "مشل! اب بہتر یہی ہے کہ تم سب کچھ بھلا دو۔ اچھا چلو اندر چلیں' مما سے مل کر تم کو بہت اچھا محسوس ہوگا۔ ساحل گاڑی سے اترا تو مشل بھی اس کی تقلید میں اتری۔ ساحل نے بیل پر ہاتھ رکھا اور کافی دیر تک ہٹانا بھول گیا۔

"بھائی...... بھائی! آ رہی ہوں میں۔ اب بس کریں پلیز!" اندر سے جیسے کوئی بھاگتا ہوا آ رہا تھا پھر ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا اور ایک لڑکی جو تقریباً اس کی ہم عمر ہی تھی' اس نے بنا رکے بولنا شروع کیا۔

"کتنی بار کہا ہے آپ سے ایسی بدتہذیبی سے گھنٹی مت بجایا کریں۔ میرا دل کتنا کمزور ہے اگر کبھی خوف سے میں بے ہوش ہو گئی تو...... تو اس کا...... اس کا...... وہ کیا کہتے ہیں......" وہ سر پر ہاتھ رکھ کر یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ مشل دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی وہ اسے پہلی نظر میں بہت اچھی لگی۔

"ذمہ دار......!" ساحل نے ٹکڑا لگایا۔

"ہاں ذمہ دار کون ہوگا؟ بتایئے!" وہ ایک ہاتھ کمر پر ٹکائے دوسرے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اٹھائے جس انداز میں بولی۔ مشعل کی ہنسی نکل گئی' تب اچانک اس لڑکی کی نظر اس پر پڑی' وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی مشعل کی ہنسی کو بریک لگا۔

"بالکل جنگلی ہو تم اور مجھے بدتہذیب کہہ رہی ہو' دروازے پر مہمان کھڑی ہے اور تم راستہ روکے کھڑی ہو۔"

"اوہ...... معاف کرنا! ویری سوری! میں نے دیکھا ہی نہیں۔" وہ شرمندہ سی بولی اور ایک طرف ہوئی تو دونوں اندر آئے۔ "بھائی کون ہے یہ......" رانی نے سرگوشی میں پوچھا تھا۔ لہجہ اور آنکھیں دونوں شرارت سے بھرپور تھیں' مشعل اس باآواز بلند سرگوشی پر شرمندہ سی ہوئی۔

"مشعل ہے یہ...... میری دوست......" ساحل نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"ہیلو مشعل! خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" وہ مشعل کے پاس آئی اور مصافحے کے لیے ہاتھ آگے کیا جسے مشعل نے فوراً تھاما۔

"مجھے بھی تم سے مل کر خوشی ہوئی۔"

"چلو اب اندر چلیں۔" ساحل کہتا آگے بڑھا تو رانی مشعل کا ہاتھ تھامے ہی اپنے ساتھ اندر لے گئی۔

"مما کہاں ہیں رانی!" وہ اندر آئے۔ رانی مشعل کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر کچن میں جانے لگی تو ساحل نے پوچھا۔

"مما اپنے کمرے میں ہیں' بس ابھی...... یہ لو مما خود ہی آگئیں۔" رانی نے مما کو آتے دیکھا تو کچن میں گھس گئی۔

"ساحل! اتنی صبح بنا بتائے کہاں چلے گئے تھے؟" مما کے سوال پر وہ ان کے قریب آیا اور آہستہ آواز میں انہیں سب کچھ مختصراً بتاتا چلا گیا۔

"یااللہ! کیسے کیسے لوگ بستے ہیں تیری اس کائنات میں' خدا ایسے لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔" مما کو سب جان کر حقیقتاً دکھ ہوا اور اس انجان لڑکی سے ہمدردی ہوئی۔ "کہاں ہے وہ؟" ساحل نے اشارے سے بتایا تو مما ڈرائنگ روم میں آئیں۔ "ماشاء اللہ کتنی پیاری بچی ہے۔" آواز پر مشعل نے فوراً سر اٹھایا اور سامنے نفیس سی خاتون کو دیکھ کر وہ بے ساختہ کھڑی ہوئی۔ مما اس کے قریب آئیں اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر ماتھے پر پیار بھرا بوسہ دیا۔ اس خوب صورت انداز پر مشعل کی پلکیں بھیگ گئیں۔ اس کی آنکھوں میں چھم سے ماں کا چہرہ گھوم گیا۔ "نا...... نا...... روتے نہیں ہیں میری بچی!" انہوں نے مشعل کو سینے سے لگایا تو وہ اپنی سسکیوں کو روک نہ پائی' ان کے سینے سے لگ کر اسے ان سے بالکل اماں کی خوش بُو آئی تھی۔

"بس...... بس بہت رولیں تم...... اب بالکل بھی نہیں رونا اور اپنی ماں کو یاد کرکے تو بالکل بھی نہیں رونا' میں ہوں نا! تمہاری ماں تو نہیں پر ماں جیسی تو ہوں نا!" انہوں نے دھیرے سے اسے الگ کیا اور اس کے آنسو پونچھے اور بازو کے گھیرے میں لیے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"رانی! پانی......" ان کے بات پوری ہونے سے پہلے ہی رانی اندر آئی اور لوازمات سے بھری ٹرالی کھینچ کر لاتے ہوئے مشعل سے مخاطب ہوئی۔

"مشعل یار! مجھے ٹھیک سے کچھ بنانا تو نہیں آتا لیکن میں نے پوری کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ تم کو ناشتا پسند آئے گا۔" وہ میز پر ایک ایک چیز رکھتی بولی تو وہ شرمندہ ہوگئی۔

"تم نے خوامخواہ اتنا تکلف کیا صبح صبح میں صرف چائے ہی لیتی ہوں۔" مشعل ان سے بے حد متاثر ہوئی تھی' وہ ایک بن بلائی مہمان کو اتنی اہمیت دے رہے تھے۔

"صرف چائے! مشعل بیٹا! صبح صبح خالی چائے صحت کے لیے بالکل بھی مفید نہیں ہے' آج سے ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ چلو شاباش ناشتا شروع کرو۔" مما کے شفیق لہجے پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی کھانے پر مجبور ہوئی۔

"رانی! مشعل ناشتا کرلے تو اسے اپنے کمرے میں لے جانا تاکہ وہ تازہ دم ہوکر کچھ دیر آرام کرلے۔ میں ذرا مسز سمارہ کے پاس جارہی ہوں اور زیادہ گپ شپ نہیں سمجھیں۔" انہوں نے کہتے ہوئے آخر میں گھور کر رانی کو تنبیہ کی تو اس نے معصوم چہرہ بنا کر اثبات میں سر ہلایا اور ان کے جاتے ہی دھب سے مشعل کے برابر میں گر سی گئی۔ مشعل نے ایک توس آملیٹ کے ساتھ کھایا اور چائے پینے لگی۔

"اُف خدایا! یہ مما بھی نا بچ عادت سے مجبور ہیں' پتا ہے ان کی ہدایت کا مجھ پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوگا۔ ارے تم نے تو کچھ بھی نہیں لیا۔" بولتے ہوئے اس کی نظر ٹرالی پر گئی تو حیرت سے بولی۔

"بس ناشتا ہوگیا۔ وہ آنٹی کی ہدایت تھی ورنہ میرا دل بالکل بھی نہیں تھا۔"

"اوہ...... اب سمجھی تمہاری فٹنس کا راز کیا ہے؟" رانی نے ہونٹ سکیڑے اور شرارت سے اسے دیکھا' رانی کا سراپا بھرا بھرا تھا لیکن بہت بھلا لگتا تھا۔ "پتا ہے مجھ سے صبح کی چہل قدمی' فاقہ کشی وغیرہ وغیرہ بالکل بھی نہیں ہوتے۔ میری بھوک کا مادہ بہت کمزور ہے نا۔" وہ ناشتے سے بھرپور انصاف کرتی بولی تو مشعل کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

"اچھا یہ تو بتاؤ ساحل بھائی سے تمہاری دوستی کیسے ہوئی' کہاں ہوئی؟" اس کے اچانک سوال پر مشعل گڑبڑا گئی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے۔

"ارے تم تو سوچ میں پڑ گئیں...... اچھا رہنے دو۔ چلو تم کو کمرے میں پہنچا دوں۔" رانی ایک بات پر زیادہ دیر تک نہیں رک سکتی تھی' ٹشو سے ہاتھ صاف کرکے وہ کھڑی ہوئی تو مشعل نے سکھ کا سانس لیا اور اس کے ساتھ کھڑی ہوئی۔

❁......✥......❁

"ارے بیٹا...... وہاں کیوں کھڑی ہو' اندر آجاؤ۔" وہ ناشتے کے بعد کچھ دیر سکون کی غرض سے بیڈ پر لیٹی تو آنکھ لگ گئی۔ دوبارہ جب آنکھ کھلی تو نظر سیدھی گھڑی پر گئی۔ وہ پورے دو گھنٹے سوتی رہی تھی' فوراً منہ دھو کر باہر آئی تو ہر طرف سناٹا سا محسوس ہو رہا تھا' بس کچن سے آتی کھٹ پٹ کی آواز وقفے وقفے سے خاموشی میں ارتعاش پیدا کرتی پھر خاموشی چھا جاتی' وہ جھجکتی ہوئی اسی طرف آئی۔ آنٹی شاید لنچ کی تیاری کررہی تھیں' وہ ان کے بلانے پر اندر گئی پھر آہستہ آواز میں بولی۔

"میں کچھ مدد کروادوں آپ کی؟"

"نہیں...... نہیں بس سب ہوگیا ہے۔ تم پرسکون ہوکر بیٹھو۔" انہوں نے کچن میں رکھی اکلوتی کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"اچھا مشعل بیٹا! برا نہ مانو تو ایک سوال کروں؟" انہوں نے رولر (بیلن) سے روٹی بیلتے ہوئے ایک نظر اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"آنٹی پلیز! ایسا کیوں کہہ رہی ہیں' بے شک آپ کا کوئی بھی سوال جائز ہوگا۔ پوچھیے میں سن رہی ہوں۔" وہ شرمندہ ہوئی تھی۔

"بیٹا مشعل! میری یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ تمہارے ماں باپ بنا کوئی چھان بین کیے اپنی بیٹی کو اتنی دور کیسے بیاہ سکتے ہیں؟" یہ سوال کافی دیر سے انہیں کھٹک رہا تھا' آخر پوچھ ہی ڈالا۔ مشعل کچھ دیر کے لیے خاموش رہ گئی پھر رنجیدہ سی گویا ہوئی۔

"آنٹی میرے...... میرے بابا اس دنیا...... میں نہیں ہیں۔"

"اوہ آئی ایم سوری بیٹا!" انہیں بے حد تکلیف ہوئی تھی مشعل کے دوہرے دکھ پر۔

"نہیں آنٹی! کوئی بات نہیں۔ ہم پاکستان میں جہاں رہتے ہیں وہ ایک سرونٹ کوارٹر ہے۔ رافع بھائی' نائمہ بھابی بہت اچھے لوگ ہیں۔ رافع بھائی نے ہمارا کچھ بھی نہ ہوکر ہمیں ہر سہولت مہیا کی وہ دونوں بے حد نیک دل لوگ ہیں۔ خضر ان کا رشتے دار ہے۔ نائمہ بھابی کے دور کے پھوپی زاد بھائی۔ آنٹی! خضر نے وہاں جس طرح خود کو ظاہر کیا تھا کوئی بھی دھوکا کھا جاتا۔ میری ماں تو بہت سیدھی سادی سی ہیں' انہوں نے تو رافع بھائی نائمہ بھابی کو بھی اندھیرے میں رکھا ہوگا۔ مجھے پورا یقین ہے ورنہ رافع بھائی کبھی بھی اس رشتے کے لیے رضامند نہ ہوتے۔" وہ بات پوری کرکے سر جھکا گئی تو وہ افسوس سے سر ہلانے لگیں۔ "آنٹی یہ سب چھوڑیئے! کچھ اپنے بارے میں بتایئے نا! آپ پاکستان سے یہاں آئی ہیں یا شروع سے ہی......" وہ بات ادھوری چھوڑ کر ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہم یہاں پچھلے تیئس برس سے ہیں، دراصل بیٹا میں اور ساحل کے پاپا آپس میں کزنز ہیں۔ وہ میرے خالہ زاد ہیں، ہمارے خاندان میں پسند کی شادی کو گناہ مانا جاتا ہے، میرا رشتہ بچپن میں ہی میرے تایا زاد سے طے کردیا گیا تھا جو ایک نمبر کا عیاش آدمی ہے۔ مجھے اس سے سخت نفرت تھی اور نوید (شوہر) سے شدید محبت...... جب اس کا رشتہ میرے لیے آیا تو گھر میں ہنگامہ کھڑا ہوگیا لیکن چونکہ نوید کے بابا بھی رئیس آدمی تھے، اس لیے وہ فوراً کچھ نہ کرسکے بس رشتے سے انکار کرکے چپ سادھ لی لیکن اس چپ میں جو طوفان چھپا تھا اس کی آہٹ میں محسوس کرچکی تھی۔ میں نے نوید کو بھی اپنے خدشے سے آگاہ کیا اور پھر ایک رات چھنو (نوکرانی) کی مدد سے میں حویلی سے بھاگ نکلی، ہم شہر پہنچ گئے اور کورٹ میرج کرلی لیکن خطرہ مزید بڑھ چکا تھا۔ وہ کسی بھی وقت پہنچ سکتے تھے، آخر کو چھوٹے وڈیرے کی منگ بھاگ گئی تھی۔ بات غیرت اور انا کی تھی۔ ہماری مدد نوید کے بڑے بھائی نے کی۔ وہ ہمیں ایک فلیٹ میں بند کرکے سارے انتظامات کرتے گئے اور اس طرح ہم یہاں آگئے لیکن ہمارے کیے کی سزا ایک بے گناہ کو ملی ان لوگوں نے بدلے میں نوید کی بہن کو مانگا تھا، حسن (سابقہ منگیتر) کے لیے اور نوید کے بابا مزید کوئی بدمزگی نہیں چاہتے تھے، انہوں نے بیٹی کی قربانی دے دی لیکن میں آج تک خود کو معاف نہ کرپائی۔ جس انسان کے ساتھ میں ایک پل گزارنا پسند نہیں کرتی تھی، زونیرہ نے اپنی پوری زندگی اس کے ساتھ کیسے بتائی ہوگی؟" انہوں نے ایک گہرا سانس لے کر اپنے آنسو پونچھے۔ مشل اٹھ کر ان کے پاس آئی اور شانے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔ "ارے میں نے تو تمہیں بھی رلا دیا سوری بیٹا!"

"نہیں آنٹی! آپ کا دکھ سن کر پتا چلا کہ اس دنیا میں میں اکیلی نہیں جو مشکل میں گھری ہوں۔ آنٹی! کیا آپ لوگ واپس کبھی نہیں گئے؟"

"نہیں میری والدہ تو پہلے ہی گزر چکی تھیں۔ یہاں آنے کے چار سال بعد بابا کی موت کی خبر ملی تو میرا میکے سے رہا سہا تعلق بھی ختم ہوگیا، پھر نوید کے بابا بھی چل بسے۔ نوید ایک بار گئے تھے وہاں پر اس سنگ دل انسان نے نوید کو زونیرہ سے ملنے تک نہ دیا تب نوید بہت دل برداشتہ ہوئے اور لوٹ آئے۔ ویسے خالہ (نوید کی والدہ) یہاں دوبارہ آچکی ہیں۔ اچھا چلو اب بہت طویل گفتگو ہوگئی ہے میں ذرا ساحل کو دیکھ لوں۔ تمہیں یہاں لاکر بھول ہی گیا ہے۔" وہ اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر مڑیں اور باہر نکل گئیں، تب مشل بھی اندرونی کمرے میں آگئی۔

❁......❖......❁

اسے یہاں آئے آج تیسرا دن تھا۔ رابی کی اچھی خاصی دوستی ہوچکی تھی، وہ گھر کے کاموں میں آنٹی کا ہاتھ بٹایا کرتی حالانکہ وہ منع کرچکی تھیں لیکن اس نے یہ کہہ کر کیا میں اس گھر کی فرد نہیں ہوں، خاموش کرادیا۔ اس کا سامنا ساحل کے پاپا سے نہیں ہوا تھا۔ وہ کاروبار کے سلسلے میں دوسرے شہر گئے ہوئے تھے۔ آج شام تک واپسی ہونی تھی۔ آنٹی کے بتانے پر کہ وہ کھانے کے شوقین ہیں یہ سن کر اس نے اچھا خاصا اہتمام کرلیا تھا۔

"ایک کپ چائے مل جائے گی؟" ساحل کی آواز پر اس نے مڑے بغیر اثبات میں سر ہلایا اور چائے کا پانی رکھ دیا۔ ساحل کرسی پر بیٹھ گیا۔ نظریں مشل کی پشت پر تھیں، اسکارف سے نیچے آتی لمبی چوٹی اس کے دل کے تار چھیڑ گئی۔ اس کا دل چاہا کہ اس کی لمبی گھنی چوٹی کو مٹھی میں بھرے اور پھر ایک ایک کرکے سارے بل کھول دے۔ اسے تکتے تکتے وہ اردگرد سے بے گانہ ہوگیا۔ مشل چائے بنا کر مڑی تو نظریں اس سے جا ملیں۔ ساحل کی آنکھوں میں جو رنگ تھے، انہیں محسوس کرکے مشل کا وجود کانپ اٹھا۔ ساحل نے بھی گڑبڑا کر نظر چرالی۔ مشل نے چائے اس کی طرف بڑھائی تو اس نے سر جھکائے ہوئے کپ تھاما تھا۔ مشل کا کام تقریباً پورا ہوچکا تھا اس لیے وہ اسے اکیلا چھوڑ کر کچن سے نکل گئی، ساحل سر پر ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔

ساحل کے پاپا نوید انکل بہت خوش مزاج اور زندہ دل انسان تھے، انہوں نے کوئی سوال کیے بغیر اس کے سر پر

شفقت سے ہاتھ رکھا تھا، کھانے پر بھی ایک ساتھ تھے۔

"واہ رافعہ! مزا آگیا۔ ایک ہفتہ گھر سے دور رہنے کا نقصان ایک ہی وقت میں پورا ہوگیا۔ کیا مزے دار کھانا ہے، انگلیاں چاٹنے کو دل کررہا ہے۔" انہوں نے دل کھول کر تعریف کی تو مشل کو بہت خوشی ہوئی۔ ساحل نے کن انکھیوں سے اس کے مسکراتے گلابی چہرے کو دیکھا۔

"شکریہ...... لیکن آج کا سارا کھانا مشل نے بنایا ہے، خاص آپ کے لیے۔" وہ مشل کی طرف پیار سے دیکھ کر بولیں۔

"اچھا، واہ بھئی واہ! پھر تو مشل بیٹا کو اس کا انعام ملنا چاہیے۔ کہو بیٹا کیا چاہیے تمہیں!" انعام کے نام پر خاموشی سے کھانا کھاتی رابی کی آنکھیں چمک گئیں۔ وہ ہاتھ روک کر مشل کو دیکھنے لگی، سب کی نظر خود پر محسوس کرکے وہ جز بز ہوگئی پھر مدہم سی گویا ہوئی۔

"انکل! چار دن بعد میری فلائٹ ہے۔" اس نے دھماکا کیا، ساحل کے دل پر زبردست چوٹ پڑی، وہ ساکت سا اسے دیکھ رہا تھا۔ جب کہ باقی تینوں بھی حیرت زدہ رہ گئے۔ "میں...... میں جانے سے پہلے ایک بار اماں کی آواز سننا چاہتی ہوں۔ کیا میں ان سے بات کرسکتی ہوں؟" یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔ سب سے پہلے نوید صاحب ہوش میں آئے۔

"کیوں نہیں بیٹا! بس اتنی سی بات ہے؟ ساحل بیٹا کمرے سے فون لے کر آؤ۔" آنٹی کو دکھ ہوا۔ صرف تین دنوں میں وہ ان کو بے حد عزیز ہوگئی تھی۔ رابی بھی اداس ہوگئی۔

"دراصل آنٹی! خضر نے پہلے ہی سیٹ ریزرو کروادی تھی۔ میں آپ لوگوں کو بتانے ہی والی تھی۔" وہ شرمندہ ہوگئی۔

"نہیں! اتنی جلدی نہیں...... تم کہیں نہیں جاؤں گی۔" رابی بضد ہوئی۔ اس کی محبت پر مشل کا دل بھر آیا۔

"رابی پلیز! ایسے اداس مت ہو۔ مجھے جانا تو ہے نا! وہاں جانے نہیں اماں کس حال میں ہوں گی اور...... اور سنی! پتا نہیں وہ کیسا ہوگا؟ مجھے سب کی بہت یاد آتی ہے۔ پلیز مجھ سے ناراض مت ہو۔" وہ بھرائی آواز میں بولی۔

"ہاں رابی! مشل بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ پردیس میں بیٹی کی تکلیفوں کا احساس تو اس ماں کے دل کو بھی چھو گیا ہوگا۔ جاؤ بیٹا! ساحل سے فون لے کر آرام سے بات کرو۔" انہوں نے مشل کی تائید کی اور رابی کو سمجھایا۔ مشل اٹھ کر سامنے سے آتے ساحل کی طرف بڑھ گئی۔

"آئی ایم سوری مشل! مجھے پہلے ہی خیال آنا چاہیے پر تم نے بھی نہیں کہا......" ساحل شرمندہ ہوا۔

"نہیں تم...... تم نے پہلے ہی میرے لیے بہت کیا ہے میں اور تنگ نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن...... لیکن آج جانے کیوں دل بے چین سا ہے اس لیے خود کو روک نہ پائی۔" وہ اس کے شرمندہ لہجے پر اس سے زیادہ شرمندگی سے بولی۔

"ایک بات کہوں...... اگر بُرا نہ مانو تو......؟" ساحل کے کہنے پر وہ ٹھٹک گئی۔ "ساحل! آپ سب میرے محسن ہیں۔ پلیز کہیے......"

"مشل! خضر کو تمہیں طلاق دیئے دو چار دن ہی ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اصولاً پہلے تمہیں عدت کرنی چاہیے۔" وہ کب سے دل میں اٹکی بات آخر زبان پر لے ہی آیا۔ مشل ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"میں خوب سمجھتی ہوں ساحل! لیکن خضر نے مجھے بیوی کی حیثیت کبھی دی ہی نہیں۔ وہ تو صرف مجھ سے نکاح کا خطا کار ہے۔ اس کے فوراً بعد ہم یہاں چلے آئے تھے اور یہاں میری کی نظر میں، میں بس ایک خادمہ تھی۔" اس کے لہجے میں اتنی شکستگی تھی کہ ساحل خود کو ملامت کرنے لگا پھر بات بدل دی۔

"اچھا یہ لو تم بات کرلو۔" فون اسے تھما کے وہ چلا گیا۔ مشل کو اس کی اداسی بہت کچھ سمجھا رہی تھی۔ ویسے بھی عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ وہ بھی اس کی نظروں میں چھپی محبت کے پیغام کو پاگئی تھی لیکن وہ مجبور تھی۔ اتنی جلدی وہ کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اس کی روح پر لگے خضر کے دیئے زخم ابھی تازہ تھے جن کو بھرنے میں کتنا وقت لگتا وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ وہ گہرا سانس لے کر

فون کو دیکھنے لگی پھر بالکونی میں آئی اور دھڑکتے دل سے نمبر ملایا۔ تھوڑی دیر میں رافع بھائی کی آواز ابھری تھی۔ ان کی آواز سن کر وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی۔

"رافع بھائی! رافع بھائی......!" اس سے آگے بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔

"ممم...... مشل...... مشل...... یہ تم ہو نا!" رافع کو یقین نہ آیا۔

"جی...... میں...... میں!"

"اف خدایا! مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ تم ہو۔ گڑیا! کیسی ہو تم؟ کہاں ہو؟"

"ممم...... میں ٹھیک ہوں رافع بھائی! اماں...... اماں کیسی ہیں؟" وہ اپنے آنسوؤں پر قابو پا کر بولی۔

"مشل! ہم تم سے بہت شرمندہ ہیں۔ اس کمینے انسان نے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ مشل! ہم نے اس سے اپنا ہر تعلق ختم کر دیا ہے پر گڑیا! اس نے بتایا کہ اس نے جس ہوٹل میں تمہیں ٹھہرنے کو کہا تھا، تم وہاں نہیں ہو تو پھر کہاں ہو تم......؟" اس نے مشل کا سوال نظر انداز کیا۔

"رافع بھائی! میں جن لوگوں کے پاس ہوں وہ بہت اچھے ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے سہارا دیا ہے، میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ رافع بھائی بتایئے نا! اماں کیسی ہیں؟" وہ جلد از جلد ماں کے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔

"مشل! اب وہ ٹھیک ہیں۔" ان کا لہجہ بہت ٹھہرا ہوا اور محتاط سا تھا۔

"اب ٹھیک ہیں؟ مطلب کیا ہوا تھا ان کو......؟" وہ بے چین ہوئی۔

"مشل! پریشان مت ہو۔ وہ ٹھیک ہیں، مجھ پر بھروسا کرو، میں اماں جی کا پورا دھیان رکھ رہا ہوں۔ تم بتاؤ کب آؤ گی واپس......؟" وہ اسے تسلی دیتا بات بدل گیا۔

"ہفتے کو یہاں سے نکلنا ہے۔"

"پھر میں تمہیں اسی نمبر پر فون کروں گا، ٹھیک ہے۔"

"جی! اللہ حافظ۔" وہ یونہی یہاں چلا آیا تھا پر مشل کی بکھری حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"ساحل...... ساحل...... اماں...... اماں کی......" وہ بمشکل بولنے کی کوشش کرنے لگی۔ "اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ رافع بھائی نے بات...... بات بھی نہیں کرائی......" وہ اسے دیکھ کر مزید بکھری۔

"کیا!" وہ بھی پریشان ہوا پھر تسلی دینے کو اس کے شانے پر ہاتھ رکھا لیکن مشل کو اس وقت کسی سہارے کی ضرورت تھی، وہ بنا کچھ سوچے سمجھے اس کے شانے پر سر ٹکا کر اپنے دل کا درد بہانے لگی۔ ساحل ساکت رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیسے اسے تسلی دے۔ ایک گہرا سانس کھینچ کر اس نے مشل کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے رونے دیا کہ شاید اس طرح اس کے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ کافی دیر رونے کے بعد جب کچھ سکون آیا تو اس نے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنی کیفیت کا احساس ہوتے ہی وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس سے الگ ہوئی۔ ہونٹ کاٹتی نظریں زمین پر گاڑے وہ خجل سی نظر آ رہی تھی۔ آنسو اب بھی بہہ رہے تھے۔

"مشل! مجھے یقین ہے تمہاری اماں بالکل خیریت سے ہوں گی۔ اتنا پریشان مت ہو۔ تمہیں نہیں پتا تمہارے آنسو میرے دل پر......" بولتے بولتے اچانک احساس ہونے پر وہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔ مشل نے چونک کر اسے دیکھا پر اس کی آنکھوں میں زیادہ دیر دیکھ نا پائی تو نظر چراتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ساحل بھی اس کے ساتھ کھڑا ہوا۔ مشل نے فون اسے تھمایا اور وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

❁......❖......❁

آج وہ ساحل اور رابی کے ساتھ گھومنے نکلی تھی۔ کل اسے یہاں سے چلے جانا تھا اس لیے رابی کے اصرار پر وہ انکار نہ کر سکی۔ ان لوگوں نے اسے پورا شہر گھما ڈالا اور آخر میں زبردستی اسے ڈھیر ساری شاپنگ بھی کرا ڈالی۔ وہ نا نا کرتی رہ گئی پر دونوں نے اس کی ایک نا سنی۔ شاپنگ مال پر وہ تینوں اب گفٹ شاپ پر کھڑے تھے۔

"ارے مشل! یہ تم ہو نا......" نسوانی آواز پر وہ تینوں ایک ساتھ پلٹے۔

"سندیا......" مشل دو قدم آگے بڑھ کر اس کے

گلے لگی۔

"مشل! تم کہاں غائب ہو گئی تھیں۔ میں روز تمہارا انتظار کرتی تھی، کہاں چلی گئی تھیں تم؟" سندیا اس سے الگ ہو کر بولی۔

"وہ...... میں...... سندیا یہ ساحل ہے اور یہ رابی ساحل کی بہن اور میری بہت اچھی دوست۔" وہ اس کا دھیان بٹانے کو بات بدل کر بولی تو سندیا ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہائے......" اس نے دونوں سے مصافحہ کیا۔ ساحل اور رابی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"معاف کرنا رابی، ساحل میں ابھی آئی۔" وہ دونوں سے معذرت کرتی سندیا کے ساتھ آگے بڑھی تو وہ دونوں پھر سے تحائف کی طرف متوجہ ہوئے۔

"مشل! تم نے بتایا نہیں تم کہاں کھو گئی تھیں؟" سندیا کے سوال پر مشل نے اسے مختصراً اپنے ساتھ ہوئے حادثہ کے بارے میں بتا دیا۔

"اوہ...... بہت برا ہوا۔ مجھے بہت افسوس ہے، اس انسان پر تم کو چھوڑ دیا لیکن کہتے ہیں نا کہ زندگی نام ہے آزمائش کا، کئی بار زندگی تمہیں ایسے حالات دکھاتی ہے جو تمہیں تجربے کی سیڑھی پار کرا دیتے ہیں لیکن زندگی ہوتی ہے آگے بڑھنے کے لیے تو تمہیں پچھلی یادوں کو بھلا کر نئی شروعات کرنی چاہئیں۔ مجھے دیکھو شادی کر کے یہاں آئی ہزاروں سپنے سجا کر۔ ایک سال بعد مجھے بیٹا ہوا اور اسی سال میں نے اپنے پتی کو کھو دیا۔ اس کے دماغ میں رسولی تھی جو جانے کب اتنی بڑھی کہ اس کی جان لے کر ہی چھوڑی۔ تب میرا یہاں کوئی سہارا نا تھا پر میں نے اپنے بیٹے کے لیے خود کو سنبھالا اور آج تک سنبھال رہی ہوں۔" مشل ساکت کھڑی بس اسے سنے جا رہی تھی۔ سندیا کے دکھ کے آگے اسے اپنا غم بہت چھوٹا لگا تھا۔

"اس لیے سمجھا رہی ہوں، پیچھے مڑ کر دیکھنے کے بجائے آگے بڑھو، زندگی میں اگر کوئی خلوص سے تمہاری طرف ہاتھ بڑھائے تو اسے مایوس مت لوٹانا۔ ویسے یہ ساحل تم کو کہاں ملا؟" اسے سمجھاتے ہوئے آخر میں وہ شرارت سے بولی۔

"یہ......!" اس نے سندیا کی نظروں کا تعاقب کیا تو نظریں سیدھی اس سے ملیں جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ مشل کے دیکھنے پر ہلکے سے مسکرایا تو جواباً مشل بھی مسکرائی۔ "یہ میرے لیے کسی فرشتے سے کم نہیں ہے اگر ساحل نہ ہوتا تو جانے میں خود کو کیسے سنبھال پاتی۔" مشل کے لہجے میں اس کے لیے جو عزت و احترام تھا وہ سندیا کو ساحل سے متاثر ہونے پر مجبور کر گیا۔

"اچھا! ویسے کافی وجیہہ ہے اور پتا نہیں کیوں مجھے لگتا ہے کہ تم کو بہت پسند کرتا ہے، اس کی نظریں تم سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہیں۔" مشل نے ایک بار پھر اس کی طرف نگاہ کی تو اس بار وہ نظر چرا گیا۔ مشل چپ سی رہ گئی۔

"پتا نہیں! چلو ان کی طرف چلیں، رابی برا نہ لگے۔" اس نے سندیا کا ہاتھ تھام کر قدم ان کی طرف بڑھائے۔

"رابی کو یا ساحل کو......؟" سندیا کے کہنے پر اس کے قدم تھم گئے۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"اوہو مشل! ایسے کیا دیکھ رہی ہو صاف لگ رہا کہ صرف ساحل ہی نہیں، تم بھی اسے پسند کرتی ہو پر شاید تمہیں اس کا احساس نہیں ہے لیکن میری ایک بات یاد رکھو سب مرد ایک جیسے نہیں ہوتے۔ تمہارے کہنے کے مطابق وہ بہت اچھا انسان ہے تو جب وہ اچھا انسان تمہاری طرف ہاتھ بڑھائے تو اسے تھامنے میں دیر مت کرنا کہ زندگی بار بار ایسے موقع نہیں دیتی ہے، تم کو موقع ملے تو اسے خالی جانے مت دینا ورنہ بہت پچھتاؤ گی۔" سندیا نے ایک بار پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "اچھا اب میں چلتی ہوں، بہت وقت گزر گیا، تم پلیز میری طرف سے ان دونوں کو بائے کہہ دینا اور میری بات پر غور کرنا۔" سندیا نے اسے گلے لگایا اور ہاتھ ملا کر جیسے اچانک ملی تھی ویسے ہی چلی گئی۔

"کیا ہوا، یہ چلی کیوں گئیں؟" رابی اسے اکیلے پا کر اس کے پاس آئی۔

"وہ جلدی میں تھی۔ تم دونوں کو بائے کہا ہے۔" وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔

"اچھا تمہاری دوست تھی نا!" رابی کے پوچھنے پر اس نے سر ہلایا تھا۔

"اچھا چلو، ہم نے بہت سے تحائف دیکھے ہیں تم پسند کرلو پھر آئس کریم بھی کھانی ہے۔" وہ اسے کھینچ کرلے گئی تھی۔

⁂
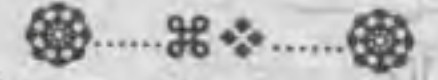
"ساحل بیٹا! سو رہے ہو؟" مما دودھ کا گلاس لے کر آئی تھیں۔ وہ بیڈ پر اوندھا لیٹا تھا اس لیے وہ سمجھ نہ پائیں کہ جاگ رہا ہے یا سو رہا ہے۔

"جی مما! جاگ رہا ہوں۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"یہ لو دودھ پی لو۔" وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئیں اور گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

"مما! آپ کب تک ایسے بچوں کی طرح میرا خیال رکھتی رہیں گی؟" اس نے روز کا سوال دھرایا اور مما نے روز والا ہی جواب دیا۔

"دودھ میں جو وٹامن ہے اس کی ضرورت بچوں کو ہی نہیں بڑوں کو بھی ہوتی ہے۔" اس نے بُرا سا منہ بنا کر آدھا دودھ پی کر گلاس ان کی طرف بڑھا دیا۔

"ساحل بیٹا! میں دیکھ رہی ہوں جب سے مشل نے جانے کی بات کی ہے تمہارا مزاج کچھ خراب ہے کیا بات ہے اپنی مما کو نہیں بتاؤ گے؟" وہ پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔ ساحل دزدیدہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"مما وہ...... وہ......" اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیسے کہے۔

"ساحل! بیٹا اپنی ماں سے بات کرنے میں اتنی جھجک......" وہ حیران ہوئیں پھر محبت سے گویا ہوئیں۔

"دیکھو بیٹا! میں نے اور تمہارے پاپا نے اپنے دونوں بچوں کی پرورش صرف ماں باپ بن کے ہی نہیں بلکہ ایک دوست بن کے بھی کی ہے تاکہ ہمارے بچے ہم سے اپنی ہر بات کہہ سکیں اور آج تک ایسا ہی ہوا ہے تم دونوں نے کبھی بھی ہم سے کچھ نہیں چھپایا پھر...... پھر اب ایسا کیا ہوگیا ہے کہ تمہیں اتنی جھجک محسوس ہورہی ہے۔" ان کی طویل گفتگو سے وہ شرمندہ ہوگیا پھر کہنا شروع ہوا تو بنا رکے بولتا چلا گیا۔

"مما...... مما آپ جانتی ہو نا میں نے اس آزاد فضا میں رہتے ہوئے بھی کبھی کسی لڑکی سے دوستی نہیں رکھی کیونکہ شروع سے ہی جس طرح کی لڑکی کا خاکہ میرے ذہن میں تھا اس پر یہاں کی کوئی بھی لڑکی پوری نہ اتری تھی پھر ایک دن مجھے وہ نظر آ گئی۔ مما، مما مجھے یقین نہ آیا کہ اب تک جس کو میں نے صرف تصور میں دیکھا تھا، وہ لڑکی حقیقت میں میرے سامنے تھی۔ وہ رو رہی تھی، مجھے بے چینی ہوئی میں اس کے پاس گیا اس سے پوچھا کہ وہ کیوں رو رہی ہے لیکن وہ خاموش رہی پھر میں نے دوسرا سوال کیا اس نے تب بھی کوئی جواب نہ دیا لیکن میں نے ہمت نا ہاری اور...... اور میرے تیسرے سوال کا جو جواب اس نے دیا...... مما! اس وقت مجھے ایسا لگا کہ جیسے کسی نے میرے جسم سے روح کھینچ لی ہو۔ وہ...... وہ جب مجھے ملنے سے پہلے ہی کسی اور کے نام ہو چکی تھی......" وہ اتنا کہہ کر چپ ہوگیا، جیسے تھک گیا ہو۔ مما بہت غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"وہ لڑکی مشل ہے نا!" ان کے سوال پر اس نے تائید میں سر ہلایا۔

"مما! یقین کریں جب مجھے پتا چلا کہ وہ شادی شدہ ہے اسی وقت میں نے اس کا خیال کیا، تصور تک اپنے دل و دماغ سے دور کردیا میں...... میں نے کبھی بھی نہیں چاہا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا کچھ ہو لیکن جب وہ میرے پاس آئی تو مجھے لگا کہ خدا نے اس کا نصیب میرے ساتھ جوڑا ہے اس لیے وہ کسی اور کی نہ ہوسکی، مجھے ایک خود غرض سی خوشی ہوئی۔ مجھے لگا کہ اب وہ صرف میری ہے اور...... اور پھر اچانک اس نے کہہ دیا کہ وہ جا رہی ہے ہمیشہ کے لیے...... کیوں کیوں جا رہی ہے وہ مما! کیا اسے مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟" انہوں نے اپنے گھبرو جوان بیٹے کو دیکھا جو اس وقت بہت ٹوٹا بکھرا سا تھا۔ ان کے دل کو کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

"ساحل! میری جان۔ سمجھالو خود کو...... اور میری بات غور سے سنو......" انہوں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما۔ "وہ جا رہی ہے ٹھیک ہے، ہم اسے روک نہیں سکتے لیکن...... لیکن تمہیں کس نے روکا ہے؟" وہ چونک گیا پھر کچھ سمجھتے ہوئے وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

"مما!" وہ بے یقین تھا پھر انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "سچ مما! کیا ایسا ہوسکتا ہے؟" وہ اب بھی تصدیق چاہتا تھا۔

"ہاں بالکل! کیوں نہیں ہوسکتا۔ تم جاؤ گے ضرور جاؤ گے، میں اور تمہارے پاپا تمہارے ساتھ ہیں۔" ساحل کو لگا کہ اب اسے کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ مشل بھی نہیں کیونکہ اب اس کے مما پاپا اس کے ساتھ تھے، وہ آسودگی سے مسکرایا۔

"بہت بہت شکریہ مما! میں سچ میں بہت خوش ہوں۔ آپ بہت اچھی ہیں مما!" وہ بے ساختہ ان کے سینے سے لگا تھا تو انہوں نے محبت سے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"پگلا ہے تو بالکل!" وہ بھی پُرسکون ہوئیں۔

⁂

مشل صبح سے ہی بہت خوش تھی۔ آج وہ جا رہی تھی اپنے ملک واپس...... اپنی ماں کے پاس، اپنے چھوٹے بھائی کے پاس۔ کل رات رافع بھائی نے فون کرکے اماں سے اس کی بات بھی کرادی تھی اور اماں نے جو کچھ کہا وہ حیران رہ گئی۔ انہوں نے کہا ان کو دکھ تو ہے کہ ان کی لاڈلی بسنے سے پہلے اجڑ گئی تھی لیکن انہیں خوشی تھی کہ ان کی بیٹی صحیح سلامت ہے اور واپس آرہی ہے۔ انہیں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔ مشل کو اپنی ماں کی ہمت و حوصلے پر فخر محسوس ہوا۔ اس کی تیاری تقریباً مکمل تھی۔ جو رہ گئی تھی، وہ رابی پوری کررہی تھی پھر ایک گھنٹے بعد وہ ائرپورٹ کے لیے نکل گئے، ساحل ڈرائیو کررہا تھا۔ نوید صاحب بھی اسے چھوڑنے ساتھ جا رہے تھے وہ ان سب کی محبت پر بے حد ممنون تھی۔ ساحل نے کار روک دی۔ ائرپورٹ آچکا تھا۔ وہ سب نیچے اترے، ساحل اس کا سامان رکھ کر رابی سے اشارے میں کچھ کہتا غائب ہوگیا۔ فلائٹ کے وقت پر پہنچی تھی اس لیے اسے بھی اندر جانا تھا۔ وہ انکل آنٹی سے مل کر رابی کے گلے لگی۔ رابی نے گرم جوشی سے اسے بھینچا پھر اس کے کان کے قریب منہ کرکے سرگوشی کی۔

"جاؤ میری رانی! جاؤ...... لیکن فکر مت کرنا، ہم بھی جلد ہی تمہارے پاس آنے والے ہیں۔" مشل نے حیرت سے اسے دیکھا تھا پھر سوچا کہ مذاق کررہی ہوگی، اس سے الگ ہو کر وہ اردگرد دیکھنے لگی، نظریں جیسے کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ مایوس ہونے کے بعد وہ جھجک کر رابی سے پوچھ ہی بیٹھی۔ "رابی وہ...... وہ ساحل کہیں دکھ نہیں رہا؟"

"ارے ہاں، یہ ساحل بھائی کہاں گئے۔ ابھی تو یہیں تھے؟ پتا نہیں کہاں چلے گئے۔" انجان بنتی آنٹی نے بھی مسکراہٹ چھپائی۔

"اچھا۔ فلائٹ کا وقت ہوگیا ہے، مجھے اندر جانا ہوگا۔ وہ آئے تو تم اسے میری طرف سے خدا حافظ کہہ دینا اور...... اور شکریہ بھی۔" مشل کو دکھ سا ہوا، پتا نہیں کیوں دل نے اچانک ہی خواہش کی تھی کہ آخری بار اسے دیکھ لے۔ وہ ہاتھ ہلاتی سامان کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ وہ لوگ وہیں کھڑے تھے کہ کہیں سے وہ اچانک سامنے آیا تو شانے پر ایک چھوٹا سا سفری بیگ تھا۔

"اوکے مما پاپا، اللہ حافظ۔" وہ دونوں کے آگے جھکا تو انہوں نے باری باری اسے پیار کیا پھر رابی کی طرف آیا تو وہ اس کے گلے لگ گئی۔

"بھائی پلیز! اسے کچھ بھی کرکے راضی کرلینا۔ میری بھابی صرف مشل ہونی چاہیے۔" وہ لاڈ سے بولی تو اس نے یقین سے سر ہلایا اور خدا حافظ کرکے اندر چلا گیا کہ کہیں فلائٹ مس نہ ہوجائے۔ ویسے بھی جس محنت اور دقتوں سے اسے مشل والے جہاز میں سیٹ ملی تھی، وہ ہی جانتا تھا۔ وہ ضروری کارروائیوں کے بعد جہاز کے اندر آئی تو خوب صورت سی ائر ہوسٹس نے مسکرا کر خوش آمدید کہا تو آٹھ مہینے پہلے کا منظر اس کی آنکھوں میں گھوم گیا، تب اسے گھبراہٹ تھی لیکن آج بے چینی تھی، ایک عجیب سی بے چینی...... جسے وہ کوئی نام نہ دے پائی۔ سیٹ کی پشت گاہ

سے سر ٹکائے آنکھیں موندے بالکل اچانک ہی اسے احساس ہوا تھا کہ کچھ رہ گیا تھا۔ کچھ ایسا تھا جو چھوٹ گیا تھا لیکن جو بہت ضروری تھا۔ ہاں ساحل......! کو یاد کر رہی تھی۔ "ساحل!" وہ ہلکے سے بڑبڑائی۔

"کہو میں ہمہ تن گوش ہوں۔" آواز پر اس نے جھٹ آنکھیں کھولیں اور ایک جھٹکے سے اپنے دائیں طرف دیکھا تو حیرت کی زیادتی کی وجہ سے منہ کھلا رہ گیا۔ بڑی بڑی آنکھیں پھیل کر کچھ اور بڑی لگ رہی تھیں۔

"سس......ساحل......!" وہ بمشکل بول پائی۔

"سس......ساحل نہیں، صرف ساحل۔"

"تت......تم یہاں کیسے؟" وہ اب تک بے یقین تھی۔

"تمہاری حیرت بالکل جائز ہے کیونکہ اپنی طرف سے تو تم نے مجھے سخت مایوس کیا تھا لیکن پھر کسی نے مجھ سے کہا کہ مجھے اتنی جلدی ہمت ہارنی نہیں چاہیے تب تک کوشش کرنی چاہیے جب تک مقابل کو زیر نہ کرلو اور مجھے یقین ہے کہ اپنی محبت اور لگن سے میں بہت جلد کسی کی محبت اور اعتماد کو پانے میں کامیاب ہوجاؤں گا لیکن میری لگن بالکل سچی ہے۔" وہ اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملاتا پُراعتماد تھا۔

"اچھا! اور یہ کس نے کہا تم سے......؟" وہ اب سنبھل چکی تھی۔

"مما نے......" ساحل کے لہجے میں ماں کے لیے محبت تھی۔

"آنٹی نے یہ کہا تم سے......؟"

"ہاں انہوں نے خود کہا کہ میں کچھ بھی کرکے ان کی ہونے والی بہو کا دل جیت کر اسے راضی کرلوں۔" وہ شرارت سے بولا تو مشل نے گڑبڑا کر نظریں چرائیں پھر اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"کیا تمہیں سچ میں لگتا ہے کہ تم اپنی محبت اور سچی لگن سے میری محبت پالو گے؟"

"ہاں، مجھے لگتا ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے۔"

"تو میں یہ کہوں گی کہ تم اپنی محبت اور سچے جذبوں کی طاقت سے پہلے ہی مجھے زیر کرچکے ہو۔" وہ اچانک کہہ بیٹھی، اب کے ساحل کی حالت مشل والی ہوگئی۔

"مشل......مشل......تم......تم سچ کہہ رہی ہو؟" وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا تو مشل کو اس کے انداز پر ہنسی آئی پھر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"ہاں ساحل! تم مجھے جیت گئے ہو۔ خضر کے ساتھ میرا کاغذی تعلق جڑا تھا لیکن جانے کب تم سے میرے دل کا تعلق جڑ گیا، مجھے خبر ہی نہ ہوئی پر آج جب ائرپورٹ کے باہر تم نظر نہ آئے تو لگا کہ ہر طرف اندھیرا چھا گیا ہو، میرا دل چیخ چیخ کر تمہیں پکار رہا تھا اگر تم نہ آتے تو میں ایک بار پھر ٹوٹ جاتی کیونکہ......کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم ہی وہ انسان ہو جو میری روح پر لگے زخموں کو اپنی محبت کے مرہم سے بھر سکتا ہے۔" وہ بہتے آنسوؤں سے اعتراف کرتی چلی گئی اور ساحل نے بے ساختہ دل ہی دل میں اپنے ربّ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ جس نے کسی بھی جدوجہد کے بغیر اس کی خوشی، اس کی محبت اسے دے دی تھی۔

"میں ان شاء اللہ تمہارے اس یقین کو کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا، یہ میرا وعدہ ہے تم سے......" اس کے یقین دلانے پر مشل نے اپنے آنسو پونچھے اور دھیرے سے مسکرائی۔

"مجھے یقین ہے ساحل! اور مجھ سے بھی کسی نے کہا ہے کہ اگر زندگی کے اس سفر میں کوئی خلوص سے میری طرف ہاتھ بڑھائے تو مجھے اسے مایوس نہیں کرنا چاہیے فوراً اس کا ہاتھ تھام لینا چاہیے۔" وہ شرما کر آہستہ سے بولی۔

"تو پھر دو ہاتھ......!" ساحل نے فوراً سے پیشتر ہاتھ اس کے آگے پھیلایا تو اس کی جلد بازی پر وہ پہلی بار کھل کر ہنسی تھی پھر دھیرے سے اس کی مضبوط ہتھیلی پر اپنا نازک سا ہاتھ رکھ دیا، جسے ساحل نے مضبوطی سے تھام لیا، کبھی نہ چھوڑنے کے لیے۔ مشل نے آسودگی سے آنکھیں موند لیں کہ خوشیاں بانہیں پھیلائے کھڑی اسے بند آنکھوں سے بھی صاف دکھ رہی تھیں......

اس دل کے چند اثاثوں میں اک موسم ہے برساتوں کا
اک صحرا ہجر کی راتوں کا اک جنگل وصل کے خوابوں کا
ہم لوگ جنوں کے عالم میں منزل کی طلب بھی بھول گئے
اب دل کو بھلا سا لگتا ہے صحرا میں عکس سرابوں کا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

عباس عریشہ کی خفگی پر دل گرفتگی کے ساتھ ٹرپ پر روانہ ہوجاتا ہے وہاں رہ رہ کر اسے عریشہ کے رویے کی بدصورتی کا احساس ہوتا ہے اور وہ عریشہ کی جانب سے پیش رفت کا خواہاں ہی رہتا ہے۔ لاریب بادل ناخواستہ سکندر کے ساتھ خریداری کی غرض سے شہر روانہ ہوجاتی ہے۔ واپسی پر اسے وقاص کی دھمکی آمیز کال موصول ہوتی ہے جس پر وہ پریشان ہوجاتی ہے البتہ سکندر سے کوئی ذکر نہیں کرتی مگر جب گاؤں کی حدود میں وہ مخصوص چوراہے پر وقاص کی جیپ کو منتظر پاتی ہے تو ششدر رہ جاتی ہے اور سکندر کو گاڑی تیز چلانے کا حکم دیتی ہے۔ وقاص ان کا پیچھا کرنا شروع کردیتا ہے اور وہ اپنی جان بچانے کے لیے گاڑی کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ سکندر وسیع کھیتوں کے آگے بے آباد زمین کے قریب گاڑی روک دیتا ہے اور وہ لاریب کو بچانے کے لیے پیدل چلنے کا مشورہ دیتا ہے بدقسمتی سے وہ دونوں ایک کنویں میں گرجاتے ہیں جس کا اندازہ سکندر اور لاریب کو ہوتا ہے وقاص ان تک پہنچ نہیں پاتا مگر جاتے جاتے گاڑی کے سب ٹائرز پنکچر کرجاتا ہے۔ سکندر بڑی مشکل سے اپنے نفس کو لگام دیتے ہوئے لاریب کو کنویں سے باہر نکالتا ہے پھر حویلی فون کرکے گاڑی منگواتا ہے۔ عباس نندنی کے گرد پروڈیوسر آفاق کی ہوس زدہ نگاہوں کا تعاقب کرتا ہے تو الجھ کر رہ جاتا ہے۔ ساتھ ہی اکیلے میں وہ اسے آفاق کی فطرت اور معاملے کی سنگینی سے بھی آگاہ کردیتا ہے۔ فراز سنو مین بنا کر سب کے ساتھ انجوائے کررہا ہوتا ہے جب ہی وہ ساحر کی کیپ لے لیتا ہے اور تصویریں بنانے لگتا ہے بے دھیانی میں سنو میں گرجاتا ہے ساتھ ہی ساحر کا کیپ بھی اس کے پاؤں تلے دب جاتا ہے۔ جس پر نندنی بہت شدید ردعمل کا مظاہرہ کرتی ہے ساحر عباس سمیت سب ہی حیران رہ جاتے ہیں خاص کر ساحر اسے جھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ شوٹ کی غرض سے پرخطر رستے پر ان سب کو پیدل سفر طے کرنا ہوتا ہے جس کے لیے کافی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے مگر نندنی اپنی بے پروائی کے باعث گہری کھائی میں جا گرتی ہے اور اسے بچانے کے لیے عباس کھائی میں جاتا ہے کھائی سے نکلتے وقت نندنی کی قربت اس کے لیے سخت بے زاری کا باعث ٹھہرتی ہے اور اس کی نگاہوں میں نفرت دیکھ کر نندنی ڈھے سی جاتی ہے وہ اسی وقت فلم نہ کرنے کا فیصلہ کرلیتی ہے اور اگلے روز سب کے سامنے وہ ساحر کو فلم کرنے سے انکار کردیتی ہے جبکہ ساحر خود عریشہ کی خواہش کے آگے جھکتے ہوئے نندنی کو فلم سے نکالنے کا سوچ رہا ہوتا ہے مگر نندنی کے فیصلے پر وہ بھی حیران رہ جاتا ہے اور اس کی بدتمیزی پر اس سے بازپرس کرتا ہے اور اس کا ہاتھ نندنی پر اٹھ جاتا ہے، جواباً وہ سب چھوڑ کر چلی جاتی ہے عباس بھی شوٹنگ وائنڈ اپ کرتا ہوا سب کو چلنے کا کہتا ہے۔ فراز خراب موڈ کے ساتھ گھر لوٹ آتا ہے جس پر صالحہ اور شرجیل سب اس سے استفسار کرتے ہیں کہ وہ اتنی جلدی واپس کیسے لوٹ آیا۔

(اب آگے پڑھیے)

"ٹھیک ہے اسے کیا ہونا ہے۔" شرجیل نے نخوت سے جواب دیا اور باہر نکل گیا۔ اس کے انداز سے صاف پتا چلتا تھا کہ دونوں کے بیچ پھر کسی بات پر جنگ کا طبل بجا ہوا ہے۔

فراز کی سوالیہ بے تاب نظریں نبیل کی جانب اٹھیں۔ وہ گہرا سانس بھرتا کاندھے اچکا کر رہ گیا۔

"مجھے ایمان بھابی پر بہت رحم آتا ہے نبیل بے چاری رل گئی ہیں یہاں آ کر۔" فراز نے متاسفانہ تبصرہ کیا۔ نبیل تو اب اس قسم کے تبصروں سے بھی گریز کرتا تھا یہاں اس کی ہمدردی کو بھی مشکوک انداز میں لیا جانے لگا تھا۔ وہ ایمان کی مشکلات میں اضافے کا قائل نہیں تھا جبھی اس سے اپنائیت وہمدردی کا مظاہرہ ترک کر دیا تھا۔

"آپ نے بتایا نہیں کیا وجہ ہوئی اچانک واپسی کی؟ صالحہ کی انفارمیشن سے تو مجھے خطرے کی بو آ رہی تھی۔ ساحر کی وجہ سے وہ کوئی فلمی میگزین یا پھر ٹی وی شو نہیں چھوڑتی جس میں اس کے حوالے سے کسی معمولی خبر کی بھی ذرا سا شک ہو لہٰذا بریکنگ نیوز تو ہوتی ہیں اس کے پاس۔" وہ دونوں چلتے ہوئے فراز کے کمرے تک آ گئے تھے۔ فراز نے شکستہ انداز میں بھنچا ہوا سانس کھینچا۔

"بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی۔" اس کے سرد آہ بھر کے کہنے پر نبیل بھونچکا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"تفصیلات چاہئیں بھائی' معذرت خواہ ہوں اس قسم کی مبہم باتیں سر سے کافی اوپر سے گزرتی ہیں۔" وہ بلا جھجک اپنی نالائقی کا اعتراف کر رہا تھا۔

"انڈیا سے برآمد ہونے والی حسین وجمیل ہیروئن صاحبہ نے ساحر عباس کی موو ی میں کام کرنے سے انکار کر کے میرا تو بیڑہ غرق کر دیا ہے یار۔ ساحر بھائی اتنے غصے میں تھے کہ سب کچھ وائنڈ اپ کر کے واپس آ گئے ہم بھی گھر نا سدھارتے تو اور کیا کرتے؟" اس نے ٹھنڈی آہوں کے درمیان جو تفصیل دی وہ اچھی خاصی حیران کن اور ناقابل یقین تھی جو لوگ ساحر کی مقبولیت سے آگاہ تھے وہ نندنی کے اس اقدام کو حماقت سے ہی تعبیر کر سکتے تھے۔ نبیل بھی ششدر تھا۔

"لیکن اتنے بڑے اقدام کے پیچھے کوئی وجہ بھی ہونی چاہیے۔"

"ضرور ہوگی دراصل ساحر صاحب کی خفگی سے ہر کوئی خائف ہے مگر یہ بھی طے ہے کہ یہ بات چھپ بھی نہیں سکتی دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"افوہ...... افسوس ہوا اب کیا کریں گے آپ؟" نبیل کو اس سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی کہ فراز کا چہرہ غم ویاس کی تصویر بنا ہوا تھا۔

"کیا بتاؤں میرے یار' میرا تو آل ریڈی دماغ گھوما ہوا ہے۔" فراز اپنے اوپر کمبل کھینچتے ہوئے جیسے مارے بندھے جواب دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں نیند سے بند ہوئی جا رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے آرام کریں آپ' میں چلتا ہوں اللہ بہتر کرے گا۔ پریشان نہیں ہونا اوکے۔" نبیل اسے ہاتھ ہلاتا لائٹ اور دروازہ بند کر کے رخصت ہو گیا۔ فراز کا ذہن نندنی کے تصور پر جھنجلا رہا تھا اگر اس کا بس چلتا تو وہ لازمی اس خوب صورت بلا کا گلا گھونٹ دیتا جس کی وجہ سے وہ کنوئیں کے پاس جا کر بھی پیاسا لوٹا تھا۔

⁂

"امامہ کہاں ہے؟" وقاص حیدر آج بہت دنوں بعد حویلی آیا تھا۔ دھاڑ کی زوردار آواز کے ساتھ بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تو ڈسٹنگ میں مصروف ملازمہ دہل کر پلٹی اور اسے روبرو پا کر دل تھام کر رہ گئی۔

"سائیں چھوٹی مالکن بڑی مالکن کے ساتھ شہر گئی ہیں۔" وہ گھگھیا کر بولی اور کترا کر سائیڈ پر ہوتے گویا اس گرانڈیل ہاتھی کو بیڈ تک رسائی کا راستا پیش کیا۔

"شہر...... وہ کیوں؟ اس کی ماں مر گئی ہے جس کا کفن خریدنا ہے اسے شہر سے۔" جوتوں سمیت بیڈ پر گر کر وہ آنکھیں موند چکا تھا مگر اس اطلاع پہ وہ دھاڑتے ہوئے بیٹھ گیا ملازمہ بے چاری کا پتہ پانی ہونے لگا۔

"مم...... مجھے نہیں پتا سائیں۔" وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"تو تیرے خصم کو پتا ہونا ہے کام کیا ہے تیرا یہاں مفت

کی روٹیاں توڑنے نہیں رکھا ہوا۔" اس کے الٹے ہاتھ کا تھپڑ ادھیڑ عمر ملازمہ کے چودہ طبق روشن کر گیا۔ وہ تیورا کر گری ضرور تھی مگر مارے خوف کے حلق سے آواز نہیں نکال سکی۔

"دفع ہو اب اپنی منحوس شکل سمیت' ثریا کو بھیج چائے دے کر' کہنا میرے پاؤں دابے آ کر۔" گرج برس کر وہ پھر اوندھے منہ بستر پر گر گیا۔ ثریا مالی کی الھڑ نوخیز اور نوجوان لڑکی کا نام تھا۔ آج کل وقاص کی نظر عنایت اس پر تھی گو کہ بابا جان کے خوف سے اس قسم کی عیاشیاں حویلی کے اندر نہیں کرتا تھا مگر کبھی کبھار بابا جان اور امامہ کی آنکھوں میں دھول جھونک کر حویلی کے بند کمرے میں ایسی بددیانتی کا اس کے نزدیک لطف ہی الگ تھا۔ امامہ اور اماں جان کی واپسی شام ممکن ہو سکی تھی تب تک وہ شراب اور شباب کے نشے سے دھت خود سے بے خبر تھا۔

"مجھے لگتا ہے وقاص آ گیا ہے شکار سے واپس' مجھے پتا ہوتا آج لوٹ آئے گا تو اسے بھیج دیتی تمہارے ساتھ۔ بوڑھی ہڈیوں میں اب اتنا دم کہاں کہ اتنا طویل سفر کر سکوں۔" پورچ میں وقاص کی جیپ دیکھ کر تائی جان نے بیک وقت خوشی وتاسف کا اظہار کیا تھا۔ دل تو امامہ کا بھی بے ہنگم انداز میں دھڑک اٹھا تھا آج کتنے دنوں بعد وہ اس ستمگر کی صورت دیکھ سکے گی۔ اس کی تمام تر کج ادائیوں کے باوجود دل تھا کہ اس کی جانب کھنچتا تھا۔ یہ محبت بھی بڑا خراب والا معاملہ ہے۔ ذلت ورسوائی سے لے کر بے نیازی وکج ادائی کے تمام وار سہہ کر سرسبز وشاداب رہتا ہے۔

وہ ایک نئی ترنگ کے ساتھ کمرے میں آئی تھی مگر وقاص کی حالت نے اس پر پھر اس کی اوقات واضح کی تھی۔ اس کا دل یاسیت سے بھر گیا۔ بے مائیگی ہی بے مائیگی تھی۔ جانے کتنی دیر اس نے آنسو بہائے تھے۔ تب وقاص نے کروٹ بدلتے ہوئے سوتی جاگتی کیفیت میں اس کی موجودگی کو محسوس کیا تو کڑے انداز میں سوال کیا امامہ کا دل دھک سے رہ گیا۔

"میں نہیں گئی تھی اماں جان لے کر گئی تھیں چیک اپ کے لیے۔" اس نے صفائی پیش کی۔

"ان چونچلوں کے بغیر تیرا بچہ پیدا نہیں ہوگا کیا؟ یہ نخرے ناک کے راستے نکال دے تو۔" اسے بالوں سے پکڑ کر اپنے پہلو میں پٹختے ہوئے وہ لمحوں میں حیوانیت کا چولا چڑھانے لگا۔ امامہ کے چہرے پر کرب واذیت رقم ہونے لگی مگر اس نے خود پر ضبط کے پہرے بٹھا دیے۔

"ٹھیک ہے' میں آئندہ نہیں جاؤں گی۔" اس نے تابعداری کا مظاہرہ کر کے اپنی جان چھڑانا چاہی مگر وقاص کا اٹھا ہوا ہاتھ تھپڑ کی صورت اس کی قوت گویائی چھین کر لے گیا۔ اس نے خوف سے وقاص کا غیض وغضب کا مظہر چہرہ دیکھا یوں جیسے اپنا قصور جاننا چاہا ہو۔

"اتنی ہی فرمانبردار ہو نا تم میری۔" وہ غرایا اور مٹھیاں بھینچ کر غصہ ضبط کرنے لگا۔ امامہ ساکن پڑی رہی۔

"تیرے پچھلے تجھے یہاں پھینک کر بھول گئے نہ کبھی تو اِدھر سدھاری نہ وہ تیری خبر کو آئے ایسا کون سا جرم سرزد ہوا ہے تجھ سے۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ امامہ کی جلتی ہوئی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ یہ بات تو اسے بھی اپنے گھر والوں سے پوچھنی تھی۔ کتنا عرصہ ہوا لاریب نے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا تھا حالانکہ کبھی وہ وقت بھی تھا کہ جب لاریب کو سب سے زیادہ امامہ کی ہی فکر رہا کرتی تھی وقاص کے اٹھ کر کمرے سے چلے جانے کے بعد اس نے اپنا سیل فون اٹھا کر لاریب کا نمبر ڈائل کیا۔ گھنٹیاں بجتی رہیں مگر وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی امامہ جھنجلا گئی کچھ خیال آنے پر اس نے سکندر کا نمبر ملایا تھا۔

"السلام علیکم امامہ بی بی ٹھیک ہیں آپ۔" سکندر کی مخصوص شفقت آمیز آواز اس کی سماعتوں میں اتری تو آنکھیں پھر سے پانیوں سے لبریز ہو گئیں۔

"وعلیکم السلام سکندر بھائی' میں تو جیسی ہوں آپ چھوڑیں۔ یہ بتائیں بجو اور بابا جان کیسے ہیں آپ بھی بھول گئے مجھے۔ اب تو لگتا ہے اپنوں کی صورت دیکھنے کو ترس جاؤں گی۔" گو کہ اس کا ہرگز ارادہ نہیں تھا شکوہ وشکایت کا وہ

بھی سکندر سے مگر اس کے انداز میں کچھ ایسی خصوصیت و محبت کا احساس ہوا کرتا تھا کہ وہ خود پر ضبط کھو کر زار و قطار رو پڑی۔ دوسری جانب سکندر اس کے انداز پر نا صرف گھبرایا بلکہ بوکھلا اٹھا۔ جبھی اسے پکارتا' سمجھتا' حوصلہ دیتا وہ اتنا بے ربط ہوا جا رہا تھا کہ امامہ کو خود کو سنبھالنا پڑا۔

''آپ کہیں تو میں ابھی آ جاتا ہوں بابا سائیں کو لے کر یا پھر ممکن ہو سکے تو آپ یہاں تشریف لے آئیں۔'' سکندر اس کے دل کی تسلی کی خاطر کہہ رہا تھا۔ امامہ مضمحل سا سانس کھینچ کر رہ گئی۔

''نہیں سکندر بھائی پلیز' بابا جان کو کچھ کہہ کر پریشان مت کیجیے۔ سوری میں نے اپنی بے وقوفی کی بنا پر آپ کو پریشان کر کے رکھ دیا۔'' کتنا بدل گئی تھی وہ پہلے نادانی میں صرف اپنے دل کی کہا کرتی تھی مگر اب اسے اپنی ذات سے زیادہ دوسروں کا خیال رہنے لگا تھا۔

''بجو میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہیں' انہی سے بات کرنی تھی مجھے۔'' اس نے دانستہ بات بدل دی۔ سکندر کی جواباً گہرا سانس بھرنے کی آواز سنائی دی۔

''میں دیکھتا ہوں غالباً وہ باہر ہوں گی اور سیل فون کمرے میں۔ وہ خود آپ کو کال کر لیں گی۔'' سکندر کے تسلی آمیز انداز پر امامہ نے شکریہ ادا کرتے سلسلہ منقطع کر دیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
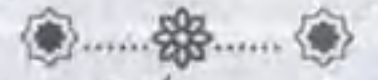
لاریب نے واش روم سے نکل کر بال تولیے کی قید سے آزاد کیے اور تولیہ بے پروائی سے صوفے پر پھینک دیا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے آ کر ابھی اس نے ہیئر برش اٹھایا ہی تھا کہ دروازے پر دستک دے کر سکندر نے اندر قدم رکھا۔ لاریب نے گردن نہیں موڑی کہ آئینے میں اس کا عکس بہت واضح طور پر ابھرا تھا جسے روبرو پاتے ہی لاریب کی اجلی پیشانی پر ناگواریت ابھر آئی تھی۔

''کسی کے کمرے میں آنے سے پہلے صرف دستک نہیں دی جاتی۔ اجازت کا انتظار بھی کیا جاتا ہے۔ ایٹی کیٹس کس چڑیا کا نام ہے معلوم بھی نہیں ہوگا تمہیں۔'' اس نے ترشی سے ٹوکا۔ چہرہ غیض کی آنچ سے تمتما کر کچھ اور بھی کشش اور دلکشی سمیٹ لایا تھا۔ نظروں میں تلخی بھی تھی اور تنبیہہ بھی مگر سکندر پر مجال ہے اثر ہوا ہو۔ وہ اسی پراعتماد پرسکون انداز میں جو آج کل اس نے خصوصیت سے لاریب کے سامنے اپنا لیا تھا اور وہ اس کے عین مقابل آن ٹھہرا پھر اس کی شعلے برساتی آنکھوں میں اپنی سرد نظریں گاڑتے ہوئے اسی سرد مہر انداز میں بولا۔

''یہ تکلفات وہاں چلتے ہیں جہاں درمیان میں کوئی تعلق کوئی رشتہ نہ ہو۔ میاں بیوی کو اللہ پاک نے ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ محترمہ میں دستک کا تکلف بھی نہ برتوں تو آپ کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔'' اس کا لہجہ و نظریں جتلاتی ہوئی تھیں۔ لاریب نے رخ موڑ لیا۔

''کیوں آئے ہو؟'' اس نے جیسے جل کر پوچھا۔ سکندر جانے کس بات پر محظوظ ہو کر ہنس پڑا۔

''اس کا مطلب آپ کی سمجھ میں میری بات آ گئی...... گڈ۔ اسی طرح فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتی رہیں تو زندگی سہل اور خوشگوار گزرے گی۔ قوی امید ہے کہ ایک وقت وہ بھی آئے گا جب ہمارے بچے ہم سے اس حسین اتفاق کا راز پوچھیں گے۔ کیا خیال ہے آپ کا بتا دینا چاہیے' اپنی نسل کی بہتری ہی ہوگی۔'' وہ یکدم انداز بدل کر چھیڑ چھاڑ کر آغاز کر چکا تھا۔ لاریب تو جیسے سرتاپا کسی ان دیکھی آگ میں جھلس گئی۔ یعنی بدتمیزی اور بے حجابی کے ساتھ گستاخی کی بھی انتہا تھی۔ اس کا بس نہیں چل سکا سکندر کا منہ نوچ ڈالے۔

''اگر تمہیں اسی طرح کی گھٹیا بکواس کرنی ہے سکندر تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ کس بات کا زعم ہے آخر تمہیں؟ یوں بے ہودہ باتیں کر کے مجھے کیا جتلانا چاہتے ہو کہ میں بے بس ہو گئی ہوں؟ ہرگز نہیں لاریب شاہ نا کبھی بے بس تھی نہ ہوگی تم آخر ہو کیا؟ دو ٹکے کے معمولی انسان یہ ہے اوقات تمہاری؟ سن لو میں نہیں ڈرتی کسی سے بھی۔ بابا جان کو میں خود بتاؤں گی اپنی غلطی کا اعتراف کر کے سولی بھی چڑھ جاؤں گی تم اپنی خیر مناؤ۔'' وہ اتنا مشتعل ہوئی تھی کہ رنگت ہر لمحہ سرخ اور گلے کی رگیں پھولتی جا رہی تھیں۔ سکندر سکون سے سینے پر بازو لپیٹے کھڑا اسے دیکھتا رہا اس کے اعتماد میں ہرگز کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

''آپ کی بہادری کے اس مظاہرے کا منتظر رہوں گا میں بھی ضروری نہیں ہے اس مرتبہ بھی نقصان میرے حصے میں آئے۔ قسمت یاوری کرے تو میرا بیڈ روم آپ کے اس حسین وجود کی روشنی سے جگمگا بھی سکتا ہے۔ خیر فی الحال تو آپ اپنا خون نہ جلائیں۔ اس وقت تو میں آپ کو امامہ بی بی کے متعلق بتانے آیا تھا۔ بہت پریشان تھیں آپ سے بات کرنے کی خواہاں بھی ہو سکے تو انہیں کال کر لیں۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ اس کے وحشت زدہ تاثرات پر اک گہری استحقاق بھری نظر ڈال کر پلٹ چکا تھا۔ لاریب اس کی بکواس سے لحہ لحہ کٹ کر گرنے کے عمل سے گزرتی آنسو اندر اتار رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد کتنی دیر مٹھیاں بھینچے ٹہلتی ہوئی اسے گالیاں دیتی رہیں۔ بے بسی کا شدید احساس رگ جاں میں خنجر اتارے جاتا تھا کس مصیبت میں جان پھنس گئی تھی۔ اس کا دل چاہا اپنے بال نوچ نوچ کر اونچی آواز میں روئے۔ سیل فون کی بیپ پر وہ اس وحشت انگیز کیفیت سے باہر آئی اور بستر پر پڑے سیل فون کو دیکھا۔ اسکرین پر امامہ کالنگ کے الفاظ جگمگ کر رہے تھے۔ اس نے سرد آہ بھری اور آگے بڑھ کر سیل فون اٹھا لیا۔

''ہاں امامہ...... کیسی ہو؟'' کوشش کے باوجود اس کا لہجہ و انداز تازگی اور بشاشت نہیں سمیٹ سکا۔ اندر کی ساری بے زاری و یاسیت اس کی آواز میں بھی اتر آئی تھی۔

''مجھے چھوڑیں' آپ کی فکر میں فی الحال تو ہلکان تھی بجو' اتنے فون کیے آپ نے ریسیو ہی نہیں کیے پھر سکندر بھائی سے بھی کہا آپ سے بات کرا دیں' شاید بھول گئے ہوں گے۔'' امامہ فکرمند انداز میں تیز تیز بولتی چلی گئی۔ لاریب کے اندر سرعت سے سکندر کے نام کا زہر پھیلا۔ اس کی رگ رگ میں نفرت دوڑ رہی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں امامہ...... خوامخواہ پریشان نہ ہوا کرو۔''

''نہ تو مجھے آپ ٹھیک لگتی ہیں بجو نہ میں خود ٹھیک ہوں۔'' اس کا جواباً گلا بھرانے لگا۔ لاریب نے بے دردی سے ہونٹ کچل ڈالے۔

(یا اللہ' کوئی ایسا معاملہ بھی بچا ہے زندگی میں' جس میں خوشی کی کوئی رمز رہ گئی ہو میرے لیے)

''میں خود کو بہت تنہا محسوس کرتی ہوں بجو' آپ یا پھر بابا جان بھی مجھ سے ملنے نہیں آتے۔ بھلے وقاص میرے تایا زاد ہی ہیں مگر اب شوہر ہیں طعنے دیتے ہیں مجھے آپ کو کچھ تو خیال کرنا چاہیے میری پوزیشن کا۔'' اس وقت امامہ جانے کس رو میں تھی کہ شکوہ کر گئی تھی۔ لاریب کا پہلے سے زرد چہرہ بالکل سرسوں کے پھول کی طرح سے ہو گیا۔

''تم فکر نہیں کرو امامہ' بابا جان آئیں گے تمہاری طرف اور وقتاً فوقتاً تمہاری طرف چکر لگا لیا کریں گے۔'' اس نے بے ساختہ قسم کی تسلی سے نوازا مگر امامہ کی پھر بھی تشفی نہیں ہو پائی۔

''اور بجو آپ...... آپ کو بھی تو آنا چاہیے نا' میرا دل اس بات پر روتا ہے بجو کہ اماں جان کے بعد ہم بہنوں میں بھی اتنی دوریاں حائل ہو گئی ہیں۔ مرے ہوئے کا صبر آ جاتا ہے مگر بچھڑے ہوئے کبھی نہیں بھولتے۔ میں آپ کو یا پھر ایمی باجو کو اپنے دل سے نوچ کر کیسے پھینک دوں۔'' امامہ کو تو جیسے رونے کا بہانہ چاہیے تھا۔ لاریب کی جان پر بن گئی۔ اتنے فاصلے تھے کہ وہ اپنی ماں جائی کے دکھ پر اسے سینے سے لگا کر تسلی دینے اس کے آنسو پونچھنے سے بھی قاصر تھی۔ اس نے کتنی دقتوں سے اسے چپ کرایا تھا۔

''تم ایسا کیوں نہیں کرتیں کچھ دنوں کے لیے یہاں آ جاؤ۔''

''وقاص کبھی نہیں مانیں گے بجو' آپ کو ہی میرے پاس آنا پڑے گا۔'' امامہ کے لاچاری ظاہر کرنے پر لاریب جو الجھن و اضطراب میں تھی اسی جھنجلاہٹ میں اس پر خفا ہونے لگی۔

''تو بھاڑ میں جھونکو وقاص کو' اسی لیے تمہیں منع کیا تھا کہ نہ کرو اس لعنتی سے شادی' عمر بھر کی ٹینشن' تمہاری وجہ سے میں بھی عذاب بھگت رہی ہوں مفت کا۔'' اس کے اس طرح خود

پر چڑھ دوڑنے پر امامہ کی جھنجھلاہٹ مزید بڑھ گئی۔

"آپ مجھ پر کیوں خفا ہو رہی ہیں...... میرا کیا قصور ہے؟" وہ جیسے پھر سے رونے کی تیاری میں تھی۔

"تمہارا نہیں تو کیا میرا قصور ہے امامہ؟ حماقت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ مجھے اس واہیات سوچ کے مالک انسان کے گھٹیا پن کا کچھ حد تک تو اندازہ تھا لیکن وہ اس قدر پستی میں جا گرے گا یہ تو میرے تصور میں بھی کہیں نہیں تھا۔ تم سے شادی ہی اس نے اس لیے کی تھی کہ اس طرح مجھے اپنے زیر بار کر سکے مگر امامہ سن لو میں کبھی بھی اس کے مذموم ارادوں کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔" برہمی و تلخی کے ساتھ غم و غصے کا شکار وہ امامہ کو چند دن قبل کا وقاص کا بے غیرتی کا واقعہ سناتی چلی گئی۔

"اللہ نے بچایا ہے مجھے خود سوچو تمہاری حویلی آثار سے خالی ہو سکتا ہے۔" وہ چڑچڑے پن سے سوال کر رہی تھی جبکہ دوسری جانب لامہ شاکڈ ہو گئی تھی۔ یہ خاموشی و سناٹا لاریب کو پریشانی سے دوچار کر گیا۔ جبھی اس نے بار بار امامہ کو پکارا تھا۔ اسے لگا لائن پہلے سے کٹ گئی تھی۔ لامہ نے اس کی پوری بات نہیں سنی مگر کسی ضروری بات کو اس سے کرتے آئے بابا سائیں ضرور انکشافات کی زد پر آئے دل تھام کر رہ گئے تھے۔

⊛ ...... ❋ ...... ⊛

میں تو مدرسہ میں تھی سچ پوچھو تو مجھے یقین نہیں آتا تھا تم اتنی جلدی آ گئی ہو واپس۔" زینب کا چہرہ و آواز خوشی و اطمینان چھلکاتی تھی۔ نندنی دکھ بھری آواز سے اسے دیکھتی خاموش بیٹھی رہی۔

"کچھ بتاؤ تو' اتنی جلدی کیسے کام نپٹ گیا تمہارا مجھے تو اداس لگ رہی ہو بلکہ بیمار بھی۔" اپنی کہتی زینب یکدم ٹھٹکی اور اس کا پرسوز چہرہ تکتے ہوئے پریشان نظر آنے لگی۔ نندنی کا دل تو ایسا آبگینہ تھا جو ذرا سی ٹھیس لگنے کی دیر ہوتی تڑختا تھا بکھرتا تھا ہمدردی کے پھائے زخموں پر رکھے گئے تو بجائے سکون کے تکلیف کی شدت سے بدن لرز اٹھا۔ آنکھوں کا آئینہ دھندلایا اور ٹپ ٹپ شفاف آنسو گلاب چہرے پر ایسے برسے جیسے شبنمی موتی بکھر گئے ہوں۔

"میں ہار گئی ہوں زینب' ہر لحاظ سے شکستہ' زندگی نے مجھے دکھوں اور مایوسی کے سوا کچھ نہیں دیا آپ مجھے بتائیں اگر وہ میرے نصیب کا حصہ نہیں تھا تو کیوں ٹکرایا مجھے۔ کیوں دوبارہ سے نظر آیا' مجھے مزید دکھی کرنے کو' میں کہاں تک اپنے ضبط اور حوصلے کو آزماؤں؟ میں نہیں لڑ سکتی مزید خود سے میرے لیے مر جانا ہی بہتر ہے۔" ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپے وہ بری طرح سے بلک پڑی۔ اسی طرح سسکتے' تڑپتے ہوئے اس نے وہاں پیش آنے والے سارے واقعات کہہ سنائے جو اذیت و نارسائی کے احساس سے لبریز تھے۔

"ساحر کی آنکھوں میں اپنے لیے بےزاری اور نفرت دیکھنا میرے ضبط و برداشت کی انتہا تھی۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔" زینب کے چہرے پر اس پل کتنی بےبسی تھی۔ اس کا غم مٹا نہ سکنے کی اس کا درد کم نہ کرنے کی بےبسی۔

"حوصلہ کرو نندنی' اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوا کرتی ہے جیسے سمندر بہت وسیع ہوتا ہے مگر ہم اپنے چلو میں اتنا ہی پانی بھر سکتے ہیں جتنا ہماری ہتھیلی کی روک میں سما سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ کی رحمتیں لامحدود ہیں مگر ہم اتنی ہی پا سکتے ہیں جتنا ہمارا ایمان پختہ ہے۔ اللہ پر بھروسہ ایمان اور یقین قائم رکھو ان شاء اللہ ایک دن منزل پا لو گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تمہاری مشکلات کو آسانیوں میں بدلے تمہیں پتا ہے نندنی سب سے مضبوط وہ لوگ ہی ہوتے ہیں جو اپنے ارادوں میں پختہ ہوں کسی بھی کام میں کامیابی کے لیے مضبوط لگن کا ہونا از حد ضروری ہے۔ یہ لگن اگر روحانی راستوں پر چلنے کو اختیار کی جائے تو سبحان اللہ' ایک واقعہ سناتی ہوں تمہیں۔ روحانی بزرگ خواجہ معین الدین چشتی' انہوں نے بیس سال اپنے مرشد کے ہاں پانی بھرا تھا اور بیسویں سال ان کے مرشد نے پوچھا تھا لڑکے تمہارا نام کیا ہے۔ آتش پرشوق قلب میں نہ دہک رہی ہوتی تو اصولی جواب یہ بنتا تھا کہ بیس سال میں آج نام پوچھنے کا خیال آیا' مگر روشنی ہدایت کے خواستگار ہجر گزیدہ نے اپنے ظرف و تابعداری سے اپنے روشن مستقبل کا پتا دیا اور مودبانہ عرض کیا۔ "معین الدین" بیس سال بھی بےنام رہنے والے اپنے رہنما کی نظر التفات کا انتظار کرتے ہیں اور شرح صدر کی خاطر بیس سال صرف پانی بھرتے ہیں۔" اور نندنی جو واپس انڈیا جانے کا فیصلہ کر چکی تھی گنگ بیٹھی اس کا منہ تکنے لگی۔ اسے خود پر شرم آئی۔ وہ اتنی کمزور تھی یہ تھی اس کی محبت؟ بس اتنی سی آزمائش اور پھر راہ فرار' یہ محبت تو نہ تھی یہ اخلاص تو نہ تھا یہ عشق تو نہ تھا۔ جس میں کوئی چور دروازہ نکلتا ہی نہیں' طے ہوا تھا وہ واپس نہیں جائے گی چاہے اسے کامیابی ملے نہ ملے۔ وہ اسی شہر اسی ملک کی فضاؤں میں رہے گی جن میں عباس کی سانسوں کی مہک شامل تھی۔ اسے یہاں سے نہیں جانا چاہے عمر بھر بھی عباس اسے نگاہ التفات کے قابل نہ سمجھے مگر وہ محبت میں گستاخی کی مرتکب نہیں ہو سکتی۔

⊛ ...... ❋ ...... ⊛

"السلام علیکم کیا حال ہے بیگم صاحبہ؟" عباس حیدر نے گلاس وال کے ساتھ کھڑی بارش کا نظارہ کرتی عریشہ کو پیچھے سے آ کر کاندھوں سے تھام کر نرمی سے لگایا اور اپنا سر اس کے کاندھے سے ٹکا دیا۔ عریشہ نے ناز بھری خفگی سے اسے دیکھا پھر کسمسا کر اس کے حلقے سے نکلنے کو مچلی۔

"ابھی تک خفا ہو؟" عباس نے مسکراہٹ دبا کر اس کی ناک کو شرارت و اپنائیت بھرے انداز میں دبایا۔ عریشہ نے اس کا ہاتھ زور سے جھٹک دیا۔

"زیادہ فرینک ہونے کی بالکل بھی ضرورت نہیں۔" وہ نرمی اور نخوت زدہ انداز میں اسے جھڑک دیا۔ عباس کو یہ توہین آمیز انداز برا لگا تھا مگر اظہار نہیں کیا یہ سچ ہے محبت میں انسان بہت ساری ناگوار باتوں کو سہنے کا ظرف حاصل کر لیا کرتا ہے۔

"میں وہ کام کر چکا ہوں مادام جس کے لیے آپ نے مجھ پر یہ پابندیاں لگائی تھیں۔" عباس نے پھر اس کا ہاتھ پکڑا سنجیدگی سے کہا۔ عریشہ کی نظریں ہنوز مشکوک تھیں۔

"کوئی ثبوت؟"

"کیا اب میری زبان کا بھی بھروسہ نہیں ہے؟" عباس کو واقعی دکھ ہوا تھا۔ عریشہ نے پروا ضروری نہیں سمجھی اور اس ڈھٹائی سمیت سر کو نفی میں جنبش دینے لگی پھر جتلا کر بولی تھی۔

"امی کہتی ہیں مرد پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ آستین کا سانپ بن کر جب چاہے ڈس لے۔ خاص طور پر حسین مرد کی تو حفاظت اور بھی کٹھن کام ہے۔ آپ تو پورے پاکستان کی عورتوں کے دلوں میں دھڑکتے ہیں۔ کوئی آپ کے دل میں بھی دھڑک سکتی ہے۔" عباس نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی اور مسکرا کر ٹال گیا مگر وہ عریشہ تھی جس نے اس کے سیکرٹری سے تصدیق کرنے کے بعد باری باری دیگر اراکین سے بھی بات کی تھی۔ اس دوران عباس ہونٹ بھینچے خود پر ضبط کے کڑے پہرے بٹھاتا رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آئی عریشہ شروع سے ایسی کٹھور تھی یا اب ہو گئی تھی۔

"تھینک یو ویری مچ عباس' آپ واقعی بہت اچھے ہیں۔" اپنی تسلی کے بعد وہ پھر وہی عریشہ بن گئی ہنس مکھ' نرم' گداز' محبتیں لٹاتی ہوئی۔ عباس کے لیے اس کا یہ روپ بےحد تکلیف کے ساتھ رنج کا بھی باعث بن رہا تھا۔ شریک سفر کی ذہنی ہم آہنگی بہت سارے مسائل سے نجات دلا سکتی ہے مگر اس کے نصیب میں یہ سکھ یہ سکون نہیں آ سکا تھا۔

"کیا ہوا چپ کیوں ہیں جناب؟" عریشہ کو اس کی خاموشی ناگوار محسوس ہوئی۔ عباس سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

"بہت تھکا ہوا ہوں عریشہ' ملازمہ سے کہہ کر چائے بنوا دو۔ بچے کہاں ہیں؟" فریش ہونے کے خیال سے واش روم کی سمت جاتے وہ رک کر اسے سوالیہ نظروں سے تکنے لگا۔

"سو رہے ہیں دونوں' میں کہتی ہوں چائے کا۔" عریشہ نے بچوں کے کاٹ کی جانب اشارہ کیا اور انٹر کام کا ریسیور اٹھا لیا۔ عباس واش روم میں بند ہو چکا تھا۔ باتھ لینے کے بعد باہر آیا تو گیلے بال ماتھے سے جھٹکتے ہوئے اس نے پہلے جھک کر دونوں بچوں کو پیار کیا پھر پلٹ کر بستر میں جا گھسا۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی عباس۔" جب وہ

چائے کے بڑے بڑے گھونٹ لے رہا تھا تو نیند کے خمار سے اس کی سحر انگیز آنکھوں کی دلکشی مزید بڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔ عریشہ کے مخاطب کرنے پر اس نے سوالیہ نظریں اٹھائیں پھر طمانیت سے مسکرایا۔

"بات تو مجھے بھی کرنی ہے تم سے ذرا یہاں آؤ۔" بلاوا خاص تھا انداز میں شوخی و شرارت تھی صاف ظاہر تھا وہ کچھ دیر قبل کی تمام ناگواری بھلا چکا تھا۔ وہ ہمیشہ یونہی اس کی جانب سے بہت جلدی دل صاف کرلیا کرتا تھا بلکہ حقیقت یہ تھی کہ اس کا دل اس کی جانب سے میلا ہوتا ہی نہ تھا۔

"اونہہ...... کوئی بدتمیزی نہیں چلے گی۔" عباس کی پیش رفت پر وہ مصنوعی ناز سے چلانے لگی۔

"اسے بدتمیزی نہیں محترمہ رومینس کہتے ہیں کیا سمجھیں۔" عریشہ نے مصنوعی خفگی سے گھورا اور منہ بنالیا مگر عباس من مانی کے موڈ میں لگتا تھا۔

"پتا ہے کتنی لمبی جدائی کاٹی ہے یار خفا مت ہونا پلیز۔" اس کے گال کو شرارت بھرے انداز میں چھو کر وہ ہنسا تو عریشہ اسے دیکھنے لگی۔ اس کی سحر انگیزی اور دلکشی کمال تھی بے خودی سی چھانے لگتی تھی عریشہ پر اسے اتنے نزدیک دیکھ کر۔

"کچھ منواؤ گی تو ماننا بھی پڑے گا جانِ عباس کاروبار زندگی لو اور دو کے اصول پر ہی چلتا ہے۔" عباس کی وارفتگی میں بھی بلا کی احتیاط اور نرمی پنہاں ہوا کرتی تھی۔ وہ ایسے چھوتا تھا اسے جیسے بلور سے بنی ہوئی ہو۔

"مگر میں آپ کو اپنے بارے میں کاروباری نہیں سمجھتی تھی۔" عریشہ نے ناراضی جتلانا ضروری سمجھا۔

"یہ کاروبار تو محبت کا کاروبار ہے۔ جتنا انویسٹ کروں گا اس سے بڑھ کر نفع پاؤں گا۔ دیکھ لو ہر حکم تمہارا چلتا ہے سب کچھ تمہارا ہے حالات و واقعات گواہ ہیں ہم آپ کے سامنے ہارے ہوئے ہیں۔" عباس کا لہجہ گواہ تھا اس کے لیے اس ہار میں بھی خوشی و طمانیت کے ساتھ فخر و انبساط بھی ہے۔ عریشہ کی خود پسند خود غرض اور حاکمانہ فطرت کو تقویت کی ڈور ملی تھی مگر بظاہر وہ ٹھنک گئی تھی۔

"کیسے مان لوں میں ثبوت بھی مانگتی ہے ہر گواہی۔" بات ایسی تھی کہ عباس کا متحیر ہونا عین فطری تھا اس نے سر اونچا کر کے عریشہ کا چہرہ جانچنے کی کوشش کی انداز میں خفیف سی چبھن کا احساس تھا۔

"عریشہ میں کتنے ثبوت فراہم کر تو چکا ہوں۔ پھر بھی......!" وہ سخت شاکی ہو چکا تھا عریشہ نے بے اعتنائی کے ساتھ کاندھے جھٹکے اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ چھوٹی موٹی معمولی باتیں اتنی اہمیت کی حامل ہی کہاں ہیں عباس صاحب سمجھ لیں آپ مجھ ان لالی پاپ سے نہیں بہلا سکتے۔ میری ڈیمانڈ آپ کے حوالے سے پہچان ہے آپ کے خاندان میں اپنا مقام حاصل کرنا ہے جانتے تو ہیں آپ۔"

عباس یکدم ٹھنڈا پڑ گیا۔ عریشہ کی اس حد تک برتی گئی خود غرضی و بے حسی اسے تاسف میں مبتلا کرنے لگی وقت اور حالات گواہ تھے کہ اس نے اپنے کیریئر کی خاطر ہی سب کچھ داؤ پر لگایا تھا اور عریشہ نے اس سے اس کا کیریئر چھین لیا تھا۔ اک مرتبہ نہیں عباس کو اس کی خاطر دوبارہ یہ قربانی دینی پڑی تھی مگر وہ پھر بھی خوش نہیں تھی وہ اس کے احساسات کو سمجھے بغیر بس اپنی منوانے کی خواہش مند تھی۔ وہ جتنا بھی انا پرست تھا مگر اس نے عریشہ کی خاطر یہ بھی کیا تھا لیکن اسے آگے سے کامیابی نہیں ہوئی تھی اور وقاص نے اس کے سارے راستے بند کر دیے تھے تو گنجائش ہی کہاں رہ گئی تھی۔ عریشہ کو پھر بھی اس بات کا اس کی مجبوری کا احساس نہیں تھا۔

"میں کوشش کر چکا عریشہ، تمہاری یہ خواہش ضروری پوری ہو مگر یہ کام میرے بس سے باہر کا ہے کیا تم اب اس بات کو لے کر میرے ساتھ مس بی ہیو کیا کرو گی؟ تمہیں پتا بھی ہے میں ناراضی برداشت نہیں کر سکتا تمہاری۔" اس کے چہرے سے کتنی بے بسی جھلک رہی تھی۔ عریشہ کو اس کی یہ بے چارگی زہر لگی۔

"آئی ایم سوری عباس صاحب اطلاعاً عرض ہے کہ میں مزید آپ کی اس من گھڑت فرضی مجبوری کے جھانسے میں نہیں

آؤں گی سن لیں یہ ناراضی اتنی دیر تک ختم نہیں ہوگی جب تک آپ میرا مطالبہ پورا نہیں کر دیتے۔" وہ نہایت بے نیازی سے کہتی اس کے ہاتھ جھٹک کر وہاں سے چلی گئی۔ عباس حیدر رنج حیرت اور غیر یقینی سے ششدر بیٹھا رہ گیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"کیا ہو گیا ہے عائشہ کی بچی، اریبہ ہوں میں اریبہ شاہ، پہچانا کہ آکر سر پھاڑوں تمہارا۔" فراز شاپنگ آرکیڈ میں گھوم پھر کر خریداری میں مصروف تھا جب اپنی پشت سے آئی اس دانت کچکچاتی آواز پر یونہی بے ارادہ گردن موڑ کر دیکھا، بلیک جینز پر لمبی دھانی قمیص، دوپٹے میں ملبوس ہاتھوں میں شاپنگ بیگز اٹھائے وہ ہینڈ سیٹ کے ذریعے فون پر بات کرتی الٹرا ماڈ اور خوش روسی لڑکی تھی۔ جس کی خصوصیت اس کے گولڈن براؤن کرلی بال، اجلی بے داغ سفید رنگت اور براؤن آنکھیں تھیں۔ وہ حسین ہی نہیں حسین ترین لڑکی تھی۔ فراز کی سرسری انداز میں اٹھی ہوئی نگاہ پلٹنے کے معاملے میں بے بس ثابت ہوئی۔

"میں تمہاری برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے کو یہاں خوار ہوتی پھر رہی ہوں اور محترمہ ابھی تک نیند کے مزے لوٹ رہی ہیں۔ میں کہتی ہوں ساری تیاری میرے پہنچنے سے پہلے کر رکھو ورنہ میں آکر حشر کر دوں گی تمہارا۔" وہ اسی خونخوار انداز میں مخاطب تھی۔ اب البتہ رک کر کاندھے پر لٹکتے بیگ میں آدھے سے زیادہ منہ گھسائے کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔ فراز نے گہرا سانس بھرا اور سر پر ہاتھ پھیرتا سیدھا ہو گیا۔ وہ محترمہ بھی ایک شاپ میں گھس گئی تھی۔ فراز کو اپنے لیے کچھ پسند نہیں آسکا تھا۔ دراصل اس کا ذہن الجھاؤ کا شکار تھا وہ بے حد قنوطی ہو رہا تھا۔ بنے بنائے کام میں آپڑنے والی رکاوٹ نے اسے مایوسی اور بے دلی کا شکار کر دیا تھا۔

کچھ دیر مزید سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد اسے بھوک محسوس ہوئی تو برگر کارنر پر چلا آیا۔ ریسٹورنٹ کا داخلی دروازہ مستعد و مودب نظر آتے باوردی گارڈ نے اس کے لیے کھولا۔ فراز کی نگاہ جس پل اس کی خوش آمدیدی مسکراہٹ میں الجھی اسی لمحے کوئی اس کی جیسی بے خیالی کا شکار اندر سے باہر آتا وجود اس سے ٹکرا لیا تھا۔ فراز تو جیسے بھنا کر رہ گیا۔

"آؤچ، اندھے ہو تم، اتنی بڑی بڑی آنکھوں کی موجودگی کے باوجود محض لڑکیوں سے ٹکرانے کا شوق ہی ایسی تھرڈ کلاس حرکتوں پر اتر آتے ہو۔" وہ نازک مزاج محترمہ تو جیسے پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑی تھی۔ نظریں ملامت بھری تھیں۔ فراز نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے بے حد غصے سے اسے دیکھا تو جیسے ٹھٹکا، یہ تو وہی محترمہ تھیں جو شاپنگ آرکیڈ میں زور و شور سے اپنی دوست پر لعنت ملامت کر رہی تھیں۔

"نیچے کرو اپنی آنکھیں، ورنہ نکال کر ہتھیلی پر دھر دوں گی۔ اریبہ شاہ ایسی ویسی لڑکی نہیں کہ جس کا جی چاہے آنکھیں پھاڑ کر اسے گھورنے لگے۔" وہ تیکھے چتونوں اکھڑے درشت تیوروں سے بولی تھی۔ فراز تو اس شعلہ جوالہ کو دیکھتا رہ گیا مگر اس کے الفاظ ضرور اسے تلملا کر رکھ گئے تھے۔ یعنی حد تھی غرور اور نازکی کی۔

"دیکھیے محترمہ اپنا راستا ناپیے میں ہرگز بھی جان بوجھ کر آپ سے نہیں ٹکرایا۔ حد ہے خوش فہمی کی۔" فراز نے جواباً بغیر کسی لحاظ کے تڑخ کر کہا اور تن فن کرتا اس کے تاثرات کے پروا کیے بغیر آگے بڑھ گیا۔

"دنیا لوفروں سے بھری پڑی ہے مگر یہ ذرا مختلف کمینہ ہے۔" اپنے پیچھے دانت چبا کر کہے گئے تبصرے نے کانوں سے دھواں نکال دیا تھا۔ وہ چاہتا تو پلٹ کر اسے ایسا جواب دیتا کہ وہ اپنی بات پر پچھتائے بغیر نہیں رہتی مگر اس کی نسوانیت کا لحاظ کر کے چپ رہا۔

"فراز کہاں ہو یار تم؟" ابھی وہ آرڈر کرنے کے بعد سیدھا ہو کر بیٹھا ہی تھا جب اس کے سیل فون پر شرجیل کا ٹیکسٹ آیا۔

"گھر سے باہر ہوں بھائی، خیریت۔" اس نے جوابی ٹیکسٹ ارسال کیا اور ویٹر کو اپنے سامنے میز پر کھانا چنتے دیکھنے لگا۔

"آج ایمان کو چیک اپ کے لیے جانا تھا یار میں

میٹنگ میں ہوں تین گھنٹے سے پہلے فارغ نہیں ہوسکتا۔ اس دوران اس کا اپائمنٹ نکل جائے گا تم لے جاؤ گے اسے؟" شرجیل کا اصرار اسے مخمصے میں ڈال گیا تھا۔ اس نے گہرا سانس بھر کر پھر ٹیکسٹ ٹائپ کیا۔

"جی بھائی' ٹائمنگ بتادیں مجھے۔" شرجیل نے ٹائم بتادیا تھا۔ فراز وہاں سے اٹھا تو اس کے پاس ایک گھنٹہ ابھی باقی تھا۔ وہ آسانی سے گھر پہنچ کر ایمان کو کلینک لے جاسکتا تھا۔ جی ٹی روڈ سے آگے سڑک کے سائیڈ پر وائٹ کرولا کے انجن پر جھکی کھڑی وہ وہی لڑکی تھی جسے آج کی تاریخ میں وہ دو مرتبہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ کھلے ہوئے بونٹ اور اس کے چہرے کی جھنجلاہٹ از خود بتاتی تھی کہ گاڑی میں کوئی خرابی پیدا ہوچکی ہے۔ فراز نے کچھ سوچا پھر اپنی گاڑی اس سے کچھ فاصلے پر جا کر روک دی۔

"ہیلو میم...... میں آپ کی کچھ مدد کرسکتا ہوں؟" اس نے گلا کھنکارا تو اریبہ نے بے طرح چونک کر اسے دیکھا اور جیسے شناسائیت کا عکس اس کی گہری سنہری آنکھوں میں بھی اتر آیا تھا۔

"تیسری مرتبہ کا ایک ہی دن میں ہونے والا یہ ٹکراؤ بے معنی نہیں ہوسکتا۔ جبھی میں آپ سے بات کررہا ہوں۔" وہ دانستہ مسکرایا۔ اس پل وہ قنوطیت کے اس حصار سے بھی نکل آیا تھا جو اسے جکڑے ہوئے تھا۔ جبھی لہجہ خوشگوار تھا اریبہ کے انداز میں بھی قدرے نرمی اور رسانیت جھلک رہی تھی۔

"گاڑی اسٹارٹ نہیں ہورہی شاید کچھ فالٹ آگیا ہے۔" مدھم انداز میں کہہ کر اس نے نظریں کترالیں۔ فراز نے اس کی بڑھائی چابی پکڑی اور پھر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد گاڑی اسٹارٹ ہوگئی تھی فراز جانے کیوں ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گیا۔

"مس اریبہ ہم دوبارہ مل سکتے ہیں؟" وہ گاڑی سے باہر آیا تو اسے گہری نظروں سے تکتے اہم سوال کیا تھا۔ اریبہ بے طرح چونکی۔

"اس احسان کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔" اس نے تیکھے انداز میں سوال کرکے فراز کو بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کردیا۔

"یہی سمجھ لیں آپ۔"

"لیکن میں اس قسم کی لڑکی نہیں ہوں مسٹر آپ بہت غلط سمجھے۔" اس نے اچھا خاصا برا مانا۔

"میں بھی اس قسم کا لڑکا نہیں ہوں مس اریبہ ٹرسٹ می' چلیں بس اپنے گھر کا ایڈریس دے دیں۔" اب کے اس کے لہجے میں سنجیدگی اور متانت تھی۔ اریبہ نے پہلی بار اسے بغور دیکھا پھر گھورنے لگی۔

"وہ کس لیے' دیکھیں......!"

"آپ غلط سلط اندازے قائم نہ کریں' مجھے ضروری کام ہے آپ سے......!"

"مجھے کسی قسم کے کام کے لیے بھی آپ کی ضرورت نہیں ہے' اوکے گڈ بائے فار ایور۔" وہ اسے چڑا کر کہتی ہاتھ ہلا کر رخصت ہوگئی۔ فراز ہونق ہوکر رہ گیا تھا۔ پھر خاصے خراب موڈ کے ساتھ واپس اپنی گاڑی میں آن بیٹھا تھا۔ اس لڑکی کا مغرور اور دلکش چہرہ بار بار اس کے تصور کے پردے پر لہرا کر اسے ڈسٹرب کررہا تھا۔

"حیرت ہے کیا کوئی اتنی جلدی بھی کسی پر اثر انداز ہوسکتا ہے؟" وہ بار بار اچنبھے سے سوچتا رہا۔ گھر پہنچا تو ایمان کچن میں اتنی مصروف تھی کہ گویا سر کھجانے کی بھی فرصت میسر نہیں تھی۔

"آپ تیار نہیں ہوئی ابھی تک بھابی؟" وہ بے حد جھنجلا سا گیا۔

"کہاں جانا ہے؟" اس سے قبل کہ ایمان اس کے پلے میں کچھ ڈالتی مما نے آکر خاصے غصیلے انداز میں سوال کیا تھا۔ فراز متوقع تفتیشی پریڈ سے ہی بے زار ہونے لگا۔

"بھابی کو چیک اپ کے لیے اسپتال جانا ہے' شرجیل بھائی بزی تھے مجھے سونپا ہے یہ کام۔ بھابی میں نے ٹیکسٹ چھوڑا تھا آپ کے نمبر پر پھر بھی تیار نہیں ہوئیں آپ۔" وہ پہلے مما کو جواب دے رہا تھا پھر ایمان کو مخاطب کرلیا انداز بے حد سرسری قسم کا تھا۔ وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا معاملہ گمبھیر ہو۔

"مما یہ کام شذرا یا سمیعہ کرلے گی نا' بھابی کو لے جاؤں میں؟" اس نے نرمی و رسانیت کے ساتھ دانستہ محبت کا مظاہرہ کرتے مما کے گلے میں بازو حمائل کیے تھے۔ ان کے تلخ و ترش تاثرات اس کی حرکت کے جواب میں قدرے ڈھیلے پڑ گئے۔ انہوں نے جیسے طوعاً و کرہاً سر کو اثبات میں ہلایا۔

"چلیں بھابی کوئیک...... ٹائم بہت کم ہے۔" اس نے دانستہ جلدی مچادی۔ ایمان خاموشی سے باہر نکل گئی۔

"مسکراہٹ اور نرم بول آدھی مشکلات کو تو لازمی آسانی میں بدل سکتے ہیں یو نو؟" ایمان تھکی تھکی پژمردہ سی آکر اس کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھی تو فراز نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے گفتگو کا آغاز کردیا ایمان جواب میں کچھ کہے بغیر محض سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

"کیا ہوا پسند نہیں آئی میری بات؟" فراز بہت متفکر سا اس کا چہرہ جانچ رہا تھا۔

"کیا کہوں فراز بھائی سوائے اس کے کہ رشتوں کی تبدیلی بھی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے ماں ہیں وہ آپ کی یہ محبت و نرمی بالکل فطری انداز کی ہے آپ کے لیے ان کا دل جیتنا بالکل مشکل کام نہیں بلکہ یہ دل تو آپ کا جیتا ہوا ہی ہے۔" اس کے لہجے میں یاسیت تھی فراز کو اس سے دلی ہمدردی محسوس ہوئی۔

"لیکن پیاری بھابی جی یہ بات تو مانیں گی سیانے کہہ گئے ہیں پتھر پر بھی پانی کا قطرہ مستقل گرے تو سوراخ ہوجاتا ہے ہماری والدہ ماجدہ تو پھر انسان ہیں۔" اس کا شریر انداز دل جیتنے کی نرمی سموئے ہوئے تھا ایمان آنکھوں کی نمی سمیت نظریں جھکا گئی۔

"کسی کام کا بیڑا اٹھانا ہو تو سب سے پہلے ہمت حوصلوں اور مضبوط قوت ارادی کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ میرے پاس یہ تینوں نعمتیں وافر مقدار میں موجود تھیں لیکن بیک وقت اتنے محاذوں پر لڑنا پڑا کہ کال پڑ گیا وجود میں ان خزانوں کا ہارا ہوا انسان کیسے کوئی محاذ سر کرسکتا ہے؟" اس کے انداز کی افسردگی اس کے اندر کی مایوسی و ناامیدی کی جانب اشارہ کرتی تھی۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی بھابی' قسم سے آپ نے ہمیں بہت مایوس کیا۔ میں تو سوچ رہا تھا پسند کی شادی کرکے آپ کی پارٹی کو کمک فراہم کروں گا مگر آپ......!" اس نے بات ادھوری چھوڑ کر تاسف سے سر جھٹکا ایمان البتہ چونکی تھی پھر جیسے پرخلوص مشورہ دیتے اصلاحی انداز میں بول پڑی۔

"آپ تو کانوں کو ہاتھ لگالیں پسند کی شادی نہیں کریں گے۔" اس نصیحت پر فراز بدک سا گیا اور خاصے روٹھے ہوئے انداز میں اسے تکا۔

"کم از آپ سے مجھے یہ توقع نہیں تھی کہ دشمن کے قبیلے کے افراد جیسی باتیں کریں۔" ایمان اس کے انداز کی خفگی اور شکایتی پن پر دھیرے سے ہنس دی تھی پھر گہرا سانس بھر کر کھڑکی کے پار دیکھا اور کاندھے اچکادیے۔

"ہمدردی کی بدولت کہہ رہی تھی۔ نہیں چاہتی ہوں کوئی اور غریب اس پل صراط آ چڑھے جسے تنہا اسے عبور کرنے کی مشقتیں سہنی پڑیں۔" اس کے انداز میں بیت جانے والی اذیتوں کا تاثر رقم ہونے لگا۔ فراز متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا تھا۔

"محترمہ خاصی پٹاخہ قسم کی چیز ہیں مخالف محاذ کی شکست یقینی ہے۔" فراز نے اریبہ کا تصور کرکے مزا لیا جبکہ ایمان اس کے پریقین انداز سے ہی الجھی تھی۔

"کیا آپ کسی کو پسند کرچکے ہیں فراز بھائی؟" اور فراز دھیرے سے ہنستا چلا گیا۔

"پتا نہیں' ابھی کچھ کہہ تو نہیں سکتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ موصوفہ باقیوں سے الگ لگی ہیں۔"

"اوہ...... پھر تو سمجھیں پھنس گئے آپ' یہیں سے آغاز ہوتا ہے اس حادثے کا۔" وہ افسردگی سے کہہ رہی تھی فراز نے کاندھے اچکادیے۔ گویا کہہ رہا ہو دیکھی جائے گی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

بے زاری' پژمردگی' یاسیت نے جیسے اس کا گھیراؤ کرلیا تھا۔ یہ خیال یہ سوچ یہ احساس ہی جان لیوا ہوتا تھا کہ اب اس کی زندگی میں عباس کی ہمیشہ رہ جانے والی کمی آ ٹھہری ہے۔ وہ اس سے کبھی دوبارہ نہیں مل سکتی۔ ملنے کا آخری بہانہ بھی

اس نے خود ختم کر ڈالا تھا۔ کبھی کبھار تو یہ قنوطیت اس حد تک بڑھتی کہ وہ خود اپنے آپ کو کوسنے لگتی۔ زینب نے کتنا چاہا تھا وہ اس کے ساتھ مدرسہ جانا شروع کردے مگر اس کا دل ہی کہیں نہ لگتا تھا۔ آج بھی وہ زینب کے مجبور کرنے پر اس کے لیے کچھ کتابیں لینے کے واسطے آئی تھی ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے اس نے مارکیٹ کی جانب پیش قدمی کی ہی تھی جب اسے ٹھٹھک جانا پڑا۔

"ایکسکیوزمی مس نندنی۔" اس نے جانا اس کے قدموں میں موٹی آہنی زنجیر آپڑی ہے۔ دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ مڑ کر دیکھے بنا وہ جان سکتی تھی پکارنے والا عباس حیدر کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ وہ ساکن کھڑی رہی یوں جیسے سرپرائز ہوگئی ہو جبکہ عباس خود تیز قدموں سے چل کر اس کے مد مقابل آ گیا تھا۔ نندنی کی پلکوں پر ڈھیروں بوجھ آ گرا اور دھڑکنوں میں اک خوشگوار طوفان برپا ہوگیا۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی خوش بختی تھی کہ وہ باب جسے وہ اپنے طور پر بند سمجھ رہی تھی کھلا ہوا تھا۔ اس کا دل چاہا ہر مصلحت بھلا کر خوشی سے رقص کرے جھومے گائے۔

"کیسی ہیں آپ؟" عباس کی نظریں اس پر تھیں اور وہ سرتاپا رنگتی جارہی تھی۔ خوش گمان، خوش فہم اور سرشار مگر عباس نے اس کی خاموشی اور نظریں اٹھا کر نہ دیکھنے کو کچھ اور سمجھا اس لحاظ سے بولا تھا۔

"آپ کو اس ناراضی کا حق حاصل ہے۔ آف کورس اس وقت میں بہت مس بی ہیو کر گیا تھا آپ سے۔" وہ خفت زدہ انداز میں گویا تھا۔ نندنی نے گھبرا کر لمحہ بھر کو نظر اٹھائی مگر وہ کوئی وضاحت نہیں کرسکی۔ عباس حیدر کھدر کے لباس میں ملبوس تھا۔ نندنی کے دل نے بلا جھجک اعتراف کیا تھا کہ اس سے قبل کسی پر سفید رنگ اتنا جچتا ہوا کبھی نہیں دیکھا گیا ہوگا۔ اس نے یہ رنگ پہن کر گویا اس کی شان بڑھادی تھی۔

"اٹس او کے۔" اس کا لہجہ مدھم تھا اور جس کے لیے اتنی مہربانی ہوئی تھی وہ اپنی دلربائی سے آگاہ تک نہ تھا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی ایک نظر عنایت ہوئی ہے اور سارے گلے شکوے رنج نندنی کے آگے اپنی حیثیت کھو بیٹھے۔

"مجھے آپ کی طبیعت بہتر نہیں لگتی، خیریت؟" یہ اس کی نفیس انصاف پسندانہ سوچ کا ہی کمال تھا کہ اسے سرِ راہ روبرو پا کر وہ اس سے معذرت کیے بغیر نہیں رہ سکا مگر اب ذرا سا غور کرنے پر وہ اپنے حلیے اپنے چہرے کی مانند ہوئی چمک دمک سے جیسے برسوں کی مریض محسوس ہوئی تو اظہار تشویش کیسے نہ کرتا کہ وہ شگفتہ و نوخیز گلاب کی مانند نظر آتی لڑکی یکا یک جیسے خزاں کی زد پر آ چکی تھی جبکہ نندنی کا دل اس سوال کے جواب میں آنسوؤں کے سمندر میں ڈوبتا چلا گیا۔ کیا بتاتی وہ اسے عشق کی بیماری کسی خرابے سے کم تھی یا ہجر و نارسائی کا احساس سرطان کی طرح رگوں کو رگیدتا تھا۔ یہی تو سب سے بڑے عذاب تھے جان کے۔

"جی بس پچھلے دنوں طبیعت اپ سیٹ رہی آپ ٹھیک ہیں۔" وہ چاہتی بھی تو اس سے بے نیازی نہیں برت سکتی تھی۔ اب تو پھر وہ اس کی طرف متوجہ تھا مہربان تھا۔

"الحمدللہ بالکل ٹھیک ٹھاک۔" عباس کا لہجہ جواباً آسودگی اور خوش گواری لیے تھا۔ نندنی نے رشک آمیز نگاہ اس پر ڈالی اور بک شاپ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ عباس اس کے ہمراہ تھا۔ نندنی کو حیرانی نے آن لیا۔ "مجھے آپ کی کچھ چیزیں لوٹانا تھیں۔ آپ وہ چیک اور جیولری وہیں ہوٹل میں چھوڑ گئی تھیں شکر ہے آپ سے ملاقات ہوگئی آپ ابھی اپنی فرینڈ کے ہاں ہی مقیم ہیں نا؟" عباس نے اب کے مقصد کی بات کی تھی۔ نندنی نے چونک کر اسے دیکھا۔

(میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ میرے نزدیک ان چیزوں کی قطعی کوئی اہمیت نہیں ہے سات سمندر پار کر کے میں جس گوہر مقصد کی تلاش میں آئی تھی وہ مجھے کبھی نہیں مل سکتا۔ میری بدنصیبی طے شدہ ہے)

"آپ کو شاید یوں میرا سرِ راہ ملنا پسند نہیں آسکا۔" عباس نے اس کی خاموشی اور گریز سے یہ ہی نتیجہ نکالا تھا۔ نندنی جیسے تڑپ کر بلبلا کر رہ گئی۔

(اب میرے لیے کیا ہیں میں کبھی آپ کو نہیں بتا سکتی۔ کاش! اے کاش زندگی نے حالات نے اور وقت نے میرے ساتھ یہ کھیل نہ کھیلا ہوتا میں اتنی نامراد نہ ٹھہری ہوتی) اس کی آنکھوں میں اتنی نمی اتری تھی جس نے گلے میں بھی آنسوؤں کا پھندا بنا دیا جسے بڑے ضبط سے حلق سے اتار کر وہ کسی نہ کسی طرح بولی تھی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے آپ کو غلط محسوس ہوا۔" جواب دینا ضروری تھا۔ نظر اندازی چاہے مجبوراً ہو گستاخی میں شمار ہوتی تھی۔ وہ گستاخی کی مرتکب کیسے ہوجاتی۔ اسے جانے کیا کچھ یاد آیا جو بیک وقت تکلیف و راحت کا سامان تھا۔

"مجھے آپ کی طبیعت ہرگز بہتر نہیں لگتی۔ آیئے میں ڈراپ کردوں آپ کو۔" بکس کا شاپر اٹھا کر وہ چلتی ہوئی پارکنگ لاٹ کی سمت آ گئی تھی جب عباس نے اسے پیشکش کی نندنی نے ہونٹ بھینچ کر کھولے۔

"سوری آپ کو زحمت نہیں دینا چاہتی اجازت دیجیے۔" نندنی نے شائستگی سے انکار کر کے اسے الوداعی نظروں سے دیکھا۔ عباس کے تاثرات بدل گئے۔

"او کے...... ایز یو وش۔" لہجہ بلا کا خشک اور کھردرا ہوچکا تھا نندنی کا دل بھاری ہونے لگا۔ روڈ پر آ کر اس نے ٹیکسی روکی اور خود کو پچھلی سیٹ پر گرادیا۔ عباس ہونٹ بھینچے گاڑی کا لاک کھولتا اسے جاتے دیکھتا رہا۔ پھر سر جھٹک کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ اس کے خیال میں اس نے اپنی زیادتی کا ازالہ کردیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
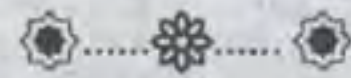
سرِ لامکاں سے طلب ہوئی
سوئے منتہیٰ وہ چلے نبیؐ
کوئی حد ہے ان کے عروج ہے
بلغ العلا بکمالہٖ

نندنی کتابوں کا بنڈل اٹھائے سنگ مرمر کی چوڑی سیڑھیاں چڑھ کر مدرسہ کے ہال کمرے میں داخل ہوئی تو سفید دوپٹے کے ہالے میں نوخیز شگفتہ چہرے کی مالک کم عمر دوشیزہ اپنی خوش الحان آواز میں نعتیہ اشعار پڑھنے میں مصروف تھی۔ نندنی کی توجہ اس کے الفاظ کی تاثیر نے کھینچی تھی حالانکہ آخر میں عربی زبان کا فقرہ اس کی سمجھ سے بالاتر رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ بے نیازی سے آگے نہیں بڑھ سکی اور بے اختیاری کی کیفیت میں وہیں کھڑی ہوکر پوری توجہ سے اسے سننے میں مصروف رہی۔ یہ بالکل غیر شعوری طور پر سرزد ہونے والا عمل تھا۔ جس کے متعلق اسے خود بھی پوری طرح آگاہی نہیں تھی۔ وہ سحر انگیز آواز رکھنے والی لڑکی پڑھ رہی تھی۔

رخِ مصطفیٰ کی یہ روشنی
یہ تجلیوں کی ہماہمی
کہ ہر ایک چیز چمک اٹھی
کشف الدجیٰ بجمالہٖ

وہ لڑکی ایک جذب کی کیفیت میں جھومتی تھی۔ اس کے چہرے اور آنکھوں میں اتنا اطمینان اور آسودگی کی کیفیت تھی کہ نندنی گم صم ہوکر اسے تکتی چلی گئی۔ (کیا کوئی اتنا مطمئن اور سرشار بھی ہوسکتا ہے، اگر ہوسکتا ہے تو کیسے؟) وہ حیران سی سوچے گئی۔

یہ کمالِ حبِ محمدیؐ
کہ ہر اک پہ چشم کرم رہی
سرِ حشر نعرۂ امتی
حسنت جمیع خصالہٖ

زینب نے دور سے نندنی کی اک جھلک دیکھی تھی۔ جبھی سرخوشی کی کیفیت میں اٹھ کر اس کی جانب آئی مگر وہ جیسے کسی اور ہی جہاں میں گم لگی تھی۔ زینب نے ایک نگاہ دوسری نعتیہ اشعار پڑھتی صائمہ پر ڈالی اور دانستہ خود بھی خاموشی اختیار کیے رکھی۔ وہ نندنی کا ارتکاز توڑنا نہیں چاہتی تھی۔

بخدا ہے عشقِ محمدیؐ
میرا ذکر و فکر ہے بس یہی
صلو علیہ وآلہٖ
صلو علیہ وآلہٖ

صائمہ نے اشعار مکمل کیے اور اپنا سپارہ کھول لیا۔ اب وہ

ہل ہل کر اپنا سبق دہرا رہی تھی۔ زینب نے نرم مسکان کے ساتھ نندنی کو دیکھا وہ جیسے کسی ٹرانس سے باہر آ کر جھینپی ہوئی لگ رہی تھی۔

"میرے کمرے میں آجاؤ زینب کے انداز میں محبت تھی بولنے کے انداز میں بھی ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ جانے کے انداز میں بھی کبھی کبھی نندنی کو لگتا وہ سراپا محبت ہے۔ محبت کی مٹی سے گوندھ کر بنایا ہوا وجود۔

"میں نے سوچا انہیں ان کے اصل مقام تک پہنچا آؤں۔" نندنی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کتابوں کا بنڈل اس کی جانب بڑھایا اور دلکش مسکراہٹ سمیت کہا۔

"بہت اچھا کیا میری خواہش تھی تم یہاں ضرور آؤ۔" زینب کے لہجے میں خلوص تھا نندنی رواداری سے مسکرا دی۔ پھر نظر گھما کر اطراف کا جائزہ لیا۔

"عمارت تو بہت خوب صورت ہے مجھے پسند آئی۔" زینب سادگی کے اس مظاہرے پر یکدم ہنس پڑی تو نندنی حیرانی سے اسے تکنے لگی تھی۔

"تم بیٹھو میں تمہارے کھانے کو کچھ منگواتی ہوں۔" زینب اسے کمرے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ نندنی اسے روکنا چاہتی تھی مگر زینب نے اسے موقع نہیں دیا۔

"اندھیروں میں رہنے والے روشنی میں جائیں تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور اگر روشنی میں رہنے والے اندھیروں میں آجائیں تو ٹھوکریں لگا کرتی ہیں۔ ماحول سے مانوس ہونے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔" نندنی سرسری انداز میں اس نشست گاہ کا جائزہ لے رہی تھی۔ جب اک نسوانی آواز اس کی سماعتوں میں اترنے لگی۔ موضوع و الفاظ ایسے تھے کہ وہ یکدم پوری طرح متوجہ ہوئی۔

"میں نے پڑھا تھا کہ لوگ فریب کے نام پر لڑیں گے جھگڑیں گے حتیٰ کہ اس کے لیے جان تک دے دیں گے۔ مگر اس پر عمل نہیں کریں گے اور آج بدقسمتی سے یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ کیا قرآن پاک یہ کہتا ہے کہ جو کفر کی تاریکیوں سے نکل آئے اسے دھتکار دو۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنے پیاروں کو چھوڑ آئے اسے دھتکار دو۔ اسے بے آسرا کر دو؟

اسلام کا نام لے کر اپنے مفاد کے لیے کسی کا کبھی نہ پورا ہونے والا نقصان کر دو۔ کیا یہ انعام اسلام قبول کرنے والے کا؟ یہ صلہ ہے ان کی قربانی کا؟ کیا اسلام یہ کہتا ہے کہ صبح اٹھ کر نماز پڑھو اور بیٹیوں کو جنم دے کر چھوڑ دو؟ پھر یہ کیسے مسلمان ہیں جو رشتہ بھی توڑتے ہیں اور خود کو مسلم بھی کہلاتے ہیں۔ نیک اور پرہیزگار کہلاتے ہیں۔ مسلمانوں! ہوش کے ناخن لو حدیث کا مفہوم ہے جو رشتے توڑ دے وہ ہم میں سے نہیں سوچیں ہم کہاں جا رہے ہیں۔ صرف نماز، روزہ، حج، زکواۃ میں دین مکمل نہیں ہو جاتا۔ ہمیں حقوق العباد بھی نبھانے ہوں گے۔ انسان کو اشرف المخلوقات ایسے ہی نہیں بنایا گیا کہ اسے ان تمام آزمائشوں سے گزار کر ہی اللہ نے پرہیزگاری کی سند سے فیض یاب کرنا ہے۔ اللہ پاک ہمیں اسلام میں پورے داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے صرف کچھ جزو کو اختیار کرنے سے دین مکمل نہیں ہوسکتا۔" زینب اندر آئی تو اس کے ہاتھ میں موجود چھوٹی ٹرے میں موجود گلاس میں انار کا تازہ جوس تھا۔

"مجھے پتا ہے تم چائے دن میں بس اک بار پیتی ہوں۔" اس نے مسکرا کر نندنی کو گلاس پیش کیا۔ نندنی نے ایک سپ لے کر سوچتی نظروں سے زینب کو دیکھا تھا پھر یکدم اسے مخاطب کر لیا۔

"مجھے اپنے اللہ کے بارے میں کچھ ایسا بتاؤ زینب جو دل کو یہ ڈھارس دے سکے کہ جو وہ کر سکتا ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ تم کہتی ہو نا سب کچھ ہی کر سکتا ہے تمہارا اللہ۔" اس کا اضطراب اس کے لہجے سے اس کے الفاظ سے عیاں تھا۔ زینب مسکرا دی۔

"بلاشبہ اللہ ہی کائنات کا خالق و مالک اور حقیقی بادشاہ ہے۔ اسی کے اختیار میں ساری خدائی ہے۔ یوں تو اللہ کی بے شمار صفات ہیں مگر اس کی ایک صفت جس کے متعلق میں تمہیں بتانے لگی ہوں وہ رزق پہنچانے کی قدرت ہے۔ اس

کی شان یہ ہے کہ وہ سمندر میں مچھلیوں کو رزق پہنچاتا ہے۔ کیا اس قادر مطلق کا ہی کمال و شان نہیں جو اس کام پر قدرت رکھتا ہو جو جانتا ہو جو علم رکھتا ہو اور واضح رہے سمندر میں صرف مچھلیاں نہیں ہے اور بھی آبی مخلوقات ہیں۔" اس نے اپنی بات مکمل کر لی۔ اس کے ہونٹوں پر تفخر بھری مسکان تھی۔ نندنی نے سوچا بھی تھا سمجھا بھی تھا جانا بھی تھا جبھی اس کے خدوخال میں ہیجان سا در آنے لگا۔

"تم سچ کہتی ہو زینب، میں مان لوں گی اپنے اسی سب کچھ کر لینے کی قدرت رکھنے والے اللہ سے کہ وہ مجھے اس شخص کا ساتھ دے دے میں نہیں رہ سکتی اس کے بغیر۔ آج پھر میں نے اسے دیکھا۔ آج پھر میں نے جانا۔ میں ادھوری ہوں، نامکمل، ناآسودہ میں کبھی اس اذیت سے نہیں نکل سکوں گی۔ اپنے اللہ سے کہو نا۔" وہ ہسٹریک ہوتی اسے جھنجوڑنے لگی۔ اس پر پوری طرح دیوانگی طاری ہو رہی تھی۔ زینب نے بے قراری سے اسے تھام لیا۔ اسے خود سے لگایا اور اس پر سورۃ اخلاص اور آیۃ الکرسی پڑھ کر پھونک ماری۔

"یہ کل کائنات اللہ کی ہی تخلیق کردہ ہے۔ ہمارا ایمان کامل ہے کہ خشکی و تری میں کوئی پتا بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں گر سکتا۔ جس کو جو بھی ملتا ہے کم یا زیادہ وہ اللہ کی طرف سے ہی ملتا ہے میں اس سے دعا مانگوں گی۔ وہ دینے کی شان رکھتا ہے، دیکھو یہاں میں اک بات ضرور واضح کرنا چاہوں گی۔" زینب نے اس کے سسکتے بلکتے وجود کو بانہوں کے گھیرے میں لے کر نرمی و محبت سے سمجھانا شروع کیا تھا۔ نندنی جواب تک رو رو کر نڈھال ہو چکی تھی اور بھربھری مٹی کی ڈھیر ہو چکی تھی نم پلکیں اٹھا کر خوفزدگی کے عالم میں اسے تکنے لگی۔

"وہ بادشاہ ہے، مالک کل ہے بے نیاز، چاہے تو عطا کرے چاہے تو نہ کرے ہم اس کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔ اس کے زیر فرمان زیر تابع اور عاجز جو ہیں اس نے کہہ دیا۔

"مجھ سے مانگو میں عطا کرنے والا ہوں۔" یعنی کسی اور سے مانگنے سے منع فرمایا۔ ہمیں مانگنا تو اسی سے ہے مگر زبردستی کوئی نہیں میری دعا ہے خدا تمہیں دائمی سکون اور خوشی سرفراز فرمائے، آمین۔" زینب نے اسی پرسکون انداز میں بات ختم کر دی وہ ساکن بیٹھی تھی۔ پھر اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ بے بسی بے قراری اس کے ہر انداز سے چھلک چھلک جاتی تھی۔

"آپ بہت نیک ہیں زینب، پرہیزگار بھی میں نے سنا ہے ایسے لوگ اللہ سے بہت قریب ہوتے ہیں اللہ ان کی بات نہیں ٹالتا۔ میرے لیے دعا کریں زینب۔ میرے لیے اپنے اللہ کو منا لیں اس سے مجھے عباس کو لے دیں میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ جینے اور مرنے کے بیچ کی یہ تکلیف بہت شدید بہت جان لیوا ہے۔ آپ اپنے اللہ سے کہو نا وہ میری اس اذیت کو ختم کر دے فار گاڈ سیک زینب۔ فار گاڈ سیک۔" وہ دھیرے دھیرے حواس کھو رہی تھی۔ اس کی بلکتیں ذبح ہوتے جانور کی سی پھڑپھڑاہٹ کا احساس اور کربناکی تھی۔ نندنی نے اسے سنبھالنا چاہا تھا مگر وہ کمزور دل، کمزور اعصاب کی مالک لڑکی اس کے ہاتھوں سے بھربھری مٹی کی مانند پھسلتی جا رہی تھی۔ وہ بدحواس ہو کر رہ گئی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"سکندر......" بابا سائیں کی پکار پر سکندر جو کچھ فاصلے پر کھڑا پائپ لگائے پودوں کو سیراب کرنے میں مصروف تھا چونک کر متوجہ ہوا۔ بابا سائیں بے حد سنجیدہ نظر آرہے تھے۔ سکندر نے نل بند کیا اور پائپ ایسے ہی چھوڑتا عجلت میں سبزے کی باڑھ پھلانگ ان کے عین سامنے آگیا۔

"خیریت بابا سائیں آپ مجھے پریشان لگ رہے ہیں طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟" انہوں نے جواب میں اسے کچھ دیر خاموش نظروں سے ایسے دیکھا جیسے اس کے چہرے اس کی آنکھوں سے کچھ پڑھنے کچھ اخذ کرنے کی کوشش میں ہوں۔ سکندر فطری طور پر کنفیوژ ہوا تھا۔ پہلا خیال ہی لاریب کی جانب گیا۔ (کہیں محترمہ وہ حماقت کر تو نہیں گزریں؟)

"لاریب کو وقاص کب سے اس طرح پریشان کر رہا ہے

سکندر؟'' انہوں نے بے حد متفکرانہ انداز میں سوال کیا۔ سکندر بے ساختہ چونک اٹھا۔ جو معاملہ وہ سمجھا تھا وہ اگر نہیں بھی تھا تب بھی بات تو تشویش ناک ہی تھی۔ اس نے مضطرب نگاہ بابا سائیں کے گمبھیر چہرے پر ڈالی اور ہونٹ بھینچ لیے۔

''میں پرسکون تو پہلے بھی نہیں تھا مگر اب تو جیسے راتوں کی نیندیں بھی حرام ہوگئی ہیں کس سے کہوں بھلا اللہ ہی رحم فرمانے والا ہے۔ بیٹے میں چاہتا ہوں لاریب کا جتنی جلدی ہوسکے عقد کردوں۔'' بابا سائیں بے حد پریشانی و بے قراری کے عالم میں پیشانی مسل رہے تھے۔ سکندر لب بستہ کھڑا تھا۔

''آپ سمجھتے ہیں یہ مسئلے کا حل ہے؟'' سکندر نے بالآخر لب کشائی کی۔ وہ انہیں کیا بتاتا۔ اس مسئلے پر تو وہ بھی ان کے جیسی ہی بے قراری اور لاچاری محسوس کرتا تھا۔ بس نہ چلتا تھا وقاص کو صفحۂ ہستی سے مٹادے یا پھر لاریب کو لے کر خود کہیں غائب ہوجائے۔

''ہاں بیٹے بالکل حل ہے۔ بیاہتا عورت محفوظ بھی ہوتی ہے اور مضبوط بھی پھر وقاص کی نیچر سے اتنا تو میں بھی آگاہ ہوں۔ وہ شادی شدہ عورت میں دلچسپی نہیں رکھے گا۔'' نا چاہتے ہوئے بھی ان کا لہجہ زہر آلود ہوگیا تھا۔ سکندر اپنی جگہ تلملا کر رہ گیا۔ عصر کی اذان ہوئی تو بابا سائیں نماز کے لیے اٹھ گئے سکندر اتنا الجھا ہوا تھا کہ وہیں بیٹھا رہا۔

''تم کیا کر رہے ہو یہاں' پوری حویلی میں ڈھونڈ لیا۔'' لاریب اچانک اس کے سر پر آ کر غرائی۔ سکندر نے اس شعلہ جوالہ بنی دشمن جاں کو سرخ نظروں سے دیکھا۔

''بابا سائیں کو وقاص کے حوالے سے فضول حرکت بتانے کی کیا ضرورت تھی آخر؟'' وہ جل کر بولا لاریب کی بھنویں تن گئی تھیں۔ چہرے سے ناگواریت کا واضح اظہار جھلکا۔

''دماغ ٹھیک ہے میں کیوں بتانے لگی۔'' وہ بدمزاجی سے تڑخ کر رہ گئی۔

''پھر انہیں کیا از خود الہام ہوگیا؟'' جواباً سکندر کا لہجہ طنز سمیٹ لایا۔ بے حد جھنجلا رہا تھا وہ۔ لاریب نے اس بدتمیزی پر اسے محض گھورنے پر اکتفا کیا۔ یہ ضرور تھا کہ اس کی آنکھیں اس انکشاف کے بعد اضطراب سمیٹ لائی تھیں۔ وہ گم صم سی کسی خیال میں گم ہونے لگی تھی۔

''بابا سائیں آپ کی شادی کا فیصلہ کر چکے ہیں ان کا خیال ہے کہ اس طرح آپ کی عزت محفوظ ہوسکتی ہے۔'' سکندر بہت دھیان سے اسے تکتا ہوا گویا آگاہ کر رہا تھا۔ لاریب نے بے طرح چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تفکر اور بے کلی یکدم در آئی تھی۔

''میں پھر تم سے کہوں گی سکندر خاموشی کے ساتھ درمیان سے ہٹ جاؤ یہی بہتر ہے تمہارے لیے۔'' خاصی تاخیر سے بولی تھی تو اس کا لہجہ بھی اس ہیجان اور بے قراری کی زد پر آچکا تھا مگر اس کا مطالبہ ایسا ضرور تھا جو سکندر کو آپے سے باہر کر کے رکھ سکتا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اس کے مقابل آ کر کینہ توز نظروں سے اسے گھورتا پھنکارتی ہوئی آواز میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔

''یعنی بزدلی پر اکسا رہی ہیں مجھے' میں ایک مرد ہوں یہ حرکت زیب نہیں دیتی مجھے سمجھیں آپ اور اختیارات کو ختم کرنے کے بجائے میں ان کا دائرہ بڑھا بھی تو سکتا ہوں۔ محترمہ آپ کی شادی کے لیے مرد کی ضرورت ہے نا؟ الحمدللہ ہر لحاظ سے مکمل ہوں۔ آپ نے خود سلیکٹ کیا تھا مجھے وہ بھی زبردستی یاد کریں۔'' اس کا انداز قہر آمیز تھا۔ لاریب نے اپنے اندر اذیت اور بے بسی کو اترتے محسوس کیا تو سرد آہ بھر کر چہرے کا رخ پھیر گئی۔

''تمہارے منہ میں نہیں لگنا چاہتی۔'' وہ تلخی سے کہتی وہاں سے چلی گئی مگر تب سکندر کے گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ سابقہ جذباتیت و انتہا پسندی کے بعد اب وہ اس قسم کی بھی حماقت کر گزرے گی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ لاریب واقعی اس جھنجٹ سے نجات چاہتی تھی جبھی اس نے دل کڑا کیا تھا اور رات اس وقت ان کے کمرے میں

چلی آئی تھی بابا سائیں نماز کی فراغت کے بعد سونے کی تیاری میں تھے اسے دیکھ کر حیران ضرور ہوئے البتہ مسکرا کر اس کا استقبال کیا تھا۔

''آؤ بیٹے بیٹھو۔'' لاریب بے حد نروس تھی جبھی ٹانگوں کی لرزش پر قابو کی غرض سے فوری طور پر نشست سنبھال لی اس کے باوجود اس کی ٹانگوں کی لرزش نہیں تھمی۔ وہ تخت یا تختہ کا عزم لے کر ضرور آئی تھی مگر اسے یہ بھی یاد تھا جب ایمان کی وہ بے وقوفی ان پر کھلی تھی تو بابا سائیں زندگی موت کی کشمکش میں مبتلا ہوگئے تھے ایسا اب بھی ہوسکتا تھا خدانخواستہ مگر لاریب کے پاس اب اس کے علاوہ کوئی اور راستہ رہ بھی نہیں گیا تھا۔ اسے آج نہ سہی کبھی نہ کبھی یہ کڑوا گھونٹ بھرنا ہی تھا۔ اس وقت کا جو کتنا ہی کڑا سہی سامنا کرنا تھا۔ اپنے طور پر اس نے سکندر پر ہر طرح دباؤ ڈال کر دیکھ لیا اور جواباً اس کی بے لحاظی بدمعاشی نے ہی درحقیقت اسے اتنا زچ کردیا تھا کہ وہ یہ انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہوگئی تھی۔ یہ خیال ہی دل میں آگ لگاتا تھا کہ سکندر فتح حاصل کرے گا۔ وہ اسے کسی قیمت پر بھی خود سے جیتتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

''بابا جان مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ پلیز میری بات کو ذرا تحمل سے سنیے گا اور یہ پہلو ہرگز نظر انداز نہ کیجیے کہ اگر مجھ سے نادانی ہوئی ہے تو وہ میری کچی عمر کی غلطی تھی آپ یہ سوچ کر مجھے معاف کردیجیے گا پلیز کہ غلطی انسانوں سے ہی ہوا کرتی ہے۔ بابا جان یہ بھی یاد رکھیے گا کہ پہلی غلطی پر اگر معافی نہ ملے تو غلطی کرنے والا سنبھلنے کے بجائے گرنے والوں اور شدید نقصان اٹھانے والوں میں شمار ہوسکتا ہے۔'' خاصی دیر تک حوصلے اور الفاظ مجتمع کرتے رہنے کے بعد اس نے بالآخر تمہید باندھی تھی تو اس کی آواز پر رقت طاری ہوتی چلی گئی۔ بابا سائیں تسبیح کے دانے گراتے شفقانہ نظروں سے اسے دیکھتے رہے پھر مسکرا کر محبت سے اس کا سر تھپکا۔

''میری بیٹی اتنی سمجھ دار ہے کہ اس سے غلطی نہیں ہوسکتی مجھے یقین ہے۔'' انہوں نے اس محبت سے گویا اس کا حوصلہ اس کا دل بڑھایا تھا لاریب کے وجود پر جیسے کسی نے چابک سے ضرب لگائی تھی۔ اس کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں۔ اس محبت اس اعتماد پر۔

''نہیں بابا جان' ایسا ہوچکا ہے میں نے کہا نا' میں تب بہت نادان تھی۔ اچھے بھلے کی تمیز سے ماورا۔'' اس نے شدومد سے اپنی بات پر زور دیا اور پلکوں کی ریشمی باڑھ پھلانگ کر گالوں پر اتر آنے والے آنسوؤں کو اس ناراضی کے عالم میں پونچھ کر صاف کیا۔ بابا سائیں محض مسکرائے پھر سر کو اثبات میں ہلانے لگے۔ گویا اس کی بات سے اتفاق نہ رکھتے ہوئے بھی تسلیم کرلیا ہو۔

''آپ بولو بیٹے' یہ تو میں سننے کے بعد فیصلہ کروں گا درحقیقت آپ سے غلطی ہوئی بھی ہے یا نہیں۔'' ان کی مسکراہٹ ویسی ہی تھی مطمئن اور پرشفقت لاریب کا دل غم سے بوجھل ہونے لگا۔ (یا اللہ میرے بابا جان کو بلند حوصلہ' ہمت اور صحت و زندگی عطا فرما میری اس ہرٹ کردینے والی بات پر انہیں کم سے کم تکلیف سے دوچار کرنا آمین)

اس نے دل ہی دل میں گڑگڑا کر اپنے مالک کل سے التجا کی تھی بابا سائیں کچھ حیران اور سوالیہ نظروں سے اس کے تذبذب کو دیکھ رہے تھے۔ لاریب کا سر مجرمانہ انداز میں جھک گیا۔ وہ پھنسی ہوئی آواز میں کہنا شروع ہوئی تو اسے دیکھ کر لگتا تھا وہ ضبط اور اذیت کے کڑے مراحل سے گزر رہی ہے۔

''جب عباس نے شہر جا کر شادی کرلی تو میں بہت زیادہ ہرٹ ہوئی تھی بابا جان۔ میں اس سے غیر معمولی حد تک اٹیچ تھی اس باعث شدید دھچکا مجھ سے برداشت نہیں ہوا اور.....

اور میں نے ضد انتقام اور نفرت کی انتہا کو چھوتے محض عباس پر کچھ ثابت کرنے کی اندھی خواہش میں خود بھی یہ قدم اٹھا لیا۔ بابا جان میں نادان تھی' پاگل اور بے وقوف ہی تھی کہ بنا سوچے سمجھے کنویں میں چھلانگ لگادی۔ برباد تو میں نے ہی کیا خود کو۔ وہ تو ہمیشہ میری اس بربادی سے بھی غافل رہے گا۔ اپنی خوشیوں میں مگن جس کے لیے میرا وجود بے معنی تھا

میرے احساسات وجذبات بے مایہ تھے۔ اس کے لیے میرا فیصلہ میری بربادی کیسے قابل توجہ ہوسکتی ہے۔" وہ سسک تو رہی تھی یکدم پھوٹ پھوٹ کررو پڑی۔ اس کا غم آج بھی تازہ تھا۔ اس کی تکلیف آج بھی ناقابلِ برداشت تھی۔ اس کی کسک اس کی بے چینی اسے آج بھی حواسوں سے ماورا کردیتی تھی۔ بابا سائیں پتھر کے بت کی طرح ساکن بیٹھے اسے تڑپتے بلکتے دیکھتے رہے۔ خاصی تاخیر سے لاریب نے خود ہی ذرا سا سنبھالا اور پھر سے کہنا شروع ہوئی۔ یوں لگتا تھا آج وہ دل کا ہر بوجھ اتار دینا چاہتی ہو۔

"مجھے معاف کردیں بابا جان۔ میں نے آپ کو دھوکہ دیا میں نے خود اپنے ساتھ ظلم کیا۔ مجھے اعتراف ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں آپ کی مجرم تھی میں آپ کے سامنے اپنا جرم ظاہر بھی کرنا چاہتی تھی۔ مگر حالت کے بدلتے رخ نے مجھے بزدل بنادیا مگر بابا جان میں......!"

"کون ہے وہ......جس کے ساتھ تم نے نکاح کیا؟"

پتھر کا بت تڑخا تھا اس میں دراڑیں پڑ گئیں۔ پھر وہ ریزہ ریزہ بکھرتا چلا گیا۔ ان کی آواز بھی ان کے وجود کی طرح شکستہ تھی۔ لہجے سے ٹوٹے اعتماد اور بے یقینی کی اذیت چھلکتی تھی لاریب کی جھکی نظروں پر جیسے ٹنوں کے حساب سے شرمندگی کا بوجھ آ کر گرا۔ اس نے خود کو آبلہ پا پھر دہکتے کوئلوں پر کھڑے پایا۔

"سکندر...... بابا جان میں نے بارہا اس سے طلاق کا مطالبہ کیا مگر وہ گھٹیا انسان......!"

"لاریب آپ جائیں اپنے کمرے میں۔" بابا سائیں جیسے یکدم ڈھے گئے تھے۔ انہوں نے یوں اس کی بات کاٹ دی جیسے مزید کچھ سننا نہ چاہتے ہو۔ ان کے بوڑھے غم زدہ چہرے پر اس مختصر دورانیے میں اذیت وکرب کے اتنے رنگ اترے تھے جنہیں حساب میں لانا ممکن نہیں ہوسکتا تھا۔ لاریب نے سہم کر خائف نظروں سے انہیں دیکھا۔

"بابا جان مم......میں......!"

"یہاں سے جاؤ لاریب...... فی الحال مجھے تنہا چھوڑ دو۔" ان کی آواز گھٹی ہوئی اور سرد تھی۔ لاریب کو ان کے مبہم تیوروں سے خوف آنے لگا۔ وہ ان سے ان کی طبیعت کے متعلق سوال کرنا چاہتی تھی مگر حوصلہ نہیں ہوسکا۔ اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ ان کے حکم کی تعمیل میں کمرے سے نکل جائے۔

(میں نے اپنی زندگی میں خود سے صرف اک بار شکست تسلیم کی ہے سکندر حیات اور وہ آخری شکست عباس کے حوالے سے تھی۔ تم بھول جانا کبھی میں تمہارے سامنے گھٹنے ٹیکوں گی۔ اگر میرے خواب چکنا چور ہوئے ہیں تو تم کیسے خوش رہ سکتے ہو۔ مجھے اپنانے کا سوچ رہے تھے تمہاری اتنی اوقات تھی نہ ہی حیثیت میری غلطی کو میری مستقل سزا بنانا چاہتے تھے۔ میں نے اس ناسور کا خاتمہ کر ڈالا) وہ بے حد مطمئن تھی یہ جانے بغیر کہ آئندہ کیا ہونا ہے۔

❁......❁......❁

"تیار ہو تم؟" عباس نے میگزین بند کر کے عریشہ کی جانب توجہ کی جو بلیک ساڑھی میں اس کے سامنے تھی اور گویا اس کے حواسوں پر چھانے لگی تھی۔ بڑی مشکل سے منت سماجت کے بعد وہ اس کا موڈ بحال کر پایا تھا۔ وہ بھی اس وعدے کے ساتھ کہ کل وہ خود حویلی جا کر بابا اور اماں جان سے معافی مانگ کر صلح کی بات کرے گا عریشہ کی خاطر وہ کچھ بھی کرسکتا تھا کر چکا تھا تو یہ کیوں نہیں۔

"اسامہ کو لے لیں ساتھ' طبیعت کچھ بہتر نہیں اس کی۔"

عریشہ کے کہنے پر عباس نے فی الفور سر کو نفی میں ہلا دیا۔

"نہیں یار' ہم جلدی واپس آجائیں گے ڈونٹ وری۔"

اس کے صاف منع کرنے کے باعث ہی عریشہ اٹھلا کر ہنسنے لگی تھی۔

"سیدھی طرح کہہ دیں صرف میرے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔ ویسے اطلاعاً عرض ہے وہ آپ کا بیٹا ہے جناب۔"

"تم تو اچھی خاصی سمجھ دار ہو بھلے بیٹا ہو مگر اسے بھی کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہیے میں آج صرف اپنی بیوی کی کمپنی کو انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔" اس کے چمک کر کہنے پر

عریشہ بے تحاشا ہنس پڑی اور عباس جیسے اس کی ہنسی کی جھنکار میں گم ہونے لگا تھا۔ یہی بے خودی کا عالم گاڑی ڈرائیور کرتے ہوئے بھی رہا تو عریشہ نے ٹوکنا ضرور سمجھا۔

"اتنا رومینٹک ہونے کی ضرورت نہیں فی الحال' دھیان سے ڈرائیور کریں۔" جس پل عباس نے اسٹیئرنگ پر دھرا ہاتھ اٹھا کر اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر ہونٹوں سے چھوا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب اس کا دھیان سامنے سے چوکا تھا۔ یہی غلطی تھی جس کا نتیجہ سامنے آ گیا تھا شراب کے نشے میں دھت ٹرک ڈرائیور بریک لگانے کی کوشش میں بری طرح سے ناکام ہوا۔ ٹرک کار کو روندتا چلا گیا۔ ایک قیامت خیز دھماکا ہوا جس کی آواز سے فضا میں اڑتے طائر ٹھٹک گئے۔ ماحول میں انسانی چیخوں کی کربناک دہشت بھری آواز کچھ دیر گونجی پھر ہر سو موت کا سناٹا پھیل گیا۔

❁......❁......❁

اس کی نیند بہت بے سکونی اور بے قراری لیے ہوئے تھی۔ اس بات کی کچھ فاصلے پر موجود تسبیح پڑھتی زینب بھی گواہ تھی۔ اس کی طبیعت کی خرابی کے باعث زینب نے معمولی غذا زبردستی کھلانے کے بعد دوا دے کر سلایا تھا اور خود عشاء کی نماز میں مشغول ہوگئی۔ عبداللہ بھی سوچکا تھا۔ زینب نے نماز کی ادائیگی کی پھر تسبیح لے کر بستر پر آ گئی۔ عبداللہ کے ریشمی بال پیار سے سہلاتے ہوئے اس کی توجہ بار بار بھٹک کر نندنی پر جاتی تھی۔ لانبی پلکوں والی غلافی آنکھوں کے بوجھل پپوٹے لرزتے تھے۔ معاً وہ نیند سے ہراس زدہ چیخ کے ساتھ بیدار ہوئی تو زینب کو تسبیح چھوڑ کر اس کی جانب بھاگنا پڑا۔ نندنی کا سانس دھونکنی کی مانند چلتا تھا تو آنکھوں اور چہرے پر وحشت وسراسیمگی کا ایسا تاثر کہ زینب بھی پریشان نظر آنے لگی۔

"نندنی' کیا ہوا گڑیا' خیریت؟" اس کے خزاں زدہ پتے کی مانند لرزتے کانپتے وحشت چھلکاتے وجود کو زینب نے اس قت بانہوں میں زبردستی سمیٹا تھا جب وہ ننگے سر ننگے پیر اٹھ کر حواس باختہ سی دروازے کی جانب بھاگی تھی۔

"تم خواب میں ڈر گئی ہو نندنی......ریلیکس۔" اسے خود سے لپٹ کر زاروقطار روتے پا کر زینب نے اس کی ڈھارس بندھانی چاہی۔ نندنی نے آنسوؤں سے جل تھل آنکھوں کے ساتھ اک نظر زینب کو دیکھا اور بے اختیار بلک پڑی۔

"ساحر کہاں ہے زینب......ساحر ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے زینی مجھے اس کے پاس لے چلو ابھی۔" عجیب مطالبہ ہوا تھا۔ اس پر اس کی غیر ہوتی حالت زینب چکرا کر رہ گئی جیسے سوچ سمجھ ساتھ چھوڑ جائے۔

"تم نے ساحر کے متعلق کوئی برا خواب دیکھا ہوگا نندنی' خود کو سنبھالو پلیز۔" زینب نے ہاتھوں سے نکلتی نندنی کو زبردستی خود سے لگا کر تھپکا جس کی وحشتوں اور سراسیمگی کا کوئی انت ہی نہیں تھا۔ زینب کی اس تسلی پر بجائے سنبھلنے کے وہ بے تحاشا غصے میں آ کر ہذیانی انداز میں چلانے لگی۔

"آپ مجھے لے کر جانا نہیں چاہتی تو ٹھیک ہے' میں خود چلی جاتی ہوں۔ مجھے پتا ہے ساحر کے گھر کا۔ مجھے یقین ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ وہ بہت تکلیف میں ہے میں جانتی ہوں۔ غیض وتنفر کی جگہ پھر سے بے چارگی اور بے بسی و کرب نے لے لی وہ پہلے سے بھی بڑھ کر شدتوں سے اور اونچی آواز میں روئی تھی۔ زینب نے گھبرا کر اسے پھر سے پکڑ کر خود سے بھینچا۔

"اس وقت اکیلی کہاں جاؤں گی نندنی۔ تمہیں رستوں کی بھی پہچان نہیں ہے سوئٹ ہارٹ' پلیز سنو میری بات تم ایسا کرو' ساحر کو کال کرو نمبر ہے نا تمہارے پاس اس طرح بغیر بتائے کسی کے گھر جانا وہ بھی اتنی رات کو کچھ مناسب نہیں لگتا۔" زینب نے اسے نرمی اور لجاجت سے سمجھایا تھا نندنی متوحش نظروں سے کچھ دیر اسے تکتی رہی پھر لپک کر آگے بڑھی اور بستر کے سرہانے پڑا سیل فون جھپٹ کر اٹھا لیا۔ عباس کا نمبر سرچ کرتے اسے ڈائل کرتے اس کا وجود ہی نہیں اس کی انگلیاں بھی کپکپا رہی تھیں۔ گھبراہٹ اور دہشت کے احساس سے مفلوج ہوتی حسیات کو بامشکل سنبھالے وہ بار بار اس کا نمبر ٹرائی کرتی تھی۔ جس کی گھنٹیاں

بجتی تھیں مگر کال ریسیو نہ ہوتی تھی۔ بیل کا بجنا زندگی تھی امید تھی مگر بیل کا بج بج کر بند ہو جانا اضطراب اور عذاب تھا سوالیہ نشان تھا۔ وہ ہیجان زدہ کیفیت کے زیر اثر دیوانگی کے عالم میں بار بار نمبر ملائے گئی۔ اس کے دل میں ہر سو خوف و ہراس کا راج تھا اسے لگتا تھا اس پاگل کر دینے والی صورتحال میں وہ ہرگز بھی حواس بحال نہ رکھ پائے گی۔ عباس کا کال ریسیو نہ کرنا ہی اس کے واہمات کو مزید جگہ دے رہا تھا۔ وہ جیسا بھی ہے ٹھیک ہو بھلے وہ میرا نہ ہو مگر سلامت رہے وہ کتنا تڑپ تڑپ کر سوچے گئی۔

''ہے...... ہیلو ساحر...... کہاں ہیں آپ؟ خیریت سے ہیں نا' پلیز مجھے بتائیں آپ ٹھیک ہیں؟'' معاً زینب نے اس کے چہرے پر ڈولتی وحشت میں آس کا ایک ننھا جگنو چمکتا دیکھا مگر یہ ایک لمحے کی ہی بات تھی۔ اگلے پل وہ سفید لٹھے کی طرح بے رنگ ہوتی چلی گئی تھی۔ یوں جیسے پتھرا گئی ہو۔

''نندنی......!'' زینب اس کی حالت سے ہی تشویش میں مبتلا ہو کر چیخی اور لپک کر اس کی جانب بھاگی آئی مگر وہ ریتلی دیوار کی طرح اس کے بازوؤں میں بکھرتی چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

انہوں نے زاویہ بدل کر اپنی ہمتوں کو مجتمع کیا اور اٹھ کر آہستگی سے بیٹھ گئے۔ سینے میں شدید درد تھا۔ فضا سے جیسے آکسیجن کھینچ لی گئی تھی۔ کیسا احساس تھا گھٹن میں مبتلا کر دینے والا وحشت کے صحراؤں میں بھٹکا دینے والا ایمان کے بعد امامہ اور اب لاریب بھی۔ ان کا دل چاہا وہ بلند آواز سے روئیں۔ اتنا کہ کچھ تو دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

''یا اللہ ان آزمائشوں میں مجھے سرخروئی عطا فرما انصاف کے ساتھ اپنی رضا کے ساتھ۔'' ان کا آنسوؤں کے سمندر میں ڈولتا دل رب کے حضور پیش ہو کر گڑگڑانے لگا انہیں یاد تھا ایمان کے بعد جب لاریب کی پیدائش ہوئی تو ان کی شریک حیات کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر کر چھلک گئی تھی۔

''کیا ہوا حاجرہ! آپ اس طرح کیوں روئیں؟'' انہوں نے کتنی حیرانی سے استفسار کیا تھا۔

''مجھے دکھ ہے میں آپ کو بیٹے کی خوشی نہیں دے پائی۔ جانتی ہوں بیٹا باپ کے لیے کیسی طاقت مضبوطی اور سہارے کی حیثیت و اہمیت کا حامل ہوا کرتا ہے۔'' تب انہوں نے لاریب کی پیشانی چوم کر حاجرہ بیگم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ بے حد نرمی و محبت سے رکھ دیا تھا۔

''ہماری اماں اللہ بخشے کہا کرتی تھیں اولاد مرد کے نصیب سے ملا کرتی ہے۔ یہ میرا نصیب ہے حاجرہ اور رب کی رحمتیں۔ میں ان سے شاکی یا پھر بے زار کیسے ہو سکتا ہوں۔ میری بس یہ خواہش ہے کہ ہم ان کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ان کے فرائض و حقوق سے بخیر و خوبی سبکدوش ہو جائیں۔ اللہ ان کے نصیب اچھے کرے۔ اللہ سے بیٹا چاہیے آپ کو تو وہ بھی مل جائے گا۔ یہ بیٹیاں بھی ہماری شہزادیاں ہماری کائنات ہیں۔'' تب یہ بات انہوں نے مسکرا کر اور بھرپور آسودگی کے ساتھ پورے یقین سے کہی تھی۔ ماضی میں کی گئی بات اور لہجے کی بازگشت کی گونج ان کی سماعتوں میں پھر سے اتری تو پلکوں پر موجود آنسو بے تابی سے ٹوٹ کر گریبان میں گم ہونے لگے۔

(مجھے معاف فرما دے میرے مالک میں تیرا گناہ گار بندہ ہوں اس مشکل وقت میں مجھے اپنے پاس سے درست فیصلے کی طاقت و ہمت اور فہم عطا فرما آمین) آدھی رات کا وقت تھا جب وہ جائے نماز پر کھڑے ہو کر نماز استخارہ ادا کرنے میں مشغول تھے۔ زندگی کے اس عجیب موڑ پہ آ کر جب ان کی ساری ذہنی صلاحیتیں بے کار ہو گئی تھیں۔ وہ اپنے رب سے مشورہ کی سعادت حاصل کرنے اس کے دربار میں حاضر ہو چکے تھے۔

❁......❁......❁
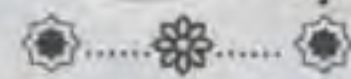
لاریب نے ساری رات جیسے کانٹوں پر بسر کی تھی۔ مجال ہے جو پلک بھی جھپکی ہو۔ بے قراری کا عالم یہ تھا کہ بستر سے اٹھ کر کمرے میں چکرانے لگتی تھی۔ تقریباً آدھی رات کو اس نے دروازہ کھولا اور قدم باہر رکھ دیا۔ راہداری خاموش اور سنسان تھی۔ دور کہیں سے چوکیدار کی مدہم سیٹی کی آواز کے ساتھ گیدڑوں اور جھینگروں کی آوازیں رات کے مخصوص ماحول کا تاثر قائم کیے تھی۔ لاریب کا دل ذرا سا سہما مگر اگلے لمحے وہ نارمل تھی۔ اس کا رخ بابا سائیں کے کمرے کی جانب تھا اس وقت تک وہ لازمی بستر چھوڑ دیا کرتے تھے۔ وہ برسوں سے انہیں باقاعدہ تہجد کی ادائیگی کرتے دیکھ رہی تھی۔ راہداری کا موڑ مڑتے اسے قدموں کی چاپ ہتھوڑوں کی مانند اعصاب پر برستی محسوس ہوئی تو کچھ سوچ کر جوتے وہیں اتار دیے۔ بابا سائیں کے کمرے کے دروازے کی نچلی درز سے روشنی پھوٹ کر باہر آ رہی تھی۔ اس کا دل ذرا سا سنبھل گیا ناب گھما کر دروازہ دھکیلا حلق پریشانی اور خوف کے باعث سوکھا جا رہا تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے اس نے ذرا سی گردن اندر گھما کر کمرے کا جائزہ لیا۔ بابا سائیں جائے نماز پر حالت رکوع میں کھڑے تھے۔ سفید داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ یہاں تک کہ آنسو قطرہ قطرہ ٹپک کر جائے نماز پر گرتے لاریب نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اس کا دل یکدم جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچ ڈالا۔

(میں خود کو کیسے معاف کروں گی بابا جان آپ کی اذیت کا خیال اب شاید مجھے کبھی کھل کر سکھ کی سانس بھی نہیں لینے دے گا) اس نے اسی آہستگی سے دروازہ بھیڑا اور پلٹ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ وضو کر کے نماز پڑھی پھر قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئی۔ اس کے بعد حسب معمول لان میں چہل قدمی کے خیال سے باہر آئی تھی مگر کچن کے آگے سے گزرتے ہوئے اسے سکندر کی جھلک نظر آئی تھی۔ اس کے قدم بے اختیار تھم گئے۔ کچھ سوچا پھر باورچی خانے کی چوکھٹ پر آن کھڑی ہوئی۔ سکندر بہت مگن انداز میں چائے بناتا نظر آیا۔ کچھ فاصلے پر ملازمہ برتن مانجھ رہی تھی۔

''شیما باہر جاؤ تم مجھے سکندر سے بات کرنی ہے۔'' لاریب کی سرد جامد اور ٹھہری ہوئی آواز سن کر ہی خود میں مگن و مست سکندر نے چونکتے ہوئے گردن موڑی۔ نیلے بے حد اسٹائلش گرم سوٹ اور خوب صورت سی شال میں ملبوس اس کی اجلی رنگت میں گلابوں کا سا عکس گھلا ہوا تھا۔ تیکھی کھڑی ناک اور پورے چہرے پر حکمرانی کرتی ہوئی دلنشیں آنکھیں جن سے غرور جھلکتا رہتا تھا۔ وہ سرتاپا حسین تھی وہ سراپا قیامت تھی ملازمہ سب کچھ ادھورا چھوڑ کر حکم کی تعمیل میں باہر نکل گئی۔

''بہت ہو چکی عیاشی اور بدمعاشی' اب تم یہاں سے چلنے کی تیاری پکڑو' سمجھے؟'' اس کے لہجے میں نفرت بھی تھی اور حقارت بھی۔ سکندر نے چولہا بند کیا پھر اسے مڑ کر کینہ توز نظروں سے دیکھتا ہوا ناگواری سے ٹوک کر بولا۔

''تمیز سے بھی بات کر سکتی ہیں آپ۔'' وہ بھڑکا تھا اور لاریب تمسخر سے ہنستی چلی گئی۔

''میری مجبوری یہ ہے کہ سکندر حیات صاحب کہ میں مراتب و حیثیت کے مطابق اہمیت دینے کی قائل ہوں۔ جو جس رویے کا اہل ہوگا اسے وہی مل سکتا ہے۔'' اس کی حسین آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ سکندر نے ہونٹ بھینچ لیے لاریب کا یہ ہتک آمیز رویہ کبھی کبھار اس کی برداشت اور ظرف سے جہت بڑھ کر ضبط پر مجبور کر دیا کرتا تھا یہ نک چڑھی' تیکھی' بدمزاج لڑکی اپنی تمام تر محبت کی بے بسی سمیت بھی اسے آتش فشاں میں ڈھالنے لگتی تھی۔

''بہت اکڑنے لگے تھے تم میری ایک غلطی کی وجہ سے اب میں تمہارے قدموں تلے سے زمین کھینچ رہی ہوں تم اپنے ٹھکانے یعنی پستیوں میں اترنے کو تیار ہو جاؤ۔'' وہ دل جلاتی مسکان سمیت کہہ رہی تھی۔ یہ وہ ہرگز لاریب نہیں تھی جو بابا سائیں کے سامنے سسک سسک کر اپنی غلطی کا اعتراف کر رہی تھی یہ وہ لاریب بھی نہیں تھی جو عباس کی رنجگشن اور بے وفائی کے زخم دل پر لیے بے اماں پھرتی اور روتی تڑپتی تھی۔ یہ وہ لاریب تھی جو اپنے سے کمتر لوگوں کو حقیر سمجھتی اور انہیں ذلیل و خوار کرنے کا حق اپنے پاس محفوظ سمجھتی تھی۔ وہ خدا کو بھولے ہوئی تھی۔ جبھی بہت پرسکون انداز میں بہت بڑے بڑے فقرے کہتے اسے خدا سے ذرا سا بھی خوف محسوس نہیں ہو

رہا تھا۔ سکندر بھنچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ ان سنی کیے رخ پھیرے چائے چھان کر مگ میں نکالتا رہا۔

"جاننا نہیں چاہو گے کیا کیا ہے میں نے؟" لاریب کو سکندر کا سکون بدمزا کر گیا تھا جبھی خار کھائے انداز میں تلملا کر اسے مخاطب کیا۔

"آپ کو اگر بتائے بغیر قرار نہیں ہے تو ٹھیک ہے کہیں میں سن رہا ہوں۔" سکندر کے جواب نے اسے پیچ و تاب تو کیا تھا مگر اسے اپنی نظروں کے سامنے ہارتا دیکھنا چاہ رہی تھی۔

"رات میں نے بابا جان کو اپنی غلطی بتلا کر معافی کی درخواست بھی پیش کر دی ہے۔ اب ذرا سوچ سمجھ کر ان کے سامنے جانا عین ممکن ہے وہ تمہیں دیکھتے ہی اپنی گن کی ساری گولیاں تمہارے سینے میں اتار کر اس گستاخی کی معمولی سزا اور انجام سے دوچار کر دیں۔" وہ حظ لینے والے انداز میں کہتی اس کے چہرے کو متبسم نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ رات بابا سائیں کے سامنے اس نے اعتراف کیا تھا کہ تب وہ نادان تھی بے وقوف تھی حالانکہ حقیقت یہ ہی تھی کہ وہ اب بھی نادان تھی بے وقوف بھی تھی اور حد سے زیادہ جذباتی تھی آج بھی وہ صحیح فیصلے کی قوت حاصل نہیں کر پائی تھی۔ وہ عباس کو خود سے بچھڑ جانے کے بعد جس بے حواسی کا شکار ہوئی تھی وہ اس پر آج بھی مسلط تھی۔

سکندر کی سماعتیں سائیں سائیں کرنے لگیں۔ بے جان ہوتے ہاتھ سے چائے کا مگ چھوٹ کر فرش پر جا گرا۔ سنہری چائے اور مگ کی کرچیاں اک ساتھ ماربل کے فرش پر بکھر گئیں۔ گرم چائے کے کچھ چھینٹے اڑ کر سکندر کے کپڑوں پر گرے۔ مگر وہ اتنا شاکڈ تھا کہ فی الوقت ہر احساس سے دور لگ رہا تھا۔ لاریب کے لیے اس کا ردعمل غیر متوقع ہرگز نہیں تھا۔ مسکراہٹ دبا کر اس نے شوخ نظروں سے سکندر کے غم و یاس میں ڈوبے چہرے کو دیکھا پھر اسے چونکانے ہوش میں لانے کی غرض سے اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں کے آگے لہرایا اور گویا اس کا مضحکہ اڑا کر ہنسی۔

"اسٹیچو کیوں بن گئے ہو ڈیئر سکندر کم آن بی بریو موت کو سامنے دیکھ کر اتنا بھی نہیں سہمتے۔" وہ سراسر اس کا تمسخر اڑا رہی تھی۔ سکندر نے سرخ چہرے کے ساتھ شدید کرب کو سہتے سختی سے اپنا ہونٹ دانتوں سے کچلا۔ خوف و خدشات پانی کے ریلے کی مانند اس کے وجود میں اترتے جا رہے تھے۔ لاریب کا کم ظرف اطمینان گواہ تھا کہ وہ اپنے مقصد کے حصول کی خاطر اس حد تک جا چکی ہے جو کسی کے لیے زندگی موت کا کھیل بن سکتا تھا۔ اسے سب سے زیادہ بابا سائیں کی فکر لاحق ہوئی تھی۔ ایمان کی اسی حرکت پر وہ جس طرح حواس کھو گئے تھے اب ان پر کیا بیتی ہوگی یہی سوچ اسے اپنی اذیت اور نقصان سے بے نیاز کرنے کو کافی تھی۔ وہ اندھا دھند ان کے کمرے کی سمت بھاگا تھا مگر اپنی سوچ اور پسند کے مطابق سوچنے والی لاریب نے اس کی عجلت پر بوکھلا کر تیزی سے اس کا بازو اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ لیا۔

"اب کہاں بھاگ رہے ہو بزدل انسان میں حساب کتاب کے بغیر تمہیں روپوش نہیں ہونے دوں گی سمجھے تم۔" وہ چیخ پڑی اور چونکہ ہر صورت اسے روکنے کی متمنی تھی مگر سکندر کی طاقت کے آگے بے بس ہو کر وہ اپنی سعی کو ناکامی سے بچانے کی کوشش کے جنون میں مبتلا ایک طرح سے اس دھکم پیل کے نتیجے میں اس سے چپک کر رہ گئی تھی۔ سکندر جھنجلایا ہوا تھا جبھی اس کا ہاتھ پکڑ کر جارحانہ انداز میں دور دھکیلتا ہوا تیزی سے باہر چلا گیا۔ لاریب اس دھکے کے نتیجے میں لڑکھڑا کر کچن کی سلیپ سے ٹکرائی تھی اس کی کمر کی ہڈی پر چوٹ بھی آئی جس کی اس پل اس نے قطعی پروا نہیں کی تھی اور گرتی پڑتی اس کے تعاقب میں باہر بھاگی آئی۔ مگر یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہی تھی کہ سکندر کا رخ بابا سائیں کے کمرے کی جانب ہی تھا۔ پھر اس کی متحیر آنکھوں نے سکندر کو ان کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جاتے پایا تو وہیں تھم گئی۔ اس کے غصیلے اور تنے ہوئے چہرے پر دھیرے دھیرے اطمینان اور آسودگی اترتی چلی گئی۔ اس نے گہرا سانس بھرا اور قدموں کا رخ پھیر لیا۔ اب اسے کسی قسم کی فکر کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے بھرپور یقین تھا محض چند گھنٹوں

کے اندر اس کے حسب منشا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
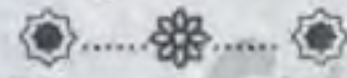
سکندر جتنی پریشانی اضطراب اور بے قراری و عجلت میں بابا سائیں کے کمرے میں آیا تھا انہیں اس قدر اطمینان سے ایزی چیئر پر براجمان پا کر کچھ اتنا بری طرح بدحواس ہوا تھا کہ کچھ اور نہ سوجھا تو اسی تیزی سے واپسی کو مڑا تھا۔ ایک لمحے کو ایسے لگا لاریب اس کے ساتھ کوئی سنگین مذاق کر چکی ہے۔ عجیب سا خجالت آمیز احساس اس کے اعصاب پر سوار ہو گیا تھا۔ جبھی خفیف سی جھنجلاہٹ نے اس کے اعصاب کا احاطہ کر لیا تھا۔

"آجاؤ سکندر...... واپس کیوں جا رہے ہو؟" دروازہ کھول کر چوکھٹ پر پڑنے والا اس کا قدم بابا سائیں کی ٹھہری ہوئی پرسان آواز پر ساکن رہ گیا۔ اسے فوری طور پر خود کو سنبھال کر بابا سائیں کے سامنے رہنا دشوار ترین کام لگا تھا۔

"مجھے لگا تم کچھ پریشان ہو خیریت ہے؟" ان کا لہجہ و انداز ہنوز نرم تھا۔ سکندر نے گہرا سانس بھر کے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

"جی...... جی بالکل، میں چائے لے کر آتا ہوں۔" اس نے وقتی راہ فرار ڈھونڈی۔

"پہلے کیوں نہیں لے کر آئے اور اتنی گھبراہٹ کیوں تھی تمہارے چہرے پر سکندر۔" اسے لگا بابا سائیں کی زیرک نگاہیں اسے اندر تک پڑھ رہی ہیں۔ جبھی وہ اپنے اوسان بحال نہیں رکھ سکا۔

"کچھ نہیں بابا سائیں بس ایسے ہی۔" وہ بوکھلا سا گیا۔ اس کا اعتماد اس پل پوری طرح زائل ہو چکا تھا۔ جب بابا سائیں نے یونہی اس کے چہرے پر نگاہ جمائے اسے اشارے سے اپنے پاس آ کر بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔ بھلا سکندر کے پاس اس کے سوا کیا چارہ تھا؟

"تمہیں پتا ہے نا سکندر میں لاریب کی وجہ سے کتنا پریشان ہوں۔" ان کی نظریں ہنوز اس پر جمی تھیں اس پر موضوع بھی وہ جس سے وہ اس پل سب سے زیادہ کترا رہا تھا سکندر کا رنگ متغیر ہونے لگا۔

"لاریب نے رات خود مجھے وہ بات بتا دی تمہیں لگتا ہے سکندر کہ تمہیں یہ بات اتنا عرصہ مجھ سے چھپا کر رکھنی چاہیے تھی؟" انہوں نے سوال کیا اور سکندر کو لگا کمرے کی چھت اس پر آن گری ہے۔ وہ آنکھیں پھیلائے انہیں تکتا رہ گیا۔ اس کے گمان تک میں یہ بات نہیں تھی۔ بابا سائیں اتنے پرسکون انداز میں اس سے بازپرس کریں گے۔ وہ تو لاریب کی بات کو محض مذاق پر محمول کر رہا تھا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی سرد لہر اتری وہ لب بستہ ساکن بیٹھا رہ گیا۔

"لاریب کا کہنا ہے کہ یہ نادانی و جذباتیت میں سرزد ہونے والی غلطی تھی جس پر اسے ندامت بھی ہے اور پچھتاوا بھی۔ تمہاری ذاتی رائے اس معاملے میں کیا ہے میں یہ بھی جاننا چاہوں گا۔" بابا سائیں کی آواز اس کے اعصاب پر جیسے ہتھوڑے کی مانند ہی ضرب کاری کر رہی تھی۔ یہ سب کچھ جتنا اچانک اور غیر متوقع تھا وہ مضبوط اعصاب رکھنے کے باوجود خود کو بری طرح شکستہ خائف اور پشیمان محسوس کر رہا تھا۔ اس پر ستم بابا سائیں کی جواب طلب منتظر نظریں۔ اسے خود کو سنبھال کر صورتحال کی گمبھیرتا کو فیس کرنا ہی تھا۔ جبھی اس نے پہلے تھوک نگل کر حلق تر کیا پھر گلا کھنکار کر خود کو بولنے کے قابل بنانے کے بعد جب گویا ہوا تو کچھ دیر قبل کی ساری عدم اعتمادی و تغیر سے نجات حاصل کر کے اپنے فطری سادہ مگر پر اعتماد اور مضبوط انداز میں واپس آ چکا تھا۔

"آپ کا شکوہ بجا ہے بابا سائیں میں بلاشبہ مجرم ہوں آپ کا اور ہر طرح کی سزا کا منتظر بھی اس سب کے باوجود میں خود کو آپ کا زیر بار اور احسان مند نہیں ملازم بھی سمجھتا ہوں۔ اس لیے آپ جو بھی سزا دیں گے میں پوری آمادگی اور خوشی سے اسے قبول کروں گا جہاں تک آپ کو نہ بتانے کا معاملہ ہے تو اللہ گواہ ہے میرے پیش نظر صرف آپ کو اس ذہنی شاک سے بچانا مقصود تھا دوسری اہم بات یہ ہے بابا سائیں کہ ساری غلطی سارا قصور میں لاریب بی بی پر نہیں ڈال سکتا مجھے اس جرم کے اعتراف میں زندگی کے

اس مقام پر آ کر کوئی عار نہیں کہ میں ان کے لیے بہت عرصے سے ہی خصوصی جذبات رکھتا تھا۔ بابا سائیں مجھے اپنی حیثیت کبھی نہیں بھولی تھی۔ میں جذبوں کے آگے مجبور و بے بس ضرور تھا مگر خود کو کبھی ان بلند آہنی دیواروں کی قید سے نکلنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا جن میں میں نے اس انکشاف کے بعد خود کو محصور کر لیا تھا۔ لیکن بابا سائیں وہ کمزور لمحہ تھا جب لاریب بی بی کی نادانی نے جذباتیت کی انتہا پر جا کر مجھ سے وہ مطالبہ کیا میں چاہتا تو انکار بھی کر سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا تو اس کی وجہ یہی تھی شاید کہ میں خود کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ جس کیفیت میں لاریب بی بی تب تھیں اگر میں ان کی اس خواہش پر سر نہ جھکاتا تو شاید نہیں۔ یقیناً حویلی کے حصے میں اس سے بڑھ کر نقصان آتا جس سے اب تک دوچار ہوا جا چکا ہے۔" وہ اپنی بات کہہ کر یکدم خاموش ہو گیا۔ یوں جیسے اعتراف گناہ کے بعد سزا کا منتظر ہو بابا سائیں نے ایک نظر اس کے ضبط کی کوشش میں بھینچے ہونٹوں کو دیکھا پھر متاسفانہ سانس بھری تھی۔

"اب تم کیا چاہتے ہو سکندر؟" انہوں نے اس کا چہرہ ٹٹولا۔

"میں آپ کے فیصلے کا منتظر ہوں بابا سائیں آپ مجھے اپنا فرمانبردار پائیں گے۔"

"اگر میں تمہیں کہوں لاریب کو طلاق دے دو یہ معاملہ جتنی رازداری اور خاموشی سے شروع ہوا تھا اسی خاموشی سے ختم کر دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔" سکندر کو ان سے سو فیصد یہی توقع تھی۔ اس کے باوجود اس کا دل پاتال میں ڈوبتا گیا۔ چہرے پر جو تاریکی پھیلی وہ الگ۔

"چاہتی تو لاریب بی بی بھی یہی ہیں مگر میں آپ کے حکم پر سر جھکا دوں گا۔"

"لاریب کو چھوڑو میں تمہاری مرضی جاننا چاہتا ہوں۔" انہوں نے بے حد غصے میں آ کر ڈانٹا۔ سکندر چند لمحوں کو ساکن سا رہ گیا۔ (کیا اس کی مرضی کی اتنی اہمیت تھی ان کی بیٹی نے تو کبھی یہ اہمیت نہیں دی تھی) سکندر نے گلا کھنکارا۔

"پلیز بابا سائیں! اس بات کو رہنے دیں میں خود کو اس قابل نہیں پاتا کہ خواہش کی جرأت بھی کر سکوں۔" اس کا سر ہنوز جھکا ہوا تھا اور چہرے پر عجیب نافہم تاثر بابا سائیں کے ہونٹوں پر جیسے مسکراہٹ کا شائبہ سا گزرا وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کے مقابل آ کر کھڑے ہو گئے۔

"انسان کس قابل ہے یہ طے کرنا اس کا نہیں بلکہ اللہ کا کام ہے۔ مجھے یہ بتاؤ تم لاریب کی حفاظت کی خاطر کس حد تک جا سکتے ہو؟" عجیب سوال ہوا تھا اور اس سے زیادہ اور بھرپور فلسفانہ خیالات کا شاندار اور پیارا اظہار سکندر نے حیرانی کا مظہر چہرہ اٹھا کر انہیں اچنبھے سے دیکھا۔

"میں کسی قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کرتا بابا سائیں مگر میری ہمیشہ کوشش رہی ہے انہیں جس حد تک ممکن ہو سکے خطرے سے بچاؤں باقی حفاظت کا اصل ذمہ دار تو اللہ کریم ہی ہے۔" وہ جتنا سنجیدہ نظر آ رہا تھا بابا سائیں کے چہرے پر اتنا ہی اطمینان اور فخر اتر آیا۔

"میں نے سوچا ہے سکندر لاریب کی ذمہ داری اور دیکھ بھال اپنے حصے سے نکال کر اب مستقل تمہیں سونپ دوں مگر یاد رکھنا سکندر یہ میرا تمہارا یا پھر لاریب کا نہیں اللہ کا فیصلہ ہے۔ جاؤ اپنے والدین کو اس فیصلے کی خوشی میں شریک کرو میری خواہش ہے یہ کام جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔ ہاں یہ احتیاط ضروری ہے کہ نکاح کی سابقہ کارروائی مخفی رکھی جائے۔ ہم تجدید نکاح کر لیں گے۔ لوگوں کی زبانیں بند رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے۔" سکندر شل اعصاب لیے ہونق کھڑا تھا جو کچھ سنا تھا وہ اتنا ناقابل یقین تھا کہ وہ کبھی تصور میں بھی نہیں لا سکا تھا۔ اس نے متحیر نظروں سے بابا سائیں کو دیکھا جو مطمئن تھے جبکہ سکندر کے چہرے و آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ وہ ٹکر ٹکر ان کی صورت دیکھتا رہا تھا۔

(جاری ہے)

باقی ہیں موہوم حسرتیں ابھی

سمیرا غزل صدیقی

یہ پھیلی ہوئی رات ڈھلے نہ ڈھلے
یہ یورش حالات ٹلے یا نہ ٹلے
روشن کر چراغِ دہر و کعبہ
پھر شمع خرابات جلے یا نہ جلے

اکتیس دسمبر کا سورج ڈھلنے کو بے تاب تھا' شام کے سائے دھیرے دھیرے رات کے سناٹے میں ڈھلنے کے درپے تھے اور جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا خنکی کے ساتھ ساتھ ساحلِ سمندر پر لوگوں کی آمدورفت میں مزید اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا شاید غربت و افلاس کی ستائی اس قوم کے لیے سالِ نو کے جشن کے نام پر یہ ایک واحد سستی سی تفریح ہی رہ گئی تھی جہاں لوگ سال کا آخری سورج اس امید پر ڈھلتے دیکھنا پسند کرتے ہیں کہ شاید نئے سال کا سورج اپنے ساتھ نئی امید نئی آس کوئی امید کا جگنو ان کی بے رنگ سی زندگی میں تھما سکے مگر سورج کا دامن بھی شاید اب کورا ہو چکا تھا۔ وہ کب سے اپنے عزیز از جان سات سالہ پوتے عالیان کا ننھا ہاتھ تھامے چہل قدمی کر رہے تھے وہ ایک ریٹائرڈ آرمی آفیسر تھے اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض' کچھ دیر سستانے کی غرض سے وہ قریبی سنگی بنچ پر بیٹھ گئے انہیں بیٹھتا دیکھ کر احمد صاحب ان کے قریب چلے آئے۔

"کیا ہوا! اتنی جلدی تھک گئے ابھی تو رات باقی ہے ینگ مین!" ان کے قریبی دوست احمد ابھی تک انہیں ینگ مین ہی کہتے تھے گو کہ ان کی عمر پچاس سے اوپر ہو چکی تھی۔

"ہاہاہا...... بھئی بوڑھا ہو گیا ہوں نہ اب' تم مت سدھرنا بھی۔" جواباً ان کا بڑا جاندار قہقہہ گونجا تھا۔ وہ بھی ان کے کندھے پر دھپ رسید کرتے پاس ہی بیٹھ گئے۔

عرصہ دراز سے دونوں دوستوں کا سال کا آخری دن ساحلِ سمندر پر ہی گزرتا تھا اور گزشتہ دو سالوں سے ان کی اس روٹین کا عادی عالیان بھی ہو چکا تھا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہے ہو سورج کو غازی! یہ بھی ڈوب جائے گا اور پھر کل کا سورج بھی نکل کے ڈوب جائے گا نہ آج کچھ نیا ہے نہ کل کچھ نیا ہوگا۔" احمد صاحب نے بڑی شکستگی سے سوال کیا تھا ان کے لہجے میں واضح ناامیدی کی رمق تھی۔

"تم کیوں اتنے مایوس ہو رہے ہو احمد! آج نہیں تو کل تو تبدیلی آئے گی ہی' کبھی نہ کبھی تو یہ سورج نئے سال کا کچھ بدلے گا۔" انہوں نے ان کا کندھا تھپتھپایا۔

"مجھے جھوٹی تسلیاں مت دو جو کہ تم سالوں سے دیتے آ رہے ہو حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں کچھ صحیح نہیں ہو سکتا اب اور ہم تو وہ جاہل قوم ہیں جو خود ہی اپنے دشمن ہیں تم نے تو دنیا گھومی ہے نہ غازی! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جس طرح پوری دنیا میں لوگ نظم و ضبط سے نئے سال کا جشن مناتے ہیں اور کس طرح مل جل کے حصولِ امن کے لیے کام کرتے ہیں اور ہم تو خود ہی خود کو مٹا رہے ہیں۔" اب کے وہ بنچ سے اٹھ کے دوبارہ واک کرنے لگے تھے غازی صاحب بھی عالیان کا ہاتھ تھامے ان کے ساتھ ہو لیے۔

"لیکن تم ایک بات بھول رہے ہو احمد جس دنیا کی تم

بات کررہے ہو وہ دنیا مسلمانوں کی نہیں بلکہ وہ سب ہی تو ہیں جو ہمیں مٹانے کے درپے ہیں۔"

"اور ہم خود کیا کررہے ہیں غازی! ہم بھی تو ایک دوسرے کو مٹا ہی رہے ہیں جب تک ہم خود ایک نہیں ہوں گے دنیا ہمیں ایسے ہی روندتی رہے گی اور تبدیلی تو ہمیں خود ہی لانی ہوگی نا۔"

احمد صاحب ایک ریٹائرڈ کالج پروفیسر تھے' غازی صاحب سے ان کی دوستی کافی سالوں پرانی تھی۔ دونوں کا گھر آمنے سامنے ہی تھا اور جب سے دونوں ریٹائر ہوئے تھے ان کا وقت ایک دوسرے کے ساتھ حالات و واقعات پر تبصرے کرنے میں ہی گزرتا تھا دونوں سچے دوست اور محب الوطن تھے۔

"کیسے آئے گی تبدیلی...... یونہی گزرتے جائیں گے ماہ و سال جو قوم اپنے ملک کو صاف ستھرا نہیں رکھ سکتی وہ اور کیا کرے گی بھلا۔" غازی صاحب نے سرِ راہ پڑے چند ریپرز اٹھا کے ڈسٹ بن میں ڈالے ان کا دل دکھ سے بھر گیا' رات کی رانی شام کے سائے کو اپنی آغوش میں لے چکی تھی ساحل پر اب رش کافی بڑھ گیا تھا اور سردی بھی۔

"کیا خیال ہے چلیں اب واپس۔" عالیان کو نیند آنے لگی تھی' غازی صاحب نے اسے گود میں اٹھا کے کہا۔

"ہاں بس چلتے ہیں بارہ بج جائیں' ذرا جب تک سستا لیتے ہیں۔" احمد صاحب نے کہا اور دونوں ایک بار پھر سنگی بنچ پر بیٹھ گئے دونوں کو ایک دوسرے کی محبت میں کبھی بھی بوریت نہیں ہوتی تھی۔

"کیا حال ہوگا اس ملک کا جس ملک کے نوجوانوں کو بڑوں کی عزت تک کا پاس نہیں۔" کچھ منچلے نوجوان بائک کا سائلنسر نکالے ان کے قریب آئے تو احمد صاحب نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ غازی صاحب مسکرا کے رہ گئے کہ ان کے پاس فی الحال اس بات کا جواب نہیں تھا' وقت دھیرے دھیرے گزرتا جارہا تھا اور جیسے ہی گھڑی نے بارہ بجنے کا عندیہ دیا ہر جگہ فائر ورکس اور فائرنگ شروع ہوچکی تھی' شوروغل اور ہوائی فائرنگ کی آوازوں میں انہیں کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

"چلو اب چلتے ہیں۔" احمد صاحب اپنے کپڑے جھاڑتے اٹھ کھڑے ہوئے تو غازی صاحب بھی کھڑے ہوگئے۔

"دیکھا نہ تم نے غازی! یہ فائرنگ یہ آتش بازی نجانے کتنے ہی لوگوں کو موت کی وادی میں دھکیل دے گی' آج نئے سال کا نیا سورج نجانے کتنے ہی گھروں میں موت کا سناٹا لے کے نکلے گا' ہم لوگ وہ جاہل قوم ہیں کہ خود ہی اپنے آپ کو تکلیف دے رہے ہیں' اپنی نسل کو اپنی بقاء کو مٹا رہے ہیں' بائیک ریسنگ میں نجانے کتنے ہی مستقبل کے معمار اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

احمد صاحب نے اپنی آنکھوں میں در آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے کہا عالیان تھک ہار کے غازی صاحب کی گود میں سوچکا تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو احمد!" زندگی میں شاید پہلی بار غازی صاحب نے ان کی بات سے اتفاق کیا تھا ورنہ وہ ہمیشہ ان کی مخالفت ہی کرتے تھے شاید انہوں نے بھی اس سچ کو تسلیم کرلیا تھا۔ انہوں نے پارکنگ ایریا سے گاڑی نکالتے ہوئے درد سے کراہتے ہوئے بے یار و مددگار پڑے نوجوان کو دیکھا جو شاید ایسی ہی کسی ہوائی فائرنگ کا شکار ہوا تھا' دونوں نے بھاگ کے اسے اٹھایا اور گاڑی میں ڈال کے ہسپتال کی جانب رواں ہوگئے۔ اس حقیقت سے نظریں چرانا اب ان کے بس میں نہیں تھا کہ نام نہادِ چراغاں و جشن کے نام پر نجانے کتنے ہی گھروں کے چراغ گل ہورہے ہیں اور اس چیز پر سوائے دکھ کرنے کے ان کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا کہ اک دعا تھی دونوں کے ہونٹوں پر فقط "اے اللہ! ہماری نسل کو آگہی دے' شعور دے آمین۔" آپ کا کیا خیال ہے دوستوں؟

❁

نئی کونپلیں

جن کے عشق صادق ہیں

رابعہ بصری ملک

بہتی جائے گی سرکش محبت دیکھتے جاؤ
تمہیں دنیا سکھا دے گی سیاست دیکھتے جاؤ
بڑے اونچے سُروں میں بات کرتے ہو محبت کی
محبت ہے خساروں کی تجارت دیکھتے جاؤ

"ماما...... ماما جانی...... جلدی آئیں احمی بھیا کی کال ہے۔" مائرہ نے پرجوش لہجے میں انیسہ بیگم کو آواز دی تھی۔ انیسہ بیگم کچن میں شام کے کھانے کی تیاری کررہی تھیں۔ سائرہ کی آواز پر تقریباً دوڑتی ہوئی لاؤنج تک آئیں۔

"لاؤ دو مجھے فون' کیسا ہے میرا بیٹا؟" وہ بے قراری سے بولیں۔

"یہ لیں ماما خود ہی پوچھ لیں۔" سائرہ نے مسکراتے ہوئے ریسیور انیسہ بیگم کی طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو احمی کیسے ہو؟ کب آرہے ہو بیٹا؟ کھانا وغیرہ ٹھیک سے کھاتے ہو ناں؟" انیسہ بیگم نے بے چینی سے پوچھا۔

"ارے ارے ماما جانی ایک ہی سانس میں اتنے ڈھیر سارے سوال میں بالکل خیریت سے ہوں' میری اتنی فکر نہ کیا کریں میں کوئی بچہ تھوڑی ہوں۔ آپ خود تو ٹھیک ہیں ناں؟" احمد نے اپنائیت سے پوچھا تھا۔

"ہاں بیٹا مجھے کیا ہونا ہے' اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں۔" انیسہ بیگم نے ریسیور دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے جواب دیا۔

"ماما جانی آپ کو پتا ہے میں اگلے ہفتے چھٹی پر آرہا ہوں۔" احمد نے مسکراتے ہوئے انیسہ بیگم کو اطلاع دی تھی۔

"ارے واقعی بیٹا؟ میں تو کب سے منتظر ہوں تمہاری آمد کی۔" انیسہ بیگم نے آنکھوں میں اترتی نمی کو اپنے دوپٹے کے پلو سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ماما جانی میں تو خود آپ سے اور مائرہ سے ملنے کو بے تاب ہوں' بس ان شاء اللہ کچھ دنوں تک ملاقات ہوگی' اپنا اور مائرہ کا بہت خیال رکھیے گا۔ میں اب رکھتا ہوں۔"

"تم بھی اپنا بہت خیال رکھنا بیٹا اور آنے سے پہلے اطلاع ضرور دے دینا...... اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے۔ اللہ حافظ!" انیسہ بیگم نے محبت سے ریسیور کو چوم لیا تھا۔

❁......❁......❁

کیا قسمت پائی ہے تو نے یار احمی...... تو پھر چھٹی پر جارہا ہے۔"

"کیا مطلب پھر چھٹی پر جارہا ہے میں پورے چاہ ماہ بعد گھر جارہا ہوں۔ سمجھے......" احمد نے اسفند کے ہاتھ سے میگزین لیتے ہوئے کہا۔

"اوئے احمی یار ایک بات پوچھوں؟" اسفند نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں پوچھ!" احمد اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے گویا ہوا۔

"یار یہ تو گھر جانے کے لیے بے تاب ہے یا گھر کے ٹیرس کے لیے؟" اسفند نے مسکراہٹ دباتے ہوئے بھولپن سے پوچھا۔

"لالے...... تو نے پھر میری ڈائری پڑھی۔"

"اوئے نہیں..... نہیں یار میں نے پڑھی نہیں ہے میں تو تیری چیزیں سمیٹ رہا تھا تکیہ اٹھایا تو نیچے ڈائری کھلی پڑی تھی میں نے بند کرنے کی غرض سے اٹھائی بس سرسری سی نظر ڈالی تھی۔" اسفند احمد کے تیوروں سے گھبرا کر صفائی پیش کرنے لگا۔

"دیکھ لالے تجھے میں نے ہزار بار کہا ہے کہ میری چیزوں میں نہ گھسا کر....."

"میں کہاں گھسا ہوں یار مجھے تو زوہی نے کہا تھا کہ ڈائری پکڑانا احمی کی......"

"تیرا مطلب ہے کہ زوہی نے بھی پڑھی؟"

احمد سائڈ سے اپنے شوز اٹھاتے ہوئے بولا۔

"نہیں..... نہیں اس نے بھی پڑھی نہیں ہے بس میری طرح ایویں سرسری سی نظر ہی ڈالی ہے۔"

"کہاں ہے زوہیر؟"

"وہ کرنل صاحب نے آج اس کی نائٹ ڈیوٹی لگائی ہے وہ نکل گیا ہے۔"

"اچھا..... چھا....." احمد غیر محسوس طریقے سے آگے بڑھا اور اسفند کے اوپر چھلانگ لگا دی۔

"اب بتا آئندہ پڑھے گا میری ڈائری؟" اٹھائے گا میری چیزیں؟"

"نہیں پڑھوں گا ناں' خدا کے لیے اب یہ بہترین خوشبو والا شوز تو پیچھے کر اور اٹھ میرے اوپر سے یار قسم سے جان نکل جائے گی میری۔"

"اتنی شریف نہیں ہے تیری جان لالے جو ایک شوز سے نکل جائے گی۔" احمد نے اسفند کا بازو مروڑتے ہوئے کہا۔

اسفند کی چیخ وپکار پورے بیرک میں گونج رہی تھی۔

"کیپٹن احمد شاہ' کیپٹن اسفند علی کی دوستی اس وقت ہوئی تھی جب دونوں نے ایک ساتھ کیڈٹ اسکول میں انٹری ٹیسٹ دیا تھا دونوں نے ہی A گریڈ سے کامیابی حاصل کی تھی۔ اسکول سے کالج اور کالج سے پاسنگ آؤٹ یہاں تک کہ آرمی ٹیسٹ بھی دونوں نے ایک ساتھ ہی کلیئر کیا تھا۔ یہاں آ کر ان کی دوستی کیپٹن زوہیر فہمی سے بھی ہوگئی تھی۔

❀......❀......❀

اکھیاں اڈیکدیاں' دل واجاں مار دا
آجا پردیسیا' واسطہ ای پیار دا
آجاوے تنوں اکھیاں اڈیکدیاں سجناں تنوں

"چپ ہو جاؤ یار عائشہ..... میں پہلے ہی اداس ہوں؟ اپنی اس خوب صورت آواز سے مجھے رلاؤ مت۔" نیالش نے طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔

"اچھا واقعی میری آواز میں اتنا درد ہے کہ تم رو پڑو گی؟" عائشہ نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے پوچھا۔

"اتنا درد ہے کہ سامنے والے کا سر اس درد بھری آواز کو سن کر درد سے پھٹ سکتا ہے۔" نیالش نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے تم تو جلتی ہی رہنا میری کوئل جیسی آواز سے..... ویسے یار نیالش یہ سامنے والا ٹیرس کافی عرصے سے سنسان ہے' ہے ناں؟" عائشہ نے نیالش کے قریب بیٹھتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"ہاں..... پتا نہیں..... میں نے کبھی غور نہیں کیا۔" نیالش نے لاپروائی ظاہر کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا جناب؟ تم مجھے بیوقوف سمجھتی ہو نیالش سرفراز میں سب سمجھتی ہوں۔ گھنٹوں بیٹھ کر اس ٹیرس میں اس کیپٹن کا ہی تو انتظار کرتی ہو۔"

"ارے ارے تمہیں کس نے کہہ دیا کہ میں یہاں کسی کے انتظار میں بیٹھتی ہوں۔ میں تو صرف اپنے موتیا کے لیے یہاں بیٹھی رہتی ہوں۔"

"اور یہ موتیا کس کی پسند ہے۔" عائشہ نے "کس" پر زور دیتے ہوئے نیالش کے ہاتھ سے موتیا کا پھول لے لیا۔

"مجھے کیا معلوم کس کی پسند ہے؟" نیالش نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"تو میں بتا دیتی ہوں ناں میری بھولی بھالی سی سہیلی یہ کیپٹن احمد شاہ کی پسند ہے اور جب سے تم نے مائرہ شاہ سے سنا تب سے یہ تمہاری پسند بھی بن گیا ہے۔ ہے ناں؟" عائشہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے موتیا کے پھول کو لہراتے ہوئے کہا۔

"کم آن عاشی! ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے پھولوں میں ہمیشہ موتیا نے ہی اٹریکٹ کیا ہے۔ نکھرا نکھرا سا' پاکیزہ سا اور شرارتی سا......"

"نکھرا نکھرا' پاکیزہ اور شرارتی سا تو "کیپٹن احمد شاہ ہے نا۔"

"عاشی کی بچی....." نیالش اس کے پیچھے دوڑی تھی۔ جبکہ وہ قہقہہ لگاتی اندر کی طرف بھاگ گئی تھی۔

❀......❀......❀

کیپٹن احمد شاہ کم از کم مجھے تم سے اس قدر غیر ذمے داری کی توقع نہیں تھی۔" کرنل یعقوب ملک نے نہایت غصیلے لہجے میں کہا۔

"سر..... سر ایم ویری سوری۔"

"جسٹ اسٹاپ اٹ مین' تم اچھی طرح سے جانتے ہو میری ڈکشنری میں "سوری" کا لفظ نہیں ہے۔ نفرت ہے مجھے اس چھوٹے سے لفظ "سوری" سے۔"

"سر آئندہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔"

کیپٹن احمد شاہ شدید شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ جبکہ کیپٹن اسفند علی ازلی بے پروائی (ڈھیٹ پن) سے بیٹھا ہوا تھا۔ "تم جانتے ہو اس ٹریننگ میں ایک منٹ کی تاخیر بھی برداشت نہیں کی جا سکتی اور تم لوگ پورے ساٹھ منٹ لیٹ ہو' اگر یہ وردی پہنی ہے تو..... آئندہ مجھے تم دونوں کے سر جھکے ہوئے نہ ملیں۔"

"جج..... جی سر....." دونوں نے غیر محسوس طریقے سے سروں کو اوپر اٹھایا تھا۔

"تم دونوں آج سے کیڈٹس کی ٹریننگ کے لیے اکیڈمی تک کا سفر پیدل ہی طے کرو گے اور دو دن تک میس میں تشریف لانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"واٹ سر؟ آئی مین..... یس سر۔" کرنل یعقوب

ملک کے تیور دیکھ کر دونوں بہ یک زبان بولے تھے۔

❀......❀......❀

"اب میں کس منہ سے کرنل سے چھٹی مانگوں گا؟ لالے تو بڑا بے شرم اور ڈھیٹ انسان ہے۔" کیپٹن احمد شاہ نے باہر آتے ہی اسے لتاڑا تھا۔

"واقعی یار احمی یہ منہ تو اب تیرا چھٹی مانگنے کے قابل نہیں رہا اس سے جو مسکینی اور شرمندگی ٹپک رہی ہے ناں یہ کرنل صاحب کے دل میں نرمی کی بجائے مزید آگ لگادے گی۔ میری مان تو میرا منہ لے جا ادھار۔ دیکھ ذرا ایسا لگ رہا ہے جیسے گولڈ میڈل جیت کے آیا ہوں۔"

"بکواس بند کر......" کیپٹن احمد شاہ مزید تپ گیا تھا۔

"جا یار تو تو مجھ پر ایسے برس رہا ہے جیسے ساری غلطی میری ہے۔" کیپٹن اسفند علی اپنی کیپ درست کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر بولا۔

"تو تیری ہی غلطی ہے ناں ایک تو تو نے آدھا گھنٹہ میری گھڑی کا ٹائم پیچھے کیا۔ الارم دیر سے بجا اور پھر تجھے اٹھاتے اٹھاتے آدھا گھنٹہ مزید ضائع ہوگیا۔"

"میں نے مقررہ وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے کا الارم صرف تیری وجہ سے لگایا ہوا تھا کیونکہ تو اٹھنے میں آدھا گھنٹہ لگا دیتا ہے پر تو اس قابل ہی نہیں ہے آئندہ میں تیرا انتظار نہیں کروں گا۔"

"اچھا ناں یار بس کر یہ دیکھ ذرا لال ٹماٹر ہوگیا ہے غصے سے اب کیا پھٹنا ہے؟" کیپٹن اسفند نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔ جبکہ کیپٹن احمد اسے محض گھور کے رہ گیا۔

❀......❀......❀

ساڈا سنجڑاں دور ٹھکانڑاں
اساں مڑ کے کوئی نہیں آنڑاں
تسا روندیاں روندیاں راہنڑاں
اساں مڑ کے کوئی نہیں آنڑاں

"اسے دیکھ کتنا مست ہو رہا ہے؟ ڈیوٹی دے کے آیا ہے یا کسی میراثی کے پاس بیٹھ کے آیا ہے۔" کیپٹن اسفند نے کیپٹن زوہیر فہمی کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"ڈیوٹی دے کے آ رہا ہوں یا کسی میراثی کے پاس بیٹھ کے آ رہا ہوں پر کم از کم تیری طرح بے عزت ہو کے تو نہیں آیا ناں......" کیپٹن زوہیر نے بازوؤں کا تکیہ بنا کر لیٹتے ہوئے کہا۔

"اچھ...... چھا...... تو تیرے تک بھی خبر پہنچ گئی ہے۔ اس احمی کے بچے کو تو عزت بے عزتی کا کوئی خیال ہی نہیں ہے صبح سے نجانے کس کس کو بتا چکا ہے اور اب ڈائری لے کر بیٹھ گیا ہے اس میں یہ واقعہ "سنہرے حروف" میں لکھے گا تاکہ مرنے کے بعد بھی پیچھے رہ جانے والے کہیں اس خبر سے محروم نہ رہ جائیں۔"

"اگر تجھے اتنا ہی عزت بے عزتی کا خیال ہوتا ناں تو میرے ایک دفعہ اٹھانے سے ہی تو اٹھ جاتا پر تو تو سب گدھے گھوڑے وغیرہ وغیرہ بیچ کے سویا ہوتا ہے۔"

کیپٹن احمد شاہ نے ڈائری لکھتے ہوئے اسے حقیقت بتائی۔

"واقعی یار احمی میں نے گھوڑے تو سب بیچ دیئے ہیں بس دو گدھے رہ گئے ہیں۔" کیپٹن اسفند نے میٹرس بچھاتے ہوئے کہا اور وہ دونوں اس کی بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے اس پر چڑھ دوڑے تھے۔

❀......❀......❀

تیری یاد میں پل پل مرتا ہے کوئی
ہر سانس کے ساتھ تجھے یاد کرتا ہے کوئی
فرصت ملے تو تنہائی میں سوچنا
کتنی خاموش محبت تجھ سے کرتا ہے کوئی

نیالش سرفراز نے اپنی ڈائری میں رقم اس بند کو پڑھا اور مسکراتے ہوئے موتیا کا پھول اس میں رکھ دیا۔ اسے جب سے مائرہ شاہ سے یہ معلوم ہوا تھا کہ احمد شاہ کو موتیا کے پھول بہت پسند ہیں اس نے اگلے ہی دن اپنے ہاتھوں سے اس پودے کو گملے میں لگایا تھا۔ اسے ان پھولوں سے بے حد محبت ہوگئی تھی وہ اپنے دل کی ڈھیروں باتیں ان ننھے منے پھولوں سے کرتی تھی۔ اس نے احمد شاہ کی محبت

کو ایک قیمتی متاع کی طرح اپنے اندر چھپایا ہوا تھا۔ اسے یقین تھا محبت لفظوں کی محتاج نہیں ہوتی یہ دلوں سے دلوں تک کے فاصلے طے کرتی ہے اور وہ بھی ان فاصلوں کو دل کے ذریعے ہی طے کرنا چاہتی تھی۔ جبھی اس نے آج تک احمد شاہ سے اقرار نہیں کیا تھا۔ بس اسے پانے کے لیے اپنے ربّ سے اصرار کیا تھا۔

❀......❀......❀

"ماما جانی ایک ہفتہ تو گزر چکا ہے۔ احمی بھیا نہیں آئے۔" مائرہ سست روی سے چلتی ہوئی انیسہ بیگم کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔

"میرا تو دل خود بہت بے چین ہے بیٹا اللہ سب خیر کرے۔"

"ماما جانی فون......؟" مائرہ فون بیل کی آواز پر بھاگتی ہوئی لاؤنج کی طرف گئی۔ انیسہ بیگم بھی دل ہی دل میں دعا کرتے ہوئے کہ احمد کا فون ہو لاؤنج کی طرف بڑھ گئیں۔

"بھیا آپ آئے کیوں نہیں۔ میں اتنی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نہیں بولتی آپ سے۔" مائرہ بچوں کی طرح منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"ارے بھیا کی جان میں ضرور آتا لیکن کچھ مسائل کی بناء پر چھٹی کینسل کردی گئی...... صرف میری نہیں بلکہ تمام جوانوں کی چھٹیاں منسوخ کردی گئی ہیں لیکن تم فکر نہ کرو میں ایک ماہ تک ان شاء اللہ آجاؤں گا۔"

"کیا بھیا ایک ماہ......؟" مائرہ چلائی تھی۔

"بھیا میں آپ کو بے حد مس کر رہی ہوں۔"

"مجھے دو فون...... میں خود بات کرتی ہوں۔" انیسہ بیگم نے پریشانی سے مائرہ سے ریسیور لے لیا۔

"ہیلو بیٹا احمی...... خیریت ہے ناں سب بیٹا تم آئے کیوں نہیں؟"

"ماما جانی آپ بالکل بھی فکرمند نہ ہوں سب خیریت ہے ملکی حالات کا تو آپ کو علم ہے ناں بس اسی لیے فی الحال کرنل صاحب نے سب کی چھٹیاں منسوخ کردی ہیں لیکن آپ پریشان ہرگز نہ ہوں میں ایک ماہ تک لازماً چکر لگاؤں گا۔ بس آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔"

"میری دعائیں تو ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہیں بیٹا۔" انیسہ بیگم نے بے حد محبت سے کہا۔

"اچھا ماما جانی میری بات ذرا مائرہ سے کروائیں۔"

"اپنا بہت خیال رکھنا احمی یہ آ گئی ہے مائرہ کرلو بات۔"

"جی بھیا اب آپ یقیناً مجھ سے رپورٹ لینا چاہتے ہیں۔" مائرہ نے مسکراتے ہوئے احمد کو چھیڑا۔

"یہی سمجھ لو! جلدی شاباش اب ہو جاؤ شروع۔" احمد شاہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو پھر سنیں میرے پیارے بھیا! وہ آپ کو بہت مس کرتی ہے پر ظاہر نہیں کرتی، میں نے نوٹ کیا ہے آپ کی پسند مکمل طور پر اس کی پسند بن چکی ہے اور بھیا پتا ہے وہ اب زیادہ تر آپ ہی کے فیورٹ کلر میں نظر آتی ہے۔" مائرہ شاہ ایک پیشہ ورانہ کھوجی کی طرح احمد شاہ کو رپورٹ دے رہی تھی۔

❀......❀......❀

اقبال شاہ اور انیسہ بیگم کی شادی پسند سے ہوئی تھی۔ اقبال شاہ انیسہ بیگم کے فرسٹ کزن تھے دونوں گھرانوں کا ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا اس لیے بغیر کسی رنجش کے سب کی رضامندی سے یہ رشتہ طے پایا تھا۔ انیسہ بیگم اور اقبال شاہ کے دو ہی بچے تھے احمد شاہ اور اس سے چار سال چھوٹی مائرہ شاہ، اقبال شاہ آرمی میں ایک اچھے عہدے پر فائز اپنی خدمات سرانجام دے رہے تھے کہ ایک روز ایک روڈ ایکسیڈنٹ کی نذر ہوگئے۔ احمد اس وقت چھٹی کلاس کا طالب علم تھا۔ یہ صدمہ اسے کمزور کرنے کی بجائے مزید طاقت دے گیا تھا اسی لیے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ بھی اپنے والد کی طرح آرمی ہی جوائن کرے گا اور ان کے خوابوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا۔ انیسہ بیگم نے کمال حوصلے اور ہمت سے دونوں بچوں کو ماں اور باپ کا پیار دیا تھا۔ انہوں نے ان کی تربیت میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔

اسی لیے مائرہ اور احمد کو بھی انیسہ بیگم سے بے حد پیار تھا۔

❁......❁......❁

تمہاری یاد کی دنیا میں دن سے رات کروں
کسی کی بات چلے میں تمہاری بات کروں

"ہائے نیالش کیسی ہو؟" نیالش جو اپنے ہی خیالوں میں گم بیٹھی تھی۔ مائرہ کی آواز پر یکدم چونکی۔

"اوہ مائرہ تم؟ میں بالکل خیریت سے ہوں تم سناؤ؟" نیالش نے مسکراتے ہوئے اس کے بیٹھنے کے لیے چیئر آگے کی۔

"ارے ہر وقت اس ٹیرس میں بیٹھی رہتی ہو کبھی ہماری طرف بھی چکر لگا لیا کرو جب آؤں میں ہی آؤں۔" مائرہ نے شکوہ کناں انداز میں کہا۔

"نہیں مائرہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں تمہاری طرف چکر لگانے کا سوچ رہی تھی بہت دن ہوگئے آنٹی سے بھی ملاقات نہیں ہوئی۔ ان شاء اللہ ایک دو دن تک ضرور چکر لگاؤں گی۔" نیالش نے مائرہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے محبت سے کہا۔

"چلو دیکھیں گے جناب کہ تمہیں کتنا خیال ہے پڑوسیوں کا۔ ویسے پتا ہے نیالش میرا دل اداس ہے کل بھیا نے آنا تھا پر بدقسمتی سے ایک بار پھر ان کی چھٹی کینسل ہوگئی اب پورے ایک ماہ بعد آئیں گے۔" مائرہ شاہ نے احمد شاہ کے کہنے پر جان بوجھ کر نیالش سرفراز کو یہ اطلاع دی تھی تاکہ اس کے تاثرات جان سکے۔

"اچھا...... ارے کوئی بات نہیں مائرہ ایک ماہ گزرنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔ (جبکہ دل نے پرزور تردید کی تھی) ویسے بھی تم جانتی ہو ناں ان فوجیوں کی اپنی کوئی زندگی نہیں ہوتی۔ ان کی کمٹمنٹ وطن سے ہوتی ہے رشتوں سے نہیں۔ ہمیں تو اپنے ملک کے ان بہادر جوانوں پر فخر کرنا چاہیے جو کبھی بھی کسی رشتے کو اپنے پیروں کی زنجیر نہیں بننے دیتے۔ انہیں صرف ایک رشتہ اور ایک وعدہ یاد رہتا ہے وہ رشتہ جوان کا اس وطن سے ہے اور وہ وعدہ جو وہ اس پاک دھرتی کی پاک مٹی سے کرتے ہیں جسے ایفاء کرنے کے لیے اپنی جان بھی قربان کردیتے ہیں۔" نیالش کی آنکھوں میں آئی ہوئی نمی نے مائرہ شاہ پر اس کے دل کی کیفیت پوری طرح عیاں کردی تھی۔

❁......❁......❁

نیالش سرفراز ایک سادہ طبیعت کی بہت بھولی بھالی سی لڑکی تھی۔ خوب صورتی اسے ماں سے ورثے میں ملی تھی جبکہ شخصیت کا وقار اس نے اپنے والد سرفراز حیات سے چرایا تھا۔ وہ بلا کی ذہین لیکن اپنی مشرقی روایات کی دل وجان سے دلدادہ تھی۔ شاید اسی لیے آج تک وہ اپنے احساسات احمد شاہ کو نہ بتا سکی تھی۔ محبت کے بارے میں اس کی منطق بالکل انوکھی تھی گو کہ اسے کیپٹن احمد شاہ سے بے پناہ محبت تھی لیکن اس نے کبھی اسے مخاطب کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ حتیٰ کہ کبھی نظر بھر کے دیکھا بھی نہ تھا۔ بس وہ خود کو اس کے رنگ میں رنگنے لگی تھی، وہ خود کو اس کی شخصیت کے فسوں میں بے دست و پا محسوس کرتی تھی۔ اس کا یہ خیال تھا کہ محبت لینے کی شرط پر نہیں کی جاتی یہ صرف دینے کا نام ہے۔ وہ بھی اپنے حصے کی محبت بغیر کسی نفع یا نقصان کو مدنظر رکھتے ہوئے کیے جارہی تھی۔

❁......❁......❁

آج پورے ایک سو تیس دن ہوگئے ہیں اسے دیکھے ہوئے۔ نہ جانے کیسی ہوگی وہ؟ اتنا تو مجھے یقین ہے کہ وہ بھی میری طرح دنوں کو یوں ہی شمار کررہی ہوگی، لیکن وہ پگلی نہ جانے کیوں میرا سامنا کرنے سے کتراتی ہے؟ خیر بہت ہوگیا بس...... اب کی بار جب جاؤں گا تو موتیا کے پھولوں کا گجرا اس کے لیے لے کر جاؤں گا اور اپنے ہاتھوں سے پہناؤں گا اب کی بار اقرار وفا کر کے ہی لوٹوں گا۔ ہاں...... ایسا ہی کروں گا۔" کیپٹن احمد شاہ نے مسکراتے ہوئے ڈائری کو بند کیا۔

"یہ کی ہے ناں شیروں والی بات۔" کیپٹن اسفند علی کی آواز پر کیپٹن احمد شاہ نے چونک کر اپنے پیچھے دیکھا۔ (جہاں کیپٹن اسفند علی نہ جانے کب سے کھڑا اس کی ڈائری پر تحریر الفاظ پڑھ رہا تھا)

"کیا مطلب ہے تیرا؟" کیپٹن احمد شاہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ اچھی بیٹا اب اظہار محبت کر کے ہی لوٹیں۔" کیپٹن اسفند علی نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لالے تیرے جیسا ڈھیٹ شخص اس پوری دنیا میں کوئی نہیں ہوگا اگر کبھی ڈھٹائی کا ایوارڈ دیا گیا ناں تو ماں قسم میں جان پر کھیل کر بھی وہ ایوارڈ اس کے اصل اور حقیقی حقدار یعنی "کیپٹن اسفند علی" تک پہنچا کر ہی دم لوں گا اور میں تیری اس مثالی کارکردگی پر تجھے سیلوٹ پیش کروں گا۔" کیپٹن احمد شاہ نے باقاعدہ سیلوٹ مارتے ہوئے کہا۔ اس کے اس انداز پر کیپٹن اسفند علی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

❁......❁......❁

قربان ڈھنی دیا تاریا
روندا ڈھول گڈی تے چاڑیا
سنڑ دکھ میرے وے کوئی قلم سیاہی والا
سارے درداں چوں بھیڑا درد جدائی والا
قربان ڈھنی دیا تاریا
ماہی ٹر گیا ویڑا خالی اے
سنڑ دکھ میرے وے کوئی تارا سرگی دا
ہالے نی راضی سانوں رول کے مرضی دا

رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے سردیوں کی اس ٹھنڈی رات میں عجیب سی خنکی تھی۔ کچھ فوجی جوانوں نے بیرک سے باہر میدان میں لکڑیوں سے آگ جلائی ہوئی تھی۔ اپنوں سے دور اس ویرانے میں وہ اپنے اندر کی ویرانی اور اداسی کو دور کرنے کے لیے اکثر راتوں کو اس طرح کی محفل جمایا کرتے تھے۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی کیپٹن زوہیر فہمی اپنی مسحور کن آواز سے سب کو محظوظ کررہا تھا۔ کیپٹن احمد شاہ ان سے چند قدم کے فاصلے پر درخت سے

ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ پت جھڑ کا موسم تھا‘ ہلکی ہلکی سرد ہوا چل رہی تھی۔ اس کی گود میں سوکھے پتے بے آواز گر رہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے درخت اس کی قربت پر فخر محسوس کررہا ہو۔

کیپٹن احمد شاہ نے مسکرا کر درخت کی جانب دیکھا۔ جواباً درخت نے بہت سے پتے اس پر گرا دیئے۔ کیپٹن احمد شاہ نے بہت اپنائیت سے ان پتوں کو ایک طرف کیا اور ایک دفعہ پھر درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر محبت سے آنکھیں موند لیں۔ جیسے آخری بار اسے محسوس کرنا چاہتا ہو۔ کیونکہ علی الصبح انہوں نے ’دانا آپریشن‘ کے لیے روانہ ہونا تھا اس بات کی خبر سب کو آج ہی کرنل یعقوب کے توسط سے ملی تھی۔

❁......❁......❁

نیالش میری جان کیا ہوا؟“ عائشہ جو کسی کام سے نیالش کی طرف آئی تھی‘ اسے یوں روتا دیکھ کر بے حد پریشان ہوگئی تھی۔

”عاشی...... عاشی میرا دل بیٹھا جارہا ہے۔ یہ...... یہ دیکھو میرا موتیا مرجھا گیا ہے۔“ نیالش بری طرح سسک رہی تھی۔

”ارے نیالش پلیز یار سنبھالو خود کو‘ یوں بھلا ایک پودے کی خاطر بھی کوئی اتنا بے قرار ہوتا ہے؟“

”بات کسی پودے کی نہیں ہے عاشی...... بات...... بات میرے موتیا کی ہے۔ یہ کل تک بالکل ٹھیک تھا آج صبح جب میں ٹیرس میں آئی تو یہ تھوڑا تھوڑا مرجھایا ہوا تھا۔ میں نے فوراً اس کی کھاد بدلی۔ اسے تازہ پانی دیا‘ روشنی میں رکھا میں نے...... اس کو جلد سنبھالنے کی کوشش کی لیکن یہ مکمل مرجھا گیا ہے۔ یہ مرچکا ہے‘ عاشی۔“ اس کی آنکھوں سے آنسو کسی سیلاب کی مانند بہہ رہے تھے۔ نہ جانے کیوں اسے رہ رہ کر یہ خیال آرہا تھا کہ کیپٹن احمد شاہ خیریت سے نہیں ہے‘ اس کا دل اندر ہی اندر کٹ رہا تھا۔

”یااللہ اسے اپنی امان میں رکھنا۔“ اس کی آنکھوں سے بہت سے آنسو مرجھائے ہوئے پودے پر گرے تھے۔

حال یہ ہے کہ تیری یاد میں ایسی گم ہوں
سب کو میری اور مجھے تیری پڑی رہتی ہے!

❁......❁......❁

”آپ سب لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کو اس وقت درپیش کن مسائل کا سامنا ہے۔ جن میں سرفہرست دہشتگردی ہے۔ اپنی دھرتی ماں کی حفاظت ہماری اولین ترجیح ہے‘ ہم دشمن کی کسی بھی کوشش کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ خواہ اس کے لیے ہمیں اپنی جانوں کے نذرانے ہی کیوں نہ پیش کرنا پڑیں۔ آئی ایم رائٹ......“

”یس سر۔“ تمام جوانوں نے یک زبان ہوکر کرنل ارسلان خان کی تائید کی تھی۔

”کیپٹن احمد شاہ‘ کیپٹن اسفند علی‘ کیپٹن زوہیر فہمی اور دیگر فوجی جوان اور کرنل ارسلان خان کی قیادت میں ملکی دفاع کے لیے آج ہی سوات پہنچے تھے۔

اس وقت اس علاقے کے حالات بے حد خراب تھے۔ دشمن نے مقامی لوگوں کو یرغمال بنایا ہوا تھا۔ اسکول کالجز کو مورچہ کے طور پر استعمال کررہے تھے۔ وہاں کے مقامی لوگوں کا حلیہ اپنا کر وہ خود کو وہیں کا رہائشی ظاہر کرنے کی کوشش کررہے تھے لیکن ان کے پاس موجود جدید اسلحے اور مشینری اس بات کی واضح دلیل تھی کہ یہ سراسر بیرونی طاقت ہے جو کہ پاکستان کو بدنام کرنا چاہتی ہے۔ کیپٹن احمد شاہ کو دیگر فوجی جوانوں کے ساتھ ”دیرآپریشن“ کے لیے روانہ کردیا گیا تھا۔

”کیپٹن احمد شاہ نے روانگی سے قبل گھر فون کرکے اطلاع دے دی تھی اور انیسہ بیگم کو اس نے خصوصاً دعا کا کہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اترتا ہوا لہو اس بات کی واضح دلیل تھی کہ وہ دشمن کو کسی صورت بھی معاف نہیں کرے گا۔ وہ اپنے ملک کے اس سبز پرچم کو بے گناہوں کے خون سے لال نہیں ہونے دے گا۔ وہ قائداعظم کے پاکستان کو کسی صورت جھکنے نہیں دے گا۔ وہ پختہ عزم کے ساتھ آپریشن کے لیے روانہ ہوا تھا۔ جبکہ انیسہ بیگم اور مائرہ شاہ کی حالت ”کاٹو تو بدن میں لہو نہیں“ کے مصداق تھی وہ پل پل اس کے لیے دعاگو تھیں۔

❁......❁......❁

مرے چارہ گر کو نوید ہو‘ صف دشمناں کو خبر کرو
وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر‘ وہ حساب میں نے چکا دیا

”ماما...... ماما......“ مائرہ ہذیانی کیفیت میں چلائی تھی۔ انیسہ بیگم جائے نماز پر بیٹھی دعا مانگ رہی تھیں۔ مائرہ کے اس طرح چلانے پر دل پر ہاتھ رکھے لاؤنج کی طرف دوڑی تھیں۔

”ماما...... یہ نیوز سن رہی ہیں آپ؟“ نجی چینل پر نیوز اپ ڈیٹ آرہی تھی۔

”دیرآپریشن کامیاب‘ پاکستان کے قابل فخر سپوت کیپٹن احمد......“ انیسہ بیگم اس سے آگے کچھ نہ سن سکی تھیں وہ وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئیں۔

”آنٹی...... آنٹی...... مائرہ کیا ہوا؟“ نیالش اپنی پریشانی کم کرنے مائرہ کی طرف آئی تھی لیکن انہیں اس حال میں دیکھ کر بری طرح بوکھلا گئی تھی۔

مائرہ بھاگتی ہوئی اس کے گلے سے آلگی۔

”نیالش میرے احمی بھیا......“ وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ جبکہ نیالش کی نگاہیں نیوز چینل پر مرکوز تھیں۔ اسے اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔

”ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟“ اس کا دل کسی ننھے بچے کی طرح بلک رہا تھا۔

”وہ چلا گیا؟ جسے میں نے پایا ہی نہیں تھا ابھی؟“ وہ بری طرح ٹوٹ رہی تھی اردگرد سے بیگانہ......

”محبت کرنا تو انسان کے اختیار میں ہوتا ہے لیکن محبت کو پانا کسی کسی کے نصیب میں ہوتا ہے۔“

❁......❁......❁

کرو کج جبیں پر سر کفن‘ مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرور عشق کا بانکپن‘ پس مرگ ہم نے بھلا دیا

کیپٹن احمد شاہ کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کردیا گیا تھا۔ نہ صرف افواج پاکستان بلکہ اس دھرتی کا ہر نوجوان کیپٹن احمد شاہ کے اس عظیم کارنامے پر فخر محسوس کررہا تھا۔ کیپٹن احمد شاہ نے نہایت جوانمردی اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے ”مین اڈے“ کو تباہ کیا تھا‘ گولیوں کی بوچھاڑ اپنے سینے پر کھا کر وہ اس چوٹی پر اپنے وطن کا سرسبز وسفید پرچم لہرا گیا تھا۔“ کیپٹن اسفند علی‘ اور کیپٹن زوہیر فہمی کو اپنے دوست کے اس مثالی کارنامے پر رشک تھا۔

❁......❁......❁

جن کے عشق صادق ہیں وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پہ مہر خاموشی‘ دلوں میں یاد کرتے ہیں......!

دل قطرہ قطرہ لہو بن کر اس کی آنکھوں سے بہ رہا تھا۔ نیالش سرفراز...... کیپٹن احمد شاہ شہید کی قبر پر سر رکھے نہایت خاموشی سے اسے ترکیے جارہی تھی۔ جس شخص کی خاطر اس نے خود کو پورا پورا بدلا تھا وہ منوں مٹی تلے جاچھپا تھا۔ نیالش سرفراز نے خود کو جہاں میں تماشا نہیں بنایا تھا۔ بلکہ کمال ضبط سے اپنی محبت کو تمام یادوں سمیت اپنے دل میں دفن کردیا تھا لیکن آنسوؤں پر اس کا اختیار نہیں تھا جب یہ آنسو اسے بے حد مضطرب کردیتے تو وہ یہاں چلی آتی......!

واقعی سچا عشق انسان کو ٹوٹنے نہیں دیتا۔ کسی طور بکھرنے نہیں دیتا...... جن کے عشق صادق ہوتے ہیں وہ جدائی کو مسکرا کر سہہ لیتے ہیں لیکن لبوں پر حرف شکایت نہیں آنے دیتے۔

امید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

نیالش سرفراز نے بھی اسی امید پر خود کو سنبھالا تھا کہ ”یہ جہاں نہیں تو وہ جہاں سہی‘ جہاں ملن کے بعد کوئی جدائی نہ ہوگی۔“

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

رعیشاء خان...... ملتان

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ رحمٰن کی تلاوت کیا کریں۔

بی بی شمائلہ...... ہری پور ہزارہ

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ ترقی اور ویزے دونوں کے لیے پڑھیں روزانہ۔

ف س...... آزاد کشمیر

جواب:۔ آیات شفا 7 مرتبہ سرمہ پر دم کر کے رات کو لگایا کریں۔

رکاوٹ ختم کرنے کے لیے سورۃ اخلاص ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ۔

احمرین...... گلشن اقبال، کراچی

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ (جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں)

بعد نماز عشاء۔ سورۃ الفلق سورۃ الناس ایک ایک تسبیح روزانہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ (رکاوٹ/ بندش ختم کرنے کے لیے)

صدقہ دیں ہر ماہ گوشت کا۔ پچھلے تمام وظائف بند کردیں۔

عذرا سعید...... کوئٹہ

جواب:۔ (2) جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر دم کردیں چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

(3) وظیفہ پھر سے کریں۔

صدقہ خیرات کرتی رہا کریں۔ امتحان میں کامیابی کے لیے سورۃ قریش ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ پڑھیں۔

قرۃ العین...... پاکپتن

جواب:۔ سورۃ شمس 41 مرتبہ بعد نماز فجر، اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔

روزانہ پانی پر دم کر کے شوہر کو پلائیں۔ پڑھتے وقت مقصد بھی ذہن میں ہو۔ روزانہ ایک تسبیح استغفار 'ایک تسبیح درود شریف پڑھا کریں۔ دعا بھی کریں۔

شاہپور

جواب:۔ (۱) بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ اپنے شادی والے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

(۲) سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 21،21 مرتبہ بعد نماز مغرب۔ اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔

تنزیلہ...... گجرات

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف یہ سوچ کر پڑھیں اگر میرے حق میں یہاں بہتر ہے تو ہوجائے ورنہ کہیں اور جگہ سے رشتہ آجائے۔

مریم...... سرگودھا

جواب:۔ (۱) یالطیف یاودود 101 مرتبہ روزانہ پانی پر دم کر کے پلایا کریں۔ اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔

(۲) سورۃ قریش 111 مرتبہ بعد نماز عشاء اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ نوکری کے لیے۔

ک ز...... ہمدانی ٹریڈر، بارن موڑ

جواب:۔ جادو ہے۔

سورۃ عبس بعد نماز عشاء 3 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ پانی پر دم کر کے خود بھی پییں اور شوہر کو بھی پلائیں۔ صدقہ بھی دیں۔ (عمل کی مدت 3 ماہ) (پاکی میں کرنا ہے)

بی بی شمائلہ...... گوجرانوالہ

جواب: رشتہ کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان کی آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

سورۃ عبس بعد نماز عشاء 3 مرتبہ پڑھا کریں۔ پانی پر دم کر کے پورے گھر میں چھڑکاؤ کریں (حمام کے علاوہ)
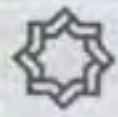
www.facebook.com/elajbilquran

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے جنوری ۲۰۱۴ء

نام ...... والدہ کا نام ...... گھر کا مکمل پتا ......

......

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں ......

biazdill@aanchal.com.pk

بیاضِ دل

میمونہ رومان

فصیحہ آصف خان...... ملتان

دسمبر کی کُہر میں ڈوبی دھند آلود شام میں
اپنی گمشدہ ذات کا نشان ڈھونڈتے ہیں

سباس گل...... رحیم یار خان

ہم کو جیوان گزارنے کے لیے
درد کا آسرا غنیمت ہے

کوثر ناز...... حیدرآباد

بہار کو خزاں میں بدلتے تم نے نہیں دیکھا
پیار کو ترستے لوگوں کو تم نے نہیں دیکھا
تمہیں کسی کے درد کا احساس بھی ہو تو کیسے
ہنستے ہوئے لوگوں کو روتے تم نے نہیں دیکھا

ثمرین کنول...... کراچی

وابستہ میری یاد سے کچھ تلخیاں بھی تھیں
اچھا کیا جو مجھ کو فراموش کردیا

حمنا انصاری...... کراچی

تم پاس نہیں ہو تو عجب حال ہے دل کو
یوں جیسے میں کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں

عمیر حسن...... کراچی

رات یوں دل میں تری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے
جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم
جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آجائے

آفرین...... فیصل آباد

غفلت کی ہستی سے آہ بھرنا اچھا
افعالِ مضر سے کچھ نہ کرنا اچھا
اکبر نے سنا ہے اہلِ غیرت سے یہی
جینا ذلت سے ہو تو مرنا اچھا

روبی علی...... سیدوالہ

اے میری زیست کے حاصل اب تو لوٹ آ دسمبر میں
یہ آنکھیں بس تیری ہی راہ تکتی ہیں اب تو لوٹ آ دسمبر میں
یہ چاند، یہ جگمگاتی چاندنی کچھ بھی نہیں بھاتا دل کو
تیرے سنگ گزری ہر شام بلاتی ہے اب تو لوٹ آ دسمبر میں

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

اے حسرتِ دیدار یہ کیا راز ہے آخر
کہ وہ سامنے آتے ہیں تو دیکھا نہیں جاتا

مدیحہ نورین...... برنالی

پھر نہ ہمت ہوئی سوالوں کی
اس قدر مختصر جواب ملا

امبر گل...... جھڈو سندھ

ہے دنیا وہی، وہی ہیں ہم، مگر تیرے بغیر
سونے سونے سے ہیں یہ شام و سحر تیرے بغیر
چھوڑ کر اس حال میں اے جانے والے
بوجھ کتنا ہے دل نادان پر تیرے بغیر

مسکان ملک...... چوٹالہ

تُو میں ہوا، میں تُو ہوا، تُو تن ہوا، میں جاں ہوا
اب کون ہے جو کہہ سکے تُو اور ہے میں اور ہوں

زائمہ خٹک، ریحانہ یاسمین...... میانوالی

محبت کی تسبیح دو ہی دانوں پر مشتمل ہے
جو آئے تیسرا دانہ یہ تسبیح ٹوٹ جاتی ہے

زوبی رانا...... شاہ کوٹ

چند خوابوں کے عطا کرکے اجالے مجھ کو
کردیا دنیا نے وقت کے حوالے مجھ کو
جن کو چوکھٹ سے میری سورج ملا کرتا تھا
اب وہ خیرات میں دیتے ہیں اجالے مجھ کو

شمع مسکان...... بستی بزدار

مجھے لہجے بدلنے سے ہمیشہ خوف آتا ہے کہ
لہجے جب بدلتے ہیں کوئی اپنا نہیں رہتا

عائشہ پرویز...... کراچی

ہلکی ہلکی سی زرد ہوا، ذرا ذرا سا دردِ دل
انداز اچھا ہے دسمبر تیرے آنے کا

ماروی مہک...... حاجی والہ

لوگ منتظر ہی رہے ہمارے ٹوٹ جانے کے
اور ہم ضبط کرتے کرتے پتھر کے ہوگئے

عاصمہ بٹ مان...... گوجرانوالہ

شدتِ درد سے شرمندہ نہیں میری وفا ساقی
جن سے رشتے گہرے ہوں وہ زخم بھی گہرے دیتے ہیں

عشا نور بلوچ...... نواب شاہ

ہر سزا قبول کی سر جھکا کے ہم نے
قصور بس یہ تھا کہ بے قصور تھے ہم

اقصیٰ زرگر، سنیاں زرگر...... جوڑہ

ہم حادثوں سے گر گئے محسن زمین پر
ہم رشکِ آسماں تھے ابھی کل کی بات ہے

صدف رامین...... دیوالیاں

ہم نے ہر سانس محبت پر فدا کی ہے
ہر دعا میں تیری چاہت کی التجا کی ہے
تم کیا کرو گے محبت کی انتہا
ہم نے تو ابتدا ہی انتہا سے کی ہے

قرۃ العین، صائمہ عنبرین...... دراین کلان

جو دل میں ہے آنکھوں کے حوالے نہیں کرنا
خود کو کبھی خوابوں کے حوالے نہیں کرنا
اس عمر میں خوش فہمیاں اچھی نہیں ہوتی
اس عمر کو وعدوں کے حوالے نہیں کرنا

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

نشہ ہے پیار کا طاری ہیں سب نظریں اسی جانب
نہ جانے کون ہے بن کے پہیلی رقص کرتی ہے
علی محبوب کے تجھ سے ستارے مل گئے ہیں اب
لکیروں نے کہا جب سے ہتھیلی رقص کرتی ہے

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور

زندگی تیرا بھی احسان کیوں رہ جائے
تُو بھی لے جا اس خاک سے حصہ اپنا

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

لہجۂ یار میں زہر ہے بچھو کی طرح
وہ مجھے آپ تو کہتا ہے مگر تُو کی طرح

رابعہ مبارک...... پتوکی

میں کیسے سرد ہاتھوں سے تمہارے گال چھوتا تھا
دسمبر میں تمہیں میری شرارت یاد آئے گی

عبدالرحمن...... کراچی

ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی نہ جانے ہم کہاں ہوں گے

فائزہ ناز...... کراچی

سانس تھم جاتی ہے پر جان نہیں جاتی
درد ہوتا ہے پر آواز نہیں آتی
عجیب لوگ ہیں اس زمانے میں
کوئی بھول نہیں پاتا اور کسی کو یاد نہیں آتی

ماریہ وسیم...... اللہ والا ٹاؤن، کراچی

بیتے ہوئے لمحوں کی یادیں سنبھال کر رکھنا
ہم یاد تو آئیں گے مگر لوٹ کر نہیں

زین الدین صدیقی...... کراچی

کچھ سوچنا چاہیے تھا تجھے ستم کرنے سے پہلے
میں تیری محبت نہیں تھا پر انسان تو تھا

عبدالرحمن مانی...... اکبر روڈ، کراچی

اب تو درد سہنے کی اتنی عادت سی ہوگئی مانی
جب درد نہیں ملتا تو بہت درد ہوتا ہے

مہک زبیر...... صدر، کراچی

آنکھوں پر اگر پلکوں کا جام نہ ہو
دور تک زندگی محبت کا دوسرا نام نہ ہو
وہ جو پھرتی ہے گلی گلی بے نقاب شوقِ آرزو
تو شہر کے لوگوں میں کیسے قتلِ عام نہ ہو
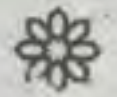
ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

لگن کی مچھلی

اجزاء:

مچھلی کے فلے (کوئی بھی لے لیں)	ڈیڑھ کلو
بڑی الائچی (پسی ہوئی)	ایک عدد
بھنا سفید زیرہ	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پسی ہوئی سونف	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پسی ہوئی مرچ	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پسا ہوا دھنیا	ڈیڑھ چائے کا چمچ
انار دانہ (پیس لیں)	دو چمچ
املی کا گودا	3 کھانے کے چمچ
ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا)	3 چمچے
نمک	حسب ذائقہ
تیل	تین کھانے کے چمچے

ترکیب:

جاذب کاغذ سے مچھلی کے ٹکڑے کو خشک کر لیں۔ ایک پیالے میں نمک، لال مرچ، دھنیا، زیرہ، سونف، الائچی اور انار دانہ ملا لیں۔ اس مصالحے کو مچھلی پر اچھی طرح سے لگا لیں۔ فرائنگ پین گرم کر کے مسالا لگے مچھلی کے ٹکڑے رکھیں اس کے اوپر ڈیڑھ چائے کا چمچ املی کا گودا اور ڈیڑھ کھانے کا چمچ گرم تیل ڈالیں۔ 5 منٹ مچھلی کے ٹکڑوں کو پلٹ کر باقی املی کا گودا اور باقی تیل ڈالیں اور دوسری جانب سے 5 منٹ پکانے کے بعد ڈش میں نکال لیں مزے دار مچھلی کو ہرے دھنیے سے سجا کر پیش کریں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں۔

عظمیٰ فرید...... ڈی آئی خان

فرائیڈ فش ٹوسٹ

اجزاء:

ڈبل روٹی	چند سلائسز
پیاز	ایک عدد (چھوٹی)
میدہ	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
مچھلی	ایک پاؤ (کانٹے نکال لیں)
انڈا	ایک عدد
سیاہ مرچ	چوتھائی چائے کا چمچ
اجینو موتو	آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:

سلائسز کے سخت کنارے کاٹ لیں اور ہر سلائس کو ۴،۴ حصوں میں کاٹ لیں۔ مچھلی، انڈے، میدہ، نمک، سیاہ مرچ، اجینو موتو اور پیاز کو اچھی طرح مکس کر کے پیسٹ بنا لیں۔ چھری کی مدد سے اس پیسٹ کو ہر سلائس پر ہموار پھیلا دیں۔ کھلے فرائنگ پین میں ایک انچ گہرائی تک تیل گرم کریں اور مچھلی والی طرف نیچے کر کے تل کر گولڈن کر لیں۔ پھر دوسری طرف سے ہلکی گولڈن کر کے نکال لیں۔ کیچپ کے ساتھ سرو کریں۔

مدیحہ بتول گوندل...... مانگٹ شیخوپورہ

فنگر فش

اجزاء:

مچھلی	آدھا کلو
(بغیر کانٹے کی چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں)	
پیپر کا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
کٹی کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
انڈا	ایک عدد
بریڈ کرمبز	حسب ضرورت
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچ
تیل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:

مچھلی کے ٹکڑوں میں انڈے، تیل اور بریڈ کرمبز کے علاوہ تمام مسالے اچھی طرح مکس کر لیں۔ پھر مچھلی کے ٹکڑوں کو انڈے میں ڈیپ کر کے بریڈ کرمبز میں رول کریں اور ڈیپ فرائی کر لیں۔

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد

شملہ مرچ بریانی

اجزاء:

مٹن	ایک کلو
چاول (باسمتی)	ایک کلو
لہسن کے جوئے	چھ عدد
ثابت دھنیا	ایک چائے کا چمچ
سونف	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
کالا زیرہ	ایک چائے کا چمچ
پیاز (کٹی ہوئی)	تین عدد
ٹماٹر (کٹے ہوئے)	چار عدد
شملہ مرچ (لمبائی میں کٹی ہوئی)	آدھا کلو
آلو (لمبائی میں کٹے ہوئے)	آدھا کلو
ہری مرچ (لمبائی میں کٹی ہوئی)	دو عدد
دہی	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
سرکہ	ایک کھانے کا چمچ
زردہ کا رنگ	چوتھائی چائے کا چمچ
لہسن ادرک کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
تیل	ایک پیالی

ترکیب:

گوشت میں ثابت لہسن، ثابت دھنیا، سونف، کالا اور سفید زیرہ اور نمک ڈال دیں۔ پانچ پیالی پانی ڈال کر گوشت گلنے تک پکائیں۔ گوشت گل جائے گوشت الگ کر لیں اور یخنی چھان لیں۔ ایک دیگچی میں تیل گرم کر کے پیاز کو براؤن کریں۔ لہسن ادرک پیسٹ ڈال دیں۔ شملہ مرچ ڈال کر دو منٹ تک فرائی کریں۔ اس کے بعد آلو اور ٹماٹر ڈال دیں۔ ساتھ ہی دہی، لال مرچ ڈال کر دو منٹ تک بھونیں۔ گوشت ڈال کر بھونیں۔ ساتھ ہی ہری مرچیں بھی ڈال دیں۔ اس کے بعد چاول ڈال دیں۔ یخنی کا پانی ڈال کر تیز آنچ پر پکائیں جب پانی خشک ہو جائے تو زردہ کا رنگ تھوڑے سے پانی میں گھول کر ڈال دیں۔ سرکہ ڈال کر پندرہ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ سلاد اور رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

نازش نور...... گجرات

اسپیگھٹی سی فوڈ کے ساتھ

اجزاء:

مچھلی	آدھا کپ
جھینگے (پکے ہوئے)	آدھا کپ
زیتون کا تیل	تین چائے کے چمچے
پیاز (باریک کٹی ہوئی)	ایک عدد
لہسن پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر کا پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
سلاد کا پتہ	ایک عدد
لیموں کا رس	ایک چائے کا چمچ
سرکہ	ایک چائے کا چمچ
مکھن	دو چائے کے چمچے
نمک اور کالی مرچ	حسب ذائقہ
پودینہ (سوکھا)	ایک چائے کا چمچ
اسپیگھٹی	دو کپ (ابال لیں)
شکر	دو چائے کے چمچے

ترکیب:

ایک برتن میں تیل گرم کریں۔ اس میں لہسن اور پیاز ڈالیں چھ سے سات منٹ تک پکائیں یہاں تک کہ پیاز نرم ہو جائے۔ مچھلی، جھینگے، ٹماٹر کا پیسٹ، لیموں کا رس، سرکہ، نمک، شکر اور سیاہ مرچ کو پیاز میں شامل کر لیں اور پانچ منٹ تک پکائیں۔ اس کے بعد ابلی ہوئی اسپیگھٹی میں مکھن شامل کر دیں۔ چکن، نمک اور پسی ہوئی کالی مرچ چھڑک دیں۔ اسپیگھٹی کو ایک کھلے منہ کے برتن یا پیالے میں نکال لیں ساتھ ہی مچھلی اور جھینگے ڈال کر پودینہ چھڑک دیں اور سرو کریں۔

مصباح رانی.....کراچی

لینٹل سوپ

اجزاء:۔

مسور کی دال	ایک کپ
پیاز	ایک عدد
ٹماٹر	دو کپ (جوس)
چاول	آدھا کپ
گھی	دو کھانے کے چمچے
پانی	چھ کپ
نمک، سیاہ مرچ	حسب ذائقہ
ہرادھنیا، ہری مرچ	حسب پسند

ترکیب:۔

پیاز کو باریک کاٹ کر گھی میں ہلکا براؤن کریں۔ پیاز براؤن ہو جائے تو مسور کی دال اور چاول صاف کریں اور دھلے ہوئے ڈال کر پانی میں ملائیں اور ان سب اشیاء کو آدھا گھنٹہ تک پکنے دیں۔ جب پانی چار کپ رہ جائے اور دال چاول گل کر ملائم ہو جائیں تو ٹماٹر کا جوس اور نمک ملا دیں اور چند منٹ دھیمی آنچ پر پکائیں۔ سوپ گاڑھا ہونے لگے تو سیاہ مرچ، ہرادھنیا اور ہری مرچ بیج نکال کر باریک باریک کٹی ہوئی ڈال دیں اور گرم گرم پیش کریں۔

حنا آفتاب.....کراچی

چکن کوک ٹیل سوپ

اجزاء:۔

چکن	آدھا کلو
ٹماٹر	ایک عدد
شلغم	ایک عدد
لہسن	چھ جوے
ملائی	تین کھانے کے چمچے
ادرک	ایک ٹکڑا
نمک	آدھا چائے کا چمچہ
سیلری	تھوڑی سی
گاجر	ایک عدد
پیاز	دو عدد
میدہ	تین چائے کے چمچے
گھی	آدھا کپ
دار چینی	ایک ٹکڑا
سیاہ مرچ	آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب:۔

چکن کو دو کلو پانی میں آگ پر رکھ دیں۔ اس میں ایک عدد پیاز، ٹماٹر، ادرک، لہسن، نمک مرچ اور دار چینی کا ٹکڑا ڈال کر پکائیں۔ پکتے ہوئے سوپ میں شلغم چھیل کر دو ٹکڑے کر کے ڈال دیں اور گاجر کے بھی دو ٹکڑے کر کے ڈال دیں۔ دو گھنٹہ کے بعد چکن کو نکال کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں اور سوپ کو چھان کر الگ دیگچی میں ڈال دیں۔ ایک فرائی پین میں پیاز کو براؤن کریں اور اسے سوپ میں ڈال دیں پھر میدہ اسی فرائی پین میں بھون کر سوپ میں تھوڑا تھوڑا ڈال کر ملائیں اور اس سوپ کو دوبارہ آگ پر رکھ دیں اور سیلری بھی ملا دیں۔ پکتے ہوئے آمیزے میں ملائی پھینٹ کر ڈال دیں اور اپنی پسند سے سوپ کو گاڑھا کر کے پیش کریں۔

کنول فرید.....لسبیلہ، کراچی

کوکونٹ اینڈ کارن فرائیٹرز

اجزاء:۔

تازہ بھٹے	دو عدد
بادام	چار عدد
لہسن کا جوا	ایک عدد
پیاز (چار ٹکڑے کر لیں)	ایک عدد
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
تیل	دو سے تین کھانے کے چمچے
انڈے (پھینٹ لیں)	تین عدد
ناریل (پسا ہوا)	آدھا کپ
ہری پیاز (باریک کاٹ لیں)	ایک کھانے کا چمچہ
نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

ابلتے ہوئے پانی میں بھٹوں کو ڈال کر آٹھ منٹ تک پکائیں۔ پانی میں سے بھٹے نکال کر ہلکے ٹھنڈے کر لیں اور ایک تیز دھار چاقو کی مدد سے دانے الگ کر لیں۔ بادام، لہسن، پیاز اور دھنیا پاؤڈر باریک پیس کر پیسٹ بنا لیں۔ فرائنگ پین میں تیل گرم کر کے پیسٹ ڈال کر خوشبو آنے تک تلیں۔ اب اس تلے ہوئے پیسٹ کو پھینٹے ہوئے انڈوں میں شامل کر دیں۔ ساتھ ہی انڈوں میں ناریل، ہری پیاز اور ہرا دھنیا ڈال دیں۔ نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر اور بھٹے کے دانے بھی ملا دیں۔ باقی تیل کو ایک فرائنگ پین میں گرم کر کے اس میں بھٹے کے دانوں اور ناریل والا آمیزہ ایک بڑا چمچہ ڈالیں اور دونوں طرف سے گولڈن براؤن ہونے تک تلیں ایک وقت میں صرف تین سے چار فرائیٹرز تلیں۔ سرونگ پلیٹ میں نکال کر گرم گرم سرو کریں۔

عائشہ ناز.....ملتان

چکن کوکونٹ سوپ

اجزاء:۔

مرغی کا گوشت	500 گرام
(بون لیس چھوٹے ٹکڑے کٹوالیں)	
مرغی کی یخنی	ڈھائی کپ
کوکونٹ ملک	ڈیڑھ کپ
تیل	ایک چائے کا چمچ
تازہ سرخ مرچیں	دو عدد
(بیج نکال کر باریک کاٹ لیں)	
لہسن کے جوے	دو عدد (کوٹ لیں)
ہری پیاز	ایک عدد (باریک کاٹ لیں)
تھائی فش سوس	دو کھانے کے چمچے
لیمن گراس	ایک ڈنٹھل
(ہر پرت کو الگ کر لیں)	
ادرک	ایک انچ کا ٹکڑا
(باریک سلائس کاٹ لیں)	
شکر	ایک چائے کا چمچ
کیفر لائم کے پتے	چار عدد
مٹر	چار کپ
ہرا دھنیا (چوپ کر لیں)	تین کھانے کے چمچے

ترکیب:۔

ایک بڑے سوس پین میں تیل گرم کر کے اس میں سرخ مرچیں اور لہسن ڈال کر دو منٹ تلنے کے بعد ہری پیاز ڈال کر دو منٹ تلیں۔ اب سوس پین میں مرغی کی یخنی اور کوکونٹ ملک ڈال کر ابال لیں اس کے بعد گوشت، تھائی فش سوس، لیمن گراس، ادرک، شکر اور کیفر لائم کے پتے ڈال کر ڈھک کر پندرہ منٹ تک پکائیں وقتاً فوقتاً چمچ چلائیں۔ اب سوس پین میں مٹر ڈال کر تین منٹ تک پکائیں۔ لیمن گراس نکال کر الگ کر دیں۔ سرو کرنے سے پہلے ہرا دھنیا ڈالیں۔

مسز تابش.....سکھر

فرائی کلیجی

اجزاء:۔

کلیجی	آدھا کلو
لال مرچ	دو چائے کے چمچ
ادرک لہسن	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
دہی	دو کھانے کے چمچ
پسا بھنا زیرہ	ایک چائے کا چمچ
قصوری میتھی	ایک چائے کا چمچ
ہرا دھنیا	حسب ضرورت
ہری مرچیں	حسب ضرورت

ترکیب:۔

کڑاہی میں تیل ڈالیں۔ پھر اس میں کلیجی، ادرک، لہسن، نمک، لال مرچ اور زیرہ ڈال کر بھون لیں۔ آخر میں ہرا دھنیا، قصوری میتھی اور ہری مرچیں ڈال کر فرائی کریں۔ تیار ہوتے پر کھانے کے لیے پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء.....کراچی

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

مدیحہ کنول سرور......چشتیاں

سوال: میرے چہرے پر دانے نکلے تھے جو میں نے دبا کر نکال دیئے جس کی وجہ سے میرے چہرے پر کالے نشان پڑ گئے ہیں پلیز کوئی ایسا حل بتادیں کہ میرے چہرے سے نشان اتر جائیں؟

جواب: دن میں 2 مرتبہ پاؤڈر کا دودھ پانی میں گھول کر پابندی سے لگائیں۔

نورین شفیع......ملتان

سوال:۔ السلام علیکم! آپی جی میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر گرمیوں میں دانے نکلتے ہیں' سردیوں میں بالکل بھی نہیں نکلتے جو داغ چھوڑ جاتے ہیں' میری رنگت صاف ہے مگر داغ کی وجہ سے چہرہ مدہم پڑجاتا ہے' داغ صرف گالوں پر ہیں۔ پلیز کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ میرے داغ ختم ہوجائیں اور دو تین ماہ بعد میری شادی ہے پلیز چہرے اور ہاتھ پیروں کی رنگت نکھارنے کے لیے کوئی ٹوٹکہ بتائیں' چہرے کی چمک بھی ختم ہوگئی ہے اور بال گرنا بند کرنے کے لیے بھی کچھ بتائیں؟

جواب:۔ پاؤڈر کا دودھ پانی میں گھول کر چہرے اور ہاتھوں پر لگائیں۔ بالوں کے لیے ناریل کا تیل جڑوں میں لگائیں۔ میدہ اور دہی ایک ایک چمچہ ملا کر پیسٹ بنالیں دن میں ایک مرتبہ لگائیں۔

رعیشاء خان......ملتان

سوال:۔ مسئلہ نمبر 1۔ میرے بال موروثی طور پر لمبے اور پیارے ہیں اور گھنے بھی تھے لیکن اب ان کا گھنا پن ختم ہوتا جارہا ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں پلیز آپ کوئی ایسا شیمپو بتائیں جس سے میرے بال اور زیادہ لمبے' پیارے اور گھنے ہوجائیں۔

مسئلہ نمبر 2۔ میری عمر 24 سال ہے' میری اور میری بہن کے چہرے اور جسم کی جلد بہت صاف تھی اب کچھ عرصہ سے جلد کا رنگ بھی کالا ہوتا جارہا ہے اور تل بھی نکلنا شروع ہوگئے ہیں پلیز ان کا حل بتائیں؟

مسئلہ نمبر 3۔ میرے ساتھ سب سے بڑا مسئلہ میرے ہاتھ پیروں پر دانے نکلنے کا ہے جو 3 سال سے ہیں' درمیان میں دس اور پندرہ دن کے لیے ختم ہوجاتے ہیں اور پھر دوبارہ اسی جگہ پر موٹے اور گندے دانے نکلنا شروع ہوجاتے ہیں پلیز ان سے نجات کا بھی کوئی طریقہ بتادیں۔

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1۔ سیکا کائی صابن استعمال کریں۔

مسئلہ نمبر 2۔ دہی میدہ ملا کر لگائیں۔

مسئلہ نمبر 3۔ ہومیو ڈاکٹر سے رجوع کریں ماہانہ خرابی کی وجہ ہوسکتی ہے۔

رملہ ایمل......جہلم

سوال:۔ میری بہن کا مسئلہ ہے کہ اس کے چہرے پر دانوں کی وجہ سے سوراخ سے بن گئے ہیں پلیز کوئی گھریلو ٹوٹکہ ہے تو بتائیں۔ عمر 25 سال ہے' دوسرا مسئلہ میری بڑی بہن کا ہے جن کا پیٹ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے' چار بچے ہیں چاروں آپریشن سے ہوئے ہیں' عمر 35 سال ہے۔

میری بہن جس کا دانوں کا مسئلہ ہے اس کی آئلی جلد ہے اور میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال بہت روکھے اور خشک ہیں پلیز کوئی حل بتائیں جس کے کرنے سے بالوں میں چمک آجائے اور میں شیمپو استعمال کرتی ہوں' سیون ہربل کیا یہ میرے بالوں کے لیے ٹھیک ہے؟

جواب:۔ بادام دودھ میں پیس کر لگائیں۔

نہار منہ پیٹ کے بل لیٹیں فرش پر روزانہ 15 منٹ۔

کنڈیشنز استعمال کریں' تیل لگائیں اور سیکا کائی شیمپو استعمال کریں۔

عذرا سعید......کوئٹہ

سوال:۔ میرا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر (گالوں اور ناک) بہت زیادہ چھائیاں ہیں جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں' میرے اوپری ہونٹ اور ماتھے کا حصہ آئلی اور باقی چہرہ خشک ہے پلیز کوئی آسان سا نسخہ یا کریم بتادیں تاکہ چھائیاں ختم ہوسکیں۔

پہلے میری رنگت قدرے صاف تھی جبکہ اب دن بہ دن رنگ کالا ہوتا جارہا ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں' کوئی آسان سا اور ایسا علاج بتائیں جس سے میرا رنگ جلدی گورا ہوجائے۔

تیسرا مسئلہ میرے بالوں کا ہے میرے بالوں میں بہت زیادہ خشکی ہے' جس کی وجہ سے سر میں شدید خارش ہوتی ہے' میرے بال خشک ہیں۔ بال بہت گرتے ہیں اور بڑھتے بھی بالکل نہیں ہیں اور اتنے ہلکے ہیں کہ سر دھونے کے 10 یا 15 منٹ تک سیدھے رہتے ہیں اس کے بعد ٹیڑھے ہوجاتے ہیں جو کہ بہت بُرے دکھائی دیتے ہیں' اتنے ہلکے ہیں کہ چٹیا بھی نہیں بنتی میں نے بہت سی چیزیں ٹرائی کی ہیں کدو' آملہ' ریٹھا' سیکا کائی' زیتون' ناریل اور کسٹر آئل بھی استعمال کر کے دیکھ چکی ہوں۔

جواب:۔ فیس فریش کریم ایک عدد' آرچی کریم دو عدد ملا کر لگائیں لگانے کے بعد دھوپ میں نہ نکلیں۔

سیکا کائی کا صابن استعمال کریں' خالص سرسوں کا تیل استعمال کریں۔

سارہ چوہدری......ملتان

سوال:۔ میری عمر 26 سال ہے' جسم کا رنگ بے حد گورا ہے مگر چہرہ' ہاتھ' پاؤں اتنے گورے نہیں ہیں۔ آپ نے بتایا تھا کہ فیس کی تھریڈنگ کے بعد سرسوں یا بادام کے آئل سے مالش کرلی جائے تو بالوں کی گروتھ کم ہوجاتی ہے مگر میں نے کسی سے سنا ہے کہ تھریڈنگ کے بعد فیس پر کچھ بھی لگایا جائے تو نشان پڑجاتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ میں کافی عرصہ سے Fiawless White فیس واش استعمال کررہی ہوں۔ آپ مجھے رنگ گورا اور کلین کلیئر اسکن کرنے والی کوئی اچھی سی کریم بتادیں جو میں نائٹ میں استعمال کروں۔ میں آپ کو اپنے پاس موجود تمام چیزوں کے نام بتاتی ہوں' آپ ان کا طریقہ استعمال بتادیں؟

Whiting Mask

Deep Cleansing Mask

Almond & Cucumber Mask

جواب:۔ ماسک ہفتے میں ایک دفعہ استعمال کریں۔

کلینز سب سے پہلے پھر مساج کریں پھر اسکرب اس کے بعد ماسک استعمال کریں ہفتے میں ایک دفعہ۔

کلینزنگ رات کو روزانہ کریں۔

روزانہ ہاتھوں اور پیروں پر مساج کریم لگائیں پھر کوئی سا ٹرماسک لگائیں۔ ویکس کی اسٹرپ آتی ہے اوپری ہونٹ پر کرلیا کریں۔

دعا......عارف والا

سوال:۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا کلر قدرتی وائٹ ہے لیکن میرے بازو' ہاتھ' پاؤں اور گردن گندمی ہے پلیز مجھے کوئی اچھا سا لوشن بتادیں جس سے میری ساری باڈی کا رنگ یکساں ہوجائے اور میری اسکن آئلی ہے اور باقی جسم خشک ہے۔ میری اسکن وائٹ ہے لیکن بالکل صاف شفاف نہیں ہے اس کے لیے بھی کچھ بتادیں' میری اسکن پر چھوٹے چھوٹے داغ اور دانے ہیں پلیز کوئی حل بتائیں۔

جواب:۔ فیس فریش کریم استعمال کریں۔ کریم لگا کر دھوپ میں نہ نکلیں۔

سارہ کنول......کورنگی' کراچی

سوال:۔ میں نے آپ کو پہلے بتایا تھا کہ میرے سر میں خشکی اور بال بے رونق ہیں' خارش ہوتی ہے آپ نے مجھے Dove ڈیمج تھروپی ڈرائنس شیمپو بتایا تھا اور تلسی کے پتے' نیم کے پتے سے نہانے کو کہا تھا مجھے صرف Dove ڈیمج تھروپی شیمپو ملا لیکن اس میں ڈرائنس نہیں ہے اور نہ ہی مجھے تلسی کے پتے ملے لہٰذا میں نے اس سے سر نہیں دھویا Dove ڈیمج تھروپی شیمپو سے نہ صرف میرے بال پتلے ہوگئے ہیں بلکہ گرنے بھی زیادہ لگے ہیں' آپ مجھے کوئی ایسا شیمپو بتائیں جس میں نقصان کم ہو اور میرے بال بھی سلکی رہیں۔ میں تارامیرا کا تیل استعمال کررہی ہوں اس کے استعمال سے خشکی اور خارش دونوں کم ہیں' یہ تیل میرے بالوں اور خارش' خشکی کے لیے فائدہ مند ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ آج تک پارلر نہیں گئی کیونکہ میری جلد بہت زیادہ حساس ہے اس لیے میں کوئی کریم بھی استعمال نہیں کرتی' مجھے فوراً الرجی ہوجاتی ہے۔ آپ مجھے کوئی طریقہ بتادیں جو میری جلد کی مناسبت سے ہو۔

جواب:۔ پارلر جائیں تو ان کو بتادیں کہ میری جلد حساس ہے۔

آپ پاؤڈر کے دودھ میں عرق گلاب ملا کر لگائیں۔

غزل

ہمارے درمیاں کچھ بھی نہیں تکرار حائل ہے
دلائل سب دیئے لیکن وہی انکار حائل ہے
کہانی تو بہت ہی خوب صورت موڑ پر جاتی
مگر اب کیا کریں خود مرکزی کردار حائل ہے
سمندر سے کنارا دور بھی اتنا نہیں لیکن
کبھی طوفان رستے میں کبھی منجدھار حائل ہے
کبھی باتیں پرانی ہیں ملن کی اس کہانی میں
وہی دنیا، وہی رسمیں، وہی دیوار حائل ہے
تمہارے اور میرے بیچ میں دوری نہیں کوئی
تمہاری ضد ہے باقی اور مرا پندار حائل ہے

سیما غزل

اداس شامیں

سردیوں کی اداس شامیں
دھند میں لپٹی ہوئی شاموں کی طرح
اکثر اداس ہوتی ہیں
کچھ موسم کی خنکی بھی
کچھ دل کی ویرانی بھی
کچھ حسین یادیں بھی
تو کچھ خوب صورت باتیں بھی
سوچتی ہوں میں اکثر
کچھ تو کہوں میں اس سے
کہ
دسمبر کی کہر آلود فضا میں
میں اب بھی
بند آنکھوں کے دریچوں میں
تجھی کو دیکھتی ہوں اکثر
اور صرف تجھی کو سوچتی ہوں
کہ
کہاں چلا گیا ہے تو
سرسراتی ٹھٹھرتی ہواؤں کی طرح
کہاں ڈھونڈوں میں تجھے
میرے سامنے ہر طرف بس اک دھند سی چھائی ہے
دکھائی کچھ نہیں دیتا
لوٹ آؤ نا اب تو
کہ
یہ آنکھیں اب
تیری دید کی طلب گار ہیں بہت......!

علمہ اشمشاد حسن...... کورنگی، کراچی

نظم

سب کہتے ہیں میرے یار
ایک برس کے موسم چار
سردی گرمی خزاں بہار
پانچواں موسم پیار کا موسم
چاہت کے اظہار کا موسم
اس موسم میں ملے تھے ہم تم
پھولوں جیسے کھلے تھے ہم تم
کتنے اچھے دن تھے وہ بھی
کتنی حسین تھیں وہ راتیں
مہکے مہکے لہجے میں وہ
خوشبو جیسی تیری باتیں
پھر نجانے کیا ہوا تھا
کس کی نظر بد لگی تھی
ہم دونوں ہی اتر گئے تھے
پیار کی گہری دلدل میں

فریدہ جاوید فری یوسف زئی...... لاہور

شام دلسوز، کہر اور دسمبر

ٹھٹھرتی سرد شاموں میں
کہر کے دھند لکے میں لپٹی وحشتوں کے ہمراہ
تمہارے بعد ٹھہرے ہم سفر
شام دلسوز، کہر اور دسمبر
تمہارے ساتھ سے تمہاری یاد تک
تمہارے عکس سے پرچھائی تک
میری نظروں میں پنہاں
عکس تیرا ابھی رو پڑا
کہ جب رویا دسمبر......
اور بھیگی پلکوں پر جان لیوا
بوندیں......
تمہاری یادوں کے زخموں پہ
اپنا نرم مرہم رکھتی جائیں
اور اکیلا بالکل تنہا کرتی جائیں
اور میں......
اکیلے چاند کے ہمراہ
اپنی کھڑکی کے دریچے سے ٹیک لگائے
کافی کے ہمراہ......
یہ چاند بادلوں کی آنکھ مچولی کے کھیل میں گم ہوں کہ
پل بھر کو ہی سہی اپنا غم بھول ہی جاؤں!

سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

نظم

دسمبر کی سرد یخ بستہ راتوں میں
جانے کیوں تم مجھے یاد آتے ہو
میرے دل میں غم پل گئے
تیری اک بے رخی سے
بات تو بہت معمولی سی مگر تم نے الجھا دی تکراروں سے
میں نے تم کو کہا تھا نا کہ نہ جاؤ مجھے چھوڑ کر
بن تیرے اکیلے جی نہ پاؤں گی
تیری خاطر سب کو چھوڑ دیا
دل کی مانی تھی اور تیرا ساتھ دیا
دسمبر کی سرد راتوں میں
تم یاد آتے ہو
ایک بار تو بتاؤ کیا نام دوں تم کو
بے وفائی کا کہ دل دکھائی کا
کیا کہوں گی سب کو کیا بتاؤں گی
کہ تو نے میری انا کو خرید لیا
کہ یہ بتاؤں گی
میرا ہم سفر میرا ہم دم زندگی بھر کا ساتھ نبھانے والا
آخر میں یہ کہہ گیا کہ
تیرا رستہ الگ ہے
میری منزل اور ہے
جب یہ کہا تم نے تو
آنسو قطرہ قطرہ بن کے
رخسار پہ بہہ نکلے
برف کی صورت بن گئے
آؤ اگر تم دیکھ سکو تو
تمہارے دیئے دکھ نے
کیا حالت کر دی ہے
مگر نہیں تم کو عادت ہے
مجھے ستانے کی
یہی تو تم چاہتے تھے
کہ میں گھٹنے ٹیک دوں
تم آ کے میری حالتِ زار
اب دیکھو......!
یہ عالمِ شکستگی اور تنہائی
کہ جانے کیوں تم مجھے یاد آتے ہو
ان دسمبر کی سرد راتوں میں

عاصمہ اقبال...... عارف والا

غزل

دل کی ہوتی ہیں ترجمان آنکھیں
راز کرتی ہیں یہ عیاں آنکھیں
اپنے ہونٹوں کو سی لو لیکن

ہو نہیں سکتی بے زباں آنکھیں
کچھ تو چہرہ بتا ہی دیتا ہے
اور کچھ کرتی ہیں بیان آنکھیں
مجھ سے پوچھے کوئی سر محفل
اتنی پیاری ہیں میری جاں آنکھیں
تُو ستارہ ہے چاہتوں والا
اور تیری مہکی کہکشاں آنکھیں
میں جو مدہوش ہوگیا رانا
ہوگئیں مجھ پر مہرباں آنکھیں
قدیر رانا......راولپنڈی

لمحہ فکریہ
معصوم سے پھول روز بکھرتے ہیں
روز اک نیا تماشا ہوتا ہے
خوشبو کو چرانے والے لٹیروں کا
شاید اپنا قانون فرعونیت ہوتا ہے
جہاں آنسو بے مول ہوتے ہیں
جہاں ممتا دو کوڑی کی رہ جاتی ہیں
جہاں انصاف غفلت کی نیند سوتا ہے
وہاں مجرم جاگتا ہے جرم ناچتا ہے
کون جانتا ہے
میرے وطن کی ننھی کلیوں کو
کس آگ سے گزرنا پڑتا ہے
بے شمار شیطانی چہروں سے
نمٹنا پڑتا ہے
کیا کبھی بھی وقت سکون نہیں آئے گا
کیا کبھی بھی کوئی اپنا فرض نہیں نبھائے گا
ہم کس دست مسیحائی کے منتظر ہیں
اپنا لہو بہے تو اپنا ہے
اپنی جاں جلے تو دکھ اپنا ہے
بیٹیاں اور کلیاں تو سب کی سانجھی ہوتی ہیں

تو پھر دوسروں کی کلیاں روندنے پر
صرف دکھ کیوں مناتے ہیں؟
کیوں قیامت تک ساتھ نہیں نبھاتے ہیں؟
میری کہانی کا قصہ تو وہ ننھی پریاں بھی ہیں
میری محبت کا حصہ وہ پریشان مائیں بھی ہیں
جن کے در و دیوار کو
ہوس کے پجاریوں کی دیمک چاٹ گئی
اب زندہ لاشیں چاروں اور محو رقصاں ہیں
تم دیکھو تماشا صرف ہم تو اسیر زنداں ہیں
رہائی کے منتظر، صدیوں سے ویراں ہیں
جو بھی ہو رہا ہے اس پر حیران ہیں
شاعرہ: شکیلہ انجم طارق......لاہور

غزل
پہن کے نکلا ہے یہ کون دلبری کا لباس
چمن میں نکھرا ہوا ہے کلی کلی کا لباس
بکھر رہی ہے اسی سے خلوص کی خوشبو
کسی نظر میں جو میلا ہے مفلسی کا لباس
لہو کا رنگ تو سب کا ہر ایک جیسا ہے
ہر ایک جیسا نہیں ہے ہر آدمی کا لباس
دلوں میں نام و نشاں جس کا اب نہیں ملتا
وہی خلوص ہے دنیا میں آدمی کا لباس
تمہاری یاد کے جگنو اندھیری راتوں میں
بدن پر اوڑھ کے پھرتے ہیں چاندنی کے لباس
میں اس طرح سے تمنا تمہاری کرتا ہوں
اندھیرا چاہتا ہے جیسے روشنی کا لباس
اک آفتاب مسرت کی روشنی سے ابھی
کروں گا چاک میں ہر غم کی تیرگی کا لباس
نگاہیں پھیرنے والے کا غم نہ کر عاطر
کرے گا اور بھی عریاں یہ بے رخی کا لباس
رانا حنیف عاطر......جھنڈو

وقت
کچھ لمحے
کچھ گھڑیاں
نہ چاہتے ہوئے بھی
بڑی چاہت سے ہم نے
تیرے انتظار رائیگاں میں گزارے ہیں
فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

زندگی کی راہ میں
اے زندگی
تیری راہ میں تیری چاہ میں
ہم نے کیا کھویا بھول جا
تیری آرزو میں
کتنے بکھر گئے خواب میرے
ہم نے کیا پایا بھول جا
وفا کی رہ گزر پر چلتے چلتے
کتنا ہمیں درد ملا
کتنی لگیں چوٹیں بھول جا
کیسے گزاریں وہ شب ہجراں ہم نے
کتنے ملے دن وصل کے
ہم کتنے تڑپے درد میں بھول جا
اے زندگی بھول جا
ہر درد، ہر اذیت، ہر بے رخی، بے دردی
نارسائی، رسوائی، جدائی
سب بھول جا اے زندگی
ہم تجھے تیری ہر خطا ہر غلطی معاف کرتے ہیں
مگر فقط تجھ سے اتنی سی التجا ہے
مجھے بس وہ اک شخص لوٹا دے
جو مجھے تجھ سے بھی بڑھ کر عزیز ہے
ساریہ چوہدری......ڈوگہ گجرات

غزل
عجب داستانیں تھیں پہلے لوگوں کی
غیرتیں مر گئی ہیں اب کے لوگوں کی
دشمنوں سے ہاتھ ملانے والوں
داستانیں پڑھا کرو پہلے کے لوگوں کی
بھائی کو بھائی نہیں سمجھتے ہیں اب
عزتیں گھٹ گئی ہیں اب کے لوگوں کی
امیری کے باوجود مفلسی رکھتے تھے خلفاء
دولت سے ہٹتی نہیں نظریں لوگوں کی
اے خدا عجب قصے سننے میں آتے ہیں
ہوس میں ٹوٹ رہی ہیں تلواریں لوگوں کی
دلکش مریم......چنیوٹ

مگر......!
کبھی آ کہ تو دیکھ اک نظر
میرے روز و شب ہو رہے ہیں کیسے بسر
ہوں تو بظاہر میں شاد و مسرور سی
آنکھ میں کاجل لب پر مسکان بھی
دل بھی چپ چاپ دھڑکتا ہے
مگر
جانے کیوں اک تیرے بدل جانے سے
میرا ہر لفظ روتا ہے
بشریٰ باجوہ......اوکاڑہ

غزل
عشق کے امتحان سے گزری تھی
جب تیرے آستاں سے گزری تھی
مجھ کو معلوم ہی نہیں کل میں
کون سے آسماں سے گزری تھی
قید ہوں اس مکاں میں اب تک
روشنی جس نگاں سے گزری تھی
بے خطر میں فقط تمہارے لیے
آگ کے دریا سے گزری تھی

ایک دن آنسوؤں کو لے کے غزل
میرے تیرے گلستاں سے گزری تھی
غزالہ جلیل راؤ......اوکاڑہ

غزل

جیون بھر کی بات کرو تو اچھا لگتا ہے
بس پل دو پل کا ساتھ کہاں اچھا لگتا ہے
گو ہر موسم کا رنگ ہے اپنا پھر بھی جانے کیوں
مجھے ساون رُت میں تم سے ملنا اچھا لگتا ہے
جب آنکھ ہو نم اور ساتھ تمہارا مجھ کو مل جائے
سینے سے لگ کر پھر مجھ کو رونا اچھا لگتا ہے
یہ قسمیں وعدے سارے مجھ کو جھوٹے لگتے ہیں
ہاں عشق جتانا جھوٹا سچا اچھا لگتا ہے
سویرا فلک......کراچی

غزل

زندگانی گردشِ حالات کی دہلیز پر
بے بسی ہے اب ہماری ذات کی دہلیز پر
پھر بھرا سا جسم ہے اور خوف آنکھوں میں بہت
میں اکیلا رہ گیا برسات کی دہلیز پر
کون میری زندگی کو زخم اتنے دے گیا؟
سوچتا ہوں جب کبھی خدشات کی دہلیز پر
جگنوؤں کا شہر میری ایک مٹھی میں رہا
اب اندھیرا رہ گیا ہے ہاتھ کی دہلیز پر
اک ستارہ جگمگایا زندگی میں اس طرح
رو پڑا ہوں آج میں بھی رات کی دہلیز پر
میں تو اپنی ہار پر بھی خوش رہا ہوں دوستو!
ہنس پڑا ہوں میں تو اپنی مات کی دہلیز پر
میں محبت کی تمنا کرسکوں گا کس طرح؟
چپ کھڑا ہوں آج میں جذبات کی دہلیز پر
راشد ترین......مظفر گڑھ

محبت قرض کی صورت
تیری مقروض ہے جاناں
محبت کے سفر میں ساتھ میرے تم چلو جاناں
جہاں لمبی مسافت میں کئی دشواریاں ہوں گی
وہاں الفت کی ٹھنڈی چھاؤں تیرے ساتھ میں ہوں گی
وہاں پر بارش ہوں گی
جو میرے بھیگے لہجے کی حسین ترجمان ہوں گی
وہاں پر چاہتوں کے گیت ہم تم مل کے گائیں گے
نہ کوئی رنجش ہوں گی
نہ کوئی فاصلے ہوں گے
چلو اب مان جاؤ نہ
محبت کے سفر میں ساتھ میرے تم چلو جاناں
شمع ناز زوہیب......کراچی

غزل

زادِ رہ لے کے یادوں کی تنویر میں
گمشدہ راستوں کا ہوں راہگیر میں
اُس سے کہہ دو کہ لے جائے آنکھیں مری
اُس کی دل میں سنبھالوں گا تصویر میں
گاؤں اُجڑا ہُوا پھر سے آباد ہو
اِک حویلی کروں ایسی تعمیر میں
پھر خوشی شرم سے منہ چھپاتی پھرے
بانٹ دوں گر یہاں غم کی جاگیر میں
کوئی بتلائے بھی کیا خطا ہے مری
کس لیے سہہ رہا ہوں یوں تعزیر میں
مجھ کو دی ہے امانت میاں قیس نے
عشق! تیری بڑھاؤں گا توقیر میں
مرے دشمن تسمیں باندھ کر ہیں کھڑے
اب کہ ارشد اُٹھاؤں گا شمشیر میں
ارشد محمود ارشد

dkp@aanchal.com.pk

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

دسمبر کے مہکتے گلاب چہروں کے نام

فرسٹ آف آل تمام آنچل فرینڈز کو مابدولت کا سلام! تمام آنچل فرینڈز کے لیے بیسٹ وشز میری طرف سے۔ مائی ڈیئر بگ برادر (بہادر خان) تیم دسمبر کو آپ کی سالگرہ ہے میری طرف سے آپ کو بہت بہت مبارک ہو اور دعا ہے آپ ہمیشہ خوش ہنستے مسکراتے رہیں۔ ڈیئر سوئٹی سائرہ 17 دسمبر کو آپ کو بھی سالگرہ مبارک ہو اور ہاں دانی کی طرف سے بھی ہنی پھوپو کو ڈھیر سارا پیار۔ مائی موسٹ فیورٹ رائٹر سمیرا شریف طور 26 دسمبر کو آپ کی سالگرہ پر آپ کو میری طرف سے مبارک باد۔ ڈھیر سارا پیار ڈھیروں دعائیں اور نیک تمنائیں قبول ہوں۔ ڈیئر فرح! آپ کیسی ہو دعا ہے ہمیشہ ہنستی مسکراتی اور خوش رہو۔ مائی کیوٹ اینڈ سوئٹ بھانجے بلال 15 دسمبر کو آپ کو بھی سالگرہ مبارک ہو۔ بھیا اینڈ بھابی اور بجو اور اسماعیل بھائی آپ لوگوں کو شادی کی چوتھی سالگرہ مبارک ہو اور دعا ہے اللہ تعالیٰ سے آپ لوگ ہمیشہ شاد و آباد رہو۔
صدیقہ خان......باغ AK

دوستوں اور اپنوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل رائٹرز' ریڈرز اور آنچل اسٹاف کیسے ہیں آپ سب لوگ؟ سب سے پہلے تو میں ان تمام دوستوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ جو وقتاً فوقتاً مجھ ناچیز کو یاد کرتی رہتی ہیں۔ ڈیئر فرینڈز میں آپ سب کی محبتوں کی دل سے قدر کرتی ہوں جن میں سرفہرست نوشین اقبال صاحبہ ہیں (میں تم سے سخت ناراض ہوں)۔ کرن وفا' فرح طاہر' بشریٰ باجوہ (ڈیئر بشی! آنچل میں یاد کرنے کا شکریہ)۔ ظل ہما' نادیہ اظفر' حمنہ سحر' زنیرہ طاہر' سباس گل' شمع مسکان' طیبہ نذیر اور بھی وہ سب دوستیں جن کے نام ابھی مجھے یاد نہیں آرہے۔ نادیہ جہانگیر' ثمرین حبیب' سدرہ سحر عمران' سمیرا شریف طور' ارم گل' سائرہ پرواکرن' سائرہ لنگڑیال' شاہدہ سحر' سندس' صدف اینڈ تنزیلہ ہاشمی' سیدہ نسبت زہرہ اور گڑیا کیمروڈ پنکا اور وہ سب پیاری پیاری دوستیں جن کی خوب صورت تحریریں آنچل کی زینت ہوا کرتی تھیں ان سے مجھے یہ ہی کہنا ہے کہ پتا نہیں زندگی کے کتنے دن باقی ہیں تو پلیز آپ سب لوٹ آئیں کہ میں آپ سب کی منتظر ہوں۔ 2 دسمبر کو نبیلہ عزیز اور ظل ہما اور 15 دسمبر کو سعدیہ اسلم آرائیں فرام جھنگ آپ تینوں کو اپنی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو میری دلی دعا ہے کہ سدا خوش رہو (آمین)۔ ڈیئر سوئٹ' کیوٹ اینڈ لولی بھتیجے ایان رحیم لودھی 5 دسمبر کو تمہاری بھی سالگرہ ہے تمہیں بہت بہت مبارک ہو ڈیئر ایان مجھے ایسا لگتا ہے کہ تمہیں دیکھے ہوئے نجانے کتنا عرصہ بیت گیا ہے مجھے تم سب لوگ ہی بہت یاد آتے ہو پلیز لوٹ آؤ ہم سب تمہارے منتظر ہیں سب کے لیے دعا گو آپ کی اپنی۔
امبر گل......جھڈو سندھ

ارم صبا کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ ارم؟ امید ہے آپ بالکل ٹھیک ہوں گی' ارم میں نے سوچا میں آپ کی شادی کی مبارک ایک نئے انداز میں دیتی ہوں۔ دسمبر میں آپ کی شادی ہے تو میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دے اور بہت سی محبتیں آپ کا نصیب بنیں' آمین۔ میری بہت سی نیک تمنائیں اور نیک دعائیں آپ کے لیے ہیں کہ میری یہ پیاری سی گڑیا اپنی آنے والی نئی زندگی میں اس طرح خوش رہے کہ دنیا رشک کرے آپ کے نصیب پر۔ سارے دکھ اور غموں کے بادل کہیں چھپ جائیں اور غموں کی ہوا کا گزر بھی نہ ہو آپ کی زندگی کے قریب سے آمین ثم آمین۔ آپ خوش رہا کرو اور مجھے شادی کے بعد بھول مت جانا۔ مجھے یاد رکھنا اپنی دعاؤں میں کرن اور ماہ نور کو سلام۔ اپنا بہت سا خیال رکھنا۔
شمع مسکان......جام پور

آنچل فرینڈز کے نام

شازیہ فاروق احمد' منیبہ نواز' فریدہ جاوید' فریحہ کنول' فوزیہ احسان رانا' بشریٰ باجوہ' نوشین اقبال نوشی' کیسی ہیں آپ سب؟ آپ سب کی تحریریں پڑھ کر مجھے عجیب سی راحت محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں اور طاقت عطا فرمائے اور آپ سب ہمیشہ خوش و خرم رہیں آمین۔
پروین افضل شاہین......بہاولنگر

آمنہ نثار' آنسہ طارق اور اقرا ایمن کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ سب ٹھیک ہوں گی آنسہ آپ کو بہت مبارک ہو آپ کے بھائی آگئے ہیں اور ہاں آنسہ! اپنی دوست نفیسہ سے بات کرلو ٹھیک ہے ناں اور ایمن آپ سناؤ؟ اچھے سے پڑھا کرو اگر میری کوئی بھی بری لگی ہو یا لگی ہو تو پلیز آئی ایم سوری اور آنسہ کو بھی' ہمیشہ خوش رہو آپ دونوں۔ آمنہ نثار میں نے جو کچھ لکھا اور کہا بالکل سچ پر مبنی تھا' معاف کردینا مگر ناراض مت ہونا اور مجھے غلط مت سمجھنا میں بری ضرور ہوں مگر اتنی بھی نہیں کبھی ناراض مت ہونا۔ سندس! مجھے ڈر تھا کہ تم ناراض ہوگئی ہو وہی ہوا کالج کے فرسٹ ڈے ہی کہا کہ آئی ایم اینگری ود یو' فاری تم بہت اسپیشل ہو اور رہو گی اوکے۔ میں ضد کرنا چھوڑ دوں گی' ان شاء اللہ۔ تم بہت اچھی ہو اور یونہی ہنستی رہا کرو اچھے بچوں کی طرح۔
اقرا اکبر......سانگلہ ہل

عزیز از جان نائلہ پری کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو پری؟ میں جانتی ہوں ٹھیک ہو پھر بھی آنچل کے ذریعے پوچھا۔ سوات میں رہتے ہوئے تمہیں اور کراچی کو بہت یاد کررہی ہوں۔ تمہارا گفٹ ملا نہیں پھر بھی پہلے سے ہی

شکریہ۔ تمہیں بہت یاد کر رہی ہوں اور تم سے بہت پیار کرتی ہوں پری! آنچل کے سب سویٹ لکھاری اور قاری بہنوں کو سلام۔ انجیشلی سمیرا اینڈ نازی جی! شکریہ۔

نادیہ علی...... سوات

آپی رابعہ اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! امید ہے سب ٹھیک ہوں گے سب سے پہلے میری سویٹ سی جانو آپی رابعہ میری بیسٹ فرینڈز اقراء اور مدیحہ نومبر میں آپ تینوں کا برتھ ڈے تھا آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ زندگی کے کسی لمحے جب امید کی روشنی کم پڑے تو گھبرایئے گا نہیں یاد رکھیے گا کہ زمین کے کسی گوشے میں میرے دو ہاتھ آپ کے لیے ہمیشہ دعا گو ہیں۔ اس کے بعد آنچل فرینڈز ساریہ چوہدری، شاہ زندگی (آپ کافی نٹ کھٹ لگتی ہو میری طرح ہے نا؟) آج سے دونوں کی دوستی ایک دم پکی والی سباس آپی (آپ سے میں بہت ناراض ہوں اب تک جواب نہیں دیا) حمیرا عروش، فصیحہ آصف سب کو ڈھیروں دعائیں۔ ڈیئر شمع مسکان کیا آپ مجھ سے دوستی کرو گی پلیز جواب ضرور دیجیے گا اور ہاں مائدہ میرا نام نہیں ہے یہ میری بڑی بہن ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ آپ سب ہمیشہ خوش رہیے آمین، دعاؤں کی طلب گار آپ کی اپنی بہن اور دوست۔

علیزہ شمشاد حسین...... کورنگی، کراچی

میرب نور اور آنچل قارئین کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو سب آنچل قارئین! آپ لوگ مجھے نہیں پہچانو گی کیونکہ میں بالکل نئی لکھاری ہوں مگر آنچل کے تمام لوگ مجھے اپنے لگتے ہیں میری صرف ایک خاص دوست ہے جی ہاں میرب نور کیسی ہو تم؟ حیران ہو رہی ہو کہ یہ کہاں سے آ گئی ارے بھئی تمہیں خوش کرنے کے لیے سوچا تمہیں سرپرائز دے دوں، دعا ہے کہ ہمیشہ خوش رہو۔

پریشے گل...... راجن پور

سویٹ سوفی خان اور ارتقی غزل کے نام

سلام میری پیاری فرینڈز اور سسٹرز! کیسی ہیں آپ سب میں خیریت سے ہوں اور امید کرتی ہوں کہ تم دونوں بھی ٹھیک ٹھاک ہوگی آنچل کے ذریعے میں آپ لوگوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ میں آپ سے بہت بہت زیادہ پیار کرتی ہوں۔ اللہ پاک سے ہمیشہ آپ کے لیے دعا کرتی ہوں اللہ پاک آپ کو زندگی کی ہر خوشی عطا کرے آپ کے دل کی مرادیں پوری ہوں، غم تکلیفیں اور پریشانیاں آپ سے کوسوں دور رہیں، مجھے بھی اسی طرف اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا صرف اور صرف آپ کی۔

رانی خان...... چھتر، آزاد کشمیر

شمائلہ نوید اور تمام فرینڈز کے نام

السلام علیکم! شمائلہ نوید کیسی ہو یار! شادی مبارک۔ میری دعا ہے کہ سدا خوش رہو آمین۔ میری سویٹ بلبلوں مومنہ، ایمان، لائبہ، نورین، شانی، زینب، نامرہ، شاکرہ، عائشہ، عطیہ، انونہ، نادر، اسدرہ کو سلام۔

شمائلہ یاسمین...... نامعلوم

آنچل فرینڈز کے نام

فریدہ جاوید فری، فریدہ خانم، نوشین ناز اختر اور ثوبیہ یاسر فرام اوکاڑہ آپ سب کیسی ہیں، میری طرف سے ہزاروں دعائیں اور ڈھیروں پیار۔

کوثر اعجاز چوہدری...... للیانی، ضلع قصور

عروسہ شہوار رفیع، شاہ زندگی اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسے ہو آپ سب؟ یقیناً فٹ فاٹ ہوں گے۔ ڈیئر سب سے پہلے تو عروسہ شہوار سے عروسہ رفیع ہونے پر بہت بہت مبارک باد ہو اور ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو نئی زندگی کی شروعات میں ڈھیروں خوشیاں نصیب ہوں۔ عروسہ شہوار اور شاہ زندگی آپ دونوں کا بہت بہت شکریہ ہماری دوستی قبول کرنے کا آپ کی محبتوں اور دعاؤں کے ہم احسان مند ہیں اور عروسہ شہوار آپ کا جواب پڑھ کر تو دل بہت خوش ہوا آپ نے تو ہماری پہلی ہی پکار پر اتنی محبت سے جواب دیا کہ جس کا ہمیں یقین نہیں تھا اور زندگی آپ کی بیماری کے بارے میں جان کر بہت دکھ ہوا اور اس بات پر خوشی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت اور تندرستی عطا کی ہمیشہ خوش رہیں اور آنچل کے لیے لکھتی رہیں اور نادیہ فاطمہ رضوی، ظل ہما، ام ثمامہ، شمع مسکان، ام مریم، نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور کیا آپ سب کو ہماری جیسی پیاری فین اور مخلص دوستوں کی دوستی قبول نہیں ہے ہم جانتے ہیں کہ آپ سب کی بہت مصروفیات ہیں اور اگر آپ کا دل ہمارے سے دوستی کرنے کا چاہتا ہے تو اپنی مصروفیات میں سے کچھ وقت ہمارے لیے نکال کر اپنے جواب سے ضرور آگاہ کیجیے گا۔ عاصمہ تبسم اور شبنم آپ دونوں بھی ہمیشہ خوش رہیے آخر میں جہاں رہیں خوش رہیں، اللہ حافظ۔

قرۃ العین، صائمہ ثمرین...... دار بن کلاں

7 اسٹار فرینڈز آنچل کے ستاروں کے نام

السلام علیکم! آنچل کے چمکتے دمکتے ستاروں اور 7 اسٹار فرینڈز کیسے ہو آپ سب؟ ڈیئر طیبہ نذیر (پرنسز) تم انہیں ملیے گا کیا میں آپ کو پرنسز بلا سکتی ہوں کیونکہ تم مجھے بالکل کسی شہزادی کی طرح لگتی ہو۔ اس کے بعد باربی ڈول (ریحانہ راجپوت) یار کمال ہے دوستی کرکے پھر بھول جانا کوئی تم سے سیکھے۔ دوستی کی آفر کرکے بالکل ایسے غائب ہوگئی ہو آنچل سے جیسے گدھے کے سر سے سینگ (اللہ اللہ شاید بُری مثال دے دی) سوری باربی ڈول یا یوں کہہ لیں جیسے پھول سے خوشبو پلیز یار کوئی ریپلائی کرو۔ اللہ کرے تم خیریت سے ہو، عظمیٰ فرید وش یو بیسٹ آف لک اور عظمیٰ تمہیں بھی میں بہاروں کی ملکہ کا ٹائٹل دینا چاہتی ہوں اگر پسند آئے تو ریپلائی کرنا اگر پسند نہ آئے تو بھی ریپلائی کرنا دوست! حمیرا عروش کہاں مصروف ہو؟ مصروفیت میں سے کچھ وقت ہمارے نام بھی کر دو ڈیئر! سارہ چوہدری یار ام مریم نے آپ سے دوستی کرلی اور آپ نے ہوا تک نہیں لگنے دی۔ نیناں شاہ ڈیئر نیناں! تم چاہے کوئی ریپلائی نہ کرو مگر تم مجھے پھر بھی عزیز ہو۔ نیناں تم ہمیشہ خوش رہو۔ ام فروا (لو آر سو سویٹ، کیوٹ) آئی ریلی مس یو۔ تم سے تمہارے ساتھ گزارے دن مجھے کبھی بھی بھول نہیں سکتے، تم بہت اچھی ہو اوکے جی ہمیں اجازت دیں اللہ حافظ۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

ساتول کے نام

السلام علیکم! سچ ہے جس منزل کے ملنے کا گمان تک نہ ہو، جس تک پہنچنے کا ہر رستہ کانٹوں سے پُر ہو۔ جس کا نام و نشان تک واضح نہ ہو اور جس منزل کے رستے پر چلتے چلتے اپنا سب سے قیمتی اثاثہ کھو بیٹھے ہوں وہی منزل جوں جوں قریب آتی ہے انسان بے یقین ہوتا جاتا ہے اور میں بھی اسی بے یقینی کی قید میں ہوں اور کیوں نہ ہوں میں نے منزل بھی تو چاند کو بنا لیا تھا اور اب وہی چاند میری ہتھیلیوں پر ہے اور میں بس اسے بے یقینی سے تکے جا رہی ہوں۔ میری زندگی کا روشن چاند میرے بخت کا ستارہ میری جھولی میں آ پڑا ہے اور میں پل میں وہ سب بھولی ہوں جتنا کچھ بھی تیرے لیے گنوایا تھا ہاں میں نے بہت کچھ گنوایا تمہاری خاطر، وہ سب کچھ گنوا دیا جو زندگی نے اب تک مجھے سونپا تھا مجھے وار کیا تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ جو پایا وہ اس سب سے کہیں بڑھ کے ہے اب تو بس یہی دعا ہے کہ میرے بخت کا ستارہ سدا چمکتا رہے۔ میرا چاند ہمیشہ محبت کی لو سے روشن رہے اور مجھ پر اپنی ٹھنڈی کرنیں نچھاور کرتا رہے آمین ثم آمین۔

چندا شیخ...... ملتان

خاص دوستوں کے نام

السلام علیکم! میری پیاری دوستوں کیسی ہو سب؟ میری جان ابا بیل آپ بہت انمول ہو۔ انابیہ علی گڈ گرل عائشہ ملک میں آپ سے ناراض ہوں پکی پکی۔ بشریٰ باجوہ بہت اچھی ہو آپ۔ چندا مثال، صبا خان، فصیحہ آصف سلام قبول کرو۔ فروا کال پک کیا کرو اوکے، حمنہ تم بہت سویٹ ہو۔ عفت، جاناں اور کرن وفا بہت مصروف ہوتی ہو آپ کیوں؟ ام کلثوم اور ام مریم خود بھی ناچیز کو یاد کرلیا کرو۔ کرن شاہ کیا بات ہے آپ کی یار! امرحل کہاں کھوگئی ہو، نیناں شاہ خوش رہو، نوشی ٹائم نکالا کرو میرے لیے بھی۔ سلمیٰ کم سویا کرو، صنم ناز تم کمال ہو جی ثنا نواز اسی اوکے۔ امید چوہدری، شمائلہ، سدرہ، شگفتہ خان، ظل ہما، زنیرہ، زرتاشہ ہمیشہ مسکراتی رہو۔ شمع مسکان، نورین شاہد، فاخرہ، کول، انیس نیا، سلام کیسی ہو سب؟ شاہ زندگی لاڈو ملک یاد کرو مجھے اوکے۔ پلوشہ گل، کوٹ ادو دوستی قبول منظور بھولنا مت آپ سب مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

مسکان...... قصور

پیاری بہن، بھانجی بھانجے اور آنچل قارئین کے نام

السلام علیکم! تمام قارئین آنچل کو میرا سلام۔ سب سے پہلے میری بہن اور بھانجی بھانجے (آپی شمیم بتول، علیشاء عمران، زیان عمران اور بھائی عمران، انگلینڈ) آپ سب کو میری طرف سے سب گھر والوں کی جانب سے سلام۔ فوزیہ سلطانہ مجھے اپنے گروپ میں ایڈ کرنے کا اتنی اہمیت دینے کا شکریہ۔ ان شاء اللہ ہمیں بھی اپنی سوچ سے مختلف نہیں پاؤ گی میری فرینڈز بشریٰ باجوہ، ام مریم (گڑیا) اریبہ شاہ اور ثوبیہ مرزا کو سلام۔ میری وہ پرانی فرینڈز جو آنچل کے توسط سے بنی نادیہ یاسمین، نائلہ اشفاق (کہاں گم ہوگئی ہو یار) نورین شاہد، ریحانہ راجپوت، عالیہ، شمشاد، صباحت مرزا کو سلام اور آخری میسج ان کے نام جو ابھی فرینڈ نہیں بنیں ان سے جواب کا التماس ہے۔ سیدہ کنزیٰ زین، ثمرن چوہدری، اقصیٰ سنیاں، زرگر، حیا عباس، شاہ زندگی، فریحہ شبیر، پری چوہدری اور اقصیٰ چوہدری (گجرات) آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔ میری وہ فرینڈز جو میرے گاؤں کی، اسکول کالج کی ہیں۔ نورین اقبال، ثومیہ زمان، رضوانہ انور اور زرتاشیہ (دولت نگر) آپ سب کو سلام۔

سارہ چوہدری...... ڈوگہ، گجرات

اونگی بونگی کزنز اور سویٹ دوستوں کے نام

ہیلو میری بونگی کزنز کیسی ہو سب؟ میرا خیال ہے کہ سب چڑیلیں ٹھیک ہوں گی۔ لگتا ہے چڑیلیں لقب پسند نہیں آیا مگر یار یہ سچ ہی تو ہے (ہاہاہا)۔ مائی سویٹ فرینڈ اقراء، ساجدہ اور کرن کہاں گم ہو یار؟ ہمیشہ خوش رہو ہنستی مسکراتی رہو اور سدرہ ناز (سویٹی) مریم افتخار، عنبرین، صائمہ تم سب کہاں مر کھپ گئی ہو؟ یار رابطہ کرو مجھ سے۔ آپ سب کے ساتھ گزرا ہوا وقت بہت یاد آتا ہے مجھے اور ہاں پروین افضل شاہین میں نے آپ کے میاں جانی پرنس افضل شاہین کا لیٹر جنگ سنڈے میگزین میں پڑھا تھا، بہت ہنسی آئی پڑھ کر۔ مدیحہ نورین (برنالی) اور زنیرہ طاہر (بہاولنگر) تم سے دوستی کی درخواست ہے، جواب ضرور دینا۔ باقی تمام آنچل اسٹاف تمام ریڈرز، رائٹرز کو میرا ڈھیروں سلام دعاؤں میں ضرور یاد رکھنا آپ سب کی اپنی۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! نبیلہ نازش، سباس آپی، عظمیٰ شاہین، صائمہ طاہر سحر، کیا حال چال ہیں؟ عظمیٰ اینڈ صائمہ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے میرا دوستی کا بڑھایا ہوا ہاتھ تھام لیا۔ عظمیٰ ڈیئر آپ کی نظم بہت پسند آئی آپ بھی میری طرح پاکستان سے بہت محبت کرتی ہیں، نبیلہ کہاں غائب ہو؟ یار آپ سے بہت ساری باتیں کرنے کو دل کرتا ہے اور پتا ہے میں نے اپنے گروپ کا نام "سچیاں محبتاں گروپ" رکھا ہے کیسا لگا؟ ضرور بتایئے گا۔ خوشبو کیف، رابعہ مفتی، شاہ زندگی، کنول شاہین، راحیلہ بشیر، ام سلمیٰ بخاری، شہناز اقبال، رضیہ خان، عظمیٰ قادر، سعدیہ، سعدیہ ایند مریم آپ لوگوں نے میرے پیغام کا جواب نہیں دیا۔ اک بات کہوں محبتوں کو ٹھکرانا کفران نعمت ہوتا ہے۔ رابعہ رحمان عارف والا موسٹ ویلکم سچیاں محبتاں گروپ میں۔ فصیحہ آپی چلو کوئی گل نئیں ویسے آپ شاعری بہت اچھی کرتی ہیں۔ صبا نواز بھٹی سندھ، شمع مسکان جام پور، طیبہ افضل، سونیا کنول نین چکوال، نائلہ خان ملتان، صدیقہ خان آزاد کشمیر، طیبہ نذیر شادیوال، شمع فیاض تونسہ شریف۔ کہتے ہیں ناں کہ

بہت غریب ہے وہ شخص جس کا کوئی دوست نہ ہو۔ یار میں بہت امیر ہونا چاہتی ہوں اس لیے آپ سب میری فرینڈز بن جائیں' مخلص پائیں گی۔ ثمرن چوہدری' سونیا منظور احمد' آمنہ بتول' وجیہہ خان اور کائنات اشفاق آپ سب کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا۔ کیا آپ پچیاں تجستاں گروپ میں شامل ہونا پسند کریں گی؟ نور فاطمہ گاؤں حیات گڑھ آپ کا مختصر سا تعارف پڑھا' میری بھی فیورٹ ڈش بریانی اور فیورٹ ناول پیر کامل ہے۔ کیا آپ میرے ساتھ فرینڈ شپ کریں گی؟ ڈئیر نور سحر شاہ موسٹ ویلکم آج سے آپ میری دوست ہیں۔ ماریہ زرش آپ کا انٹرویو بہت اچھا لگا' آپ بھی میری دوست بن جاؤ' اب اجازت دو اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اللہ حافظ۔

ایس انمول...... بھابڑہ شریف

نازیہ کنول نازی کے نام

میں آنچل کے توسط سے اپنی محبوب رائٹر نازیہ کنول نازی تک اپنا پیغام پہنچانا چاہتی ہوں۔ ان سے کہنا چاہتی ہوں کہ میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں اتنی کہ آپ اندازہ نہیں کرسکتی۔ میں آپ کی تمام تحریریں بڑے شوق سے پڑھتی ہوں۔ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ پلیز مجھے اپنی دوستوں کی فہرست میں شامل کرلیں یہ آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا جسے میں ساری زندگی بھلا نہ سکوں گی۔ میں شدت سے آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی۔ اس کے ساتھ ہی آنچل اسٹاف کے لیے تہہ دل سے دعا گو ہوں' طالب دعا!

ڈاکٹر آصفہ فرید...... شاہون لنڈ

آنچل قارئین کے نام

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور پیارے دوستوں میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں' مجھے آنچل کی ہر تحریر بہت پسند ہے' مجھے مقدس رباب اور ارم رامین طارق' عائشہ کیانی' ماریہ' کشش سب کی مجھے مبارک باد دینا اچھا لگا۔ رامین اور کشش دونوں سے میری التماس ہے کہ پلیز اسکول چھوڑ کر نہ جائیں۔ طارق' عائشہ کیانی' ماریہ' شائستہ تم سب ناراض مت ہونا میں نے ہمیشہ دوستیں بنائی ہیں اور میں کسی اور کو اپنا دوست نہیں بنا سکتی۔ تم سب کسی اور چراغ کے پاس جاؤ' میری بیسٹ فرینڈز صرف ارم رامین اور کشش ہے۔ آرزو مہک' مہتاب بھی ویسے تو دوست ہیں مگر عام کلاس فیلو ہیں۔

صدف رباب...... دیوالیاں ضلع چکوال

کچھ اپنوں اور کچھ آنچل والوں کے نام

السلام علیکم! امید ہے تمام لوگ یعنی آنچل والے خیریت سے ہوں گے اور خوش باش ہوں گی۔ شمع مسکان آپ کو میری طرف سے بھی مبارک باد' بھی رائٹر بننے پر اور نادیہ یٰسین آئی ایم رئیلی سوری' میں آپ کو اپنے امتحانوں کے سبب وش نہیں کرپائی۔ برتھ ڈے مبارک اور آپ کا حفظ کہاں تک پہنچا' میرا فرسٹ ائیر کا رزلٹ بھی آگیا ہے 70% مارکس ہیں میرے میں بہت خوش ہوں اور ٹوٹ بٹوٹ (زندگی) کیسی ہو؟ آپ بہت اچھی ہو میری طرف سے سلام۔ مسکان (قصور) تمہاری جی جی کی گردان مجھے بہت اچھی لگتی ہے کہ تسی کیسے ہو جی' مینو یاد کرو جی او جی اور میں بھی کہوں تسی بڑی ہی پیاری ہو جی۔ مینو پسند ہو جی' میرے گھر کب آؤ گی جی وغیرہ وغیرہ۔ رومان ملک اور انا احب (انا شاہ زاد) پلیز واپس آجاؤ۔ بشریٰ باجوہ آپ کو بھی مبارک رائٹر بننے پر' صائمہ رحمن مٹھائی کھلاؤ اتنے اچھے مارکس لیے ہیں اور آمنہ تم بھی۔ ایقہ ہیلو اب آپ کو یقین آگیا کہ میں بھی آنچل میں شریک ہوتی ہوں۔ نازیہ اور مائرہ کو سلام۔ رمشا' شبیر' ہما اور کائنات کو بھی سلام۔ سمیعہ اسرار اور ثناؤ جی؟ کیسا لگا سرپرائز؟ اقراء امیر' حمیرا امیر' ماہا آپی' اسماء آپی' اسماء ریاض' حمیرا نواز' آمنہ اظہر' میمونہ اظہر اور دوسری میمونہ آپ کو بھی سلام۔ آپ لوگوں نے بھی فرسٹ ائیر میں اچھے مارکس لینے ہیں اوکے؟ ام مریم اور نازیہ کنول کیسے ہو؟ نازو آپی آپ کو ناول مکمل ہونے پر ڈھیر ساری مبارک۔ چندا مثال اور نورین (برنالی) سلام۔ ہمیشہ خوش رہو' حمیرا عروش آپ کو پنجاب دیکھنے کا شوق ہے نا۔ آجاؤ میں آپ کو اپنے گاؤں بھی لے جاؤں گی' جہاں اپنے ہاتھوں سے مالٹے توڑ کر کھانے کا مزا ہی اور ہے۔ کیفہ اور فائقہ سکندر کیسے ہو؟ ظاہر ہے میری دعاؤں سے ٹھیک ہی ہوگے۔ رشک حبیبہ اور انیس انجم کو بھی پیار' سوئی علی اور نجم انجم کو سلام۔ اس کے علاوہ کرن خان' اقراء اعوان اور ارم فاطمہ کے لیے ڈھیروں دعائیں' مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ کی دعاؤں کی منتظر۔

ثوبیہ کوثر...... ملتان

پیارے بھائی اور فرینڈز کے نام

السلام علیکم! بھائی علی مرتضیٰ تمہاری 17 دسمبر کو سالگرہ ہے تو میری اور پھوپو اقصیٰ کی طرف سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اور تمہارے لیے یہی دعا ہے کہ سدا مسکراتے رہو۔ پچھلی دو دفعہ تمہیں گفٹ نہیں دے پائی' سوری اس دفعہ میری طرف سے گفٹ پکا ہے۔ اس کے علاوہ فرینڈز میں سے میں فریحہ شبیر' طیبہ نذیر اور سارہ چوہدری کو سلام کہتی ہوں اور ان سے دوستی کی بھی ریکوئسٹ ہے کہ پلیز ہم سے دوستی کریں۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا' اللہ حافظ۔

سنیاں زرگر...... جوڑہ

سب دوستوں کے نام

السلام علیکم! ڈئیر نگینہ سحر! جیسے ہی آنچل میرے ہاتھ میں آیا تو سب سے پہلے دوست کا پیغام آئے دیکھا آپ کا خط میرے پاس وہ الفاظ نہیں جس سے میں آپ کو تسلی دے سکوں' آپ کی امی کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا لوگ صحیح کہتے ہیں کہ اگر باپ فوت ہوجائے تو ماں بچوں کو سنبھال لیتی ہے آپ کے ابو اور امی کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ یقین جانیے مجھ سے خط تک نہیں لکھا جارہا' آپ کا دکھ بہت بڑا ہے اللہ آپ سب کو صبر کی توفیق فرمائے۔ کہتے ہیں کہ کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا ہاں مگر جینے کے انداز بدل جاتے ہیں آپ کی اور میری چھوٹی سسٹر کو اللہ صبر دے اور ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ نور سحر شاہ دوستی پوچھ کر نہیں ہوتی یہ خود ہوجاتی ہے۔ سویٹ جانو آپ کو میری باتیں پسند آئی' بہت شکریہ اس ناچیز نے کچھ نہیں لکھا اور دوستی پکی اوکے۔ نادیہ یٰسین مجھ میں جو سب سے بڑی خامی ہے وہ سوچ و بچار کی ہے کہ میں دوستی کرتے وقت سوچتی نہیں سوئٹی۔ آنسہ شبیر پکی دوستی' صنم شاہ شکریہ تعریف کرنے کا۔ زائمہ خان خٹک پکی دوستی یار۔ رابعہ مبارک پتوکی سے یار اتنی محبت...... بہت شکریہ اتنی زیادہ محبت دینے کا' ویسے یہ ناچیز بندی اتنی محبت کے قابل تو نہیں تھی۔ رابعہ کیسے آپ کا شکریہ کروں پکی دوستی پکی والی' مجھے یقین ہے آپ بھول نہیں جاؤ گی۔ کومل رباب بہت مبارک ہو کہ تم ایک پاکیزہ بندھن میں بندھنے جارہی ہو' ساڑھی' فراک' پراندہ اور کھسہ یہ سب تم ہم سب کی شادی پر بنوالینا یا دوستوں کی شادی پر اتنا پریشان مت ہونا میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ فریحہ شبیر میں اب بہت بہتر ہوں اگر شاہ اپنا خیال رکھنا شروع کردے تو دوسروں کا کون رکھے گا (ہاہاہا)۔ فریحہ جانو شاہ زندگی تو زندگی کی بھی نہیں رہی اب۔ انیس انجم' نورین شاہد' نبیلہ نازش' راؤ صبا نواز بھٹی' فاخرہ ایمان' شمع مسکان' علمہ شمشاد' سارہ چوہدری' پرنس امیمہ رباح' نوشین شاہد' زرش بخاری' حمیرا عروش' زنیرہ طاہر' مدیحہ نورین' عائشہ پرویز' اقراء ارشد' راشدہ سب کیسی ہو' سب کو سلام اور دعا' قرۃ العین' صائمہ عنبرین' ثوبیہ کوثر' زاہد پروین کیسے ہو؟ آمنہ ریاض سلام اور دعا انیس انجم' نورین شاہد' نبیلہ نازش' صبا نواز' فاخرہ ایمان' شمع مسکان' پرنس امیمہ' زرش' حمیرا عروش' زنیرہ' مدیحہ نورین' عائشہ پرواز کہاں غائب ہو؟ اللہ آپ کو سب حفظ و ایمان میں رکھے آمین۔

شاہ زندگی...... پنڈی

آنچل کی پریوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو جناب؟ بہت دنوں بعد آنچل میں حاضر ہوئی ہوں' اس کی وجہ تھی میری شادی ہاں جناب مابدولت بھی شادی کرواکے کنواروں کی پارٹی سے رفوچکر ہوگئی ہیں اور شادی کے بعد پتا چلا ہے کہ زندگی تو اصل یہ ہے (ہاہاہاہا)۔ عائشہ ملک کیسی ہو؟ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش و خرم آباد رکھے۔ (منشی) مہوش ملک آپ کیسی ہو بڑی بے وفا ہو۔ کہاں کھوگئی تھی ایک دم سے رابطہ ختم کرلیا تھا اب واپس آگئی ہو تو ویلکم بیک اور جانے کی وجہ بھی بتاؤ' اوکے اللہ پاک آپ کو بھی ڈھیروں خوشیاں دے۔ آپ سب بھی میرا ساتھ دینا' صوفیہ ملک آپ کیسی ہو؟ آپ کا تعارف پڑھا بہت اچھا لگا' ہمیشہ خوش رہو۔ نازیہ کنول نازی آپ تو میری خاص الخاص فرینڈ ہو پتا ہے کیوں' آپ ہی نے مجھے آنچل میں متعارف کروایا' بس آپ سے ایک شکایت ہے آپ میرے ساتھ رابطہ کم رکھتی ہیں۔ ایک بہت خاص فرینڈ اس کی برتھ ڈے 27 دسمبر کو ہے میری طرف سے آپ کو بہت بہت مبارک باد صوفیہ ملک آپ کی برتھ ڈے بھی دسمبر میں ہے میری سسٹر ماریہ آپ کی برتھ ڈے اپریل میں ہے ابھی سے ایڈوانس مبارکاں۔ عائشہ ملک یکم جنوری آپ کا جنم دن بھی بہت بہت مبارک باد اور بھی کوئی آنچل فرینڈ جس کی برتھ ڈے نزدیک ہو سب کو ڈھیروں دعائیں۔ ماریہ شہزادی' فریحہ' عائشہ ملک' میرا (عبداللہ) مہوش ملک' اریبہ شاہ' جاناں' صوفیہ ملک' چندا' نوشین اقبال' وغیرہ سب کو سلام۔ کوئی دوست رہ گئی ہو تو معذرت' دوبارہ حاضر ہوں گی' اللہ حافظ۔

زوبی رانا...... شاہ کوٹ

شمسہ اینڈ ندا کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے شامی! ٹھیک ہی ہوگی مجھے پتا ہے میں تمہیں بہت یاد کررہی ہوں اور کیسا لگا میرا آنچل کے ذریعے تم سے مخاطب ہونا اور ندا تمہارا کیا حال ہے اللہ کرے تم ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو اور شمسہ تم بھی اور بیلا' سارہ' نورین' بشریٰ' مدیحہ' رابعہ تم سب بھی خوش ہوجاؤ' میں نے تمہیں بھی یاد رکھا' دیکھ لو۔ اوکے زندگی رہی تو پھر ملیں گے فی امان اللہ۔

نامعلوم...... نامعلوم

پیارے امی ابو کے نام

آداب عرض ہے میرے پیارے امی ابو آپ کو شادی کی 23 ویں سالگرہ مبارک ہو جو کہ 12 دسمبر کو ہوتی ہے آپ دونوں کو اللہ ہمیشہ ایسے ہی ساتھ رکھے آمین اور ابو جان 15 دسمبر کو آپ کی برتھ ڈے ہے ہم سب کی طرف سے آپ کو بہت مبارک ہو' اللہ آپ کی ہر مشکل دور کرے اور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے آمین اور صوبیہ 25 کو تمہیں اور شازینہ 23 کو تمہیں سالگرہ مبارک ہو۔ اب دیکھتی ہوں ابو جان کے پچھلی دفعہ کی طرح آپ مجھے یکم جنوری کو سب سے پہلے برتھ ڈے وش کریں گے کہ نہیں' افزا آپ کو بھی سالگرہ مبارک ہو۔ طیبہ نذیر' ظل ہما' نوشین اقبال' سارہ چوہدری' شاہ زندگی' سباس گل' جیا کاظمی آپ سب کو بہت بہت سلام' نیک دعاؤں کے ساتھ اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' پلیز آپ سب کی دوست' رب دا راکھا۔

مدیحہ نورین...... برنالی

آنچل فرینڈز کے نام

سلام سویٹ فرینڈز! آپ سب مجھ سے دوستی کریں گی' شاہ زندگی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہو بالکل کانچ کی گڑیا کی طرح جسے ٹھوکر لگی تو ٹوٹ جائے گی۔ دوستی کروگی مجھ سے اور باقی آنچل فرینڈز جلد آگاہ کیجیے آپ کی منتظر آپ کی دوست۔

نایاب سید...... نکالی

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! اپنی بہت پیاری دوستوں کے نام جن کی بدولت زندگی حسین لگتی ہے جیسے فریدہ خانم' فریدہ جاوید فری' کوٹ مومن کی عاصمہ انور' عارف والا کی پیاری زبیدہ اسلم' بشریٰ نوید باجوہ' سباس گل' قصور کی کوثر اعجاز ملک' فوزیہ رانا' غزالہ جلیل راؤ' سدرہ شاہین' گوجرہ کی ثنا' شاہ حیات اور بے شمار بہنیں۔ میری دعا ہے کہ یہ سب خوش و آباد ہنستی مسکراتی رہیں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں' ہمارا یہ تعلق سدا قائم رہے آمین۔ آپ کی اپنی

فصیحہ آصف خان...... ملتان

yaadgar@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

حدیث نبوی ﷺ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مومنوں کی مثال آپس میں محبت‘ وابستگی اور ایک دوسرے پر رحم وشفقت کے معاملے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہوتا ہے۔“
(بخاری ومسلم)

ہیرے لوگ سنہرے بول

❖ خاموشی کو اپنا شعار بناؤ تاکہ زبان کے شر سے محفوظ رہ سکو۔ (افلاطون)

❖ شروع کرنا تیرا کام‘ تکمیل کرنا خدا کا کام ہے۔
(حضرت عبدالقادر جیلانی)

❖ جذبات کے بغیر تاریخ‘ شاعری‘ آرٹ اور محبت بے معنی الفاظ ہیں۔ (بالزاک)

❖ کوئی بھی چیز مفت میں ایسے نہیں ملتی جیسے نصیحت۔ (ڈک ڈی آنا)

❖ قسمت ملکیت کے طور پر نہیں آزمائش کے طور پر تمہارے پاس آتی ہے۔ (رابن مور)

❖ آپ خود کو دیانتدار بنا کر یہ یقین کرلیں کہ دنیا میں ایک بے ایمان کی کمی ہوگئی ہے۔ (کارلائل)

❖ مصیبت سب کے لیے بہترین کسوٹی ہے جس پر یار دوست پرکھے جاتے ہیں۔ (تلسی داس)

❖ جو شخص محنتی‘ ذہین‘ ایماندار اور پُرجوش ہے اسے زندگی سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ (گولڈوین)

ثمینہ طاہر بٹ......لاہور

کربلا

وہ جلتے خیمے وہ شامِ غربت کی رکی ہوئی ہے
ابھی بھی آنکھوں میں آگ سی اک لگی ہوئی ہے
تمہارے ظلم ستم کے آگے نہ سر جھکیں گے
یہ کربلا تو دل و نظر میں بسی ہوئی ہے

راؤ تہذیب حسین تہذیب......رحیم یار خان

قلم کی نوک

انسان جب قلم سے کچھ لکھتا ہے تو وہ تحریر کسی کے لیے خوشی تو کسی کے لیے غم کا باعث ہوتی ہے۔ کسی کے لیے امرت تو کسی کے لیے زہر۔ کسی کی تقدیر بدل سکتی ہے تو کسی کا مقدر مٹا سکتی ہے۔ قلم کی نوک سے کسی کا سر قلم ہوتا ہے تو کسی کو سر بلند بھی کیا جاتا ہے۔ قلم کی نوک سے کسی کے لیے آزادی کا سندیسہ ملتا ہے تو کسی کے لیے موت کا فرمان جاری ہوتا ہے۔ قلم سے کسی کے نصیب کو چار چاند لگائے جاسکتے ہیں تو اسی قلم سے کسی نے نصیب پر سیاہی بھی مل دی جاتی ہے۔

خنساء عبدالمالک......راولپنڈی

خاموشی

خاموش رہنا بھی کبھی کبھی سوال بن جاتا ہے اگر یوں کہا جائے کہ خاموشی ہے ہی سوال تو غلط نہ ہوگا۔ خاموشی جہاں دوسروں کے لیے سوال بن جاتی ہے وہاں آپ کے لیے اس سوال کا جواب جو کوئی دوسرا فرد آپ کو نہیں دے سکتا۔ خاموشی تنہائی میں آپ کو وقت دیتی ہے خود کو جاننے پہچاننے کا۔

جہاں یہ آپ کا تعلق دوسروں سے توڑ دیتی ہے وہیں آپ سے آپ کا تعلق بے حد مضبوط بنا دیتی ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ سب سے اپنا تعلق توڑ لو اور خود میں ہی کھوئے رہو یوں تو ایسا ہوگا کہ آپ ہو یا نہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا اور کبھی کبھی خاموش رہنا بے وقوفی کہلاتا ہے بولو ضرور پر وہاں جہاں بولنا ضروری ہو۔ آپ کے لیے اور سب کے لیے اس طرح خاموشی سوال نہیں بلکہ جواب کے روپ میں سوال بن جاتی ہے۔

مبشرہ سحر......عبدالحکیم

مہکتی کرنیں

❖ اچھا انسان وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا دکھ تو بھول جائے پر کسی کی دی ہوئی خوشی نہ بھلا۔

❖ کسی کو اپنی صفائی نہ دو کیونکہ جو آپ سے پیار کرتا ہے اس کو ضرورت نہیں اور جو نفرت کرتا ہے وہ یقین نہیں کرے گا۔

❖ دوست پیار کے لیے ہوتے ہیں اور چیزیں استعمال کے لیے‘ بات تب بگڑتی ہے جب چیزوں سے پیار اور دوستوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔

نادیہ یٰسین......ساہیوال

سنہرے بول

❖ بے وجہ دعائیں دینے والی ہستی صرف ایک ہے اور وہ ہے ماں۔

❖ جب دوست مانگے تو کل کا سوال ہی نہیں۔ (ہربرٹ)

❖ جو لوگ تعریف کے بھوکے ہوتے ہیں وہ باصلاحیت نہیں ہوتے۔ (پلوٹارچ)

❖ پیش کرنے کا انداز تحفے سے زیادہ قیمتی ہے۔ (پیری کارنیل)

❖ سوال سے خودی ضعیف ہوتی ہے۔ (علامہ اقبال)

❖ لہجے کا اثر الفاظ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ (الغزالی)

سارہ یہ چوہدری......ڈوگہ گجرات

معلومات

✢ انسانی بدن میں پسلیوں کے 12 جوڑ ہوتے ہیں۔

✢ انسانی ہاتھ میں 27 ہڈیاں ہوتی ہیں۔

✢ انسانی جسم میں تقریباً پچیس لاکھ مساموں کی تعداد ہے۔

✢ انسانی سر میں تقریباً پندرہ ہزار بال ہوتے ہیں۔

✢ انسان کے مرنے کے بعد اس کا دماغ 2 سے 4 گھنٹے تک کام کرتا ہے۔

✢ انسانی جسم میں 61 فیصد حصہ پانی ہے۔

✢ انسانی آنکھ ایک منٹ میں 25 بار پلک جھپکتی ہے۔

فرح زینب......ملتان

کہیں بھول تو نہیں گئے

آج کے اس جدید دور کے انسانوں کو فلموں‘ ڈراموں کے ہر سین کا علم ہے۔ کبھی فلموں کی بات نکلے تو لمبی بحث چل نکلتی ہے کسی ڈرامے کا تذکرہ ہو تو ایک نا ختم ہونے والی گفتگو شروع ہوجاتی ہے‘ سالوں پرانے ڈرامے ان کے کردار‘ افسانوی باتیں ایسی یاد ہوتی ہیں کہ جیسے ابھی رٹا لگایا ہو۔ کہیں قرآن شریف کا ذکر غلطی سے ہوجائے اور کوئی چند ایک باتیں کرنے لگے تو چہرے سے تھکن کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ کچھ لوگ تو جمائیاں تک لینے لگتے ہیں اور آخر میں تنگ آکر باتیں کرنے والے کو سختی سے منع کردیتے ہیں‘ آج کے دور کے لوگ تو گانوں اور دوسرے اموں میں پڑ کر قرآن شریف کو بھی بھولنے لگے ہیں۔ قرآن پاک کو بھولنے والے کے بارے میں حضرت سعد بن عبادؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور پھر اسے (غفلت اور سستی کی وجہ سے) بھلا دیا‘ وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اجذم ہوگا۔“
(مشکوۃ شریف)

اجذم یعنی کوڑھ ہوگا‘ اس کے ہاتھ کی انگلیاں گری ہوئی ہوں گی اور بعض اکابرین کے نزدیک اس کے دانت گرے ہوئے ہوں گے‘ بظاہر یہ آخری معنی ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں کیونکہ قرآن پڑھتے رہنے سے یاد رہتا ہے اور پڑھتے رہنا زبان اور دانتوں کا عمل ہے لہٰذا اس کی سزا دانتوں کا ندارد ہونا ہی بہتر ہے (واللہ علم)۔

ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے تو میں نے کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ کسی کو قرآن کی کوئی آیت یا سورۃ آتی ہو اور پھر وہ اسے بھول جائے۔“

(ترمذی)۔ قرآن پڑھ کر بھولنے کی ایسی سزائیں ہیں لیکن آج کے مسلمان نے تو دھیان دینا ہی ترک کردیا ہے کہ اسے قرآن یاد بھی ہے یا وہ بھول گیا ہے‘ دنیا عارضی ٹھکانہ ہے آخرت کی تیاری کریں۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

جدید اقوال

+ گھنٹہ ساٹھ منٹ کا ہوتا ہے لیکن لوڈشیڈنگ کا گھنٹہ ایک سو ساٹھ منٹ کا ہوتا ہے۔
+ پاکستان میں عوام حکمران پالتے ہیں۔
+ لیڈر شیڈنگ شروع ہوگی تو لوڈشیڈنگ ختم ہوگی۔
+ ہم نے پینسٹھ سال سے خیالی پلاؤ کی دیگیں چڑھا رکھی ہیں اور احمقوں کی جنت میں دستر خوان بچھائے ہوئے ہیں۔
+ ہمارے اعضاء ہمارے خلاف وعدہ معاف گواہ ثابت ہوں گے اس لیے اپنے اعضاء سے چھپ کر گناہ کرو۔
+ سرگوشی‘ سسکی اور چیخ سگی بہنیں ہیں۔
+ بدبو کی رینج خوشبو سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔
+ کوئلہ صابر نہ ہوتا تو کبھی ہیرا نہ بنتا۔

مشاہر:۔ حسن نثار

انتخاب پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

انمول موتی

+ تیرا نفس تجھ سے وہی کام کرائے گا جس کے ساتھ تُو نے اسے مانوس بنایا ہے۔ (حضرت علیؓ)
+ تمہاری عمر روزانہ مسلسل کم ہوتی جارہی ہے تو پھر نیکیوں میں کیوں سستی کرتے ہو۔ (حضرت عمر بن العزیز)
+ انسان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ اپنا دل اور زبان کو قابو میں رکھے۔ (امام محمد غزالیؒ)
+ علم ایک ایسا بادل ہے جس سے رحمت ہی رحمت برستی ہے۔ (حضرت بابا فرید شکر گنجؒ)
+ اے آدمی تُو ایام ہی کا مجموعہ ہے جب ایک روز گزر جائے تو یوں سمجھ تیری زندگی کا ایک حصہ بھی گزر گیا۔ (حضرت حسن بصری)

کشور شاہین...... جھنگ صدر

افسانچہ

تُو کہاں چلی جاتی ہے مجھے تنہا چھوڑ کر
میں تیری راہ تکتی ہوں ہر کام چھوڑ کر
تیرے بنا مجھے پوری دنیا میں اندھیرا لگتا ہے
تُو نظر نہ آئے تو بیٹھ جاتی ہوں خفا ہوکر
دن میں چند گھنٹوں پر مشتمل ہے سہارا تیرا
تیرے بنا زندگی کا گزارا نہیں ہے میرا اے صنم!
تُو بیٹھ تو جا اے جانِ من کبھی میرے پاس
تیرے اجالے سے میری زندگی چمک اٹھتی ہے
مجھے تیرا ساتھ چاہیے اب آ بھی جا اے بے وفا
ہر طرف اندھیرا ہے ہر طرف ویرانی وخاموشی ہے تیرے بنا گرمی سے سب کا بُرا حال ہے اے پاکستان کی بجلی آجا......!

رابعہ ساحر محمد حنیف...... جہانیاں

لوڈشیڈنگ کے فوائد

+ بجلی کے بل میں کمی واقع ہوجاتی ہے اگر لوڈشیڈنگ نہ ہو تو بل یقیناً آپ کو چیخیں مارنے پر مجبور کرسکتا ہے۔
+ ٹی وی بند ہوجاتا ہے جس سے پورے گھرانے کا اخلاق بہتر ہوجاتا ہے‘ تربیت کا اس سے بہتر اور سستا ذریعہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔
+ بچوں کی مشکوک سرگرمیاں رک جاتی ہیں کیونکہ اس طرح انہیں زیادہ بیٹری چارج کرنے کا موقع نہیں ملتا اور موبائل بند رہتے ہیں۔
+ قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
+ بندہ شکر گزار بن جاتا ہے کیونکہ جب بھی تین چار گھنٹوں بعد لائٹ آتی ہے سب یک زبان ہوکر کہتے ہیں یا اللہ تیرا شکر ہے۔
+ ملک میں بے روزگاری کی شرح میں کمی آتی ہے‘

جنریٹرز‘ یو پی ایس‘ ٹارچ‘ لالٹین‘ لیمپ‘ چراغ اور موم بتیاں بیچنے والوں کا کاروبار خوب چلتا ہے۔ مرمت (آپ کی نہیں‘ مذکورہ اشیاء کی) کرنے والوں کی آمدنی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔
+ مذکورہ فوائد کی بنا پر سال کے 365 دن‘ ہر گھنٹے لوڈشیڈنگ ہمارا قومی مطالبہ ہونا چاہیے‘ وزارتِ بجلی اس نعرے کو اپنا موٹو بھی بنا سکتی ہے۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

دسمبر

سنو......!
دسمبر کی سرد ٹھٹھرتی ہوئی شامیں
کُہر میں لپٹی ہوئی دھندلی سی صبحیں
درختوں سے گرتے ہوئے خشک زرد پتے
وہ گاؤں کے تمام رستے
وہ محبتوں کے تمام رشتے
خیال آباد کرتے ہیں
سنو
تمہیں سب یاد کرتے ہیں!

امبر گل...... جھڈو‘ سندھ

کرنیں

◉ جو لوگ صبح کو فیصلے کرتے اور شام کو بھول جاتے ہیں وہ زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔
◉ زندگی کو سادہ مگر خیالات سے بلند رکھو۔
◉ بے وقوف کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ خود کو واحد عقل مند سمجھتے ہیں۔
◉ تنہائی میں اپنے خیالات پر اور محفل میں اپنی زبان پر کنٹرول رکھو۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی

اہمیت

◉ اپنی زندگی میں ہر کسی کو اہمیت دو جو اچھا ہوگا وہ خوشی دے گا جو بُرا ہوگا وہ سبق دے گا۔

امید

◉ امید کم رکھو مایوسی کم ملے گی کیوں کہ انسان دکھ نہیں دیتے بلکہ انسانوں سے وابستہ امیدیں دکھ دیتی ہیں۔

مدیحہ نورین...... برنالی

ذرا مسکرایئے

ایک شخص کی سائیکل چوری ہوگئی وہ چوک میں آکر اعلان کرنے لگا۔
”اگر میری سائیکل نہ ملی تو میں وہی کروں گا جو میرے باپ نے کیا تھا۔“ چور بوکھلا گیا اور سائیکل وہیں چھوڑ کر فرار ہوگیا‘ سائیکل ملنے کے بعد لوگوں نے اس شخص سے پوچھا۔
”تمہارے باپ نے کیا کیا تھا؟“ وہ شخص بولا۔
”میرے باپ نے نئی سائیکل خریدی تھی۔“

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

مہکتی کلیاں

◉ جو شخص نگاہ کی التجا کو نہ سمجھے اس کے سامنے زبان کو مت شرمندہ کرو۔
◉ تم اس شخص کو تو بھول سکتے ہو جس کے ساتھ ہنسے ہو لیکن اس کو کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتے جس کے ساتھ روئے ہو۔
◉ مسکراہٹ محبت کی زبان ہے۔
◉ دوسروں کے حال پر غور کرنے سے نصیب ملتا ہے۔
◉ جو لوگ زندگی کو مقدس فریضہ سمجھ کر بسر کرتے ہیں وہ کبھی بھی ناکام نہیں ہوتے۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

aayna@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

دسمبر کا شمارہ حاضرِ خدمت ہے یوں تو دسمبر ہجر کا دکھوں کا اداسیوں کا استعارہ ہے نجانے کیوں ایک پُر اسراری خاموشی اس ہجر کے استعارہ کا احاطہ کیے رہتی ہے۔ خیر دسمبر ہمارے لیے فرحت آپا کے حوالے سے بہت غمگین مہینہ ہے کہ اس نے ہمیں ایک عظیم ہستی سے دور کردیا۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ منصب پر فائز فرمائے' آمین۔ تمام قارئین سے درخواست ہے کہ انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

امبر گل...... جھڈو' سندھ۔ ڈیئرسٹ شہلا جی السلام علیکم! کیسی ہیں آپ اور سب لوگ کیسے ہیں بھئی؟ اس بار تو نومبر کے آنچل نے بہت انتظار کروایا ہر روز آس بندھتی تھی کہ شاید آج آجائے شاید آج جائے مگر نہ جی ہمیشہ 23 تاریخ تک مل جانے والا آنچل اس بار 30 تاریخ کو ملا خیر جب مل گیا تو سب سے پہلے تو ٹائٹل دیکھ کر خوشی ہوئی نجانے کیوں بہت عرصہ بعد مجھے اچھا لگا۔ خیر سب سے پہلے سارے مستقل سلسلے چھانے کہ دیکھیں جی کہاں کس جگہ پر ہم موجود ہیں اور کس کس نے ہمیں یاد کیا ہے؟ تو ہم تو کہیں بھی موجود نہیں تھے مگر جن پیاری پیاری دوستوں نے ہمیں یاد کیا ان کا بہت بہت شکریہ اور صرف جی ہم تو دوستوں کے دوست ہیں جناب اگر یقین نہ آئے تو ان سب دوستوں سے پتا کرلیجیے گا کہ جن سے ہماری دوستی ہے اور جو ہمیں جانتی ہیں پر جی باری آ گئی سلسلے وار ناولز کی تو ان میں سرفہرست ہے "ٹوٹا ہوا تارہ" ڈیئر سمیرا بہت اچھا ناول لکھ رہی ہو تم مگر بدتمیز لڑکی میں تم سے ناراض ہوں کہ میسجز کا ریپلائے کیوں نہیں کرتیں (سب خیریت تو ہے نا تمہاری طرف) کم از کم اپنی خیریت کی اطلاع تو دے دو۔ ام مریم سے مجھے صرف یہ ہی کہنا ہے کہ آپ لکھ تو اچھا رہی ہو کبھی کبھی تو بہت اچھی لکھنے لگ جاتی ہے کہانی اور کبھی بالکل بور سی لگتی ہے یعنی کہ ایسا لگتا ہے کہ بہت سے سین یا باتیں بار بار ریپیٹ ہو رہی ہوتی ہیں پلیز کہانی پر تھوڑی سی اپنی گرفت کو کچھ اور مضبوط کریں تو یقیناً یہ ایک زبردست ناول بن جائے گا۔ مکمل ناول پڑھنے کا ابھی ٹائم نہیں مل رہا سو تبصروں سے معذرت البتہ افسانوں میں صوفیہ ملک کا افسانہ "دل زخم زخم لوگو" بہت پسند آیا۔ آنٹی نگہت نے بھی بہت اچھا افسانہ لکھا' آنٹی جی کیسی ہیں آپ؟ پلیز آنچل میں حاضری دیتی رہا کریں' مجھے بہت اچھا لگتا ہے اور آپ کی سسٹر نزہت جبیں ضیاء جی کیسی ہیں؟ انہیں بھی میرا سلام دیجیے گا۔ "غزلیں نظمیں" سلسلے میں اس بار شاکر نظامی صاحب کی غزل بہت پسند آئی۔ "یادگار لمحے" میں "حمد و نعت" کے علاوہ حمنہ سحر' سباس گل اور طیبہ نذیر کے اقتباسات اچھے لگے۔ آئینہ میں فریدہ جاوید فری' پروین افضل شاہین اور بشریٰ باجوہ کے خطوط اچھے لگے یعنی مجموعی طور پر نومبر کا شمارہ بہترین لگا۔ اب مجھے اجازت دیں اور میری تمام آنچل پڑھنے والوں سے ایک مودبانہ سی درخواست ہے کہ میری کزن بہت شدید بیمار ہیں ڈاکٹرز نے انہیں جواب دے دیا ہے تو آپ سب سے میری گزارش ہے کہ ان کے لیے دعائے صحت کردیجیے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی بیماری سے شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ ان کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے سروں پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے' آمین' کیونکہ ماں کے بغیر بچوں کی کوئی زندگی نہیں ہوتی' یہ حقیقت اب بھلا مجھ سے بڑھ کر اور کون سمجھ سکتا ہے سو آپ سب کی دعاؤں کی منتظر رہوں گی اور سب کے لیے دعاگو سب کی دعاؤں کی طالب۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ السلام علیکم! اس بار نومبر کا شمارہ رابیل کے دلکش سرورق سے سجا میرے ہاتھوں میں ہے' چند مہینوں سے دلہنوں کے سرورق آنچل پر سج رہے ہیں۔ سلسلے وار ناولز کے علاوہ "اقراء محبت' باب جنت' بت پرست' دل زخم زخم لوگو' مہکتے لمحات" پسند آئے۔ ہماری دعا ہے نزہت جبیں ضیاء کی ساس کو اللہ تعالیٰ تندرستی عطا فرمائے' مجھے یاد کرنے پر فریحہ شبیر' صدف خالد کا شکریہ۔ اس شمارے میں میرے خط کے علاوہ کوئی تحریر بھی شامل نہیں تھی اور میری آنکھیں حیرت سے آنچل دیکھ رہی تھیں کہ میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین

نے کہا "بیگم کیا آنچل میں بم بنانے کی ترکیب شائع ہوئی ہے کہ تمہارے دیدے پھیلے ہوئے ہیں؟ اب میں انہیں کیا جواب دیتی کہ ہر ماہ تحریریں بھیجتی ہوں مگر......؟

☆ پیاری بہن! آپ کی نگارشات تاخیر سے موصول ہونے کے سبب اشاعت سے محروم رہ گئیں ورنہ تو گاہے بگاہے آپ کی نگارشات شامل ہوتی رہتی ہیں۔

نایاب سید...... ٹیکالی۔ السلام علیکم آپی! کیا حال ہیں؟ آئینہ میں پہلی مرتبہ شرکت کررہی ہوں ٹائٹل گرل بہت خوب صورت لگ رہی تھی اس کے بعد اپنی فیورٹ رائٹر نازی کو نہ پاکر دل اداس ہوگیا' کمی سمیرا شریف نے پوری کردی۔ سمیرا جی ویل ڈن بہت خوب۔ اُم مریم پلیز اب اینڈ کردیں۔ اقراء آپی بہت افسوس سے کہہ رہی ہوں کہ آپ کی کہانی میں کیا ہے؟ رشک حبیبہ' ثوبیہ رحمان' اقراء سیف' صوفیہ ملک' ہما یعقوب' مسز نگہت غفار' نادیہ فاطمہ' عتیقہ ملک' سیدہ ضور باریہ نے بھی بیسٹ لکھا۔ بیاضِ دل میں ٹاپ پر شعر شاہ زندگی کا رہا' باقی ابھی ڈائجسٹ پڑھا نہیں اور آنچل فرینڈز بہت جلدی بھول جاتی ہیں بھولے سے بھی یاد ہی نہیں کیا۔ میری دعا ہے سب خوش و خرم رہیں' آمین۔

☆ اچھی گڑیا! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔

فائزہ حسن...... چترال۔ شہلا آپی' آنچل اسٹاف اور ساری قاری بہنوں کو سلام۔ یہ کسی بھی رسالہ میں میرا پہلا خط ہے بلکہ ہمارے ضلع کی طرف سے بھی پہلا خط ہوگا۔ ہماری ضلع اور ہم لوگوں کی گمنامی کی اصل وجہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا والوں کی بے حسی ہے کیونکہ جب بھی ہمارے ہاں بڑے سے بڑا واقعہ رونما ہو یہاں پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اب کہانیوں کی طرف آتے ہیں' سارے رائٹرز کی کہانیاں اچھی جارہی ہیں۔ سلسلہ وار کہانیاں اور سارے رائٹرز مجھے پسند ہیں۔ سعدیہ امل کاشف کہاں غائب ہے' آخر میں میری دعا ہے اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور آپ لوگوں کو ہمیشہ کامیابی ملے۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی۔ السلام علیکم شہلا آپی کیا حال ہے؟ امید کرتی ہوں خیریت سے ہوں گی اور آنچل فرینڈز بھی۔ آنچل نے اس مرتبہ تو حد ہی کردی 31 تاریخ کو ملا فوراً دوست کا پیغام کی طرف آئی اور نگینہ بحر کا خط پڑھ کر اتنا دکھ ہوا کہ مزید کچھ بھی نہ پڑھ سکی۔ نگینہ بحر کا دکھ بہت بڑا ہے' میری دعا ہے کہ پیاری بہن نگہت بحر اور اس کی فیملی کو اللہ صبر کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم ویل ڈن' بہت زبردست اور سمیرا آپی! بہت زبردست کہانی کو آگے کی طرف لے کر جارہی ہیں' ولید اور انا کا کردار بہت زبردست ہے۔ اے دوست نازیہ کنول نازی بہت مبارک ہو ناول ختم ہونے کی اور اب پلیز جلدی سے "آنسو جو پتھر ہوگئے" آنچل کے صفحات پر لائیں کہ ہمارے آنسو بھی پتھر ہوجائیں کہ رونے کی چاہ پر بھی ہم رو نہ سکیں۔ بیاضِ دل میں تو جناب شاہ زندگی یعنی اپنا شعر اور ثمینہ کوثر' مبشرہ سحر' سمیرا مشتاق' فوزیہ سلطانہ' سلمٰی ملک' مہوش بتول' مہوش کنول' صدف مختار' شمشاد حسین' نوشین اقبال' فریدہ فری کے شعر بہت پسند آئے اور شمع مسکان' نورین شاہد' صبا نواز' نبیلہ نازش' مسکان' حمیرا عروش' زنیرہ' زرش عائشہ' ماہ رخ کہاں غائب ہو سب؟ اللہ تعالیٰ تم سب کو اپنی پناہ میں رکھے' آمین۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم پاکستان! پچھلے کچھ دنوں سے طبیعت پر نامعلوم سی اداسی و بے زاری چھائی ہوئی تھی' ذرا ذرا سی بات پر نین کٹورے پانیوں سے بھر جاتے تھے ایسے دل گرفتگی کے عالم میں آنچل کا انتظار مزید کوفت کا باعث بنا' اب بھی یہ حال ہے کہ آنچل ہم سے میلوں دور نا جانے کہاں پڑا ہوا ہے آج کیم نومبر ہے اور آنچل مل کر نہیں دے رہا۔ بار بار پتا کروانے پر بک شاپ والے انکل نے تنگ آ کر اکتوبر کا شمارہ دوبارہ سے پکڑا دیا اور ہمارے بھائی بھی ایسے شاندار کہ انکل کے پکڑانے پر ہمارا منہ بند کرنے کے لیے لے آئے مگر ہمارا منہ بند ہونے کی بجائے حیرت کی زیادتی سے اور زیادہ کھل گیا۔ آنچل آیا نہ ہو تو خط لکھنے کا کوئی جواز تو نہیں بنتا مگر فرحت آنی کی برسی کی وجہ سے یہ سب کرنا پڑا کیونکہ خاص شمارہ ہو اور ہماری آمد نہ ہو نا ممکن۔ اب کچھ رائٹرز سے بات ہوجائے' سمیرا شریف پلیز سردیوں کے حسین

دنوں میں اپنا ایک عدد مکمل ناول عنایت کردیں۔ ایسا کرنے پر بہت سی دعائیں اپنے نام لکھوائیں گی۔ نازی اب ہمیں آنچل میں دیکھنے کی عادت ہوگئی ہے اس عادت کو ضد نہ بننے دینا اور جلدی انٹری مار دینا۔ عشناء کوثر ''میرا تیرا خالی کمرہ'' جیسی کوئی ہلکی پھلکی مزیدار سی تحریر کے ساتھ حاضر ہوجاؤ۔ قاری لوگوں میں شاہ زندگی آپ کی بیماری کا پتا چلا جس پر یقین کرنا تھا بھئی آپ کو بھی کوئی بیماری ہوسکتی ہے' پڑھ کر دکھ ہوا اور بے ساختہ لبوں سے دعائیں بھی نکلیں۔ اللہ پاک تم کو صحت تندرستی عطا فرمائے اور تم پر اپنی رحمت کا سایہ رکھے' آمین۔ دعا ہاشمی کہاں غائب ہو بھئی' آئی مس یو۔ آج کل تو نیناں شاہ کا بھی کوئی پتا نہیں ہے' پاکیزہ سحر کو بھی ان دونوں کا اثر ہوتا جارہا ہے۔ اللہ پاک آپ سب پر رحمت فرمائے' آمین۔ دسمبر کا شمارہ فرحت آنی کی برسی کی وجہ سے ہمارے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اللہ پاک انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔ بہت سی دعائیں' اللہ حافظ۔

☆ اچھی گڑیا! فرحت آپا کے لیے ہماری بھی یہی دعا ہے کہ اللہ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے' آمین۔

خنساء عبد المالك...... گوجر خان۔ شہلا آپی' آنچل اسٹاف' قارئین اور تمام اہل پاکستان کو دل کی گہرائیوں سے خلوص بھرا اسلام۔ آئینہ میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں' یوں تو آنچل کے تمام سلسلے زبردست ہیں' سلسلہ وار تمام ناولز اچھے جارہے ہیں کہانیاں بھی اچھی ہیں اگر کوئی ان سے سبق لے۔ مستقل سلسلوں میں دوست کا پیغام آئے میرا بہت پسندیدہ سلسلہ ہے۔ پڑھ کے ایسا لگتا ہے کہ یہ میرے دوستوں کے پیغام ہیں جو میری طرف آئے ہیں۔ اکتوبر کے شمارے میں قرۃ العین کا تعارف پڑھا تھا' یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ فوج میں ہیں لیکن مجھے پوچھنا یہ تھا کہ آپ کس فوج میں ہیں (بری' بحری یا فضائیہ) کیونکہ مجھے آرمی اچھی لگتی ہے ان فوجیوں کے دم سے ہی تو یہ ملک قائم ہے۔ اپنے گھر بار کو چھوڑ کر یہ اس وطن کی سرحدوں کی حفاظت کررہے ہیں' میری دعا ہے کہ اللہ انہیں سلامت رکھے' آمین کیونکہ یہ سلامت ہیں تو ہم سلامت ہیں' ہمارا ملک پاکستان سلامت ہے۔ اجازت دیں' اللہ آپ کا ہمارا ہم سب کا حامی و ناصر ہو' فی امان اللہ۔

نادیه عباس دیا...... موسیٰ خیل۔ السلام علیکم! امید کامل ہے تمام آنچل اسٹاف' قارئین کرام خیریت سے ہوں گے' اتوار کو ہمارے پڑوس میں شادی تھی' میں بھی گئی ہوئی تھی جب شادی سے واپس آئی تو آنچل آیا ہوا تھا' دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ سب سے پہلے رائٹل کا دیدار کیا' بہت خوب صورت لگ رہی تھی پھر پورے آنچل پر ایک نظر ڈالی کہ کیا کیا شامل ہے پھر جی بیاض دل اور غزلیں نظمیں پڑھیں۔ سب سے پہلے میں بیاض دل پڑھتی ہوں' مجھے اچھے شعر پڑھنے کا بے حد شوق ہے اور کچھ کچھ شاعری بھی کرلیتی ہوں۔ بیاض دل میں عائشہ پرویز کا شعر اچھا لگا اور غزلوں میں ویسے تو ساری اچھی تھیں لیکن مجھے صائمہ قریشی کی نظم سانپ سیڑھی کا کھیل بہت بہت پسند آئی۔ باقی کا شمارہ ابھی نہیں پڑھا۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' پر تبصرہ کرنا چاہوں گی کہ مجھے تابندہ بی کا مصطفیٰ لوگوں سے کوئی رشتہ لگتا ہے اور روشنی اور ولید کا بھی تابندہ بی اور شہوار سے کوئی تعلق ہے' مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے اور لالہ رخ کون ہے؟ یہ جاننے کا بہت تجسس ہے ناول بہت اچھا ہے اور بہت زیادہ تجسس پھیلا ہے۔ جی چاہتا ہے جلدی جلدی ساری گتھیاں سلجھ جائیں' سانسوں نے وفا کی تو پھر ملیں گی' ان شاء اللہ میرا انتظار کیجیے گا' اللہ حافظ۔

خنساء عباس...... شور کورٹ' جھنگ۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف' شہلا آپی' پیاری آنچل بہنو اور سویٹ رائٹرز امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ اس ماہ کا ٹائٹل سو سو تھا' سب سے پہلے لانگ جمپ سلسلہ وار کہانیوں کی طرف لائی ''ٹوٹا ہوا تارہ'' میرا پسندیدہ ناول ہے' اس ناول کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ موڈی سی انا وقار احمد' تھوڑا سا انجان اور ہینڈسم سا ولید میرے فیورٹ کردار ہیں۔ اقراء صغیر احمد ''بھیگی پلکوں پر'' پر لگتا ہے دادی کی بیماری طغرل اور پری کے ملن کا ذریعہ بنے گی۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' ویل ڈن اُم مریم آپی! اس ناول کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں (اللہ کرے زور قلم اور زیادہ)۔ نندنی کا فیصلہ اچھا لگا اسے اپنے فیصلے پر برقرار رکھے گا اور ہاں آپی! مجھے

لاریب کا سکندر بھائی کے ساتھ ہتک آمیز لہجہ بالکل بھی اچھا نہیں لگتا اس سے پہلے کہ سکندر کو خود ہی کچھ کرنا پڑے پلیز لاریب کو تھوڑی سی تمیز سکھادیں۔ نادیہ فاطمہ رضوی ''اقرار محبت'' موضوع پرانا تھا لیکن لکھنے کا انداز اچھا لگا۔ مکمل ناول عقیقہ ملک ''میرے رازداں'' معذرت کے ساتھ کچھ خاص اچھا نہیں لگا' افسانے بھی اچھے تھے۔ آئینہ میں عائزہ بھٹی' ارم کمال اور کائنات عابد کا تبصرہ اچھا لگا۔ ''دوست کا پیغام آئے'' صنم شاہ اور نگینہ بحر کا پیغام پسند آیا۔ نگینہ بحر اللہ آپ کی والدہ کی مغفرت فرمائے اور آپ کو صبر کی توفیق دے' آمین۔ صائمہ قریشی (آکسفورڈ) کی نظم اچھی لگی۔ سمیرا شریف طور' نازیہ کنول نازی' پروین افضل شاہین' دعا ہاشمی' طیبہ نذیر' نوشین اقبال نوشی' سامعہ ملک' ہادیہ اظفر' امبر گل کو میرا سلام' اللہ حافظ۔

صدیقہ' انیقہ ملک...... شہر نامعلوم۔ السلام علیکم! امید ہے آپی آپ خیریت سے ہوں گی' اب آتے ہیں شمارے کی طرف اس دفعہ شمارہ بہت لیٹ آیا' اُف کیا حالت تھی (ہاہاہا) بے ہوش نہیں ہوئی شمارہ جلدی جلدی پڑھنے کی تھی۔ ''بھیگی پلکوں پر'' اقراء آپی پلیز جلدی سے پری کے تمام دکھ ختم کردیں اور عادلہ نے جیسا کیا ویسا نتیجہ بھی پالیا' عادلہ جیسی لڑکی کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' میں سمیرا ڈیئر ویری نائس' شکر ہے کہ شہوار کا نکاح ہوا بس شہوار کا دماغ بہت خراب ہے جلدی سے ٹھیک کردیں۔ ولید اور انا کا کردار بہت زبردست ہے۔ ''دل زخم زخم لوگو'' صوفیہ ڈیئر بہت زبردست لکھا' اللہ تعالیٰ آپ کے قلم کو مضبوطی دے' آمین۔ مکمل ناول میں ''میرے رازداں'' بہت اچھا لکھا' واقعی ایک اچھا دوست بہت بڑی نعمت ہے' نائس عقیقہ جی۔ باقی افسانے' مکمل ناول' ناولٹ ایک سے بڑھ کے ایک تھے۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' مریم جی عرشیہ کی اصلیت جلدی سے سامنے لائیں اور لاریب کتنی پاگل اور بدتمیز ہے' جلدی سے اسے بھی ٹھیک کریں' ویل ڈن جی' بہت اچھا جارہا ہے ناول۔ اقراء سیف نے بہت اچھا لکھا' واہ جی واہ ''ہمارا آنچل'' میں سب کے تعارف اچھے تھے' خاص طور پر ثوبیہ کوثر اور عاصمہ اقبال کا تعارف بہت اچھا لگا۔ غزلیں نظمیں سب کی اچھی تھیں' سب سے زیادہ نائس شاکر' سپاس گل' سمیر غزل' نعیم' قدیر رانا' عمیس' راشد ترین' شہزاد ملک' سیف الاسلام' صائمہ قریشی اور منیر واہ جی واہ بہت خوب۔ آخر میں پلیز مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا اور اپنے پیارے وطن پاکستان کے لیے بھی دعا کرنا' اللہ حافظ۔

حبا قریشی...... عبد الحکیم۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ؟ ٹھیک ہیں نا' جی تو جناب آنچل والیوں کیسی ہو آپ سب خیریت سے ہو؟ مجھے یاد کیا؟ پہلے تو سب میری طرف سے مٹھائی کھا کر منہ میٹھا کرو' وجہ یہ ہے کہ میرا فرسٹ ائیر کا رزلٹ بڑا ہی شاندار آیا ہے تو یار مٹھائی تو بنتی ہے نا۔ آنچل اس دفعہ بڑے انتظار کے بعد جب امید بھی ختم ہوگئی تب ملا مگر آنچل کی پیاری خوب صورت اور حسین ماڈل دیکھ کر دل خوش ہوگیا' ماڈل نے تو دل جیت لیا ویری ویل ڈن مائی سویٹ آنچل۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو جناب جس طرح آنچل کی ماڈل خوب صورت تھی اسی طرح اندر بھی آنچل میں ہر طرف خوب صورتی پھیلی ہوئی تھی۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' اُم مریم آپی یہ والی قسط بڑی ہی اچھی رہی۔ وقاص کی شادی امامہ سے نہ ہوتی' ہمیں تو بڑا ہی غصہ آیا اس بے جوڑ شادی پر۔ لو جی اب وقاص لاریب کے پیچھے پڑ گیا' تنزنی کا فیصلہ بروقت ہے باقی کہانی بھی بڑی زبردست تھی۔ خوش رہیے' آمین۔ ایک اور میری بڑی پیاری' بڑی ہی اچھی آپی سمیرا ہیں جو جب بھی لکھتی ہیں بڑا ہی اچھا ہیں اس بار تو مزا آگیا پڑھ کے' شکر ہے شہوار نے کوئی مسئلہ نہیں کیا' سب لوگ کہتے ہیں کہ سلمان احمد کا کردار اچھا تھا مگر آپی میں کہتی ہوں کہ شارق زمان کا کردار بڑا ہی زبردست تھا' اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے خاندان کو بہت خوشیاں دے' آمین۔ اب آتے ہیں اپنی پیاری اقراء آپی کی طرف پلیز آپی پری اور طغرل کی لڑائی کو ختم کر کے ان لوگوں کو پیار کی باتیں بھی سکھادیں۔ ماہ رخ نے بڑی سزا پائی ہے اب سزا ختم کردیں اور ساحر کو ضرور سزا ملنی چاہیے۔ نادیہ فاطمہ رضوی کا مکمل ناول واہ جی واہ زبردست جی' بیسٹ تھا باقی آئندہ ماہ دیکھ کر منہ لٹک گیا تھا۔ عقیقہ آپی کا مکمل ناول پڑھ کے بڑا مزا آیا' واقعی کسی پر اندھا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ لائبہ کرن دوستی آفر کر کے کہاں گم ہوگئی ہو' یار جواب تو دو' آخر میں پاکستان زندہ باد' پاک فوج پائندہ باد۔

مون قریشی...... عبد الحکیم۔ السلام علیکم کے بعد عرض کرتی ہوں آنچل اور آنچل پڑھنے والے سب خیریت سے ہوں گے۔ اب چلتے ہیں آنچل کی ماڈل کی طرف سب سو سو ہی تھی' آنچل نے اب تو بڑا ہی انتظار کروایا 4 تاریخ کو ملا۔ سب سے پہلے ''حمد و نعت'' سے دل کو منور کیا' دونوں ہی لاجواب تھیں۔ اقراء آنی کی ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھی' اب لگ رہا ہے کہ کہانی آگے بڑھی ہے پلیز طغرل بھائی اور پری کو ملا دیجیے ہر وقت بلیوں کی طرح لڑتے ہی رہتے ہیں دونوں اور باقی اسٹوری اچھی تھی' اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ دے' آمین۔ اب چلتے ہیں پیاری پیاری سمیرا آپی کی طرف جس نے ''ٹوٹا ہوا تارہ'' لکھ کر ہمیں تحفہ دیا ہے اب کے کہانی بہترین تھی کیونکہ شہوار کا نکاح جو ہوگیا۔ اُم مریم آپی جلدی سے اسٹوری ختم کریں لمبی ہوتی جارہی ہے' اب کے آنچل بیسٹ تھا آخر میں آنچل کے لیے دعا و سلام' آپ کی اپنی۔

ثوبیہ نواز اعوان...... کنڈان خورد۔ آنچل اسٹاف اور ڈیئر قارئین سلام محبت۔ پہلی دفعہ شریک محفل ہوں (آداب کریں)۔ میں سلسلے وار ناولز پر تبصرہ کروں گی ''ٹوٹا ہوا تارہ'' سمیرا جی تسی تے گریٹ او' مجھے تابندہ بوا ٹوٹا ہوا تارہ لگتی ہیں۔ انا کی سائیکی بھی عجیب ہے۔ ولید کی خوب صورتی تو کڑیوں کو بھی مات دے گئی (ہے نا؟) شہوار تو بہ ہے بھئی یار کچھ مصطفیٰ کا ہی خیال کرلو۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' سکندر اف کیا ہیرو ہے' لاریب بہت کیوٹ لگتی ہے۔ ایمان پر افسوس' امامہ کے لیے دعائیں۔ ام مریم جی ویری نائس اینڈ ویری گڈ۔ فی الحال یہی کافی ہے فی امان اللہ۔

زارا...... کوٹلی۔ تمام قارئین و اسٹاف ممبران کو سلام۔ آنچل ہر بار کی طرح لاجواب تھا اس بار کہانیاں' شاعری اور باقی تمام سلسلے اچھے تھے۔

مدیحہ نورین...... برنالی۔ السلام علیکم آنچل اسٹاف اور قارئین کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلام۔ تبصرہ کرتے کرتے عرصہ ہوگیا مگر شہلا آپی آپ مجھے ردی کی ٹوکری میں ڈالتے ہوئے سیکنڈ نہیں لگاتیں چلو خیر۔ سب سے پہلے نازی آپی آپ کو بہت بہت مبارک ہو جھیل' کنارہ' کنکر بہت اچھا لکھنے پر۔ نادیہ فاطمہ اور ام مریم آپ کی تعریف کے لیے الفاظ کہاں سے لاؤں۔ باقی سب کچھ بہت اچھا تھا اور اب اور بھی اچھا ہوگا اگر شہلا آپی میرا یہ لیٹر شامل کریں تو۔ سب کو سلام دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ کی دوست، رب راکھا۔

کائنات فرید...... شادن لنڈ۔ السلام علیکم تمام آنچل اسٹاف کو سلام اور عید مبارک۔ آنچل کو بہت عرصہ ہوگیا ہے پڑھتے ہوئے لیکن اس میں کچھ لکھنے کی ہمت پہلی بار کی ہے اس امید کے ساتھ کہ اگر حوصلہ افزائی ہوئی تو آئندہ بھی کوشش کریں گے۔ نومبر کا شمارہ پڑھا ہمیشہ کی طرح بہترین تھا تمام سلسلے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جاری ہیں اور ہمیشہ رہیں گے، آمین۔ اس شمارے میں شامل تمام کہانیاں سبق آموز تھیں۔ امید ہے تمام رائٹرز آئندہ بھی نئے اور اچھوتے موضوعات کے ساتھ حاضر ہوتی رہیں گی اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں اس امید پر کہ میری اس حقیر کوشش کو ضرور قابل اشاعت سمجھیں گے۔

☆ کائنات پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔

انا خان مہوش...... قصبہ رنگ پور۔ سویٹ شہلا آپی کیوٹ ریڈرز فرینڈز اینڈ لولی رائٹرز انا خان کی طرف سے آپ سب کو خوشیوں بھرا اسلام اس ماہ آنچل حسب معمول کافی لیٹ ملا۔ ٹائٹل گرل نے متاثر کیا۔ بغیر دستک کے اور بغیر پرمیشن انٹر ہوئے اور جلدی سے حمد و نعت پڑھ ڈالیں۔ جنہیں پڑھ کر قلب و ذہن کو تراوٹ محسوس ہوئی۔ قیصر آرا آنٹی کی سرگوشیاں پڑھیں آنکھیں اور کان بند کیے (تاکہ کوئی بہن ہمیں روک نہ لے) سیدھا جمپ لگایا آئینہ میں جہاں شہلا آپی نے اتنے دلکش موسم میں آنچل فرینڈز کے کھٹے میٹھے لفظوں کے وارخندہ پیشانی سے کسی قیمتی اثاثہ کی مانند اس خوب صورت محفل کی زینت بنائے ہوئے تھے۔ پھر بیک ٹرن لیا ''دوست کا پیغام آئے'' پر بریک لگائی۔ جہاں تمام میسج پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' میں وقاص نے حسب توقع سلوک روا رکھا امامہ کے ساتھ۔ اس غلط بندے کے ناپاک ارادوں کا ہمیں پہلے ہی علم تھا۔ امامہ پر بہت ترس آیا اتنی سی عمر میں ہی وہ اتنی بڑی ہوگئی ہے۔ اب ام

مریم جی آپ لاریب کی بے وقوفی بھی ختم کردیں۔ سکندر کی محبت کا اسے احساس ہوجانا چاہیے۔ ''ٹوٹا ہوا تارہ'' میں شہوار اور مصطفیٰ کے نکاح پر خوشی ہوئی ''بھیگی پلکوں پر'' کی یہ قسط بھی لاجواب تھی۔ مکمل ناول بہت ہی اچھے تھے پڑھ کر بہت مزہ آیا اور سبق بھی حاصل ہوا۔ ناولٹ میں سیدہ ضوباریہ نے بہت ہی اچھے پہلو کو اجاگر کیا پڑھ کر اچھا لگا۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں چٹ پٹے جواب پڑھ کر مزا آیا۔ ہمارا آنچل میں تمام دوستوں کے تعارف اچھے رہے۔ اچھا اب اجازت چاہتی ہوں اللہ تعالیٰ آنچل کی دن دگنی رات چگنی ترقی کرے۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ۔ پیاری شہلا عامر آنچل ٹیم اور قارئین کو السلام علیکم آنچل پچھلے ماہ کی طرح اس ماہ بھی کچھ لیٹ ملا ٹائٹل کا سرسری جائزہ لیا ماڈل کا میک اپ اور اس کے ہاتھوں میں پہنے گئے کنگن پسند آئے۔ پورے آنچل کو ایک نظر دیکھنے کے بعد سب سے پہلے ''مجھے ہے حکم اذاں'' پڑھا۔ قسط زبردست رہی ام مریم جی نے بڑی خوب صورتی کے ساتھ ناولٹ کو آگے بڑھایا۔ ''ٹوٹا ہوا تارہ'' کی قسط بھی بہت اچھی تھی۔ سمیرا آپی آپ نے بہت اچھی قسط لکھی۔ آپ کا شکریہ اتنا اچھا ناول ہم قارئین تک پہنچانے کا ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھا تو بے اختیار دل سے اقرا صغیر احمد کے لیے دل سے دعا نکلی کہ خداوند کریم انہیں شفایابی عطا فرمائے۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں سبھی کے پیغام اچھے تھے کومل رباب! افضل آپ کو شادی مبارک ہو نئے سفر کو خوشگوار طریقے سے نبھائیں اور خوش رہیں۔ ''یادگار لمحے'' میں سبھی کی تحاریر اچھی تھیں۔ ''آئینہ'' میں سبھی کے تبصرے دل کی گہرائیوں سے لکھے ہوئے معلوم ہوئے۔ بشریٰ باجوہ کو پچھلے ماہ آئینہ میں نہ لکھنے کے باعث مبارکباد نہ دے سکی۔ آپ کا افسانہ بہت اچھا تھا آپ مزید لکھیں اور کامیابی کی منازل طے کریں۔ آپ کو پچھلے ماہ میری یادگار لمحے میں لکھی مختصر تحریر پسند آئی شکریہ۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں سبھی کے جواب دیتی شمائلہ جی نے ہمارے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھیر دی۔ سمیرا آپی بہنوں کی عدالت میں آپ نے بہت اچھے جواب دیے آپ کی زندگی کے متعلق کافی کچھ جاننے کو ملا آپ نے جس اپنائیت سے جواب دیے بہت اچھا لگا۔ میرے سوالوں کے جواب دینے کا شکریہ۔ آپ نے دو ماہ قران شریف کا ذکر کیا جو آپ کی دوست نے آپ کو گفٹ کیا تھا دل میں خواہش بے اختیار جاگی کاش میں ایک بار اس قرآن شریف کو دیکھ پاتی۔ خیر اگر قسمت میں ہوا تو ضرور دیکھوں گی باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے آنچل ترقی کی منازل طے کرے آمین۔

رفعت نواز...... نگہت، سرگودھا۔ پیاری آپی شہلا اور تمام آنچل اسٹاف کو السلام علیکم امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ آنچل میں پہلی دفعہ شرکت کی ہے۔ شرکت کی وجہ آنچل کی زبردست سلسلے اور ناولز ہیں۔ آنچل میرا موسٹ فیورٹ ڈائجسٹ ہے جسے میں گزشتہ 4 سالوں سے پڑھتی آرہی ہوں۔ مجھے آنچل کے تمام سلسلے بے حد پسند ہیں اور مجھے ہے حکم اذاں تو میری موسٹ فیوریٹ اسٹوری ہے پلیز اس کو جلدی سے آگے بڑھایئے اور میری بڑی بہن بھی آنچل کی دیوانی ہے اور خاص طور پر ''ٹوٹا ہوا تارہ'' کی تو وہ حد سے زیادہ دیوانی ہے۔ جب بھی آنچل آتا ہے اس کا اور میرا زبردست مقابلہ ہوتا ہے اور دونوں کی کوششیں ہوتی ہے کہ میں پہلے آنچل پڑھوں تھوڑی سی تو تو میں میں کے بعد آنچل ہر بار کی طرح میرے ہی حصے میں آتا ہے اور پلیز میرے اس لیٹر کو ضرور شائع کیجیے گا۔ میں پہلے بھی دو تین دفعہ لکھ چکی ہوں لیکن آپ نے شائع نہیں کیا پلیز اگر آپ کو مل جائے تو ضرور شائع کریں تاکہ مجھے پتا چلے کہ میں صحیح پتا پر بھیج رہی ہوں یا نہیں آخر میں آنچل کے لیے ایک چھوٹی سی دعا ہے کہ آنچل ہمیشہ ترقی کرے۔

زائمہ اینڈ جانی...... میانوالی۔ سلام شہلا آپی جی اور آنچل اسٹاف امید ہے آپ سب میری دعاؤں اور اللہ کی رحمت سے خیریت سے ہوں گے۔ آتے ہیں اپنے آنچل کی باتوں چٹکلوں کی طرف۔ جو ہمیں زندگی کے اتنے سخت حالات میں ذہنی سکون دیتا ہے اور ہر قدم پر تاریچ کا کام کرتا ہے سب سے پہلے داد دیں گے۔ ویل ڈن کہیں گے گڈ اور اسٹار دیں گے اور وہ تمام تعریف کے الفاظ نازیہ کنول نازی کے لیے جس نے ہمارے ناول جھیل کنارہ کنکر اتنی محنت اور لگن کے ساتھ ہماری ذہنی کنڈیشن کے مطابق اینڈ کیا۔ سمیرا جی آپ کا ناول بھی بہت اچھی طرح اور

سسپنس پھیلائے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے۔ مجھے ہے حکم اذاں میں ایمان کی وجہ سے اکثر رونا پڑتا ہے ایک لغزش کی اتنی بڑی سزا اتنا روڈ رویہ اف ام مریم آپ نے بہت اچھی طرح کہانی کا رخ موڑا ہے لڑکیوں کے لیے اصلاحی پہلو ہے کیونکہ لڑکیاں تو تتلیوں کی مانند ہیں جو ذرا سی دھوپ لگنے سے مرجھا کر موت کی وادی میں گم ہوجاتی ہیں۔ باقی رسالہ بھی اچھا تھا تفصیلی پڑھنے کا تو ٹائم نہیں ملا مگر جتنا پڑھا بیسٹ تھا مجھے اور جانی کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا پھر تفصیلی تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گے۔ اللہ حافظ۔

رعیشا خان...... ملتان۔ السلام علیکم! میں اسی ڈائجسٹ میں دوسری دفعہ شرکت کررہی ہوں یہ ایک آنچل ہی ہے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کردیتا ہے کیونکہ ڈائجسٹ تو میں بہت سے پڑھتی ہوں لیکن آنچل جیسی بات مجھے کہیں اور نظر نہیں آئی میری دعا ہے کہ آنچل' آنچل کی ٹیم اور آنچل کے تمام رائٹرز جلد اور خوب ترقی کریں، نازی آپی بھئی آخر آپ اتنا اچھا کیسے لکھ لیتی ہیں؟ ہمیں بھی بتادیں کیونکہ مابدولت کو بھی لکھنے کا بہت شوق ہے آپی آپ کی ہر کہانی زبردست ہوتی ہے لیکن آپ سسپنس بہت زیادہ دیتی ہے جس کی وجہ سے کہانی شروع میں تھوڑی سی بورنگ اور مشکل ضرور لگتی ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ بھلی لگتی ہے۔ آپ اور سمیرا آپی میری فیورٹ رائٹر ہیں اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی زندگی خوشیوں سے بھر دے آمین اقرا آپی یہ آپ کو کیا ہوگیا ہے آپ کو یقیناً معلوم نہیں کہ میں آنچل آپ کی کہانی وشت آرزو کی وجہ سے ہی مسلسل پڑھنے لگی تھی لیکن اب آپ کی اسٹوری میں بالکل بھی مزہ نہیں آرہا پلیز آپ اسے زبردست بنائیں آپ رائٹر سے ہمیں بہت سی امیدیں ہیں۔ ام مریم جی واہ بھئی واہ آپ کا بھی کیا کہنا اور مجھے ہے حکم اذاں نے تو بھئی جادو ہی کردیا ہمارے دلوں پر ان دنوں یہ اسٹوری دوسرے نمبر پر ہے پورا آنچل میں جو زبردست چل رہی ہے پلیز آپ سکندر کو لاریب سے جدا نہ کرنا اور نندنی کو عباس ضروری ملنا چاہیے تاکہ عریشہ کو اس کے لالچ کی سزا مل سکے۔

فرخندہ نورین...... خانیوال۔ السلام علیکم شہلا آپی ہم ایک بار پھر سے آئینہ کی محفل میں شرکت کررہے ہیں۔ ہر ماہ کے برعکس آنچل اس دفعہ بہت لیٹ ملا۔ ماڈل کا لباس بہت اچھا تھا اس کو تیار بھی اچھا کیا تھا۔ جھیل کنارہ کنکر پر چھلانگ لگائی آخری قسط بہت اچھی رہی۔ بہر حال نازی آپی کہانی کا اینڈ اچھا کیا۔ اس کے بعد ہم آئے بھیگی پلکوں پر اقرا آپی پلیز کہانی کی اسپیڈ تھوڑی تیز کردیں۔ اس کے بعد ہم نے ''ٹوٹا ہوا تارہ'' پر نظریں شریف گھمائیں اس ناول کی تعریف کے لیے تو میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں۔ اس ناول کی ہر قسط اپنے اندر بہت سسپنس لے کر آئی ہے ہائے بے چاری شہوار کے ساتھ اتنا کچھ ہوگیا مصطفیٰ نے تو اپنی پسندیدگی کی انتہا کردی کہ ایاز کی جان لینے پر آ گیا ہے۔ لیکن انا اور ولی کے سین نے بور کردیا انا بہت ضدی ہٹ دھرم اور بہت بچی ہے اور ولی کی پرسنالٹی اتنی اچھی بیان کی گئی ہے کہ دل کرتا ہے بندہ اس کو ایک دفعہ دیکھے سمیرا آپی بات پھر تجسس کی آجاتی ہے اور ایک اور حقیقت اس قسط میں کھلی کہ ولی بھی انا کو پسند کرتا ہے بہر حال بہت بہت زبردست ناول جا رہا ہے آپی اس کے بعد میں یادگار لمحے کی طرف آئی لیکن وہاں پر اپنی چیزیں اور نام نہ دیکھ کر تھوڑا دکھ ہوا لیکن کوئی بات نہیں مجھے امید ہے میری چیزیں ضرور شائع ہوں گی۔ باقی کہانیاں ابھی نہیں پڑھیں۔

اب اس دعا کے ساتھ رخصت کہ آنے والا نیا سال ہمارے لیے رحمتوں کا پیامبر ثابت ہو ملکی و سیاسی حوالے سے بھی امن کا گہوارہ ٹھہرے۔ اللہ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین۔

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

عروسہ شہوار رفیع...... کالا گوجراں، جہلم

س: آداب عرض اپیا! سچ بتایئے پانچ ماہ غیر حاضر رہنے کے بعد اب میری حاضری کیسی لگی؟

ج: بالکل ویسے ہی جیسے لوڈشیڈنگ کے بعد بجلی کا آنا۔

س: اپیا جانی کا ساتھ ہو تو سارے موسم اچھے لگتے ہیں وگرنہ بے مزا ہیں پھول خوشبو اور برساتیں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: ہیں...... کیا واقعی؟ ویسے آج کل سنا کے مکھن کی قیمت میں اضافہ ہوگیا ہے۔

س: زندگی کی رعنائیوں سے بھرپور لوگوں کے درمیان یاسیت اور حسرت بھرے دل کے ساتھ کھڑا ہونا بہت مشکل لگتا ہے، مجھے کوئی حل بتایئے؟

ج: تو فوری بیٹھ جاؤ اگر کھڑا ہونا مشکل ہے تو۔

س: اچھی پیاری میٹھی سی بات کریں جو دعائیہ انداز لیے ہو۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو، سلامتی ہو سب پر آمین

ج: سدا مسکراتی رہو۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

س: شمائلہ جی! ساس بہو ڈھونڈتے وقت کس قسم کا چشمہ استعمال کرتی ہے، جو بہو بیاہنے کے چند ماہ بعد دھوپ چھاؤں کا ڈرامہ کر کے ان کا فیصلہ غلط ہونے کی اطلاع دیتا ہے؟

ج: ساس کی نظر جو کمزور ہو جاتی ہے بعد میں۔

س: شادی سے پہلے ساس کا جملہ "بھلا بتاؤ تو لڑکی میں کیا کمی ہے۔" اور شادی کے بعد "کیا بتاؤں اس میں کیا کیا کمیاں ہیں۔" پہلے وہ صرف عورت تھیں، ساس بنتے ہی دیکھنے کا نظریہ کیوں بدل لیا، ویسے نظر تو ان کی ٹھیک ہوتی ہے پھر بھی؟

ج: نظر کا زاویہ بدل جاتا ہے، بس۔

ثانیہ عبدالغفور مغل...... للیانی سرگودھا

س: کسی پیاری سی دعا کے ساتھ مجھے رخصت کرنا چاہیں گی؟

ج: سدا پھولوں کی طرح مہکتی رہو۔

حافظہ بمیر...... 157 این بی

س: آپی! ہر بار اتنے سوال آپ کھا کیوں جاتی ہیں؟

ج: کیا کریں نہ پوچھیں بس۔

س: محبت کا کون سا روپ خوب صورت لگتا ہے؟

ج: محبت کا ہر روپ حسین ہے۔

س: آپی سوچ کر بتایئے گا کہ محبت کا کوئی اصول بھی ہوتا ہے؟

ج: تمہارا ہر سوال محبت سے ہی کیوں شروع ہوتا ہے بھلا۔

س: آپی شیشہ نازک ہوتا ہے کہ دل۔

ج: آہم...... سوچ کر بتائیں گے۔

سیدہ کنزیٰ زین...... منڈی بہاؤالدین

س: شمائلہ آپی! کیسی ہیں آپ اور میری پہلی بار آپ کی محفل میں آمد کیسی لگی؟

ج: خزاں میں بہار جیسی۔

س: آپی جی آپ کا پسندیدہ رنگ کیا ہے؟

ج: وہی جو آپ کا ہے۔

س: آپی جی زندگی کا کیا مطلب ہے؟

ج: امتحان۔

مدیحہ نورین...... برنالی

س: آج کل پتنگوں کا موسم ہے ہر طرف رنگ برنگی پتنگ ہیں آپ نے کس کلر کی اڑائی ہے؟

ج: جس کلر کا تم نے سوٹ پہنا ہے۔

س: آپی کل میں نے پتنگ کے ساتھ آپ کو لیٹر لکھ کے بھیجا تھا آیا کہ نہیں؟

ج: کہیں اُن...... تک تو نہیں پہنچ گیا......

س: آج کل تو کراچی میں بھی معجزات ہونے لگ گئے ہیں، خدا خیر کرے۔

ج: اچھا کون سا معجزہ ہوگیا؟

س: جس عورت کے آنے سے اگر کوئی نقصان ہو تو اسے منحوس کیوں قرار دیا جاتا ہے؟

ج: اُف...... ایسی باتیں نہ کرو بھئی۔

س: حد سے زیادہ بے تکلفی کا انجام کیا ہوگا بھلا؟

ج: بے تکلفی کا انجام تغافل ہوتا ہے۔

س: لاحاصل خواہشات بے شمار کیوں ہوتی ہیں؟

ج: اس لیے کہ وہ حاصل جو نہیں ہوتیں۔

رفعت نواز...... سرگودھا

س: پیاری اپیا آپ کی محفل میں پہلی بار حاضر ہوئی ہوں، کیسا لگا؟

ج: ہمیں تو اچھا لگا آپ کی آپ جانیں۔

س: اپیا سب اپنے ہی کیوں دکھ دیتے ہیں؟

ج: کیوں کے دوسروں کے پاس اتنا وقت کہاں۔

س: اپیا مجھے اپنی دوست بنائیں گی؟

ج: دوستی میں بھلا کیسی اجازت۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

س: آداب عرض کرتے ہیں ہم اللہ کے کرم سے ٹھیک ہیں اور آپ کی خیریت معلوم کرنا چاہتے ہیں؟

ج: ہم بھی فٹ فاٹ ہیں۔

س: جو لوگ چاہ کر بھی کسی کے دل میں اپنے لیے جگہ نہ بنا سکے جو کسی کو اپنی طرف اٹریکٹ نہ کر سکے آپ ان لوگوں کو کیا سمجھیں گی؟

ج: ابھی چائے کا کپ پی لیں پھر سوچتے ہیں کہ کیا سمجھنا ہے۔

س: آپی جی اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے کانوں میں باتیں کرتے ہیں کسی دوسرے کے بارے میں ان سے چھٹکارا کیسے پائیں؟

ج: آپ بھی ان کے بارے میں چہ مگوئیاں شروع کردیں۔

س: میں کہتی ہوں جو بات دل میں ہو اگر وہ زبان پر آجائے تو فوراً کہہ دیں، پیچھے نہ دھکیلیں آپ کی کیا رائے؟

ج: پیچھے دھکیلیں گی تو گر جائے گی اس لیے کہہ دیا کریں۔

س: آپی آپ میرے کچھ سوالوں کو بیچ میں سے اڑا کیوں دیتی ہیں؟

ج: کیا کریں ہوا اتنی ہوتی ہے کہ سوال خود ہی اڑ جاتے ہیں۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

س: آنٹی ہم پھر آ گئے آپ کو تنگ کرنے؟

ج: ہ بس کے پیچھے لکھا ہوتا ہے نا کہ پپو......

س: آپ یہ تو بتایئے ذرا نواز شریف کے سر کے بال کدھر گئے؟

ج: نذرِ آندھی ہوگئے۔

س: کراچی والوں کی عید کیسی گزری تھی؟

ج: جیسی آپ کی گزری تھی۔

س: اس بار کراچی میں بارشیں تو خوب ہوئیں، آپ کہیں سلپ شلپ تو نہیں ہوگئی تھیں (اگر ہو بھی گئی تھیں تو ڈونٹ وری...... بارش میں سلپ ہونے کا بھی اپنا مزہ ہے)؟

ج: اچھا تمہیں بڑا تجربہ بھئی۔

کشور شاہین...... جھنگ صدر

س: شمائلہ آپی پہلی دفعہ آپ کی خوب صورت محفل میں شرکت کر رہی ہوں، جگہ ملے گی کہ نہیں؟

ج: مل تو گئی ہے جگہ۔

س: آپی شعر کا جواب شعر میں دیں:۔

کیسے کسی کی یاد کا چہرہ بناؤں میں
امجد وہ کوئی نقش بھولنے تو دیے

ج: محبت اپنی بھی اثر رکھتی ہے فراز
بہت یاد آئیں گے ذرا بھول کر تو دیکھو

س: آپی اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ آپ کو ترقی دے اور دنیا وجہاں کی خوشیاں دے آمین۔

ج: آمین

رابعہ مبارک...... پتوکی

س: شمائلہ جی کیا حال ہے؟

ج: وہی حال ہے وہی کھال ہے، بس......

س: باادب با......؟

ج: بے ادب بے ہوشیار رابعہ جی.................

س: شمی آپی ہم خود کو چھوڑ کر دوسروں سے اچھے کی امید کیوں رکھتے ہیں؟

ج: کیوں کہ ہمیں خود پر بھروسہ نہیں ہوتا۔

س: آپی کچھ بھی تو نہیں ویسا جیسا تجھے سوچا تھا؟

ج: اچھا کیسے سوچ لیا اتنا سارا بھلا۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین میری مٹھی میں کیوں نہیں آتے جب کہ میری سہیلیاں مجھے کہتے نہیں تھکتیں کہ ہم نے اپنے شوہروں کو مٹھی میں کیا ہوا ہے؟

ج: اب کی بار ہو کہے نا تو ان کی ہتھیلی کھول کر دیکھ لینا بس پھر..........

س: سنا ہے کہ سو سال بعد سانپ انسان کا روپ دھار لیتے ہیں اگر انسان سو سال کا ہو جائے تو کیا ہوتا ہے؟

ج: کچھ نہیں ہوتا وہ انسان ہی ہوتا ہے۔

س: شادی کی تصاویر کے البم سے میرے میاں کیا تلاش کرتے رہتے ہیں؟

ج: اپنی حسرتیں ہاہاہاہا......

عظمیٰ فرید خان...... ڈی آئی خان

س: اگر رات کو دیر تک نیند نہ آئے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: کسی ڈراؤنی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

س: آپی اگر کسی محفل میں خواتین کم بول رہی ہوں تو مردوں کو تشویش کیوں ہونے لگتی ہیں؟

ج: یہ تو تم مردوں سے ہی پوچھو بھئی۔

س: شوہر ایسی شے ہے کہ جس کے سامنے چھپکلی سے ڈرنے والی شے بھی شیر بن جاتی ہے؟

ج: اچھا کیا واقعی......؟

س: آپی اگر کوئی آپ کو کافی دیر سے گھور رہا ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: آپ کو بھی اسے گھور لینا چاہیے۔

نصرت عارف...... نامعلوم

س: آپی! ہم سے پوچھیے میں پہلی بار آئی ہوں کیا جگہ ملے گی؟

ج: اب آ ہی گئی ہو تو جگہ بھی خود ہی ڈھونڈ لو۔

س: سب سے پہلے تو آپ بتائیں کہ آپ کو میرا آنا کیسا لگا' خزاں میں بہار جیسا یا پھر......

ج: اچانک سے بجلی چلے جانے جیسا......

س: اچھا آپی یہ بتائیں کہ لوگ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہمیں جو چاہیے وہ ہمیں نہیں ملتا؟

ج: لوگوں کی چھوڑ تم اپنی سناؤ۔

س: اچھا آپی اب اتنا ہی' دعا میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

ج: خوش رہیں' اللہ حافظ۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

س: آداب عرض ہے آپی جان! مجھے دیکھ کر کیسا لگا؟

ج: آہم...... سب کے سامنے بتا دوں کیا؟

س: آپی! یہ محبت میں مبتلا لوگ ہر وقت روتے کیوں رہتے ہیں؟

ج: تاکہ ان کی آنکھیں ہمہ وقت صاف رہیں اور انہیں ان کے محبوب کا عکس بھی شفاف نظر آئے۔

س: آپی کہتے ہیں کہ محبوب کے دیدار کے بغیر عید ادھوری ہوتی ہے آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: ہم نے تو سنا تھا کہ چاند کے بغیر......

س: مجھے ایک بات تو بتائیں یہ میری ساری کزنز اتنی بے مروت کیوں ہیں؟

ج: ہو...... کیا تم بھی..........

س: آپی اگر اب ایک کپ چائے عنایت کر دیں تو وارے نیارے ہو جائیں گے۔

ج: کیوں، ہم نے بھلا تمہاری دعوتِ عام کی ہے کیا۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

محمد قیوم ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ بچپن سے ہی بری عادت میں مبتلا ہوں بہت خرابی پیدا ہو چکی ہے۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

حنا بٹ جودھالہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 19 سال ہے حسنِ نسواں کی کمی ہے علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور مبلغ 550 روپے کا منی آرڈر صحیح طریقے پر ارسال کردیں آپ کو BREAST BEAUTY گھر پہنچ جائے گی۔

ف ش خانیوال سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور MERCSOL 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔

محمد اختر جہلم سے لکھتے ہیں کہ میری بیگم کا مسئلہ ہے اس کے لیے دوا بتائیں۔

محترم یہ مسئلہ نہیں ہے قدرتی امر ہے ہر ایک کے بال ہوتے ہیں۔

اظہر حسین ضلع سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ میڈیکل رپورٹ کی فوٹو کاپی بھیج رہا ہوں مجھے کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ CHILIDONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

صبا امجد گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میری آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے ہیں اور رنگ بھی سانولا ہے اور میرے بال بہت گر رہے ہیں۔

محترمہ آپ JODUM-1000 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں اور 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھیں یہ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے اور گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا ہوں گے۔ بال لمبے گھنے خوب صورت ہو جائیں گے۔

ثناء بھالیہ سے لکھتی ہیں کہ JODUM-IM چھ ماہ استعمال کرچکی ہوں کوئی فرق نہیں پڑا برائے مہربانی کوئی دوسری دوا تجویز کردیں۔

محترمہ رنگ صاف کرنے کے لیے یہی دوا ہوتی ہے اسی سے بہت سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوا ہے آپ SARSAPARILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت لیں۔

رب عارف والا سے لکھتی ہیں کہ میرے بھائی کو بچپن میں ٹائیفائیڈ ہوا تھا وہ اب نہ سنتا ہے نہ بولتا ہے۔

محترمہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ایف این لکھتی ہیں کہ ہم تین بہنیں ہیں تینوں کا یہی مسئلہ ہے کسی نے LECETHN 36 کی گولیاں بتائی ہیں جو LECETHNUM 6X کے نام سے ملی ہے کیا اسے استعمال کرسکتی ہیں۔

محترمہ یہ دوا کا پورا نام ہے استعمال کرسکتی ہیں JODUM-IM کسی پر بہت اچھا اثر کرتی ہے اور کسی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اللہ بہتر جانتا ہے بریسٹ بیوٹی کی ایک سے 2 بوتل کا استعمال کافی ہوتا ہے ہومیو پیتھک ادویات ہمیشہ کھانے سے پندرہ منٹ پہلے کھائی جاتی ہیں۔

سکندر بٹ سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ چہرہ پر دانوں کی وجہ سے گڑھے داغ دھبے ہو گئے ہیں۔
محترم آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں انشاءاللہ تمام داغ دھبے ختم ہو جائیں گے۔
محمد عمران جھنگ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ بہت خراب ہے مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔
محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
پاشا خان سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ بری عادت کا شکار ہوں چاہتا ہوں کہ اس عادت کے ساتھ ہی علاج ہو جائے۔
محترم پہلے عادت سے نجات حاصل کریں اس کے لیے STILAGO-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
چاند عباس پلٹر والی سے لکھتی ہیں کہ میرے تین مسئلے ہیں شائع کیے بغیر جواب دیں۔
محترم آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور CONIUM 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں۔
سلمان خان میاں چنوں سے لکھتے ہیں کہ سوتے میں کپڑے خراب ہو جاتے ہیں۔
محترم آپ SALIXHIGRA 30 کے پانچ قطرے تین وقت پیا کریں۔
عائشہ تحرم راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے جوابی لفافہ ارسال ہے، جواب دیں۔
محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں تین ماہ مکمل کریں براہ راست جواب نہیں دیے جا سکتے۔
عقیل عباس شاہ چکوال سے لکھتے ہیں کہ میں سخت پریشان ہوں میرے مسئلہ کا حل بتائیں اور کزن کا قد چھوٹا ہے عمر 25 سال ہے۔
محترم آپ AGNUS CAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 25 سال کی عمر میں مزید قد نہیں بڑھتا کسی دوا کا فائدہ نہیں ہے۔
عائشہ رحمان شیخوپورہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 23 سال ہے شادی شدہ ہوں کمزوری بہت ہو گئی ہے اس کی وجہ شدید لیکوریا ہے ماہانہ اخراج کئی کئی ماہ بعد ہوتا ہے۔
محترمہ آپ SENECIO 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اور ALUMINA 30 کے پانچ قطرے دوپہر رات کو لیں۔
عائشہ مریم تلہ گنگ سے لکھتی ہیں کہ میرے بال گھنے ہیں مگر بڑھتے نہیں ہیں برائے مہربانی ہیئر گرور ارسال کردیں چہرہ پر پیپ والے دانے ہیں جو نشان چھوڑ جاتے ہیں کوئی علاج بتائیں۔
محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER اور اپنا مکمل پتا ضرور لکھیں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے بال لمبے ہوں گے۔
نازیہ خالد گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میرا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ بیٹا بستر پر پیشاب کرتا ہے دوسرے میں شوگر کی مریضہ ہوں۔
محترمہ آپ بیٹے کو CAUSTICUM 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں اور آپ

SYZYZIUM-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں پرہیز ضرور کریں۔
ثانیہ علی قصور سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر کوئی بہترین دوا تجویز کردیں۔
میرے بال روکھے ہیں پسینہ آنے گرمی لگنے سے اور خراب ہو جاتے ہیں بال جھڑنے لگے ہیں تفصیل سے حال لکھ رہی ہوں شائع نہ کریں۔
محترمہ آپ JABORANDI-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور میرے کلینک کے نام پتے پر 1500 روپے کا منی آرڈر کردیں آپ کو APHRODITE اور HAIR GROWER ارسال کردیا جائے گا۔ آپ کے مسئلے حل ہو جائیں گے۔
رابیل ڈوگر اوکاڑہ سے لکھتے ہیں کہ ہیپاٹائٹس ہوا تھا علاج کے بعد ٹھیک ہو گیا ہے سیلان الرحم کا مرض بھی ہے۔ جسم دبلا پتلا کمزور ہے ٹانگوں میں درد رہتا ہے۔
محترمہ آپ MAG PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔
ص ح ملتان سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔
محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین روزانہ پیا کریں۔
اللہ رکھا ملتان سے لکھتے ہیں کہ مجھے بہت زیادہ مٹاپا ہے بال گر رہے ہیں۔
محترم آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔
پاکیزہ طیب ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ عمر 18 سال ہے قد چھوٹا ہے، جوابی لفافہ حاضر ہے۔
محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن لیں۔
نادیہ کامران راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ چہرہ پر بھورے تل ہیں جن کی تعداد دن بہ دن بڑھ رہی ہے۔
محترمہ آپ THUJA Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روانہ پیا کریں اور اسی کو تلوں پر لگایا کریں۔
ماہ نور پنڈی گھیپ سے لکھتی ہیں کہ میرے بال تیزی سے سفید ہو رہے ہیں اور گرنے بھی لگے ہیں چہرہ پر کیل مہاسے ہوتے ہیں۔
محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں بال گرنا بند ہوں گے۔ گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے مضبوط بال پیدا ہوں گے سفید ہونے بھی رک جائیں گے۔
ثریا کنول ضلع رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرہ پر دانے نکلتے ہیں نشان چھوڑ جاتے ہیں پہلے نیند نہ آنے کا مسئلہ لکھا تھا آپ کی تجویز کردہ دوا سے بالکل ٹھیک ہوں اسی لیے بڑی امید سے خط لکھ رہی ہوں امید ہے آپ جواب ضرور دیں گے۔
محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
نامی خان میانوالی سے لکھتی ہیں کہ سر درد رہتا ہے ناک کی ہڈی کا مسئلہ ہے چہرہ پر دانے نکلتے ہیں اور بچپن کی غلط کاری کی وجہ سے عضو میں نقص ہے۔
محترم آپ SANGOXIRIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور GRAPHITES 200 کے پانچ

قطرے ہرآٹھویں دن لیں۔

محمد ارسلان گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میں بہت بری عادت کا شکار ہوں جوانی آنے سے پہلے ہی ختم کرچکا ہوں جسم بہت دبلا پتلا ہے۔

محترم آپ ACID PHOS 6X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کرتین وقت روزانہ پیا کریں۔

ام حبیبہ چکوال سے لکھتی ہیں کہ مکمل حال لکھ رہی ہوں کوئی علاج بتائیں مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ EUPHRASIA 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کرتین وقت روزانہ پیا کریں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے ہرآٹھویں دن پیا کریں۔

انیلا کوثر کھاریاں سے لکھتی ہیں کہ مجھے شوہر کے ساتھ حق زوجیت ادا کرنے کی رغبت نہیں ہوتی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ONASMODUM-CM ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔ انشاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

بلال خان ملتان سے لکھتے ہیں کہ بچپن کی غلط کاریوں سے صحت برباد کرچکا ہوں۔

محترم آپ STAPHISARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عابدہ شریف جھنگ سے لکھتی ہیں کہ ڈاکٹر کہتے ہیں دل غبارہ کی طرح پھول رہا ہے بلڈ پریشر ہائی رہتا ہے اور پتہ کا مسئلہ بھی ہے ڈاکٹر آپریشن کا کہتے ہیں کیا آپریشن کرالوں بیٹی کے گردوں میں درد رہتا ہے۔

محترمہ آپ CREATEGUS-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کرتین وقت روزانہ لیا کریں اور پتہ کا علاج صرف آپریشن ہی ہے اس کے علاوہ بیٹی کو BERBARISVULG-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں۔

نورالدین لاشاری لاڑکانہ سے لکھتے ہیں مجھے پروٹیسٹ کا مسئلہ ہے، بہت زیادہ پریشان ہوں۔

محترم آپ CONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

کلثوم قریشی لاہور سے لکھتی ہیں کہ میں نے منی آرڈر کیا تھا گھر بند تھا پیکٹ واپس چلا گیا۔

محترمہ ایسے کئی پیکٹ واپس آجاتے ہیں۔ جن کا پتا نامکمل ہوتا ہے آپ فون پر رابطہ کریں ایسے تمام لوگ جنہیں پارسل پندرہ دن کے اندر نہ ملے تو رابطہ کریں۔

محمد امتیاز لغاری ڈی جی خان سے لکھتے ہیں کہ میں گنجا ہورہا ہوں کئی تیل استعمال کیے مگر کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا کیا HAIR GROWER استعمال کرسکتا ہوں۔

محترم میرے کلینک سے ہیئر گروور منگا لیں انشاء اللہ گنجے سر پر قدرتی بال پیدا ہوں گے۔

فردوس صغیر راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرے تھوڑی کے نیچے مردوں کی طرح بال ہیں۔

محترمہ آپ کلینک کے نام پتے پر 900 روپے کا منی آرڈر کردیں آپ کو APHRODITE ارسال کردیا جائے گا انشاء اللہ فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔ صبح 10 تا ایک بجے شام 6 تا 9 بجے 021-36997059

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک 59 دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا: آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

سبزیاں اور ہم

پھل اور سبزیاں قدرت کی بیش بہا نعمتیں ہیں جو موسم سرما میں اپنی مکمل بہار دکھاتی ہیں۔ خوش رنگ اور خوش ذائقہ پھل ہماری ذہنی اور جسمانی طاقت کو برقرار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں ان میں شامل انتہائی اہم حیاتین صحت کے لیے ٹانک کا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح قسم قسم کی رنگ کی افادیت صدیوں سے مسلمہ ہے۔ ہمارے بزرگ ان کے خواص سے خوب واقف تھے یہی وجہ تھی کہ وہ سبزیوں سے بھرپور استفادہ کرتے تھے اور تندرست و توانا رہتے تھے۔

اس بات میں اب کوئی شک نہیں کہ سبزی خوروں میں بلند فشار خون اور کولیسٹرول کم ہوتی ہے اس کی بہ نسبت گوشت خوروں میں زیادہ ہے۔ دودھ کی بنی ہوئی چیزیں اور انڈے کھانے والوں میں بھی سبزی خوروں کی نسبت کولیسٹرول اور فشار خون زیادہ ہوتا ہے سبزی خوروں کو عارضہ قلب سے نسبتاً تحفظ حاصل ہوتا ہے۔

غذا میں سبزیوں کی کثرت کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ ان میں شامل مختلف قدرتی اجزاء و معدنی نمکیات ہماری جسمانی صحت کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ صدیوں سے استعمال ہونے والی سبزیوں کی افادیت کے اب سائنس دان اور ڈاکٹرز بھی قائل ہوچکے ہیں۔ انہوں نے جدید تحقیق سے یہ راز پالیا ہے کہ سبزیوں میں ایسے بے شمار اجزاء قدرتی طور پر موجود ہوتے ہیں جو آج کے ترقی یافتہ انسان کو لاحق امراض و عوارض کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کے استعمال سے انسان نا صرف کئی قسم کے امراض مثلاً سرطان، قلب کے امراض، ہائی بلڈ پریشر، ذیابیطس اور قبض جیسی بیماری سے خود کو محفوظ رکھ سکتا ہے اور خود کو جسمانی طور پر صحت مند اور توانا رکھ سکتے ہیں۔ تازہ تحقیق کے مطابق ماہرین نے ان میں پائے جانے والے کیمیائی اجزا کا پتا لگایا ہے۔ یہ وہ اجزا ہیں جو جسم کو باقاعدگی سے ملتے رہنے کی صورت میں اس کا نظام مدافعت مستحکم رہتا ہے اور اس طرح سرطان جیسے موذی مرض سے تحفظ حاصل ہوجاتا ہے۔

سبزیاں اور غذائی ضروریات

غذائی عناصر میں سبزیاں قدرتی پیداوار کا وہ اہم حصہ ہیں کہ جن سے ہمارے جسم کی غذائی ضروریات مکمل طور پر پوری ہوسکتی ہیں۔ سبزیاں اور پھل مناسب مقدار میں جسم کو لازمی غذائیت فراہم کرتے ہیں۔ سبزیوں سے ہمیں توانائی، ضروری غذائی اجزا اور مناسب مقدار میں ریشہ بھی حاصل ہوتا ہے لیکن یہ تمام فوائد ہمیں مخصوص منصوبہ بندی کے ذریعے ہی حاصل ہوسکتے ہیں اور اس منصوبہ بندی کا پہلا اصول یہ ہے کہ سبزیوں کے استعمال میں توازن اور مقدار کا خیال رکھا جائے۔

موجودہ دور میں لوگوں میں اپنی غذا سے متعلق جاننے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ لوگ سبزیوں کی نسبت گوشت کے استعمال کی طرف زیادہ راغب تھے لیکن موجودہ دور میں لوگوں کی اکثریت گوشت کے مقابلے میں سبزیوں کو ان کی افادیت کے باعث ترجیح دیتی ہے کیونکہ وہ جان چکے ہیں کہ سبزیاں توانائی حاصل کرنے کا بہترین اور موثر ذریعہ ہیں کیونکہ دل کے مریض سبزیوں کے استعمال سے اپنا وزن بغیر کسی ورزش کے معقول حد تک کم کرلیتے ہیں۔ سبزیوں میں کچھ فائٹو کیمیکلز ہوتے ہیں جو کہ کینسر پیدا کرنے والے عناصر کا خاتمہ کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ سائنسدانوں کے مطابق دو ٹماٹروں میں کم از کم دس ہزار فائٹو کیمیکلز پائے جاتے ہیں۔ یہ کیمیکلز ہری مرچ، گاجر، شلجم، اناناس اور اسٹابری میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح سویابین میں پائے جانے والے فائٹو کیمیکلز میں ایسے اجزا موجود ہوتے ہیں جو کہ ٹیومر میں کینسر پیدا کرنے والے عناصر کی روک تھام کرتے ہیں۔ بند گوبھی میں بھی ایک کیمیل سلفورائین پایا جاتا ہے یہ کینسر پیدا کرنے والے مادوں کو خلیات سے باہر نکال دیتا ہے اسی طرح لہسن اور پیاز میں بھی ایسے خواص پوری فیملی کی شکل میں ہوتے ہیں یہ عناصر آکسیجن اور آئسٹروجن کے معمولات پر اثر انداز ہوکر کینسر کی افزائش پر بند باندھ دیتے ہیں۔

سبزیوں اور پھلوں میں اگرچہ بہت سے غذائی عناصر ہوتے ہیں لیکن سب سے زیادہ فوائد فولیٹ سے حاصل

ہوتے ہیں۔ دراصل یہ فولک ایسڈ کا دوسرا نام ہے جو کہ ایک حیاتین ہے یہ نام ایک لاطینی لفظ فولیم سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ لفظ ہرے پتوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اصل میں اس کا تعلق حیاتین (ب) کے مخلوط گروپ سے ہے تمام ہرے پتوں والی سبزیوں میں یہ بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ یہ انسانوں اور ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کے لیے بے حد مفید ہے۔ تربوز کو غذائی ماہرین نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک حصہ تو کالے بیجوں پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصہ قدرتی بائیو کیمیکل ہے جو کہ جسم کے لیے نقصان دہ عناصر بشمول کینسر کے جراثیم کے خلاف قوت مدافعت فراہم کرتا ہے۔ یہ مادہ GLUTEHION کہلاتا ہے یہ سلفر رکھنے والا ایک مرکب ہے۔ یہ تکسیری عمل کے حیاتاتی نظام میں اہم فعل انجام دیتا ہے یہ سادہ جسم کے لیے خصوصی فعل انجام دیتا ہے قدرت نے اسے ایک طاقت ور مادہ بنایا ہے جو کہ بہت سے خطرناک کیمیائی مادوں کو پروان چڑھنے سے روکتا ہے تربوز محض تالاب پر پائی جانے والی ایک خوراک نہیں بلکہ یہ Glutethion سے بھرپور ایک طاقت ور غذا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ معنوی تخم ریزی کے ذریعے پیدا شدہ اجسام کے لیے Glutethion کی اضافی خوراک انسانی جسم کے مدافعتی نظام کو مستحکم اور طاقت ور بناتی ہے اس کی بہترین قسم ناشپاتی، سوس لوکی، انگور، بھنڈی، نارنگی، تازہ ٹماٹر، آلو گوبھی، بند گوبھی، خربوزہ، اسٹرابری اور آڑو وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔

کچی سبزیاں، صحت کی ساتھی

کچی، تازہ سبزیاں انسانی صحت پر نہایت مفید اثرات مرتب کرتی ہیں۔ روزانہ کھانے میں کچی سبزیوں کا استعمال جہاں صحت و توانائی عطا کرتا ہے وہاں ہماری جسمانی خوب صورتی میں بھی اضافہ کرتا ہے کچی سبزیاں ہماری جلد پر خوشگوار اثر چھوڑتی ہیں اور بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت میں بھی اضافہ کرتی ہیں۔ مرچ مسالے سے بھرپور مرغن کھانے کے نقصانات سے ہم اسی صورت میں بچ سکتے ہیں جب کھانے میں کچی سبزیاں کو سلاد کی شکل میں استعمال کرتے رہیں۔ اس سے صحت بھی اچھی رہے گی اور دستر خوان بھی سجا سجا لگے گا۔

سلاد کے پتے، پیاز، لیموں، مولی، گاجر، چقندر، مٹر کے دانے، مکئی کے دانے، سبز مرچ، کھیرا، شلجم، پودینا، سرکہ، ٹماٹر وغیرہ یہ تمام وہ اشیا ہیں جنہیں ہم سلاد کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ ان سبزیوں کی تازگی اور خوش رنگی بھوک میں اضافہ کرتی ہے دستر خوان پر جب سرخ، ہری، پیلی اور سفید خوشنما سبزیاں موجود ہوں تو یہ خوب صورت منظر آنکھوں کو بے حد بھلا لگتا ہے اور بھوک خود بخود بڑھنے لگتی ہے۔ اگر سلاد کے چند اجزاء کو ہی خوب صورتی سے سجایا جائے تو کھانے کی میز کی زینت بھی بڑھ جاتی ہے اور خاتون خانہ کے سلیقے مند ہونے کی نشاندہی بھی ہوتی ہے پھولوں کی شکل میں تراشے گئے ٹماٹر، گاجر، مولی، کھیرا، چقندر، لچھے دار پیاز، پودینے کی تازگی، مایونیز کی خوشبو، شملہ مرچ کی تراش خراش اور اس میں بھری گئی دہی کی چٹنی عجب بہار دکھاتی ہے۔ کھانا چاہے سادہ ہو مگر ساتھ خوش نما اور خوش رنگ سلاد موجود ہو تو پھر کسی چیز کی کمی نہیں رہتی۔ ضروری نہیں ہے کہ سلاد کا استعمال محض کھانے کے وقت کیا جائے بلکہ شام کی چائے کے ساتھ پیش کیے جانے والے کباب، پکوڑے، چپس یا سموسے کے ساتھ بھی چند سلاد کے پتے، ٹماٹر کے ٹکڑے، کھیرا اور دہی پیش کر سکتے ہیں۔

سلاد کے لیے تمام کچی سبزیوں کا ہونا بھی ضروری یا لازمی نہیں بلکہ صرف پیاز اور ٹماٹر کاٹ کر اس میں پودینا یا سبز دھنیا، ہری مرچ اور لیموں کا رس ملا کر پیش کر سکتے ہیں دال یا سبزی کے ساتھ یہ سلاد بہت مزا دیتا ہے۔ گوشت کے ساتھ یا مرغن کھانے کے ساتھ پیاز اور کھیرے کا سلاد کا استعمال گوشت کے نقصانات سے بچاتا ہے اگر آپ اپنے روز مرہ کے کھانے کے ساتھ سلاد کا استعمال شروع کر دیں تو یقین کر لیں کہ آپ کی صحت اور زیادہ بہتر ہو جائے گی اور آپ کئی قسم کے امراض سے محفوظ رہیں گے۔ متوازن غذا اور سبزیوں کا استعمال کرنا صحت کے لیے فائدہ مند ہے جس طرح پودے وغیرہ ہماری فضا کو آلودگی سے محفوظ رکھتے ہیں اسی طرح پھل اور سبزیاں ہمارے جسم کی اندرونی فضا کو چکنائی کی آلودگی سے بچاتے ہیں۔